مقیاس النبوت
جنید زمان پیر طریقت مناظر اعظم
ابو عبد الوہاب مولانا محمد عمر
جلد اوّل جلد دوم
المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ ○ لاہور

فہرست مضامین مقیاس نبوت حصہ اوّل

المجلد الاول

من کتاب

مقیاس النبوة

فی حقیقة من

عادی الی غیر الابوة

الفہ

محمد عمر اچھرہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَفَعَ عِیْسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ السَّلَامِ اِلَی السَّمَآءِ بِجَسَدِہٖ وَ حَیَاتِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ مِنْ بَعْدِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَمَّا بَعْدُ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے کُن سے پیدا فرمایا اور اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد حضرت مریم علیہا السلام کے بطن پاک سے آپ کی پاک دامنی کو برقرار رکھتے ہوئے بغیر کسی انسان کے چھوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو رب العزت نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور حضرت مریم علیہا السلام کی تمام عمر میں نارکہ ہونے کی تعریف قرآن مبین میں ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان کسی مخالف کے دھوکے میں آکر عفیفہ کی پرہیزگاری میں گستاخی کرکے اپنے ایمان و اعمال کو برباد نہ کرلے ارشاد الٰہی ہے۔

انبیا ۱۷/۱۶ وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ ترجمہ (اور ہدایت دی اللہ نے) اس عورت کو جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا (ہر انسان سے) تو ہم نے اس میں اپنی رُوح پھونکی اور اس (مریم) کو اور اس کے بیٹے (عیسٰی علیہ السلام) کو نشانی بنایا تمام جہان والوں کے واسطے (کہ خدا نے بغیر باپ کے عیسٰی علیہ السلام کو پیدا کرنے کے لئے مریم علیہا السلام کو چنا) اس آیۃ کریمہ میں اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا مریم علیہا السلام اور عیسٰی علیہ السلام کی پاک دامنی کا بیّن ثبوت ہے۔ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بھی دونوں کی پاک دامنی اور عالمین سے ممتاز ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ تمام جہان کے واسطے نشان نہیں بن سکتے۔

تحریم ۲۸/۳ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ہ اور مریم عمران کی لڑکی جس نے اپنی شرمگاہ کو بچایا (ہر مفعولیت سے) تو ہم نے اس میں اپنی رُوح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں سے تھی۔ ان دونوں آیتوں سے رب العزت نے مریم علیہا السلام کی عفت ظاہر فرمائی اور اس

کی شرمگاہ کو ہر قسم کی مس رجولیت سے مبرا فرمایا۔ چنانچہ بشارت ولد کو بھی انہوں نے ممع خراشی تصور کرتے ہوئے جواب دیا قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ فرمایا مجھے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں اور نہ میں بدکار ہوں، قَالَ كَذٰلِكِ ، جبریل علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہی بغیر کسی کے مس کرنے کے ویسے ہی ہو جائے گا اور پھر فرمایا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ اور امر الٰہی پورا کیا گیا ہے۔ اس آیت نے جبریل علیہ السلام کے مس کا بھی انکار ثابت کر دیا۔ کہ صرف امر الٰہی سے لڑکے کی پیدائش ہوگی، تجھے بھی مس کرنے کی اجازت نہیں۔ فَحَمَلَتْهُ تو حاملہ ہو گئیں حضرت مریم علیہا السلام لڑکے سے اور بعد ولادت عیسیٰ علیہ السلام (۱) خداوند تعالیٰ کا اُن کو نسبت مادری سے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کہ کر پکارنا آپ کی نسبت پدری کو معدوم ثابت کرتا ہے (۲) چنانچہ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ مع وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا کے مریم علیہا السلام کا جواب (۳) جبریل علیہ السلام کا فرمانا كَذٰلِكِ اور (۴) اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ اور امر الٰہی (عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونیکا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی پاک دامنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے دلائل اربعہ ہیں اور تمام ادلہ سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اغذیہ واشربہ دنیاوی سے مبرا ہو کر محض آسمانی خوراک پر اکتفا کرنا آپ کے رُوحُ اللّٰه ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ جو آپ کے رفع آسمانی اور قیام آسمانی کا قائل نہیں وہ آپ کے رُوح اللہ ہونے کا قائل نہیں اور جو آپ کے رُوح اللہ ہونے سے انکاری ہے وہ قرآن خداوندی کا منکر ہے اور جو آپ کے زمین پر واپس تشریف لانے کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ آپ کے ولد مریمؑ یعنی انسانی خلقت کا منکر ہے اور جو عیسیٰ علیہ السلام کو ولد انسانی نہ جانے وہ مشرک ہے اور ایسا شخص اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ سے جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از بریت صلیب بموت حتف انف مار دیتا تو منکرین کو موقعہ ملتا تھا کہ روح اللہ نہیں تھے۔ کسی مس انسانی کا نتیجہ ہونگے اللہ تعالیٰ حکیم نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا تاکہ ایمان داروں کو آپ کے رُوح اللہ ہونے کا الیقین ہو جائے اور اگر زمین پر جلدی لے آتے تو بھی احتیاج عوامی ثابت ہوتی اور دوسری یہ بات تھی کہ زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب تھا اگر [illegible] میں نازل کیا جاتا تو آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ آپ کی تبلیغ توحیدی بڑی قابل تعریف تھی۔ آپ کی تبلیغ کا اثر زمانہ میں جب پورا [illegible] گیا اور قرب قیامت تک آپ کے دلائل توحیدی

کو ثابت کرنے کے واسطے مشاہدہ اللہ تعالیٰ نے مجسمہ دلیل آسمانوں میں محفوظ رکھی تاکہ میرے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر کی تصدیق مشرکین مشاہدہ سے کریں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ رُوح اللہ
کو ابن اللہ کہنے والوں کو ثابت ہو جاوے گا کہ دنیا میں آکر اولادیں پیدا کر کے پھر فوت ہونا
یہ الوہیت کے خلاف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رُوح اللہ کے منکرین کا جواب آسمانی رفع
سے دیدیا اور ابن اللہ سمجھنے والوں کو زمین پر لاکر اولاد پیدا کر کے فوت کر کے ان کی الوہیت
کا جواب آخیر میں دے دیگا۔

"**مرزائی**"۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے سید الانبیا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمان پر جگہ دے۔ کیا یہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں۔ کچھ شرم کرو۔

"**محمد عمر**"۔ (۱)۔ کیا زمین پر ایک کو آباد کرنا اور دوسرے کو آسمان پر رکھنا یہ تمہاری عقل کے
ماتحت ہے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت؟ کیا تمہاری عقل درست تو ہے؟۔ جو
تمہارے دماغ میں درست ہو خدا وندہ وہ کام کریں اپنی قدرت سے کام نہ کریں۔ میرا خیال
ہے کہ خداوند کریم کو چاہیئے کہ جو کام کرنے کا ارادہ رکھے۔ اس کو پہلے مرزائیوں سے
مشورہ کر لے پھر کرے۔ ہاں بھائی اگر تم اس وقت ہوتے تو شاید تم اس کو روک ہی
دیتے کہ یا اللہ یہ خلاف اصول کام کر رہے ہو۔ افسوس قدرت خداوندی کو بھی اپنی عقل کے
ماتحت کرنا چاہتے ہو۔ اگر مسلمان ہو تو عقل کو قدرت کے ماتحت کرو۔ (۲)۔ کیا تم نے
عزت کو مکان کی بلندی میں تصور کر لیا ہے اور مکان کی پستی میں ذلت؟ ہرگز نہیں۔
حباب بلند اوپر ہوتا ہے لاشئی ہے اور سیپ پانی کی تہ میں ہے جو یکتا موتی پیدا کرتا
ہے۔ معلوم ہوا کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ عزت دیتا ہے
اے اللہ تو جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے تو جس کو چاہتا ہے۔ تیرے ہی قبضہ میں بہتری
ہے۔ زمین پر آباد کر کے جبریل علیہ السلام کو جو عالم ملکوت کے باشندے ہیں خادم بنا دے،
تو یہ اس کے اختیار ہے اور آسمان پر چڑھا کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں
زمین پر اُتار دے تو یہ اس کے اختیار ہے۔ ان صورتوں میں زمین پر رہنے والوں کی ذلت
نہیں بلکہ عزت ہے۔ آفیسران لوگوں کے فیصلے سُناتے ہیں تو اپنی کوٹھیوں میں نہیں۔ بلکہ
علیحدہ شارع عام میں عدالتیں بنوائی جاتی ہیں جن میں کسی کو قانون سے بَری کیا جاتا ہے۔ اور

کسی کو سزا دی جاتی ہے۔ کیا سمجھ رہے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ سے آسمان بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ یہ تمہارے دماغ کی کمزوری ہے ورنہ قرآن کریم پڑھ کر سوچو تو تمہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوٹھی مبارک کے نام ایک مستقل سورۃ نظر آئے گی۔ جس کا نام حجرات مقرر ہے۔ اس سورۃ میں مولیٰ ذوالجلال نے مسلمانوں کو آپ کی کوٹھی مبارک کے آداب سکھائے ہیں۔ آسمان کی طرف تو شیطان بھی جا سکتا تھا۔ لیکن آپ کی کوٹھی مبارک کے باہر سے شیطان کی طاقت تو کہاں مومن اپنی آواز کو آپکی کوٹھی مبارک کی دیواروں سے پار نہیں کر سکتا۔ نہیں نہیں فرشتہ نوری آسمانوں میں پھرے۔ زمین میں پھرے مساجد میں زور رہ کرے۔ لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوٹھی مبارک کی طرف بغیر اجازت بلا پردہ آپ کی مستورات کے اپنی نگاہ نہیں اٹھا سکتا۔ اب بتاؤ شان آسمان زیادہ ہے یا زمین جس دن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے۔ شیطان پہلے آسمان کی طرف جا سکتا تھا اس دن سے اس کا راستہ سماوی اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا ہے۔ جیسے انسان ہر راستہ پر چل سکتا ہے لیکن جس راستہ پر بادشاہ کی آمد و رفت ہو اس راستے میں پہرے دار مقرر کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے آسمان کے راستہ میں شہاب ثاقب سیارے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ جو ان کو آسمان کی طرف بڑھنے نہیں دیتے تم بیچارے مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھو۔

(۳)۔ مرزا صاحب تیر ہیں اور اُلّو اور گدھ اور کوا ہوا کی بلندی میں۔ کیا اُلّو وغیرہ کو مرزا صاحب سے بہتر سمجھو گے۔ کفار ہوائی جہاز میں پرواز کر رہے ہیں اور تم زمین پر ہو۔ کیا ان کا مرتبہ بلند ہو گا۔ کچھ تو سوچ کر بات کرتے۔

(۴)۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء رحمۃ للعالمین ہیں۔ جب آپ کی نبوت قیامت تک جاری ساری ہے تو کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں سمجھتے کہ آپ کے مقابلہ میں غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کر بیٹھے ہو۔ یہ بے ذلت کا کام نہ ہو۔

"مرزائی"۔ موجودہ مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ از روئے قرآن عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہو چکی ہے اور آسمان پر بجسد عنصری اٹھائے نہیں گئے بلکہ اُن کا رفع گیا۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء کی موت واقع ہوئی ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

لہذا تمہارا کہنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمان پر بجسد عنصری چڑھے ہوئے ہیں یہ قرآن مجید کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کو درست کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو راہ راستی پر لائے۔ آؤ قرآن سنو کیا فرماتا ہے۔

(مائدہ اخیر)۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ○ **ترجمہ**:۔ جب کہیگا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سوائے اللہ کے۔ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے پاک ہے تو نہیں لائق میرے واسطے یہ کہ کہوں میں وہ بات جس کا نہیں ہے مجھ کو کوئی حق۔ اگر کہا ہوگا پس تحقیق تو جانتا ہے اس کو جو میرے جی میں ہے اور نہیں جانتا میں جو تیرے جی میں ہے۔ یقیناً تو ہی جاننے والا ہے غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے ان کو سوا اس کے کہ جو حکم دیا تو نے مجھ کو ساتھ اس کے یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو رب میرا ہے اور رب تمہارا اور تھا میں نگہبان جب تک رہا میں ان میں اور جب وفات دیدی تو نے مجھ کو تو ہی نگہبان تھا ان پر اور تو ہر شے پر حاضر ہے۔

استدلال ع۱ اس آیۃ میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو زمانے بتائے ہیں۔ پہلا اپنی قوم میں حاضری کا (مَا دُمْتُ فِیْہِمْ) اور دوسرا غیر حاضری کا (کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ) اور ان دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل (تَوَفَّیْتَنِیْ) ہے۔ گویا ان کی اپنی قوم کی غیر حاضری سے پہلے وفات ہے۔ کیونکہ غیر حاضری کی وجہ "تَوَفَّیْتَنِیْ" ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں حاضر ہیں یا غیر حاضر۔ چونکہ غیر حاضر ہیں۔ لہذا ان کی توفی ہو چکی ہے۔

استدلال ع۲ اس آیۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقرار فرماتے ہیں کہ تثلیث پرستی کا عقیدہ میری زندگی میں نہیں پھیلا۔ بلکہ میری توفی کے بعد پھیلا ہے۔ اور فی زمانہ عیسائیوں کی تثلیث پرستی کوراز نہیں۔ بلکہ کھلی کھلی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ جس سے یہ صاف نتیجہ نکلا کہ اس وقت حضرت مسیح کی توفی ہو چکی ہے۔

محمد عمر (جواب استدلال ۱)۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فرقہ مرزائیہ قرآن کریم کی آیات میں ہیر پھیر کر کے آیت کا مطلب غلط بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے اس بیان نے بھی اس کی تصدیق کر دی کہ قرآن کریم پر بہتان لگانا یہ تم مرزائیوں کا بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ سنئے۔

کذب (۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو زمانے بتائے ہیں الخ۔ اس عبارت میں مسلمانوں کو صریحاً دھوکا دینا ہے۔ پہلے قابل غور یہ امر ہے کہ یہ عبارت توریت کی ہے یا قرآن کی؟۔ یقیناً یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد عالم دنیا یا عالم علوی، یا عالم برزخ کا نہیں۔ بلکہ رب العزت نے قرآن کریم میں اپنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ جو قیامت کو ہونے والا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے بنی اسرائیل کو دنیا میں حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو۔

"مرزائی"۔ (چلا اٹھا) دیکھو مولوی صاحب تم نے بھی تو قرآن میں تحریف سے کام لیا ہے۔ کہ ناس سے مراد محض بنی اسرائیل لے رہے ہو۔ کتنی غلط بیانی ہے۔

"محمد عمر"۔ دوست ذرا غور کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر تشریف لائے یا محض کسی خاص قوم یا شہر کی طرف۔ تو قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے۔

آل عمران ۳/۵	وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کو محض بنی اسرائیل سے مخصوص فرمایا ہے۔ ایک زمانہ ہو یا دو۔ ان کی رسالت والی تخصیص صرف بنی اسرائیل کے واسطے ہی ہے۔

ثابت ہوا کہ ناس سے مراد محض قوم یہود کے ناس مراد ہیں۔

۲۔ چونکہ تثلیث عیسوی کے قائل محض عیسائی ہی ہیں۔ جن کا ذکر خداوند کریم نے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ سے فرمایا ہے۔ اس لئے سوال خداوندی بھی انہیں کے لئے ہوگا۔ جس کو تم خود بھی تسلیم کر چکے ہو۔ (کہ فی زمانہ عیسائیوں کی تثلیث پرستی کوئی راز نہیں)۔ خود اقرار کر کے پھر مجھ سے سوال کرتے ہو کہ ناس سے مراد عیسائی لوگ کیوں لیتے ہو۔ لہذا قیامت کے میدان میں اللہ رب العزت کا عیسیٰ علیہ السلام کو سوال کرنا

ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ قوم نصاریٰ کے متعلق ہی ہوگا۔ جو آلِہٰ ثلٰثہ کے قائل ہیں۔ تو اللہ جَلَّ وَعَلاَ جب قیامت کو ارشاد فرمادیں گے۔ کہ تم نے اپنی امت کو میرے حکم کے علاوہ اپنے اور اپنی ماں کے معبود ہونے کا حکم دیا تھا۔ توحضرت عیسٰی علیہ السلام خداوند کریم کے حضور میں جواب کو دو پہلوؤں سے بیان فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے دائمی عمل کی اللہ کے غیبی علم کے مقابلہ میں اپنی بے علمی پر محمول فرمادیں گے۔ تاکہ سوالِ خداوندی کے مقابلہ میں میرا عجز اور شانِ الٰہی ثابت وظاہر ہو۔ یا اللہ میرا عقیدہ تو تیری شانِ الوہیت کو اپنی طاقت کے مطابق سمجھتے ہوئے یہی ہے۔ کہ تیری ذات بیوی بیٹے سے مبرا ہے۔ تو میرے لئے یہ بات لائق نہیں۔ کہ میں یہ کہتا کیونکہ میں تیرا محکوم رسول ہوں اور تیرے خلاف کچھ نہ کرسکتا تھا۔ اور اگر بالفرض کوئی مجرم مجھ پر بہتان لگانے کی کوشش کرے تو میری تمام تبلیغ کا آپ کو علم ہے۔ آپ سے میری کوئی بات پوشیدہ نہیں اور مجھے اس بات کا بھی علم نہیں کہ تو علام الغیوب مجھ سے یہ سوال کس بنا پر کر رہا ہے۔ کیونکہ میں تیرے اعلام کے سوا بے خبر اور تو میرے تمام نفسانی رازوں کا واقف۔ تیری تعلیم سے اپنی قوم کو میں نے واحدانیت کا ہی سبق دیا تھا اور یا اللہ میرا حق یہی تھا۔ جو میں نے پورا کیا۔ اپنے حق کے علاوہ میں نے ان کو کچھ نہیں کہا۔ میری تبلیغ تیرے علم سے باہر نہیں۔ میرا علم تیرے ادراک سے قاصر ہے۔ اور تیرا علم مجھے محیط ہے۔ کسی کے اعلام کا محتاج نہیں۔ تو خود علام الغیوب ہے۔

عیسٰی علیہ السلام جب دربارِ خداوندی میں قیامت کے دن اپنا عجز اور اپنی امت کے عیوب پر کریمانہ پردہ پوشی سے اغماض فرماتے ہوئے ان کی تثلیث اور اِبْنُ اللہ کہنے کو ظاہر نہ فرمادیں گے۔ اور خداوندی علم وجلالت کو بیان کرلیں گے۔ تو اپنی عمر کے دوسرے حصے کی صراحت فرماتے ہوئے پھر بھی شانِ خداوندی کو ملحوظ رکھیں گے اور فرمادیں گے کہ یا اللہ تیرے امر کی تبلیغ ہی میں نے ان کو کی کہ ایک اللہ کی ہی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا بھی رب ہے۔ چنانچہ عیسٰی علیہ السلام کی اسی تبلیغ کو ظاہر فرماکر رب العزت نے اس مذکورہ بالا بیان کی تائید فرمائی ہے۔

مائدہ ۶/۱۰	لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ

مَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ط وَ مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ترجمہ:۔ بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے یہ کہا۔ کہ اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہے۔ اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔ بے شک اس کی شان ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے تو یقینی امر ہے کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔ اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

یہ ہے ان کی گذشتہ تبلیغ جس کو رب العزت نے قرآن کریم میں نقل فرمایا اور یہی جواب آپ قیامت کو رب العزت کے سوال کرنے پر اقرار کریں گے۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ سے ظاہر ہے۔ اور انبیاء کرام امت کی تبلیغ کے مکلف تاقیام ہوتے ہیں نہ ان کی غیر حاضری امت سے اسی بنا پر حضرت عیسٰی علیہ السلام رب العزت کے حضور میں بیان کو ختم کرتے ہوئے وضاحت فرماویں گے۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ کہ یا اللہ جب تک میں ان میں حاضر رہا ان کو میری طرف سے یہی تبلیغ رہی اور عیسٰی علیہ السلام کا یہ فرمان ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ان کی عمر کا دوسرا زمانہ غیوبتہ کا بھی گذر رہا ہے۔ جس کا بیان شَهِيْدًا سے علیحدہ پہلے فرمایا۔ جس کی شرح اپنے دوسرے جملہ میں ظاہر فرمائی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا (آسمان پر) تو ہی ان پر نگہبانی کرنے والا تھا"۔ اور پھر فرمایا كُنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ تو ہر شے پر حاضر ہے۔ تو عیسٰی علیہ السلام کا رب العزت کو رَقِيْب اور شَهِيْد کی صفت سے اپنی قوم نصاریٰ کی طرف منسوب کرنا اور اس زمانہ کو اپنی حالتِ غائبانہ کا ذکر کرنا یہ آپ کی عمر کے صاف صاف دو حصے ثابت کر رہا ہے۔ ورنہ توفی کے معنی موت کے ہوتے تو موت کے بعد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ تو تمہارا کہنا کہ عیسٰی علیہ السلام کی غیر حاضری کا ذکر کرنا اس کے واسطے حد فاصل توفی ہے۔ اور توفی موت ہی ہے۔ یہ غلط ثابت ہوا۔ اگر توفی سے مراد موت ہوگی۔ تو اس غیر حاضری کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی جب اس غیر حاضری کا ذکر کرتے ہوئے خداوند کریم نے انکی اس غیر حاضری کا ذکر کیا، تو معلوم ہوا۔ کہ ان کی امت سے ان کا تعلق ٹوٹا ہوا بھی ہے۔ جو کسی

وقت ان کو درست کرنے پر ظاہر ہونے والا ہے ۔ اور تم نے بھی تو عیسٰی علیہ السلام کے دو زمانے ہونے کا اقرار کیا ۔ کیونکہ میت جو بحالت موت کسی زمانے پر محمول نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے اعمال میں شمار ہوگا ۔ بلکہ وہ تو جزا و سزا کی حالت ہے ۔

جواب استدلال ع۲ ۔ تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ ان کی موت ہو چکی ہے ۔ اس واسطے یہ لوگ تثلیث کے قائل ہیں ۔ اور یہ تثلیث کا مسئلہ بھی عیسٰی علیہ السلام کے بعد انہوں نے نکالا ہے ۔ یہ صراحتہً قرآن کریم کے خلاف ہے ۔ کیونکہ

مائدہ ۶/۱۰ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ یعنی ضرور ان لوگوں نے کفر کیا ۔ جنھوں نے کہا کہ بے شک مسیح بن مریم معبود ہے ۔ تو آگے ارشاد الٰہی ہے وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اور عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا زمانہ گذشتہ میں کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو ۔ جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے ۔ مجھے الٰہ مت کہو ۔ تو اس فرمان الٰہی سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ اس وقت ہی تثلیث کے قائل تھے ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو صاف فرما دیتے کہ یا اللہ میری زندگی میں تو انہوں نے مجھے الٰہ کہا نہیں ۔ تو اس آیتہ سے بھی اور اس دن کے اعمال سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے تو نقص عقل سے تمہارے استدلال ع۲ کا جھوٹ ثابت ہو گیا اور تمہاری دلیل باطل ہو گئی ۔ کہ ان کی موت ہو چکی ہے ۔ اس واسطے ان کے بعد تثلیث کے قائل ہوئے ہیں اور ان کی عمر کے دوسرے حصے کی کارروائی جب قرآن مجید میں مذکور ہے ۔ تو تمہارے انکار سے ان کی موت نہیں ہو سکتی ۔ سنو ۔

نساء ۶/۲۲ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور کوئی اہل کتاب باقی نہیں رہے گا ۔ مگر وہ عیسٰی علیہ السلام کے فوت ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یا خدا پر ایمان لائے گا ۔

جب اللہ تعالیٰ ان کی عمر کے دوسرے حصے کو زمانہ استقبال سے خود بیان فرما رہا ہے ۔ اور پھر فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور قیامت کے دن عیسٰی علیہ السلام ان کے آئندہ زمانہ استقبال کے اعمال پر گواہی دینگے ۔ تو تم ان کی موت کا عقیدہ رکھ کر ان کو اس آیت کا مصداق کیسے بناؤ گے ۔ کیا اس آیتہ کو معاذ اللہ جھٹلا

دو گے۔ کیا تم مرزائیوں نے بمع تمہارے مرزا صاحب کے اس آیت کو اپنے مرزا صاحب پر چسپاں کرنیکے واسطے زور نہیں لگایا۔ لیکن فرمان الٰہی تو ہے :- اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اہل کتاب سے ایک بھی نہ رہ جائے گا تمام مومن ہو جائیں گے۔ ابھی کروڑوں کی تعداد میں تثلیث کے قائل موجود ہیں۔ اور تمہارے مرزا صاحب مسیح کے مدعی مر بھی چکے ہے۔ اور قرآن کریم میں شرط ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَبْلَ مَوْتِہٖ اس کے مرنے سے پہلے ہی کوئی اہل کتاب نظر نہ آئے گا۔ تو قرآن کریم سے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے آئندہ حصے کی کارروائی کو ایسا واضح کر دیا کہ اس مسیح کی آمد سے کوئی قائل تثلیث نظر نہ آئے گا بیان کر کے تمہارے دوسرے استدلال کو بھی ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا کر دیا۔ اب تمہاری مرضی ایمان لاؤ یا نہ اور احادیث صحیحہ سے بھی ان کی آئندہ زندگی کا ذکر ثابت ہے۔ جیسا کہ آگے انشاء اللہ ذکر آئے گا۔

ایک اور عرض کرتا ہوں جو تمہارے واسطے قابل غور ہے۔ کہ اگر یہاں توفی کے معنی موت ہی لئے جائیں۔ جیسا کہ تم نے مراد لئے ہیں تو ایک اور بھی خرابی لازم آتی ہے کہ اگر ان کی موت ہی ہو چکی تھی تو خدا کی طرف سپرداری کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ فرما دیتے کہ یا اللہ میں جن کی بشارت کے لئے آیا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میرے بعد کا حساب اُن سے لیلو۔ کیونکہ میرے بعد تو نے اُن کو اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا فرمایا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہاں اپنی امت کے متعلق نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی دوسری عمر کے حساب کا بقیہ ابھی ہے۔ جو دوسری آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ماقبل بیان ہو چکا ہے۔

"مرزائی"۔ اچھا بھائی یہ بتاؤ کہ تمہارے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام عالمین کی طرف نبی بنکر آئے ہیں تو کیا بنی اسرائیل کے لئے کافی نہیں یا وہ بنی اسرائیل عالمین میں داخل نہیں؟ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اُتارنے کی کیا ضرورت؟ بالکٹ بک

"محمد عمر"۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرزائیوں کے واسطے کافی نہیں، تم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کیوں علیحدہ نبی بنا لیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل ایسی قوم ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی بد دعا سے مسخ ہو گئے۔ لیکن شرک سے باز نہیں آئے۔ یہ ایسی سخت قوم ہے جو تمہاری طرح عقل کو دین پر مقدم

سمجھتے ہیں۔ یہ قوم بغیر تلوار درست ہونے والی نہیں۔ اگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تلوار اٹھاتے تو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ کی صفت میں فرق آتا۔ اسی بنا پر رب العزت نے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ کا ارشاد فرمایا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کو درست کرنے کیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہی نازل فرمایا۔ تاکہ اپنا بدلہ بھی ان سے لے لیں۔ اور ان کو درست بھی کردیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلیب کو توڑتے تو عیسائیوں نے کہنا تھا کہ ہمارے مذہبی نشان کو مٹا کر اپنی عزت چاہتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے جس کی صلیب کو یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہی آکر ان کی صلیب کو توڑ ڈالیں۔ تاکہ دوسرے کے توڑنے سے اعتراض بھی آئے گا۔ اُن پر تو اعتراض بھی نہ ہو گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے۔ اَللّٰهُ عَالِمُ الْغَيْبِ ہے۔ اس کو مرزا صاحب کے دعوئے مسیحیت کا علم تھا۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی آیات کو تغیر و تبدّل کر کے اور احادیث کا انکار کر کے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مرتد کرینگے۔ تو ایسے جعلی دعوای کرنے والوں کے واسطے ربّ العزّة نے مجسمہ دلیل محفوظ رکھی تاکہ جو میری آیات سےجان بوجھ کر روگردانی کرے اور اپنی نفسانیت کو مقدم سمجھتے ہوئے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو ٹھکرا دے۔ اس کا علاج عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ رکھتا۔ تاکہ عیسائیوں اور مرزائیوں یعنی دونوں اقسام کے مسیحیوں کو ان کی تلوار ہی درست کرے۔

تحقیق لفظ توفی

توفی کا مادہ وفا ہے۔ جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں اور ایفاء کے معنی پورا کرنے کے اور لفظ توفی ہفت اقسام سے لفیف مفروق ناقص یائی جو بمعنی استفعال یعنی استیفا مستعمل ہے اور تَوَفَّيْتَنِي ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر مخاطب باب تَفَعُّل سے ہے۔ توفی کی دلالت استیفا کے معنی پر حقیقۃً دلالت مطابقی ہے۔ کیونکہ اس کا اصل وفاء ہے۔ بمعنی پورا لینا اور بمعنی فوت اور نیند دلالت تضمنی ہے۔ وفا اصل ہے اور بمعنی فوت اسکی فرع ہے۔ اب اس کا استعمال قرآن کریم و کتب تفاسیر اور لغات سے ضروری ہے۔

مرزائی توفی کا استعمال اس مقام پر دیکھنا ہے۔ جہاں اللہ یا ملائکہ اس کے فاعل ہوں۔

یا صیغہ مجہول ہو اور نائب فاعل اس کا انسان ہو۔ تو سوائے قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے۔ اور وہ قبض روح بذریعہ موت ہے۔ جیسا کہ اس متنازعہ عبارت میں موجود ہے۔ پاکٹ بک ص۲۸۱

"محمد عمر" ۔ قدنی صاحب آپ یہ فرمائیں۔ کہ تمہارا یہ قانون کس نحوی نے مقرر کیا ہے۔ ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ آجتک تو تمہارا یہ قانون کسی نے لکھا نہیں۔ نبوت قدنی کی طرح قانون قدنی بھی قادیان کی ہی ایجاد ہے۔ اگر تم ایسی مثال سے ہی چاہتے ہو۔ تو سنو:۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ۔ ترجمہ:۔ اور وہی ہے جو قبض کرتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو تم دن میں عمل کرتے ہو۔	انعام ۷/۷
اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۔ ترجمہ:۔ اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو اس موت کے وقت اور قبض کرتا ہے ان کی جانوں کو ان کی نیند میں۔ جن کو موت نہیں آئی۔	زمر ۲۴/۴

يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ اور وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا میں فعل توفی موجود اللہ فاعل، انسان مفعول۔ لیکن موت یہاں مراد نہیں۔ تمہارا مطلوب قرآن کریم سے دکھایا گیا ہے لہذا بدلائل قرآنی تمہارا قانون اور توفی کے معنے موت غلط ثابت ہوئے

"مرزائی"۔ ان دونوں مقامات میں لیل اور مقام کا قرینہ موجود ہے۔ اس واسطے قبض روح سے مراد نیند ہے۔ پاکٹ بک ص۲۸۹

"محمد عمر" ۔ کیا یہ تمہارے گھر کا قانون ہے۔ جہاں جو چاہو بہانہ گھڑ لو۔ ان مقامات میں لیل اور مقام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے قرینے کے ساتھ بیان فرما دیا کہ جس میں نہیں سوئے نیند کے موت کے معنی استعمال کرنے کی مجال نہیں رہی۔ نہ کہ قرینہ سے اصل معنی میں تبدیلی ہو گئی ہے بلکہ ثابت ہوا کہ تمہارا قانون مقرر کردہ غلط ہے۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ توفی کے معنی نیند بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ اگر تم قرینے پر ہی اصرار کرو تو کیا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں حساب قرینہ موجود نہیں۔ کہ موت کا حساب ہے ہی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دونوں حصے ہیں۔ جن کا حساب وہ رب العزۃ کے دربار عالیہ میں بیان کر رہے ہیں۔ برزخی زندگی کا حساب کب ہوتا ہے۔ بلکہ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی کا معاوضہ ملتا ہے۔ اور دوسری آیت

مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں متوفی کے بعد رفع کا قرینہ موجود ہے۔ جس کے معنی تم اپنی نفسانیت سے تمام امت کے برخلاف کر رہے ہیں۔ اور اس جگہ قرینہ رفع موجود ہے لیکن تم اس قرینے کا صاف انکار کر رہے ہو۔ بلکہ متوفی کے ساتھ رَافِعُكَ کے معنی بھی تبدیل کر رہے ہو۔ افسوس ہے تمہارے اس علم پر جو قرآن کریم میں تغیر و تبدل سے کام لے رہے ہو۔ اور دوسری آیت میں اتنا صریح قرینہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ صلیب پر چڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس وقت موت کو ناپسند کرتے ہوئے اپنے مالک و مولیٰ حقیقی کو اس آڑے وقت میں ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے اللہ جب تو نے مجھے رتبہ دیا ہے تو میری جان ان ظالموں سے بچالے۔ میری جان بچالے تو اللہ کریم اس آیۂ کریمہ سے بچانے کی تسلی فرمارہے ہیں۔ لیکن اللہ کریم اس مصیبت کے وقت میں موت سے منظوری کریں تو تمہارے یہ معنی مراد لینا عقل سے گری ہوئی بات ہے۔ یا یہ کہو کہ اللہ نے اس موقعہ کو اس آیت میں بیان نہیں فرمایا۔ جب اس آیت کریمہ میں ذکر بھی اس موقعہ کا ہے۔ اور استجابت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہو رہی ہے۔ اور خداوند کریم کا عیسیٰ علیہ السلام کی فریادرسی کا ذکر فخریہ کرنا کہ میں نے ان کی دعا کو قبول کیا۔ اور صورت نجات کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کی دعا میں نے ایسی قبول کی کہ ان کو بجسدہٖ آسمان پر اٹھالیا اور تم انعام خداوندی اور قدرت خداوندی کے بیان کو اُلٹا بیان کر کے فریادرسی کے قرینہ کا صریح انکار کر کے خداوند کریم کی آیات کو تبدیل کر رہے ہو۔ خدا کا خوف کرو۔ اگر قرینہ کو وہاں تسلیم کرو تو یہاں بھی کرو۔ اگر وہاں معنی عرفی لیتے ہو تو یہاں اصل مادہ وفا کے معنی کر کے مطلب الٰہی کو صحیح بیان کرو۔ آخر ایک دن تم نے مرنا ہے۔ اور خدا کو حساب دینا ہے۔ کیا متوفی کے معنی موت کے کر کے کفار کی حمایت کر رہے ہو۔ وہ مضحکہ اڑائیں گے کہ ان کے خدا سے اُس کے سچے نبی نے مصیبت کے وقت دعا کی اور تمام رات پکارتا رہا۔ لیکن پھر بھی بجائے چھوڑانے کے خود موت سے اجابت کی۔ تمہارے مرزا صاحب قادیانی تو دعویٰ کریں کہ میری کوئی دعا مسترد نہیں ہوئی۔ اور جس کی دعا کی قبولیت کا خدا اظہار فرمائے تم اس کا الٹا مطلب بیان کر کے اس کو عدم قبولیت پر محمول کرو۔ خدا تمہیں ہدایت دے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے آسمان پر اٹھالیا۔ جو بوقت حساب بھی اپنے رفع کا ذکر کر کے اپنی عمر کے دونوں حصوں کے حساب کو پورا

کریں گے۔

"مرزائی" ۔ میں قرآن شریف سے کئی مقامات میں توفی کے معنی موت ثابت کرسکتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

۱ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ اور ۲ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اور ۳ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۴ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ۔ پ

"محمد عمر" ۔ کیا تمہیں قرینہ معلوم نہیں ہوتا۔ جب فقیر نے ایسی آیات پیش کیں تو کہدیا کہ قرینہ نوم مراد ہے۔ لیکن ان مقامات میں (۱) یذرون ازواجا (۲) میں ابرار کی معیت کا قرینہ موجود ہے۔ (۳) عوام کی طرف فرشتہ موت کا پیغام لے کر ہی آتا ہے۔ ۳ اور ۴ میں فرشتے کا قرینہ نظر نہ آیا۔ افسوس اگر قرآنی محاورہ کو سمجھ لیتے تو یہ آیات کبھی پیش نہ کرتے۔ جب فقیر نے عرض کر دیا ہے کہ اصل معنی دینا کے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین نے اور اہل لسان نے لکھا ہے۔ موت کے معنی فرعی ہیں۔ جو قرائن سے معلوم ہوجاتے ہیں۔

"مرزائی" ۔ تم قرآن سے ان دونوں آیتوں کے سوا کسی اور جگہ معنی دینا کے دکھاؤ ۔ تو میں تسلیم کرلوں گا۔ تمہارے زبانی کہنے کو کیسے تسلیم کروں۔

"محمد عمر" ۔ فقیر تو انشاء اللہ جس لفظ کا استعمال جن معنی سے تم طلب کرتے ہو۔ قرآن سے ہی دکھا دیتا ہے۔ سنو۔

بقرہ ۳ / ۳۸	وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۥ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (ترجمہ) ۔ اور ڈرو تم اس دن سے جس دن لوٹلئے جاؤ گے تم اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جاویں گے۔
آل عمران ۴ / ۹	اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط ترجمہ:۔ اور کوئی بات نہیں تم قیامت کے دن پورا اجر پاؤ گے۔
آل عمران ۴ / ۱۰	ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۥ ترجمہ:۔ پھر ہر نفس پورا دیا جائے گا جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جاویں گے۔

ان آیات میں توفی کے معنی پورا دینے کے ہیں۔ اب لغات عرب سے فیصلہ کرلیں کہ اصل توفی کے معنی کیا ہیں۔ موت ہیں یا پورا دینے کے۔ کیونکہ قرآن کریم کے متعلق رب العزۃ

نے فرمایا اِنَّا اَنزَلْنَاہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ تاکہ تم سمجھو کہ قرآن قدنی زبان نہیں ہے عربی زبان ہے۔

قاموس ۴/۴۰۱	فلانا حقه اعطاه وافیا کوفاه و وافاه فاستوفاه وتوفاه۔ یعنی ان سب کے معنی ایک ہی ہیں۔

صراح ۵۹۵ ۔ توفی تمام گرفتن حق۔ توفی کے معنی حق پورا لینا۔

المنجد ۱۰۱۱	وَفَّی حَقَّهٗ اَخَذَہٗ وَافِیًا تَامًّا یُقَالُ تَوَفَّیْتُ مِنْ فُلَانٍ مَالِیْ عَلَیْهِ۔ وَفّٰی حَقَّهٗ کے معنی اس نے اپنا حق پورا لے لیا کہا جاتا ہے۔ توفیت من

فلان مالی علیہ میں نے فلاں سے جو میرا حق تھا پورا لے لیا۔

المغرب ۲/۲۵۶	اِسْتَوْفَاہُ وَتَوَفَّاہُ اَخَذَہٗ کُلَّهٗ۔ استوفاہ اور توفاہ کے معنی ہیں تمام کے تمام کو لینا۔

"مرزائی" ۔عرف عام میں توفی صرف مردہ پر بولا جاتا ہے۔ پٹواریوں کے رجسٹروں میں دیکھ لو۔ ۲۹۳

"محمد عمر" ۔ یہ لفظ عربی ہے کیا قرآن کا ترجمہ پٹواریوں کے رجسٹروں سے کرتے ہو۔ کیا محدثین اور مفسرین اور کتب لغات سے پٹواریوں کے رجسٹر زیادہ مستند ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

"مرزائی" ۔ بخاری شریف میں اس کی تائید موجود ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ یُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ فَیُقَالُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ۔ ترجمہ:۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لیجائے جائینگے تو میں کہونگا یہ تو میرے پیارے دوست ہیں جواب ملے گا تو نہیں جانتا کہ تیرے پیچھے انہوں نے کیا کیا۔ اس وقت میں وہی کہونگا جو اللہ تعالٰے کے صالح بندے عیسٰی علیہ السلام عرض کرینگے کہ میں ان کا اسی وقت تک نگران تھا۔ جب تک ان میں تھا اور جب تو نے

مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔
اس حدیث سے صاف نتیجہ نکلا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توفی صورت وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی کی ہے۔ ورنہ آپ کا یہ فرمانا فاقول کما قال درست نہیں رہتا، نعوذ باللہ۔

"محمد عمر"۔ حدیث شریف کو سمجھنا تو مرزائیوں پر ہی موقوف ہے۔ یہ کمال تمہارا ہی ہے۔ اقول کما قال پر ہی بات ختم کردی، قال کے فاعل عبد صالح کو کھا گئے تاکہ کلام مرزا میں فرق نہ آجائے، کیونکہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نظر بد سے دیکھتے ہیں، جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا:۔

مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو شرابی، نہ زاہد نہ عابد، حق کا پرستار۔ متکبر، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔	مکتوبات احمدیہ ۳/۲۳

بھلا اطاعتِ قدمی کیونکر جچتی ہے۔ تمہارے نزدیک یہ حدیث حجت کیونکر ہوسکتی ہے؟ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو عیسٰی علیہ السلام کے متعلق عبد صالح ہونے کے قائل نہیں، تو باقی حدیث کیسے دلیل پکڑ سکتے ہو۔ تمہارے واسطے تو یہ حدیث حجت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر تم ہماری طرف اشارہ کرو تو عرض کرتا ہوں، یہ حدیث شریف بخاری شریف میں تین مقامات پر موجود ہے۔ اور تینوں کے اسناد ضعیف ہیں قرآن کریم کے مقابلہ میں ضعیف روایت حجت نہیں ہوسکتی۔ ملاحظہ ہو۔

(سند ۱)۔ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ قال اخبرنا مغیرۃ ابن نعمان قال سمعت سعید بن جبیر ابن عباس۔

۱
شعبہ بن حجاج

انہ کان یخطئ فی الاسماء نقد قال الدار قطنی فی العلل کان شعبہ یخطئ فی اسماء الرجال کثیرا۔	تھذیب التھذیب ۴/۳۴۵

(سند ۲)۔ حدثنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان عن المغیرۃ بن نعمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

۲
محمد بن یوسف فریابی

میزان الاعتدال ۳/۱۵۱	قال العجلی اخطأ الفریابی فی مائة خمسین حدیثا۔
تهذیب التهذیب ۹/۵۳۷	قال بعض البغدادیین اخطأ محمد بن یوسف فی مائة خمسین حدیثا من حدیث سفیان۔

اور یہ حدیث بھی محمد بن یوسف سفیان سے روایت کرتے ہیں۔ لہذا غلط ثابت ہوئی۔

(اسناد ۳) ۔ حدثنا محمد بن کثیر حدثنا سفیان حدثنا مغیرة ابن نعمان حدثنی سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

محمد بن کثیر قرشی کوفی

میزان الاعتدال ۳/۱۲۵	قال احمد لم تحدث بحدیثہ قال البخاری کوفی منکر الحدیث قال ابن عدی الضعف علی حدیثہ بین۔
تهذیب التهذیب ۹/۴۱۸	قال ابوداؤد عن الامام احمد لم تحدث بحدیثہ قال البخاری کوفی منکر الحدیث قال ابوحاتم ضعیف الحدیث۔

محمد بن کثیر سب ضعیف ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ حجت نہیں ہوسکتی۔

"مرزائی" ۔ بخاری کی حدیث بھی ضعیف ہوسکتی ہے۔

محمد عمر ۔ اگر رجال احادیث کی تنقید ہی مطلوب نہیں تو محدثین نے اسماء رجال کی کتابیں کیوں لکھیں اور یہ کس کتاب میں تم نے پڑھا ہے۔ کہ بخاری شریف کی حدیثوں میں بلا تنقید اسناد عمل کرنا واجب ہے۔ اور ان تمام کتب میں محمد عمر کی تنقید کی ہوئی نہیں۔ بلکہ متقدمین کی تحریریں ہیں۔ اگر نہیں تو تمہارے مرزا صاحب کی تحریر دکھا دیتا ہوں۔ جو تمہارے لئے یقیناً حجت ہونی چاہیئے۔

تحفہ بغداد ۳۳	فالحق ان الاحادیث اکثرھا احاد ولو کانت فی البخاری او فی غیرھا

ولا یجب قبولها الا بعد التحقیق والتنقید وشهادة کتاب الله بان لا یخالف بیناته ومحکماته وبعد النظر الی تعامل القوم وعدة العاملین۔ ترجمہ:۔ حق تو یہ ہے کہ حدیثیں اکثر احاد ہیں اگرچہ بخاری میں ہوں یا کسی اور میں اور ان کا قبول کرنا واجب مگر تحقیق اور تنقید کے بعد اور قرآن کریم کی شہادت کے بعد اس طریق پر کہ وہ حدیث قرآن کریم کے واضح دلائل اور محکمات کے مخالف نہ ہو اور لوگوں کے تعامل کو بھی دیکھا جاویگا اور عمل کرنے والوں کی تعداد کو بھی شمار کیا جاویگا۔ اس تحریر مرزا صاحب سے بھی ثابت ہوا کہ تحقیق اور تنقید کے بعد حدیث پر عمل ہوسکتا ہے خواہ بخاری کی ہی حدیث کیوں نہ ہو۔ جب اس حدیث میں ضعف بھی موجود ہے اور مخالف قرآن بھی ہے۔ اور مخالف احادیث صحیحہ مرفوعہ بھی ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئیگا اور تمام مسلمین متقدمین اور متاخرین کا تعامل بھی اس کے برعکس ہے۔ تم نے تو اپنے اجتہاد کے ذریعے اس ضعیف حدیث سے قرآن کریم و احادیث صحیحہ مرفوعہ کو ٹھکرایا ہے۔ نقیر قرآن کریم کی اسی آیت کریمہ کا ترجمہ محدثین کی کتب سے ثابت کرتا ہے۔ سنیئے:۔

قسطلانی ۷/۱۱۴ شرح بخاری شریف	(مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) أي بالرَّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ لقوله تعالى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ وَالتَّوَفِّي أَخْذُ الشَّيْءِ وَافِيًا وَالْمَوْتُ نَوْعٌ مِنْهُ۔ (جب تک میں ان میں حاضر رہا تو جب تو نے مجھے اٹھالیا)۔ یعنی ساتھ اٹھانے کے آسمان کی طرف اللہ کے فرمان کے مطابق کہ میں

تجھے پورا دینے والا ہوں، اور تجھے اٹھانے والا ہوں اور توفی کے معنی شئی کو پوری طرح لینا اور موت اس توفی کی قسم ہے (توفی مقسم جنکی ایک قسم پورا اٹھانا اور موت ہے) جب تمام امت کا اجماع توفی کے معنی رفع الی السماء پر ہے۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی نے بھی توفی کے معنی آسمان کی طرف اٹھانے کے کئے ہیں اور دونوں آیات کے معانی واضح طور پر حل فرما دئے کہ توفیتنی اور متوفیک کے معنی رفع الی السماء ہی ہیں اور پھر خصوصًا موت کے معنی کی نفی کرتے ہوئے شک مذبذبین کو رفع بھی کر دیا کہ حقیقۃً توفی کے معنی شئی کو پورا لینے کے ہی ہیں۔ جب حقیقی معنی لفظ پر بدلالت مطابقی ثابت ہوں تو قسم کے معنی کو بدلالت التزامی مراد لینا یہ اسلام کے مخالف ہے۔ اور اگر بقول تمہارے قسم بھی مراد لی جائے تو بھی

عیسیٰ علیہ السلام کی موت اب ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان کا یہ بیان قرآن مجید میں قیامت کے دن کا نقل کیا جا رہا ہے۔ اور قبل از قیامت بارشاد خداوندی و بحدیث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے نازل ہو کر وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ (کہ کوئی اہل کتاب سے ایسا نہیں ہو گا جو ان کی موت سے قبل ایماندار نہ ہو گا) کے عنوان کو موجود فی الخارج ثابت کرتے ہوئے تمام اہل کتاب کو تثلیث سے ہٹا کر توحید و رسالت پر قائم فرمائیں گے اور اللہ کریم نے جو وعدہ ان سے رفع الی السماء کے وقت کیا تھا: جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک تیرے متبعین کو کفار پر بالا کرنیوالا ہے) پورا کریگا۔ ورنہ اس وقت بعقیدہ موت مسیحؑ ان دونوں آیات کی تکذیب لازم آئے گی۔

تو قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام سے قبل از موت عیسیٰ علیہ السلام وعدہ مذکورہ پورا کر چکے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی ڈیوٹی مذکورہ بالا کو بوقت نزول من السماء پوری کر چکے ہونگے۔ تو ان کے اس جواب دینے میں بھی کوئی خرابی لازم نہ آئے گی، اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرمانا ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی کے وقت تثلیث پر مرنے والوں کے لئے یہ سوال تہدید ہو گا۔ اور ان قائلین تثلیث کے دعوای عیسائیت کو خداوند تعالیٰ جھٹلانے کیواسطے اور ان کو پکا سزاوار بنانے کے واسطے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کر کے مجرم ثابت کرینگے۔ تو یہ سوال محض تثلیث والوں کے جرم کو ثابت کرنیکے واسطے ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام کی سماوی حیات کی نفی کے واسطے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر اپنے علم جتانے سے پرہیز کرتے ہوئے بلحاظ ادب علم الٰہی پر ہی توقف فرمائیں گے اور اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ سے حیات سماوی کے زمانہ والے حساب کو ختم کرینگے اپنی دوسری آمد کی تبلیغی کارروائی کو مختصر کرتے ہوئے اس کے نتیجے کی طرف اشارہ فرمائیں گے۔ کہ یا اللہ اگر میں نے بنی اسرائیل کو تثلیث کا سبق دیا ہوتا تو دوبارہ زمین پر اتر کر مجھے تلوار سے توحید سکھانے کی کیا ضرورت تھی، فرمائیں گے کہ میری پہلی عمر کی تبلیغ تو تیرے علم میں ہی ہے کہ تیری توحید کے سبق دینے پر ہی تو مجھے ان لوگوں نے دار پر لٹکانے کی کوشش کی۔ جس بنا پر مجھے تیرے دربار عالیہ میں ان سے بچانے کے واسطے التجا کی ضرورت

پڑی اگر میں ان کو ان کے عقیدہ کے مطابق تثلیث پر ہی قائم رہنا گوارہ کرتا تو نہ مجھے ان مصائب صلیبی کا منہ دیکھنا پڑتا نہ تو مجھے میری فریاد سے آسمان میں پناہ دیتا۔

چنانچہ میری پہلی عمر کی اشاعت توحید ی میں کوئی فرق نہیں، میری عمر کا دوسرا حصہ، جو کَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ سے گذرا تو یا اللہ یہودیوں کی محبوب خوراک خنزیر کو میں نے تلوار سے دور کیا۔ اور ان ظالموں کو ظلم سے ہٹاکر (جنکا ظلم آج روئے زمین پر مشہور ہے اور کسی کو انکار نہیں سوائے مرزائیوں کے) انصاف سے بدلا (جو ابھی تک بدلا نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر انصاف نصاریٰ میں پھیلائیں گے) چالیس برس تک میں نے اس نوکری کو پورا کیا۔ آخر یا اللہ۔ دجّال جس کا مسلمانوں کو سخت خطرہ تھا، قتل کیا، جب میں فوت ہوا تو مدینہ طیبہ میں تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے روضۂ اطہر میں جو جگہ چھوڑی تھی، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں نے اسی مقرر شدہ جگہ مابین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ دفن کیا، یا اللہ پھر میری موت کے بعد ان سابقہ یہودیوں مسلمان شدہ کو میں تیری حفاظت میں چھوڑ آیا تھا، پھر میرے مرنے کے بعد اپنی پناہ دہ تو ہی شاہد ہے۔ تو بقول تمہارے بھی اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دو زمانے ثابت ہوئے۔ ایک زمانہ جوانی کا قبل رفع الی السماء اور دوسرا زمانہ کہولت جو بعد از ہبوط من السماء قبل از موت جو لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے متعارف ہے۔ بنی اسرائیل میں گذرا فَقَدْ عَلِمْتَهٗ سے واضح ہوگا اور ان دونوں وقتوں کے مابین جو غائبانہ زمانہ گذرا وہ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ سے صاف کرینگے اسی واسطے ان کی تثلیث کا کفر جو اُن کی غائبانہ حالت میں بنی اسرائیل نے گذارا ہوگا، اس کا اظہار نہ فرمادیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی پر ہی ڈالیں گے۔ لہذا تمہارے تمام استدلات جو تم نے اس آیۃ کریمہ سے ہیر پھیر کر کے گھڑے تھے باطل ثابت ہوئے۔ جن کا ترجمہ دوسری آیات نے ہی واضح کر دیا اور اسی آیت کریمہ کے مطلب سے بصراحۃ النص عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی ثابت ہوگئی۔ اب تمہارے اس قلبی ترجمہ کو ساڑھے تیرہ سو سال کے مفسرین کے متعلق کر کے دیکھیں کہ آیا ترجمہ توفی کا کسی پہلے مفسر نے بھی سمجھا ہے یا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کا اختراع ہے اور تحریف فی القرآن ہے۔

توفی کے معنی کُتب تفاسیر سے

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۳

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) رَفَعْتَنِیْ مِنْ بَیْنِھِمْ۔ تو جب اٹھایا تو نے مجھے اُن کے درمیان سے۔

تفسیر جلالین مع حاشیہ (۲)۔ صاوی شریف ۲۱۷

(جلالین) (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ)۔ قَبَضْتَنِیْ بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ۔ (صاوی) قَوْلُہٗ۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ یُسْتَعْمَلُ التَّوَفِّیْ فِیْ اَخْذِ الشَّیْءِ وَافِیًا۔ اَیْ کَامِلًا (قَبَضْتَنِیْ بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ) حَاصِلُ مَافِی الْمَقَامِ اِنَّ هٰذِهِ الْعَقِیْدَةَ وَقَعَتْ مِنْھُمْ بَعْدَ رَفْعِهٖ اِلَی السَّمَآءِ وَتَسْتَمِرُّ اِلٰی نُزُوْلِهٖ وَلَمْ تَقَعْ مِنْھُمْ قَبْلَ رَفْعِهٖ وَاَمَّا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ فَلَمْ یَبْقَ نَصْرَانِیٌّ اَبَدًا بَلْ اِمَّا الْاِسْلَامُ اَوِ السَّیْفُ فَتَعَیَّنَ اَنْ یَکُوْنَ مَعْنٰی تَوَفَّیْتَنِیْ رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَآءِ۔ جلالین میں معنی (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) کے اُٹھایا تو نے مجھے آسمان پر چڑھا کر علامہ صاوی اس کی شرح فرماتے ہیں:۔

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) استعمال کیا جاتا ہے شئے کو پورا پکڑنا کامل طور پر (قَبَضْتَنِیْ بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ) نتیجہ اس مقام کا یہ ہے کہ یہ عقیدہ ثابت ہوا ہے۔ ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کے بعد اور ہمیشہ رہے گا اُن کے اُترنے تک اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کے پہلے یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا۔ اور ان کے آسمان کے اترنے کے بعد ہمیشہ کے لئے کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا، بلکہ یا اسلام ہوگا یا تلوار (سے قتل کیا جائیگا) تو متعین ہوا کہ معنی تَوَفَّیْتَنِیْ کے اُٹھایا تُو نے مجھے آسمان کی طرف ہیں۔

(۳) تفسیر خازن ۲/۹۴

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) یعنی فَلَمَّا رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَآءِ فَالْمُرَادُ بِهٖ وَفَاتُ الرَّفْعِ لَا الْمَوْتِ۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی ہیں۔ پس جب چڑھایا تو نے مجھے آسمان کی طرف تو مراد اس سے پوری طرح اٹھانا ہے نہ موت۔

(۴) جامع البیان ۱۱۱

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ وَالتَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا۔ توفی ہے ساتھ چڑھنے کے طرف آسمان کی اور توفی کے معنی شئ کو پورا لینا۔

(۵) تفسیر کبیر ۳/۷۰۰

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) وَالْمُرَادُ مِنْهُ وَفَاةُ الرَّفْعِ اِلَی السَّمَآءِ مِنْ قَوْلِهٖ

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ۔ مراد توفی سے پورا چڑھانا آسمان کی طرف فیصلہ الٰہی کے مطابق میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں ۔

(۶) تفسیر ابی سعود ۳/۵۱ : (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) بالرَّفْعِ اِلَی السَّمَاءِ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ فَاِنَّ التَّوَفِّیَ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا ۔ (فلما توفیتنی) ساتھ اٹھانے کے آسمان کی طرف جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے ۔ کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں ۔ اس لئے کہ تحقیق توفی کے معنی شئی کو پوری طرح لینے کے ہیں ۔

(۷) ۔ تفسیر نیشاپوری ۷/۶۶ : فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) بالرَّفْعِ اِلَی السَّمَاءِ ۔ ساتھ رفع کے آسمان کی طرف ۔

(۸) تفسیر معالم التنزیل ۲/۹۴ : وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ) اَقَمْتُ فِیْهِمْ (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) قَبَضْتَنِیْ وَرَفَعْتَنِیْ اِلَیْکَ ۔ ترجمہ :- اور میں ان پر گواہی دینے والا ہوں ۔ جب تک میں انمیں ٹھہرا رہا ۔ پس تو نے مجھے اٹھایا ۔ اور اپنی طرف چڑھایا ۔

(۹) تفسیر جواہر الحسان ۱/۵۰۳ : (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) ای قَبَضْتَنِیْ بالرَّفْعِ وَالتَّصْیِیْرِ فِی السَّمَاءِ ۔ (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) کے معنی یعنی جب تو نے مجھے اٹھا کر چڑھایا اور آسمان میں مقیم رکھا ۔

(۱۰) تفسیر بیضاوی ۲/۱۱۹ : (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) بالرَّفْعِ اِلَی السَّمَاءِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ : اَلتَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ : وَافِیًا وَالْمَوْتُ نَوْعٌ مِّنْهُ ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۔

تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ

اے امت مرزائیہ فقیر نے دس کتب تفاسیر سے (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) کا مطلب رفع عیسٰی الی السماء ثابت کیا ہے ۔ تم بھی تو پانچ چار تفاسیر کا حوالہ دیکر اس آیت کریمہ کے ماتحت موت ثابت کر دکھاؤ ۔ جیسا کہ فقیر نے اسی آیت کے ماتحت ترجمہ دکھایا ہے ۔

بعض ایسے کم فہم انسان جو تمہاری اتباع میں وفات مسیح کے قائل ہو جاتے ہیں ان کو اتنی ہوش نہیں ہوتی کہ عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں تب ہی تو ان کے واسطے خداوند تعالیٰ کو اتنی آیات سے رفع الی السماء بیان کرنا پڑا اور مرزا صاحب کو بھی عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ہی رفع الی السماء اور نزول من السماء کی تاویلات عظیمہ کی ضرورت پڑی اور قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کو تاویلات سے منہ پھیرنا پڑا۔ اگر دوسروں کی طرح فوت ہی ہوگئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو ان کیواسطے ایسی آیات مستقلہ نازل فرمانے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح طور پر حیات مسیح پر زور دینا پڑتا اور نہ ان کے واسطے اپنے پاس عیسٰی علیہ السلام کی قبر کی جگہ چھوڑنے کی وصیت فرماتے اور نہ مفسرین حیات مسیح پر اتنا زور دیتے کیا امت محمدیہ ابتک گمراہی میں چلی آئی ہے۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی اور سرسید احمد اور آزاد صاحب کو ہی اس مسئلہ کی سمجھ آئی ہے۔ کیا رب العزۃ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کا پلہ بھاری ہے یا ان تینوں کا۔ کچھ سوچ کر تو ایمان چھوڑتے۔ لہذا امت مرزائیہ کا تمام خدائی آیات کو جو حیات عیسٰی علیہ السلام کو صراحتہً ثابت کررہی ہیں اپنی تحریفات اور تاویلات سے ہیر پھیر کرنا اور احادیث صحیحہ جو حیات مسیح علیہ السلام کی شبہ ہیں۔ اپنی نفسانیت سے ان کو ٹھکرانا اور تمام امت محمدیہ کے متفقہ مسئلہ کو غلط کہنا یہ صاف ظاہر کررہا ہے، کہ مرزا صاحب اور ان کی امت محض اپنی ہوس سے ہر دلیل کو ٹھکرا رہے ہیں۔ اور ان کا اعراض عیسٰی علیہ السلام کی حیات کا ثبوت واضح ہے۔

"مرزائی"۔ اچھا بھائی تم نے اس آیت کا مطلب تو اچھی طرح واضح کردیا، اب ایک اور قرآن کی آیت پیش کرتا ہوں جو میرے نزدیک اس سے واضح الفاظ میں عیسٰی علیہ السلام کی موت کو ثابت کرتی ہے:۔

اذ قال اللہ یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔ (آل عمران)

ترجمہ:۔ جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسٰی میں ہی تجھے وفات دینے والا ہوں اور عزت دینے والا ہوں تجھکو اور یہود نامسعود کے اعتراضات سے تجھے بری الذمہ کرنیوالا ہوں اور تیرے ماننے والوں کو قیامت تک نہ ماننے والوں پر غالب کرنیوالا ہوں۔

استدلال:۔ اللہ تعالیٰ نے متوفیک کو پہلے رکھا ہے، ہمارا کوئی حق نہیں، کہ اللہ

ترتیب کو بدلیں۔ ورنہ اس کی حکمت پر الزام آئیگا۔ کہ اس نے جس چیز کو پہلے رکھا۔ تم نے اس کو پیچھے کر دیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔

(دوم)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضور پہلے صفا کا طواف کرینگے یا مروہ کا۔ آپنے فرمایا ابدء وبما بدء اللہ۔ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعا نے شروع کیا۔ پس ہمیں بھی پہلے وہی رکھنا چاہیئے جس کو اللہ تعالےٰ نے پہلے رکھا۔

(سوم)۔ اگر مُتَوَفِّیْکَ کو پیچھے کیا جاوے تو ساری ترکیب بھی درہم برہم ہو جائیگی۔ اور صحیح طور پر مُتَوَفِّیْکَ کی جگہ باقی نہ رہ جائیگی۔ کیونکہ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اب شروع ہے۔ اور واسطے یَوْمِ الْقِیٰمَةِ تک رہے گا، توفی کے معنی اوپر گذر چکے ہیں اور رافع کے معنی آگے آئیں گے۔ کہ ترقی درجات مراد ہے۔ لہذا اس آیۃ کریمہ میں نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ یہود کو اور ان کے منصوبوں کو نامراد رکھے گا اور جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ کو صلیب دیکر کاذب اور لعنتی اور نفتری ٹھیرا دیں۔ ان کے سب مکر و فریب و دجل خاک میں مل جاویں گے اور میں تجھ کو عزت کی موت دوں گا۔ کیونکہ سلسلہ موت و حیات میرے ہاتھ میں ہے نہ کہ کسی غیر کے ہاتھ میں۔ سو ایسا ہی ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو اس صلیبی موت سے نجات دیکر طبعی موت دیکر مارا جو یقیناً عزت کی موت ہے۔ یہ وفات عیسیٰ کی بین دلیل ہے۔ آسمان پر اٹھائے جانے کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ فقط۔ (پ ۳۰۱ تا ۳۰۱)

"محمد عمر"۔ تمہاری پہلی دلیل کو تو فقیر نے بمعہ استدلال آیت فرقانیہ مطلب واضح کر دیا۔ جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوئی اور تمہارا کذب ثابت ہوا۔ تم نے وفات مسیح پر بہت مطلب بدلا۔ لیکن خدا کی کلام کو مسلمان کب بدلنے دیتا ہے؟ اس آیت کریمہ کو بھی تم نے خوب اُلٹا۔ اس پیش کردہ آیت کریمہ سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ خداوند کریم نے اس آیت کریمہ میں کون سے موقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ آیت کریمہ کے عنوان سے ہی معلوم ہو رہا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کسی خاص موقعہ کو کسی خاص مقصد کے لئے بیان کیا جا رہا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ترجمہ اس وقت فرمایا۔ جب بنی اسرائیل نے اُن کو دار پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حضور میں استغاثہ کیا۔ کہ یا مولیٰ یہ بنی اسرائیل مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کے پھندے سے

بچا اور اس موت سے نجات دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی دعا منظور فرمائی۔
اور ان کو بچایا اور جس وقت بچایا اور جس طرح بچایا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی
نجات کو ظاہر فرما کر اپنی قدرت خاصہ کا نمونہ بیان فرمایا۔ ادھر عیسیٰ علیہ السلام موت سے
بچنے کی رب العزۃ کو دہائی دیتے ہیں۔ اُدھر مولائے ذوالجلال کی طرف سے قبولیت ہوتی
ہے۔ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اے عیسیٰ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں۔ اگر مار دوں گا گی
تو میری ہی طاقت ہے مارنے کی۔ تیری موت ان کے قبضہ میں نہیں بچنیٔ دمُعِیت
تیری ہی صفت ہے۔ یہ تمہیں مار نہیں سکتے۔ جب تجھے میں پورا اجر دینے والا ہوں۔
تو ان بیچاروں سے تجھے کیا خوف؟ جب عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی طرف سے تسلی ملتی ہے تو عیسیٰ
علیہ السلام کی طرف سے التجا ہوتی ہے کہ یا اللہ میری توفی کے پورے اجر دینے کی صورت کیا
ہوگی۔ یہ تو مجھے صلیب پر لٹکانے کے لئے آپہنچے۔ جب تیرے ہی قبضے میں میری جان ہے۔
تو تو مجھے ان سے بچالے تو اللہ تعالیٰ اجر کی صورت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں
وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ چنانچہ اس طاقت رفع کو بیان
فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رفع کی حقیقت کو دوسری آیت کریمہ میں صاف طور پر
واضح کر دیا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اگر اللہ تعا
کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی مقصود تھی تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بیان کرنے کا کیا مطلب کہ
میں اپنے بندوں کی بات بوقت استغاثہ مشکلات کچھ نہیں سنتا؟ جب عیسیٰ علیہ السلام کی فریاد
سُنی اور ان کو بچایا، تب ہی تو فرمایا۔ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں تجھے پورا اجر دینے والا او
وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے
عیسیٰ علیہ السلام کو مار ہی لینا تھا تو فرما دیتے، جَاءَ اَجَلُکَ تیری موت کا وقت پورا ہو چکا
ہے۔ اب تیرا فریاد کرنا فضول ہے۔ کیونکہ میرا قانون ہے۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جب کسی کی موت کا وقت آجائے تو ایک گھڑی وہ
نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ پہلے ہو سکتے ہیں۔ یہ تم نے خوب سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بوقت موت
خدا کو پکارتے ہیں اور خدا ان کو تسلی دیتا ہے۔ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ
کہ اے عیسیٰ (تو مت گھبرا) میں تجھے مارنے والا ہوں اور تیرے مرتبے بلند کرنے والا ہوں
معاذ اللہ کیا یہ ان کو زندگی اور بچانا درکار ہے اور فریاد رسی ہے؟ یا موت کے

گھاٹ اتار نا فریاد رسی ہے۔ کچھ تو سوچ کر بات کہی ہوتی۔ اگر تمہارے معنی بھی متوفی کے موت لئے جائیں تو بھی اس سے موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اِنّی متوفیک سے اپنی قوت توفی کا ثبوت دیکر ان کو بچانے کی تسلی دیتے ہیں۔ کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مار نیوالا ہوں۔ جب میں ہی تجھے اپنی طرف اٹھا رہا ہوں کہ یہ تجھے مار نہیں سکتے۔ اور دوسری وجہ مُتَوَفِّیْکَ کی تمہارے معنی بموجب یہ بھی ہے کہ چونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو توڑنے کے واسطے فرمایا کہ میں تیرے مارنے والا ہوں اور جس میں قوت ممیتہ ہو وہ الٰہ بننے کے اہل نہیں۔ بلکہ مار نیوالا الٰہ کہا سکتا ہے۔ جب میں تیرے مارنے کی طاقت رکھتا ہوں تو میں الٰہ اور تجھ میں قوت موت موجود۔ اسواسطے تم میری مخلوق ہو نہ الٰہ۔ تو اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے عین آسمان کی طرف اٹھانے کے وقت یعنی عیسائیوں سے جدائی کے وقت ان کے اس دعویٰ الوہیت کو توڑنے کیواسطے اِنّی مُتَوَفِّیْکَ کی طاقت کو پہلے بیان فرما کر ان کے آسمان پر اٹھانے کو متاخر بیان فرمایا۔ تاکہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے یہ خدا کا بیٹا کہنے لگ گئے۔ جب رفع الی السماء کا ان کو یقین ہوگیا تو بدیہی بات ہے کہ یہ الوہیت عیسیٰ علیہ السلام پر پکے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے رفع کے پہلے ان کے ثبوت عبودیت کو ظاہر کرنیکے واسطے متوفیک کو مقدم فرمایا کہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں تو اپنے جسم عبودیت اور قوت موت کی معیت میں گئے نہ کہ قوت الوہیت سے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ تو ان معنی بموجب بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ثابت کرنا یہ محض جہالت ہے۔ تو تمہاری اس پیش کردہ آیت سے حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کی از روئے آیہ کریمہ ثابت ہوگئی۔ جو بغیر کسی تاویل کے صراحۃ النص سے یہ مطلب حیات مسیح اور رفع الی السماء کا ثابت ہو رہا ہے۔ اگر تم نے اپنے استدلال باطلہ سے منشاء خداوندی کو الٹ دیا تو معاذ اللہ خدا کی حکمت علی پر الزام آئیگا۔ جبکہ تم نے قرآن مجید کے خلاف منشاء اور خلاف سیاق کلام باری سمجھا ہے۔ اب تمہارے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے متوفی کے معنی عرض کرتا ہوں:-

مکتوبات احمدیہ ۹۸/۱ البشریٰ ۱۵۱/۱	اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ یہ الہام بھی چند مرتبہ ہؤا۔ ترجمہ: کہدے میں تیرے اوپر اتمام نعمت کروں گا۔

کیا مرزا صاحب کو یہ الہام مُتَوَفِّیْکَ ہو تو مرزا صاحب اس کے معنی اتمام نعمت کریں اور اگر مرزا صاحب کو خود رسالت کی سُوجھے تو قرآن کریم کے معنی بدل ڈالیں جو تمام متقدمین، متاخرین اور احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہو۔ خداوند کریم اپنی حکمت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے استغاثہ کی قبولیت کو فخریہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ میں ایسا محافظ ہوں جو اپنے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ایسے آڑے وقت میں دعا قبول کی کہ ان کو ان یہودیوں کے نرغے سے بچالیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔

"مرزائی"۔ عیسائیوں کے صلیب پر چڑھانے کے وقت تو اللہ نے بچالیا اور بعد میں اپنی موت مارا۔ ب

"محمد عمر"۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ تم کو اپنی طرف سے بات بنانے کی کیسی بُری عادت پڑی ہوئی ہے۔ جب اس آیت کریمہ کو ٹھکرا ڈگے اور اس آیتہ سے منہ پھیر دگے پہلے یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بچایا تو کیسے اور کس طریق سے بچایا اور بچا کر کہاں پناہ دی، تو تمہیں ہر حال میں اسی آیت سے استدلال لینا پڑے گا اور اس آیتہ میں سوائے آسمان کی طرف اٹھانے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ جو تم کہتے ہو اپنی موت سے مارا اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہو اور ضروری امر یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو پورے اٹھانے کا اور ان کو یہود سے نجات دلانے کا واضح الفاظ میں صرف عیسٰی علیہ السلام کا ہی ذکر فرمایا ہے ایسے ہی خاص طور پر عیسٰی علیہ السلام کی موت کا قرآن کریم میں ذکر ہو۔ حکم عام نہ ہو۔ کیونکہ عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش عامی نہیں ہے۔ بلکہ خصوصی ہے۔ اور ان کو موت سے بچانا اور رفع الی السماء بھی خصوصی ہے۔ جب ان کی یہ باتیں خداوند تعالیٰ نے دنیا سے ممتاز رکھیں اور قرآن کریم میں ان کا ذکر بھی فرمایا تو ان کی موت کا ذکر بھی خصوصی ہونا چاہیئے جو تمہارے پاس ان کی موت کا واضح الفاظ میں کوئی ذکر نہیں، تو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ہ اور قرآن کریم کا بیان جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ

پ

لَیُؤْمِنَنَّ صیغہ ہے واحد مذکر غائب لام تاکید بانون ثقیلہ در فعل مستقبل معروف ۔ ضروری ایمان دار ہو جائیں گے تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے ۔ تو جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ یہ صیغہ استقبال استعمال فرما رہے ہیں ۔ کہ اہل کتاب کا کوئی فرد بے ایمان نہ رہے گا بلکہ ہر ہر فرد اہل کتاب مومن ہوگا اُن کی موت سے پہلے ۔ تو صاف واضح ہے کہ ابھی ان کی موت نہیں ہوئی ۔ جو صیغۂ استقبال سے ظاہر ہے اور تمام اہل کتاب ابھی تک ایماندار بھی نہیں ہوئے اور اس وقت اہل کتاب کی بے ایمانی دنیا میں مشہور ہے ۔ حالانکہ آیۃ کریمہ میں ہے کہ کوئی فرد اہل کتاب سے بے ایمان نہ ہوگا ۔ اگر تم کہو گے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے دوسری طرح مر چکے ہیں ، تو اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں باتیں معاذ اللہ غلط ثابت ہونگی ۔ اور کذب باری محال ہے ۔ لہٰذا تمہارا اِفْتِرَاء عَلَى اللهِ قرآن سے اعراض ثابت کر رہا ہے ۔ اور خداوند تعالیٰ عالمُ الغیب ہے ۔ اس واسطے اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بدلیل حقیقی محفوظ رکھا کہ فرقہ مرزائیہ میرے عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دینے کا الٹا شور ڈالیں گے ۔ اور عیسائی تثلیث کے عقیدے سے لوگوں کو گمراہ کرینگے ۔ ان دونوں فریق کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا تاکہ ان دونوں کو تشریف لا کر تلوار سے مومن بنا دیں ۔

مرزائیو ! اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کی تلوار کا شکار خنزیروں کی معیت میں نہیں بننا چاہتے تو اپنے عقیدہ کو قرآن کریم کے مطابق درست کر لو اور ان کی حیات سماوی کے قائل ہو جاؤ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو تمہارے مرزا صاحب تمہیں نہ بچا سکیں گے ۔

" مرزائی " ۔ بھائی اگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو یوں تسلیم کیا جائے کہ جب یہود نے آپ کو صلیب پر چڑھانے کی تیاری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے حکم سے اسی وقت اپنی موت مارا تاکہ صلیبی موت سے نجات مل جائے اور رَافِعُکَ سے درجات بلند کر دئے ۔

" محمد عمر " ۔ اللہ کریم تمہیں ہدایت دے ۔ بھائی اس طرح کی موت کے ماننے سے بھی بہت خرابیاں لازم آئینگی ۔ جن کا مختصر ذکر تو فقیر بیان کر چکا ہے ۔ پھر عرض کرتا ہوں ۔ کہ خداوند کریم کی ذات والاصفات پر یہ الزام آئیگا ۔ کہ اگر رب العزۃ مصیبت کے وقت اپنے

انبیا علیہم السلام کی دستگیری نہیں کرسکتا تو امتیوں کی دستگیری کیسے کریگا اور خرابی یہ لازم آئیگی کہ خداوند کریم معاذ اللہ خلاف وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد الٰہی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ انبیا علیہم السلام سے ہو چکا ہے۔ جو انبیاء اللہ ہیں جعلی نہیں، بناوٹی نہیں، سرکاری نہیں۔ حقیقی انبیاء علیہم السلام سے وعدہ ہے، ملاحظہ ہو۔

مجادلہ ۲۸ / ۳	اَلَّذِیۡنَ یُحَادُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ۔ ترجمہ :- جو لوگ مقابلہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے

رسول کا یہی ہیں سخت ذلیل ہونیوالوں میں، اللہ نے لکھ دیا ہے ضرور غالب آؤنگا میں اور میرے تمام رسول۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والا غالب ہے۔

صٰفّٰت ۲۳ / ۵	وَ لَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔ اِنَّہُمۡ لَہُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ۔ اور البتہ تحقیق ہمارے بندے پیغمبروں کے لئے ہمارا کلمہ مقرر ہو چکا ہے۔ کہ

بے شک وہی مدد دیئے گئے ہیں۔ اب یا تو کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ نہ تھے اور اگر اللہ کے رسول تھے اور ہیں تو اس وقت ان کو کیا مدد پہنچی۔ ان کی مدد کو اللہ نے ہی بیان کر دیا ہے کہ میں ان کو اس آیۃ مذکورہ کے مطابق مدد دی اور اجر پورا دیا اور اپنی طرف مع جسم آسمان پر اٹھا لیا اور اسی امداد کے تم منکر ہو۔ خواہ خداوند تعالیٰ نے کہہ فرما دیا ہے۔ چونکہ تمہارے مرزا صاحب منکر ہو گئے۔ اس واسطے ان کی اقتداء میں تم نے بھی قرآن کا انکار کر دیا۔ مرزا صاحب راضی ہو جائیں، خداوند تعالیٰ خواہ راضی ہو یا نہ۔

بقرہ - ۳ / ۳۴	اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۔ اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔
رُوم - ۲۱ / ۵	حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔ مومنوں کی امداد ہم پر لازم ہے۔
مومن ۱۱ / ۱۰	حَقًّا عَلَیۡنَا نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔ ہم پر لازم ہے۔ کہ مومنوں کو بچا دیں۔

اب فیصلہ تم پر ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مومن تھے یا نہ۔ اگر تمہارے نزدیک مومن تھے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہٖ بچانا لازم ورنہ فرمان الٰہی مَا یُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ۔ معاذ اللہ۔ غلط لازم آتا ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ ایماندار ہی نہ سمجھو تو پھر تو سُبحان اللہ تم پکے مرزائی، پھر

نہیں قرآن کریم سے کیا مطلب - کیونکہ قرآن کریم تو تمہارے عقیدہ کے خلاف عیسیٰ علیہ السلام کی امداد ثابت کر رہا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا کر خداوند تعالیٰ احسان جتا رہا ہے اور اگر تمہاری یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ایک بڑی خرابی اور لازم آتی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی موت سے ہی قبل از صلیب مار لیا تھا۔ تو پھر ان کے شبیہ کو پھانسی کیلئے کیوں چڑھایا گیا۔ اُن کا لانیوالا ان کی لاش کو دکھا کر خود بری ہو سکتا تھا۔ حالانکہ ایسا نہ ہوا۔ بلکہ ان کے شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اب اپنے استدلالات مرزائیہ کو ذرا سامنے رکھتو، کہ ھَبَآءً مَّنثُورًا ہو رہے ہیں یا نہیں۔ امید ہے کہ اس آیۃ کے متعلق اچھی طرح تمہارا مغالطہ مرزائیہ دُور ہو گیا ہو گا اور تمہارے بیہودہ استدلالات بھی جعلی ثابت ہو گئے ہونگے۔ کیونکہ تمہارے پہلے استدلال کا مقصد یہی تھا کہ ترتیب قرآنی بھی نہ بدلے اور مطلب بھی صحیح ہو تو یہ بھی تمہاری مرضی کے مطابق ہی ترتیب قرآنی کو مقام مؤخر کر کے بھی مطلب حیات مسیح کو واضح کر دیا اور دوسرے استدلال کا مطلب بھی حدیث سے یہی بیان کیا گیا تھا کہ جس سے اللہ نے شروع کیا، ہمیں بھی اسی سے شروع کرنا چاہیئے، چنانچہ متوفی کو مقدم رکھتے ہوئے مطلب کو صراحۃً بیان کر دیا گیا۔ کہ اگر متوفی کے معنی موت کے کر دو تو رَافِعُکَ کے ساتھ متوفی کی تطبیق صحیح نہیں رہتی اور اگر رَافِعُکَ کے معنی بلندیٔ درجات لو تو مقام نجات کیوقت موت کو پھر ترقی درجات کو یاد دلانا خلاف نصرۃ ہے اور نصرۃ تب ہی متحقق ہو سکتی ہے کہ موت سے استغاثہ زندگی کے وقت حالات نجات کو بیان کیا جائے اور موقعہ بھی اسی امر کا متقاضی ہے، چنانچہ اسی امر نجات کو رفع آسمانی سے ذکر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ان کو اسی صورت میں مَن رُّوحِ اللهِ کی حقیقت جسمیہ کو اپنے اصلی پہلے مقام پر پہنچایا، اور ان کے عوارضات اور پیدائش انسانی ہونیکی بنا پر پھر ان کو واپس لایا جائیگا۔ اور زیر زمین دفن کیا جاوے گا۔

اور تمہارا تیسرا استدلال بھی باطل ثابت ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق توفی کو ذکر کر کے اپنی الوہیت کا ثبوت دیتے ہوئے اور ان کی عبودیت کا ثبوت دیکر پھر رَافِعُکَ سے انکار رفع جسمانی الی السماء فرمایا تاکہ الوہیت عیسوی بھی

باطل ہو جائے۔ اور نصرۃ بالرفع الی السماء بھی یقینی ہو جائے۔ اور جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کا امر تب محقق ہو گا جب اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ متحقق ہو گا۔ کیونکہ جب تک یہ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں متبع عیسیٰ علیہ السلام نہیں کہلا سکتے اور نہ اِتَّبَعُوْكَ کے یہ لوگ مصداق بن سکتے ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے بعد یہ لوگ تثلیث چھوڑ کر لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ کے معنون بنیں گے تو اِتَّبَعُوْكَ کا عنوان ان پر چسپاں ہو گا۔ پھر یہ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ثابت ہوں گے تو پھر تمہارا دماغ بھی اس آیت کریمہ کو صحیح سمجھے گا اور اختراع قدنی کو پس پشت ڈالیگا۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ہ

"مرزائی"۔ سنو بھائی! اللہ تعالیٰ نے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ انہوں نے قتل نہیں کیا اس کو اور نہ صلیب دیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے ہیں۔ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے بچنا تو ثابت ہوا۔ لیکن طبعی موت کا انکار کہاں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ طبعی موت مر گئے ہوں۔ ب

"محمد عمر"۔ بڑا افسوس ہے کہ تم کلام خداوندی کے ساتھ اپنی کلام کو خلط کر کے مطلب الٰہی کو فوت کرنا چاہتے ہو۔ اس آیۃ کریمہ میں اللہ رب العزۃ نے مسیحیوں کے دونوں اقسام یعنی تثلیثی اور مرزائی کا پورا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ تمہارے بڑے بھائی عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ کر ہمارے گناہ کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور تمہارا عقیدہ یہ ظاہر ہونے والا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تو رب العزۃ نے ایک آیۃ سے دونوں بھائیوں کا رد کر دیا۔ فرمایا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور نہ انہوں نے اُسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اُسے دار پر لٹکایا یقیناً یقینی امر ہے۔ اس جملہ سے تو رد عیسائیت ہو گیا۔ پھر اعتراض باقی تھا کہ یہ تو امر یقینی ثابت ہو گیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر بھی نہیں لٹکا سکے اور قتل بھی نہیں کر سکے۔ تو پھر کیا ہوا تو قتل کی عکسی نقیض ہے حیات۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب سے بچا یا تو تحقق حیات عیسیٰ علیہ السلام ضروری ہے۔ تو پھر یہ امر لازمی تھا کہ حیات کا تحقق کس صورت میں ہے بیان کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

ہیئت قضائیہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے فرمائی کہ ان کی حیات اس صورت میں ہے کہ ہم نے اسوقت ان کے قتل وصلیب سے بچا کر عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا قتل وصلیب سے بچایا تو بچانے کی تفصیل فرمائی رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے تو قتل سے بچانا مستلزم ہے حیات عیسوی کو اور حیات عیسوی کو اللہ تعالیٰ نے متعہد فرمایا۔ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اپنی طرف اُٹھانے سے۔ اب تم کہو کہ خدا اپنی طرف اٹھانے کی قید لگا رہا ہے حیات عیسوی کے ساتھ۔ تو اب اُسے کس طرف اُٹھایا رَفَعَ یعنی اٹھایا، تو اوپر کی طرف رَفَعَ کا استعمال ہوتا ہے۔ اگر اللہ کریم ان کو مارتے تو بجائے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے ضرور فرماتے کہ بَلْ اَمَاتَهُ اللّٰهُ حَتْفَ اَنْفِهٖ تو تمہارا مطلب پورا ہو سکتا تھا۔ جب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فرمایا تو رَفَعَ بلندی کا متقاضی ہے اور بلندی میں یا مقام ہوا ہے یا طبقات ناری یا زمہریری ہیں تو ان میں قیام محال ہے۔ لہٰذا بفرمان الٰہی رَفَعَ عیسیٰ مع حیات سماوی کو اللہ کی آیت نے ثابت کر دیا اور قیام فی السماء فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر دیا۔ اور یہ جو تم نے بحث لگائی ہے کہ وہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے بلکہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ یہ جملہ کہ اپنی موت سے مرے ہیں کون سے عربی جملے کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ فرما دیں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ تم کہو کہ نہیں اپنی موت سے مرے ہیں اب تمہاری بات مانیں یا خدا کی۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔

"مرزائی"۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنی موت ہی تو ہیں۔ دیکھو پنجابی محاورہ بھی ہے (خدا تینوں چکے) جس کا مطلب ہے کہ خدا تینوں مارے۔

"محمد عمر"۔ سبحان اللہ۔ نبی پنجابی تو عربی کو بھی زبان عرب کے خلاف بیان پنجابی زبان میں استعمال کرنا یہ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس کی تحقیق اوپر گذر چکی ہے۔ اب فقیر عرض کرتا ہے۔

کہ اگر رفع کے معنی موت کسی تفسیر یا کسی لغت عربی سے دکھا دو۔ تو تمہیں پانچ سو ۵۰۰ روپے انعام دئیے جائیں گے تمہیں اپنے آقا مرزا قادیانی کی قسم ہے، دکھاؤ۔

اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے۔ اس واسطے اس نے تمہارے عقیدہ کے اجراء کے قبل ہی فیصلہ فرما دیا اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ کہ تیرے اجر کی توفی تب ہی ہو سکتی ہے کہ تمہیں آسمان پر اُٹھایا جاوے۔ کیونکہ رُوْحُ اللہ ہیں، ورنہ رَافِعُکَ اِلَیَّ فرمانے کی کیا ضرورت تھی، اگر دوسروں کی طرح اپنی موت ہی مارنا مقصود ہوتا تو رَافِعُکَ اِلَیَّ نہ فرماتے۔ کیونکہ اور کسی کے متعلق یہ ارشاد الٰہی نہیں ہے۔ پھر اس کی تائید وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ سے فرمائی۔ پھر قتل کی عکس نقیض بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام سماوی کو رَافِعُکَ اِلَیَّ کی شرح میں بیان فرمایا، تاکہ موت عیسیٰ علیہ السلام کا شک کبھی نہ رہ جاوے اور جو اُن کے نُزُوْل وھُبُوْط کے بعد موت ہونیوالی ہے۔ وہ انشاء اللہ ضرور آکر رہے گی۔

بھلا یہ تو بتاؤ، کہ اگر مرزا صاحب کو کہا جائے (مرزا جی پتر نوں چک لو) تو کیا مطلب ہوگا کہ لڑکے کو مار ڈالو۔ کچھ ہوش سے بات تو کرتے۔

"مرزائی"۔ تم یہ کیوں نہیں صاف مطلب بیان کرتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مار کر اللہ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔

"محمد عمر"۔ خداوند تعالیٰ جب کسی کے دین کو چھین لیتا ہے۔ تو عقل بھی ساتھ ہی چھین لیتا ہے۔ توفی کے معنی بھی موت کرتے ہو اور رفع کے معنی بھی موت۔ اگر دونوں کے معنی موت کرو گے تو تحصیل حاصل لازم آئے گی۔ توفی کے معنی تو پوری تحقیق سے گذر چکے ہیں۔ اب رفع کے معنی کی تحقیق لغات عرب سے کرلیں۔

حوالہ	عبارت
(۱)۔ المغرب ۱/۲۱۳	اَلرَّفْعُ خِلَافُ الْوَضْعِ۔ رفع کے معنی رکھنے کے خلاف ہیں یعنی اُٹھا لینا۔
(۲)۔ صراح ۳۱۴	رَفْع برداشتن۔ وَھُوَ خِلَافُ الْوَضْعِ۔ رفع کے معنی اُٹھانا اور وہ رکھنے کے برعکس ہے۔
(۳)۔ قاموس ۳/۳۰	(رَفَعَہٗ) ضِدُّ وَضَعَہٗ۔ رفع وضع کی ضد کو کہتے ہیں۔
(۴)۔ مصباح المنیر ۲۵۷	اَلرَّفْعُ فِی الْاَجْسَامِ حَقِیْقَۃٌ فِی الْحَرَکَۃِ وَالْاِنْتِقَالِ۔ پس رفع کے معنی اجسام میں حقیقۃً ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے اور منتقل کرنے کے ہیں۔

(۵). المنجد ۲۷۴	رَفَعَ رَفْعًا) الشَّيءَ ضِدّ وَضَعَهُ. رَافِعٌ. سَاطِعٌ. چڑھنے والا۔
(۶). مفردات راغب ۱۹۹	اَلرَّفْعُ يُقَالُ تَارَةً فِي الْاَجْسَامِ الْمَوْضُوعَةِ اِذَا اَعْلَيْتَهَا عَنْ مَقَرِّهَا وَقَولُهُ تَعَالَى بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَحْتَمِلُ رَفْعَهُ

اَلسَّمَاءِ وَرَفْعَهُ مِنْ حَيْثُ التَّشْرِيْفِ۔ رفع کا لفظ بولا جاتا ہے کبھی رکھے ہوئے اجسام میں جب اس کو بلند کرے اس کی جائے قرار سے اور اللہ کا فرمان بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ (وہی متنازعہ فیہا آیت) احتمال رکھتا ہے چڑھایا اس کو اللہ نے آسمان پر اور اس کا چڑھانا آسمان پر بوجہ بزرگی کے۔ معلوم ہوا کہ بزرگی کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھایا گیا۔ امید ہے کہ تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی، کہ لغات عرب میں رفع کے معنی چڑھانے کے ہیں اور اٹھانے کے۔

"مرزائی"۔ قرآن کریم سے رفع کے معنی اٹھانے اور چڑھانے کے دکھاؤ۔

"محمد عمر"۔ قرآن کریم سے ملاحظہ فرمالو:-

(۱). رعد ۱۳/۱	اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اٹھایا بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھ رہے ہو۔

یہاں رفع کا مفعول اجسام ہیں۔ اور فاعل اللہ ہے اور معنی اٹھانے کے ہیں۔ اگر معنی موت کے لئے جائیں تو معنی ہی الٹ ہو جائیں گے۔

(۲). النّٰزعٰت ۳۰/۲	رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا۔ اللہ نے آسمان کی چھت کو بلند کیا۔ تو درست بنایا اس کو۔
(۳). رحمٰن ۲۷/۱	وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا۔ اور آسمان کو بلند کیا اس نے۔
(۴). غاشیہ ۳۰/۱	وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔ (کیا پس وہ آسمان کو نہیں دیکھتے، کس طرح بلند کیا ہم نے۔

ان آیات میں کیا مطلب کرو گے کہ آسمان کے روح کو نکالا گیا۔

(۵). بقرہ ۱/۸	وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ اور اٹھایا ہم نے تمہارے اوپر پہاڑ طور کو۔
(۶). یوسف ۱۳/۱۱	وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ۔ اور یوسف علیہ السلام نے اپنے

ماں باپ کو تخت پر چڑھایا۔

مذکورہ بالا دلائل قرآن کریم نے ثابت کر دیا کہ رفع کے معنی بغلبہ تعظیم کے بلند کرنے کے۔ چڑھانے کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی دلائل تمہیں سنائے۔ ایمان لانا یا نہ لانا تمہارے اختیار ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ مار کر اٹھا لینا۔ تو تمہارا یہ کہنا قرآن کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر رفع کے معنی مار لینا ہی کرو گے تو رَافِعُكَ اِلَیَّ فرمانا عبث بنتا ہے۔ کیونکہ متوفیك کو تم نے خلاف قرآن وحدیث موت سے مقید کر دیا۔ پھر رَافِعُكَ فرمان الٰہی بالکل عبث ہو جائیگا۔ مَعَاذَ اللہ۔ باقی اس کی تمام تحقیق گذر چکی ہے۔

"مرزائی"۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں اِلَیْهِ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ اور اللہ کی طرف جو جاتا ہے، وہ مر کر ہی جاتا ہے۔ زندہ نہیں جا سکتا، یا یہ ماننا پڑیگا کہ خدا آسمان میں بیٹھا ہے۔

"محمد عمر"۔ اللہ تعالٰے تو فرمادیں کہ جو زندہ ہے وہ میری طرف آتا ہے اور تم ہر بات میں اُلٹ کرتے ہو۔ کیا اللہ تعالٰے کے پاس موت ہی ہے۔ حیات نہیں، ذرا قرآن کریم کو ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ پھر زندہ کریگا تم کو پھر تم اللہ کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ اس مقام پر بھی اِلَیْهِ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ حالانکہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ تمہیں زندہ کر کے اللہ کی طرف پھرا جائیگا۔ معلوم ہؤا، جو اللہ کی طرف پھرے، وہ زندہ ہو کر تو جا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

الملک ۲۹ / ۱ — وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ اور اسی کی طرف جی اُٹھنا ہے۔ فرشتے اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ کیا مُردہ ہیں یا زندہ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف میں اللہ کے پاس گئے۔ مَعَاذَ اللہ کیا مُردہ تھے۔ تم تو مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے بھی منکر ہو گئے۔ تمہارا کس کس بات پر اور کس کس ذات پر ایمان رہا۔ خدا کو تم چھوڑ بیٹھے، قرآن کو تم چھوڑ بیٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم چھوڑ بیٹھے۔ تمہارا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ باقی رہا تمہارا کہنا کہ خدا آسمان پر ثابت ہو جائیگا۔ فرشتے خداوند تعالٰی کی طرف مُڑتے ہیں یا خدا کی طرف سے نازل ہوتے ہیں تو آسمان سے ہی آتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ یہ فقیر عرض کرتا ہے۔ چونکہ ارشاد الٰہی ہے:-

نساء ۵/۱۸ : وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو احاطہ کرنیوالا ہے ۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ ہر شئی کو محیط ہے ۔ باقی ہر شے محاط اور محاط محیط کا محتاج ہوتا ہے ۔ تو مخلوق کا رجوع جب خالق محیط کی طرف ہوگا تو محیط کی طرف مائل ہوگا اور اللہ تعالیٰ عَلُوًّا كَبِيرًا ہے ۔ اسی واسطے جب کسی محاط کا رجوع اللہ کی طرف تسلیم کرینگے تو محیط بلند کی طرف ہوگا ۔ اسی واسطے فرشتوں کا رجوع بھی اوپر کی طرف ہوتا ہے نہ اَسْفَلَ السَّافِلِيْن کی طرف ۔ اور اسی واسطے جب دعا مانگی جاتی ہے تو ہاتھ اوپر کو اٹھائے جاتے ہیں ۔ اسی واسطے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بھی اپنے خالق کی طرف نظر فرماتے ہیں تو آسمان کی طرف ہی نگاہ اٹھاتے ہیں ۔ جیساکہ ارشاد الٰہی ہے ۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۔ ہم آپ کے رخ انور کو آسمان کی طرف پھرا ہوا دیکھتے ہیں ، ثابت ہوا کہ خدا کی طرف دیکھنے والا اپنی نظر پہلے آسمان کی طرف اٹھاتا ہے ۔ لہٰذا اِلَيْهِ کی ضمیر میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی بلندی پہلے آسمان تک ہی محدود رہی اور یہی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا تقاضا ہے اور مرزا صاحب کے نزدیک بھی تو خدا عرش پر ہے ۔

(۱) ۔ تحفۃ الندوہ ۱۹	خدا آسمان پر دیکھ رہا ہے ۔
(۲) ۔ اربعین ۶۴	تیرا خدا قادر ہے وہ عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے ۔
(۳) ۔ اربعین ۳ و ۱۷	خدا آسمان سے نازل ہوا ۔
(۴) ۔ اعجاز احمدی عربی ۶۹	واما مقامی فاعلموا ان خالقی ، یحمدنی من عرشہ ویوقرا ۔ اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے

مرزائیو! اب تو تمہارے مرزا صاحب نے خدا کو عرش پر تسلیم کرلیا ۔ اب تو اِلَيْهِ کی ضمیر خدا کی طرف راجع کرکے آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ ۔ کیونکہ طاقت عیسوی آسمان اول تک ہی ہو سکتا ہے ۔ اگر اب بھی انکار کرو تو تمہاری سخت ہٹ دھرمی ہے ۔ اس سے بھی زیادہ اگر چاہو تو قرآن سے ثابت کیا جاوے ۔

زخرف ۲۵/۷ : هُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۔ وہ ایسی ذات ہے ۔ جو آسمان میں بھی الٰہ ہے ۔ اور زمین میں بھی الٰہ ہے ۔ آسمان کو بلند فرمایا ۔ تاکہ علو مرتبت ثابت ہو ۔ اور ملاحظہ ہو ۔

فاطر ۲۲/۲ : اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۔ ترجمہ :۔ اللہ کی

طرف ہی پاک کلمے چڑھتے ہیں، اور عمل صالح اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

اے امت قدنی ابنو مومن بنجاؤ۔ کلماتِ طیبات کا رفع بھی آسمان کی طرف ہوتا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں اور رفع کے معنی چڑھنے بھی ثابت ہو گئے۔ تمہارے دونوں مطلب قرآن شریف سے پورے ہو گئے۔ آگے تمہیں خدا ہدایت بخشے، کیونکہ اگر یہاں رفع کے معنی مرنے کے کرو گے تو تمہارا ایمان جانا رہے گا۔ ہدایت کی کوشش کرو۔ قرآن کریم کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ پانچ آیات سے معنی اٹھانے کے دو آیات بمعنی چڑھنے کے اور تیسری بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنی چڑھنے کے۔ اب اگر ان سات آیتوں پر ایمان لاؤ گے اور حیات عیسوی علی السّماء کے قائل ہو جاؤ گے تو تمہارے واسطے خداوند کریم ساتوں دروازے جنت کے کھول دیگا۔ اگر ساتوں کو ٹھکرا دو گے۔ تو ساتوں دروازے بہشت کے بند کر کے ساتوں دروازے دوزخ کے کھول دیگا۔

آئیے! اس آیت متنازعہ فیہا کے متعلق ذرا تیرہ سو سال کے مفسرین کی رائے دریافت کر لیں کہ انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے:-

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے متعلق کتب تفاسیر سے

ابن کثیر ۱/۳۶۳ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ يَعْنِيْ وَفَاةَ الْمَنَامِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِهٖ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُوْدِ اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَيْ بِرَفْعِيْ اِيَّاكَ اِلَى السَّمَاءِ۔ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ

یعنی مارنا نیند میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نیند میں اٹھایا (اسی واسطے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ فرمایا) حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کو کہ بیشک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور بیشک عیسیٰ علیہ السلام تمہاری طرف واپس تشریف لانے والے ہیں، قیامت کے دن سے پہلے (اور کفار سے پاک کرنیوالا ہے یعنی تجھے آسمان کی طرف اٹھا کر) اور علامہ ابن کثیر اس ترجمہ کی دلیل اخذ کرتے ہیں حدیث شریف سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جب نیند سے کھڑے ہوتے۔ سب تعریف اس ذات کے واسطے جس نے

ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وَاِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ نے تمہاری اس بات کا بھی رد کر دیا جو تم کہتے ہو، کہ عیسٰی اس امت سے پیدا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اس امت میں وہی عیسٰی بن مریم واپس تشریف لائیں گے۔ قبل از قیامت نہ جیسا کہ تم کہتے ہو۔

(۲)۔ تفسیر کبیر ۲/۴۸۹ (یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) اِنِّیْ مُتَمِّمٌ عُمْرَکَ اَنَّ التَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا وَلَمَّا عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّخْطُرُ بِبَالِہٖ اَنَّ الَّذِیْ رَفَعَہُ اللّٰہُ ھُوَ رُوْحُہٗ لَا جَسَدُہٗ ذَکَرَ ھٰذَا الْکَلَامَ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رُفِعَ بِتَمَامِہٖ اِلَی السَّمَاءِ بِرُوْحِہٖ وَجَسَدِہٖ .... وَمَنْ ثَبَتَ بِالدَّلِیْلِ اَنَّہٗ حَیٌّ .... (وَرَافِعُکَ اِلَیَّ) یَقْتَضِیْ اَنَّہٗ رَفَعَہٗ حَیًّا۔ ترجمہ:۔ (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) بے شک میں پورا کرنے والا ہوں تیری عمر کو۔ بیشک توفی کے معنی شئی کو پورا لے لینا اور معلوم تھا اللہ کو کہ بعض لوگوں سے ایسا شخص بھی ہوگا جس کے دل میں یہ بات کھٹکے گی کہ جس کو اللہ نے رفع کیا ہے وہ اس کا روح ہے اس کے جسم کے بغیر بیان فرمایا اس نے اس کلام کو تاکہ دلالت کرے کہ عیسٰی علیہ السلام آسمان کی طرف بتمامہ اُٹھائے گئے ہیں۔ یعنی جسم مع روح .... اور تحقیق دلیل سے ثابت ہو گیا کہ بے شک وہ عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں .... وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مقتضی ہے اس بات کا کہ بے شک عیسٰی علیہ السلام کو اللہ نے زندہ اُٹھایا

(۳)۔ تفسیر کبیر ۳/۵۰۲ اَخْرَجَ اللّٰہُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ سَقْفِ الْبَیْتِ .... وَصَعِدَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْجَبَلِ وَرُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ قَالَ بَعْدَہٗ بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ ترجمہ:۔ نکالا اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ السلام کو مکان کی چھت سے اور چڑھ جائے گئے امت سے۔ اور اُٹھائے گئے آسمان کی طرف۔ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا۔ بلکہ اُٹھایا عیسٰی علیہ السلام کو اللہ نے طرف اپنی۔

(۴)۔ خازن ۱/۱۹۹ (وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ)۔ مَعْنَاہُ اِنِّیْ قَابِضُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ مِنْ قَوْلِھِمْ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ وَاسْتَوْفَیْتُہٗ اِذَا اَخَذْتُہٗ وَقَبَضْتُہٗ تَامًّا۔ ترجمہ:۔ (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ) کے معنی ہیں کہ میں قبض کرنے والا ہوں تجھے اور اُٹھانے والا ہوں اپنی طرف بغیر مارنے کے

عربوں کے قول سے توفیت الشیٔ میں نے شئ کو پورا لے لیا جب پکڑے تو اس کو اور لیلے تو اس کو پورا۔

(۵)۔ تفسیر معالم التنزیل ۱/۲۹۹ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّوَفِّیْ اَلنَّوْمُ وَمِنْہُ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَجَعَلَ النَّوْمَ وَفَاۃً وَکَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَدْ نَامَ فَرَفَعَہُ اللّٰہُ وَھُوَ نَائِمٌ لِئَلَّا یَلْحِقَہٗ خَوْفٌ فَمَعْنَی الْاٰیَۃِ اِنِّیْ مُنِیْمُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ ترجمہ:۔ بیشک مراد ساتھ توفی کے نیند ہے۔ اور اسی سے ہے اللہ کا فرمان اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا تو بنایا اللہ نے نیند کو وفات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے تو اللہ نے ان کو اٹھا لیا نیند کی حالت میں تاکہ ان کو (دسی فع) کا ڈر نہ لاحق ہو جائے۔ تو معنی آیت کے ہوں گے۔ کہ میں تم کو سلانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(۶)۔ مدارک ۱/۱۲۴ (مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ) مُتَوَفِّیْکَ قَابِضُکَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تَوَفَّیْتُ مَالِیْ عَلٰی فُلَانٍ اِذَا اسْتَوْفَیْتَہٗ اَوْ مُمِیْتُکَ بَعْدَ النُّزُوْلِ مِنَ السَّمَاءِ وَرَافِعُکَ الْاٰنَ اِذِ الْوَاوُ لَا تُوْجِبُ التَّرْتِیْبَ...... اَوْ مُتَوَفِّیْ نَفْسَکَ بِالنَّوْمِ وَرَافِعُکَ وَاَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰی لَا یَلْحَقَکَ خَوْفٌ وَتَسْتَیْقِظَ وَاَنْتَ مِنَ السَّمَاءِ اٰمِنٌ۔

ترجمہ:۔ (مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ) پورا لینے والا ہوں میں تجھ کو زمین سے یہ قول ماخوذ ہے۔ کہ میں نے فلاں سے مال پورا لے لیا۔ جب تو اس کو پورا لیلے۔ یا میں تجھے آسمان سے اترنے کے بعد مارنے والا ہوں اور اب اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس واسطے کہ واؤ ترتیب کو واجب نہیں کرتی۔...... یا پورا اٹھانے والا ہوں میں تجھے نیند میں اور اٹھانے والا ہوں تجھے اس حالت میں کہ تو سویا ہوا ہو تاکہ جاگتے ہوئے خوف لاحق نہ ہو۔ اور تو آسمان میں بے خوابی میں امن والا ہو گا۔ ۲۹۲

"مرزائی"۔ بخاری میں متوفی کے معنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ممیتک یعنی موت کے لئے ہیں۔ کیا وہ غلط ہیں؟

"محمد عمر"۔ بھائی پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قول منقطع ہے مرسل نہیں ہے۔ اگر یہ مرسل ہوتا۔ باقی محدثین یا مفسرین نہ بیان کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم حضرت عباسؓ کا یہی قول رٹتے رہو۔ تو فقیر ثابت کرتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر ممیتک

مراد لیا ہے۔ تو انہوں نے متوفیک کو متاخر بھی تو مانا ہے۔ جس کے تم قائل نہیں۔

(۷)۔ **تفسیر ابن عباس ۹۳** (اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ) مقدم و مؤخر۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ عبارت میں مقدم ہے۔ لیکن مصداق میں پیچھے ہے اور رَافِعُکَ پہلے ہے۔

"مرزائی"۔ کیوں پھر تم نے قرآن میں تقدم تاخر شروع کر دیا۔ **۲۹۲**

"محمد عمر"۔ بھائی تم نے ہی پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول منقطع کو تمام محدثین و مفسرین کے خلاف لے لیا۔ لیکن جب فقیر نے انہی حضرت عباسؓ کی تفسیر انہی کے تقدم تاخر کا ذکر کیا تو وہ تمہیں بُرا محسوس ہوا۔ اگر انہوں نے ممیتک معنی کئے ہیں تو انہوں نے تقدم تاخر بھی تو مراد لیا ہے۔ ان کی ایک بات کو مانتے ہو اور ایک کو ترک کرتے ہو اور قرآن کریم میں کئی جگہ ایسا تقدم و تاخر موجود ہے۔ سنو:۔

یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَ اسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔ ترجمہ:۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبردار ہو اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے۔ اب تم بتاؤ کہ سجدہ مقدم ہے یا رکوع۔ یہاں آیت خداوندی میں سجدہ مقدم اور رکوع مؤخر ہے لیکن مصداق میں رکوع مقدم اور سجدہ مؤخر ہے۔ اور سنو:۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔ ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا۔ ہم اس کو آزماتے ہیں۔ تو ہم نے اس کو بنایا سننے والا۔ دیکھنے والا۔ یہاں آیت میں ابتلا مقدم ہے اور سمیع و بصیر بنانا مؤخر حالانکہ واقع میں اس کے خلاف ہے۔ سمیع و بصیر پہلے بنایا جاوے تو آزمائش کا امکان ہو سکتا ہے۔ اب یا تو بخاری کے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا نام نہ لینا۔ یا انکے قول تقدم اور تاخر کو بھی ماننا۔ لیکن تمہیں مرزائیت کب اجازت دیتی ہے کہ انصاف کو قبول کرو اور قرآن کریم کو تسلیم کر لو۔ یاد رکھو قیامت کے دن نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہارے خلاف شہادت دینگے تو تمہیں معلوم ہوگا۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔ اور فرمائیں گے قیامت کو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے میرے رب میرے امتی ہونے کے دعویداروں نے اس قرآن کو چھوڑا۔ اور یہ قادیانی تیرے قرآن اصلی وحی کو چھوڑ کر قادیانی جعلی چی کو مقدم سمجھتے تھے۔ ان مذکورہ بالا آیات سے بہ ترجمہ متقدمین صراحتہً ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا ہوا ہے اور بقرب قیامت آسمان سے اسی عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر دوبارہ نازل فرما دینگے اور وہ تلوار سے یہود و نصاریٰ کے ایمان کو درست فرمائینگے اور پھر ان کی شادی ہوگی۔ بچے ہوں گے اور وہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہونگے۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کو شیطان نے نبوت کے دعوٰی کے واسطے اکسایا۔ تو ان کو یہ سوجھی کر پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو تمام مسلمان جو آسمان پر مانتے ہیں ان کے ذہن سے یہ نکالو۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ ختم نبوت میں فرق لازم آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ سوائے سرسید احمد کے اور ابو الکلام کے مرزا صاحب کی کسی نے نہ سُنی آخر مرزا صاحب اپنے مقصد پر اُترے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد بھی ختم نبوت میں فرق لازم نہیں آتا۔ تو مجھے بھی نبی مان لو۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مردہ مانو تو میں بھی اپنی نبوت سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ نہیں۔ جب مرزا صاحب کی کسی نے بھی کوئی بات نہ سُنی تو حیات عیسیٰ علیہ السلام کی آڑ میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت جعلی ظلی بروزی کا دعوٰی شروع کر دیا۔ پھر برطانیہ کی امداد سے پکے اصلی نبی ہونیکا دعویٰ کر دیا۔ جب لوگوں نے مرزا صاحب کے پول کھولے تو تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے خود سب سے بڑے بن بیٹھے جیسا کہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ حالانکہ مرزا صاحب پہلے مسلمانوں کی طرح اچھے بھلے حیات مسیح ناصری کے قائل تھے۔

"مرزائی"۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت صاحب پہلے ایک واقعہ کے قائل ہوں۔ پھر انکار فرما دیں۔

"محمد عمر"۔ نمبر حوالجات پیش کرتا ہے۔ سُن لو۔

"مرزائی"۔ اس وقت نزول وحی نہ ہوگا۔

"محمد عمر"۔ بھائی وحی الٰہی کا نزول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ

وحی شیطانی کا دروازہ کھلا ہے۔ ایسے ہی بناوٹی ظلی نبوت کا دعویٰ بھی تھا۔ پھر بھی بارہ سال تک حیات مسیح ناصری کے مسلمانوں کی طرح قائل تھے۔

براہین احمدیہ ۴۹۹	اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے، تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

اور اس کتاب براہین احمدیہ کے لئے دس ہزار کا انعامی اشتہار بھی ساتھ ہی شائع کر دیا کہ میرے ان دلائل کو جو براہین احمدیہ میں خاکسار نے لکھے ہیں (جس میں یہ مذکورہ بالا حیات مسیح کا حوالہ بھی موجود ہے) باطل ثابت کردیگا۔ تو اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا اور پھر کتاب کو منقسم کر کے اور انعام بھی تقسیم کر کے چیلنج دیا۔ جب لوگوں نے اس بات کو لغو سمجھا تو خود ہی بعد میں اسی براہین احمدیہ سے اس بڑے مسئلہ حیات مسیح کو جو مرزائیوں کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اعجاز احمدی میں باطل اور جھوٹا کہہ دیا۔ حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت حیات مسیح والی کا الہام مرزا صاحب کو جب ان کا ملہم مذکورہ بالا کرتا ہے تو وہ بھی حیات مسیح کے ترجمہ سے ہی کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ مرزا صاحب بھی کچھ اپنی طرف سے ملاوٹ کر کے قدم دوسری طرف لیجاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

براہین احمدیہ ۴ / ۵۱۶	پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا۔ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشونگا یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کرونگا یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

اس سے پہلے اسی الہام کے معنی صحیح ہیں۔ اب اس الہام مرزائیہ سے یہ صاف عیاں ہے کہ اس کے ملہم مذکور نے تو کچھ خوف خدا کر کے صحت کی طرف رغبت دلائی۔ لیکن مرزا صاحب لفظ یا سے اور یعنی سے اپنی معقولیت کی مداخلت فرما رہے ہیں۔ ورنہ اس ملہم کو کیا شک تھا۔ کہ شکی واقعہ سے الہام کو ہی کرے اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب متوفی اور رافع کے معنی میں اپنے ملہم سابق اُستاد الملائکہ سے بھی تجاوز فرما گئے ہیں۔ پھر جناب مرزا صاحب نے اپنے ملہم سابق اُستاد الملائکہ سے مجلس مشاورت قائم فرما کر اپنے ملہم کو پکا کیا۔ کہ اگر تو میرے نظریے کے مطابق نازل ہوگا تو تیرا میرا اتفاق ہوگا۔ ورنہ میں تیری گدی بھی سنبھال لونگا۔ تو مرزا صاحب کی دھمکی سن کر اُستاد الملائکہ بھی کانپ گیا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام نبی اللہ کا مقابلہ کیا تو اس حال کو پہنچا کہ مجھے متبعین مرزا صاحب جیسے نصیب ہوئے اگر خدانخواستہ

ان کے مشورہ کو بھی قبول نہ کیا تو ایسا نہ ہو کہ اس عہدہ سے کبھی سے بھی بڑھنا پڑے۔ لہذا سابق استاد الملائکہ بھی مرزا صاحب کے پیچھے ہو گیا اور آمین کہنی شروع کر دی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بعد ازاں کچھ پلٹا کھا کر خود دعوائے مسیح موعود ہونیکا شائع کر دیا۔ جب مسلمانوں نے لعن طعن شروع کر دی کہ مسیح ناصری کے آسمان سے نزول کے مسئلہ میں یہ شخص اجماع امت کے خلاف چل کر امتِ محمدیہ سے خارج ہو رہا ہے۔ اور چاروں طرف سے ایک شور برپا ہو گیا تو مرزا صاحب اس اجماع کو تسلیم کرتے ہوئے بات کو گول مول کر کے مسلمانوں کے سامنے اعتبار جماتے ہیں۔

ازالۃ الاوہام ۱۳۱ ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے۔ کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بعض علماء اس پر بہت افروختہ ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے۔ کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے میں ان کی بڑی غلطی ہے۔ اول تو یہ جاننا چاہیئے۔ کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشین گوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانے تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی۔ اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا۔ اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا اور پیشگوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں۔ بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی جن پر وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیں۔

اس مذکورہ بالا عبارت میں صاف مرزا صاحب اقرار فرما رہے ہیں۔ کہ اے مسلمانوں اتنی جلدی مجھے اجماع امت سے خارج نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ الہام مذکورہ بشان خود میری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی کا مسئلہ اجماعی اور اتفاقی ہے۔ لیکن میرے دعوی مسیحیت کے لکھنے پر تمام علماء برخلاف ہو گئے تھا۔ پھر اس مسئلہ میں اپنی غلطی کا بھی گول مول اقرار کر لیا جو فرقہ اسلام میں انبیا علیہم السلام کی وحی میں غلطی تسلیم کرتے تھے۔ وہ خاموش ہو گئے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اقوال در

الہامات کاذبہ کی تاویلات کر کے درست کرنا شروع کر دیا۔ اور جو کھرے اور سچے مسلمان تھے اور انبیا علیہم السلام کے معصوم ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب کو کھلے الفاظوں میں کافر کہنا شروع کر دیا۔ اور اعلان شائع کئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح ناصری کے آسمان پر بجسدہ کا تشریف لیجانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کا انکار کر کے قرآن کریم کے ظاہری اور حقیقی معنی کو تبدیل کر کے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جو صراحۃً قرآن و حدیث کے علامات اور حقیقۃ مبینہ کے سراسر خلاف ہے۔ اور ہر طرح سے ابتدا تا انتہا مصنوعات کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی امت محمدیہ سے خارج ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کا خود اپنا فتویٰ بھی امت محمدیہ کا مؤید ہے۔ اور ان کے برخلاف عائد ہوتا ہے۔

ازالۃ الاوہام ۱۳۰

اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔

اب مرزا صاحب کے اس فتوای کو سامنے رکھ کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں کتنے امور قرآنیہ کا انکار کیا۔

قرآن مجید	مرزا صاحب
(۱)۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ حیات عیسیٰ بن مریم ناصری علیہ السلام	وفات مسیح ناصری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں،
(۲)۔ بل رفعہ اللہ علیہ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری آسمان پر تشریف لے جانا۔	انسان کا بجسم عنصری آسمان پر پہنچنا خدا کی قدرت سے باہر ہے۔
(۳)۔ فی السماء رزقکم وما توعدون آسمان پر انسان، انسانی لوازمات	

کے بغیر بقدرتِ الہٰی پورا کرسکتا ہے؛ ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف زمین میں بغیر لوازمات انسانی بقدرتِ الٰہیّۃ سے زندہ موجود ہیں۔	محال ہے۔
(۴)۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؕ (۱)۔ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت تشریف لانا۔ (۲)۔ اور حکومت کرنا۔	میں مسیح بن مریم پیدا ہوا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں آئیں گے۔

قرآن کریم کے چار امور کا مرزا غلام احمد صاحب نے حیات مسیح کے متعلق انکار کر کے تبدیلی کی ہے۔

ان کے علاوہ مرزا صاحب نے باقی قرآن کی تبدیلیاں بے شمار کی ہیں۔ جو انشاء اللہ موقعہ پر آپ سنیں گے۔ لہٰذا مرزا صاحب کی اس قرآنی تبدیلی اور انکار سے مرزا صاحب پر ان کا اپنا تحریر شدہ فتویٰ پورا حکم کا کام دیتا ہے۔ اب تم خود مرزا صاحب کے فرمان اور ان مذکورہ آیات کی تبدیلی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لو کہ مرزا صاحب کون ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ۔

چنانچہ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ ایک ماؤلین کی جماعت میرے ساتھ ہو گئی ہے تو پھر کروٹ لی اور فرمایا۔

آئینہ کمالات ۴۳۸	ظهر على بالنصوص القرآنية والحديثية ان المسيح ابن مريم عليه السلام قد توفى ولحق باخوانه من

النبيين وكنت اعلم ان وفات المسيح حق ثابت بالنصوص البينة القطعية القرآنية والحديثية واعلم ان الهامي لاغبار عليه ولا تلبيس ولا تخليط ومع ذالك كان يقيني بان اعتقاد المسلمين في نزول المسيح حق لا شبهة فيه ولا ريب فعجز على تطبيقهما وكنت من المتحيرين فما قنعت بالنصوص فقط لانى وجدت في الاحاديث رائحة قليلة

بسیرۃ من دخن الاختلاف بظاھر النظر ....

ذا نجمت و علمت من لدنہ ان النزول فی اصل مفھومہ حق ولکن ما فھم للمسلمون حقیقتہا لان اللہ تعالیٰ اراد اخفاءہ۔

اور نصوص مبینۂ قرآنیہ اور حدیثیہ سے مجھ پر ظاہر ہوا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اور اپنے تمام انبیا بھائیوں سے جا ملے ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ مسئلہ وفات مسیح نصوص بینہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے ثابت ہے، حق ہے اور جان لے کہ میرا الہام نہ اس پہ کوئی غبار رکھ اور نہ غریب اور نہ ملاوٹ۔ اور باوجودیکہ میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد نزول مسیح میں سچا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، اور کوئی شک نہیں، تو مجھ پر ان دونوں کی تطبیق (مسلمانوں کے عقیدے کی اور مرزا صاحب کے الہام کی) مشکل ہو گئی۔ تو میں نے صرف قرآن کی آیات پر اکتفا کیا کیونکہ مجھے حدیثوں میں ذرا سے اختلاف کی بو آئی۔ (میرا کام بن گیا) ظاہر نظر میں (مرزا صاحب کی نظر میں، حقیقت میں نہیں)، (آگے چل کر فرماتے ہیں) میں الہام کیا گیا اپنے نفس کی طرف سے جتایا گیا کہ نزول اپنے مفہوم میں حق ہے اور لیکن مسلمانوں نے اس کو سمجھا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخفا کا ارادہ کیا ہے۔

اے فرقہ مرزائیہ! خدا خدا سے ڈرو، اور فیصلہ کرو کہ مرزا صاحب کی اس عبارت آئینہ کمالات سے کیا واضح ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا جو عقیدہ ہے وہی میرا بھی تھا۔ اور بہت عرصہ رہا۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی نفسانیت کی بنا پر الہام گھڑا، پھر قرآن کریم کو اس کے مخالف پایا، کیونکہ قرآن کریم حیات مسیح ثابت کر رہا ہے، جس کو مرزا صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں، چنانچہ ہر طرف سے ناکامی کی صورت دیکھ کر احادیث کو ٹھکرایا اور حدیثوں کو الٹ پلٹ کر کے اپنے مطلب کے مطابق بنانے کی کوشش کی جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے حدیثوں کے معانی تبدیل کئے، جب لوگوں نے قرآن پیش کیا تو قرآن کے معانی کو بعد ازاں تبدیل کیا، جو مرزا صاحب کی عبارت سے واضح ہے۔ اب فقیر مرزا صاحب کی تحریر جو ان کے خلیفہ ثانی (لڑکے) نے لکھا ہے۔ پیش کرتا ہے:۔

کلمۃ الفصل ۴۷ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔ کہ مسیح ناصری آسمان پر موجود ہے، اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوگا، اور آپ قریباً بارہ برس تک اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

حیات مسیح کا اقرار مرزا صاحب نے بھی فرمایا۔

اعجاز احمدی ۷ پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بیخبر اور غافل رہا، کہ خدا نے مجھے بڑے شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گذر گئے۔ تب وہ وقت آگیا، کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اسی بارہ میں الہامات شروع ہوئے۔ کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

ماقبل مذکور ہو چکا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جب براہین احمدیہ لکھی۔ جس میں دس ہزار روپے انعام مقرر فرمایا، جو اس کے مکتوبہ مضمون کو باطل ثابت کردے۔ مرزا صاحب کو اتنا ناز اس کی حقانیت پر تھا۔ لیکن جب اعجاز احمدی شائع کی۔ جس میں وفات مسیح کو زور دیا۔ اور حقانیت کا پکا دعویٰ اور ساتھ ہی انعامی اشتہار شائع کیا۔ جو اس مکتوبہ مضمون کو باطل ثابت کردے۔ اس کو دس ہزار انعام دونگا۔

اے میرے مرزائی دوستو! خدارا نظر انصاف سے دیکھنا کہ اس وثوق سے دو متضاد باتوں کی اشاعت تو میرے خیال میں جو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ کا مصداق ہو، وہی مرزا صاحب کی بات پر ایمان لاکر اپنی مرزائیت کو قائم رکھ سکتا ہے۔ صاحب ہوش ایسے غَیٰبَتِ الْجُبّ میں گر کر کبھی تباہ نہیں ہوسکتا۔ کہ کجا حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم اور ان کا آسمان سے اترنا اور کجا غلام احمد بن چراغ بی بی کا عیسیٰ ابن مریم کہلانا۔ فرمائیے کہ دونوں سے سچ کیا ہے اور جھوٹ کونسا، یا دن کو کوئی شخص دن کہے تو کہوگے سچ ہے۔ اور جب تم پر اعتبار جم جائے تو کہے نہیں میں نے غلط کہا ہے۔ یہ تو رات ہے۔ تو کیا رات ہی کہنے لگ جاؤگے، کچھ سوچو۔

"مرزائی" نہیں تم بے سمجھ ہو۔ تمہیں علم دین سے کیا خبر؟ آیت آیت کو منسوخ کرتی ہے، حدیث حدیث کو، حضرت مرزا صاحب کی وحی بمنزلہ قرآن ہے۔ پہلے واقعی مرزا صاحب بھی مسلمانوں کے عقیدہ پر تھے، لیکن جب بارش کی طرح وفات مسیح پر وحی نازل ہوئی تو ان کو وہ عقیدہ حیات مسیح چھوڑنا پڑا اور وحی کو چھوڑ بھی نہ سکتے تھے، اس واسطے مرزا صاحب کو یہ عقیدہ حیات

سب کا بدل کر وفاتِ مسیح کا اقرار کرنا پڑا۔

محمد عمر۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ تم اپنی عقل سے کبھی کام نہیں لیتے۔ جیسے تم کو مرزا صاحب نے بہکا دیا ویسے ہی تم بہک گئے۔ یہ نہ سوچا کہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں، کہ میں بارہ برس تک عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا قائل رہا۔ اور مرزا صاحب مدعی رسالت بھی رہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے اس رویہ سے کئی وجوہ سے کذب عیاں ہے۔

(۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام سے اَللّٰہ رَبّ الْعِزّت نے ان کے یوم پیدائش سے ہی اُن کو طاقت تکلم بخشی اور انہوں نے یوم پیدائش ہی لوگوں پر اپنی حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ الخ میں اللہ کا بندہ ہوں (اللہ کا بیٹا نہیں) مجھے اس نے کتاب دی ہے۔ اور اس نے مجھے نبی بنا دیا ہے۔ اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے الخ۔ اور خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام سے یوم ولادت ہی ان کی عبودیت اور نبوت اور برکت کا بلا دھڑک اقرار کروایا۔ تاکہ کذب مرزا صاحب ثابت ہو جائے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے الٹ پلٹ کر کے ترقی سے دعوای نبوت نہیں کیا اور مرزا صاحب نے عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعوای بتدریج گھڑا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فوری دعوای کرنا اصلیت پر مبنی تھا۔ اور مرزا صاحب کا دعوٰی بتدریج ہی مرزا صاحب کے کذب کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ حقیقتاً بناوٹ پر دارومدار تھا۔ اصلیت سیدھی فوراً آتی ہے بناوٹ سنبھل کر قدم رکھتی ہے۔

(۲)۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو پیدائش سے ہی منجانب اللہ اپنی ذات کا علم ہوتا ہے۔ جو دعوای اول سے عیاں ہے۔ اور پیدائش سے ہی اپنی صفتِ رسالت و نبوت کا علم خدا کی طرف سے رکھتا ہے۔ جس کا رخ لوگوں پر ظاہر کرنے سے خائف نہیں ہوتا۔ جو باقی دلیلیں نمو ہے۔ اور اپنی برکت رکھنے کا علم بھی خدا کی طرف سے اس کو الہامی ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب ان امورات سے حتماً ناواقف تھے۔ اور ان کا اپنا اقرار بھی موجود ہے۔ کہ میں بارہ برس تک بے خبر اور غافل رہا اور ان کی برکت کا کیا ہی کہنا ہے۔ کیا جو ان امورات نبوت سے بے خبر ہو وہ اپنے دعوای نبوت

ہیں سچا کہلا سکتا ہے۔ خود ذات عیسٰی لیکن ۱۲ برس تک (ان کے اپنے دعویٰ کے مطابق) اپنی ذاتِ عیسویت سے بے خبر اور دوسرے کو عیسٰی کہتا رہے۔ پھر ان کا ملہم بھی ان کو اپنی حقیقت صحیح بیان کرنے کی رہبری نہ کرے تو یہ دعو کا سابق اُستاد الملائکہ کا ہی ہے۔ جس نے مرزا صاحب کو پھسلایا۔ یہ خداوندی فعل نہیں۔ کیونکہ رب العزۃ کی ذات دھو کے اور فریب سے مبرا ہے۔ اور اس کی ذات بے نیاز ہے۔ اس کو حق ظاہر کرنے یا کرانے سے کسی کا خوف بھی نہیں۔ ایسا خائف اور فریبی ملہم یہ سابق اُستاد الملائکہ کا کام ہے، خدا کا نہیں۔ کیا کوئی مرزائی یہ ثابت کر سکتا ہے۔ کہ کوئی سچا نبی اپنی ذات سے بالکل بے خبر رہا ہو اور لوگوں کو دھوکے میں رکھے۔ لہٰذا ثابت ہوا، کہ مرزا صاحب کا پہلا عقیدہ جو الہام مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاتِ مسیح ثابت ہو چکا ہے اور قرآن خداوندی سے واضح ہے۔ جس کو ساڑھے تیرا سو سال تک اجماع امت نے سمجھا۔ وہی صحیح تھا۔ بعد میں مرزا صاحب شیطانی وساوس میں ملبوس ہو کر حواس باختہ ہو گئے اور فطرتی تقاضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ مسلمان کی فطرت زمانۂ ابتدائیہ مسلمان کو گناہ سے مکلف نہیں ہونے دیتا۔ تو وہ بہتر زمانہ جب سن بلوغت کو پہنچاتا ہے تو اتصال خیر غیر مکلف مخلوط الخطایا عمر مکلف سے اچھا فتویٰ دیتی ہے تو بہر حال مرزا صاحب کا پہلا فتویٰ صحیح اور دوسرا غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر دعویٰ رکھتے ہو کہ مرزا صاحب کا الہام قرآن کا بالمقابل ہے، کچھ خدا کا خوف کرو۔ یہ تمہاری مسلمانی ہے۔ جس قرآن کا یہ دعویٰ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ اس کی مثل ایک سورۃ تو لا کر دکھاؤ اور تم مرزا صاحب کے جعلی اور غلط عربی اور غلط اُردو اور غلط فارسی اور غلط انگریزی کو بے مثل ذات کے بے مثل کلام کا بالمقابل کہو، تو ثابت یہ ہوتا ہے۔ کہ تم نے خداوند تعالیٰ کو اپنا خالق دعزیز سمجھا ہی نہیں۔ اور تم عقل سے اتنے دور ہو کہ تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ خالق کے کیا صفات ہوتے ہیں اور خالق اور مخلوق کے مابین کیا فرق ہے اور اتنے کوتاہ بین ہو کہ خالق کے کلام کا اس کی شان کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے اور کلام مخلوق کو کلام خالق کا ہم مرتبہ سمجھتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ کلام خداوندی کو کلام مرزا صاحب سے منسوخ کرتے ہو۔ جس نسخ کی اجازت قرآن کریم بھی نہیں دیتا۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا۔ ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں

کرتے یا ہم کسی آیت کو نہیں چھوڑتے مگر اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس کی مثل، اب تم خود فیصلہ کرو کہ مرزا صاحب کے خواہ کتنے بھی الہامات ہوں۔ کیا وہ ان آیات سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ یا مقابلہ کر سکتے ہیں جو قرآن مجید میں حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر رہی ہیں۔ ذرا اپنے گریبان میں اپنا منہ ڈال کر ملاحظہ تو فرماؤ تاکہ تمہیں عیش دنیائے مرزائیت نظر سے دور ہو جائے اور موت یاد آ جائے۔ پھر حکم خدا وندی کو دیکھنا کہ وہ مقدم ہے یا الہامات مرزا غلام احمد مقدم ہیں۔ اب آپ کے سامنے اصول تفسیر قرآنی پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو کذب مرزا صاحب اور صاف واضح ہو جائیگا۔ سنیے۔

تفسیر اتقان ۲ / ۳۶	خَبَرُہٗ لَا نَسْخَ فِیْہِ۔ خبر میں نسخ نہیں۔
اتقان ۲ / ۲۳	مَا الْخَبَرُ الَّذِیْ لَیْسَ بِمَعْنَی الطَّلَبِ فَلَا یَدْخُلُہُ النَّسْخُ۔ لیکن وہ خبر جو طلب کے معنی میں نہیں ہے وہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔
کتاب الناسخ والمنسوخ لمحمد بن حزم ۳۱۳	وَالنَّسْخُ اِنَّمَا یَقَعُ فِی الْاَمْرِ وَالنَّہْیِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَقَعَ فِی الْاَخْبَارِ الْمَحْضَۃِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ وَلَیْسَ بِنَسْخٍ۔

ضروری بات ہے کہ نسخ امر اور نہی میں واقع ہوتا ہے۔ صرف خبروں اور استثنا میں نسخ نہیں ہوتا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ صرف واقعہ عیسوی کی خبر ہے اور آیات قرآنیہ حیات عیسوی کی مجبرہ نہیں۔ لہٰذا اس خبر کو منسوخ کہنا یہ علوم قرآنیہ کی بے خبری کا ثبوت ہے۔ جو سراسر جھوٹ ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ جب نسخ ثابت نہ ہو، تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا وفات مسیح کا آخری دعویٰ یہ جھوٹا ہے۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے ایسے واقعہ کی نسخ کی کوشش فرمائی جو ناممکن تھا۔ اگر اپنی امت مرزائیہ کے لئے نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ پر اتنا نسخ کا زور دیتے تو ان کی امت کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کچھ تو فائدہ رہتا۔ لیکن اس واقعہ میں ان کا الجھنا یہ ان کی ذات کو مفید پڑتا تھا اگر وہ پہلے حیات مسیح علیہ السلام پر چھاپہ نہ مارتے تو خود دعویٰ مسیحیت کیسے کر سکتے تھے۔ لیکن یاد رکھو:۔

اے امت مرزائیہ اپنی واقعات نوخاستہ کو اللہ تعالیٰ نے ھَبَاءً منثورًا کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ آج

دن یعنی یوم تنزیل قرآن حکیم سے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ جس سے حیات مسیح ثابت ہو چکا اور انعام نبوت کو بھی میں نے پورا کر دیا ہے۔ آج کے بعد یعنی قرآن کریم کے نزول کے بعد اگر کوئی شخص تمہیں الہامی جھانسے دے اور نبوت کا مدعی بنے اور اس قرآنی عقائد سے بذریعہ وساوس خود بدلے تو تم اس قرآن کو پس پشت نہ ڈالنا، اس کے جعلی الہامات کو پھینک دینا۔ لیکن میرے قرآن کو پشت نہ ہو، کیونکہ تم پر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت شہادت دیں گے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ فرماویں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے رب میرے یہ میرا کلمہ پڑھنے والے میرے امتی ہونے کے دعویدار اس قرآن کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام سے منسوخ کرتے رہے ہیں۔

اے مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام سے کلام خداوندی کو منسوخ کرنے والو۔ بتاؤ تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَار۔

قرآن مجید کو مقدم سمجھو۔ اور فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ پر غور کرو۔ مجازی کلام اور مجازی مذہب اور مجازی نبوت کو چھوڑ کر حقیقی خدا کے حقیقی نبی اور حقیقی مذہب اور حقیقی نبوت کے دامنگیر بن جاؤ۔

"مرزائی"۔ اچھا مولوی صاحب اگر متوفی کے معنی موت کے لئے جاویں اور رفع کے معنی بلندی درجات کئے جاویں۔ اور نزول مسیح سے مراد پیدائش مسیح حسب دستور باقی انبیا تسلیم کیا جاوے تو میرے خیال میں آپ کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہ ہو گا۔

"محمد عمر"۔ متوفی کے معنی کو فقیر نے قرآن مجید سے بھی اور تمہارے مرزا صاحب کے الہام سے بھی معنی پورا لینے کے ثابت کر دئے ہیں۔ جس کی تحقیق کماحقہٗ گذر چکی ہے۔ اور رفع کی تحقیق بھی ہو چکی ہے۔ لیکن تمہاری اس مراد سے جو بلندی درجات کہتے ہو، اس معنی میں تمہیں بڑی مصیبت کا سامنا ہو گا۔ بر صورت تقابل رفع اور نزول ضروری ہے۔ مثلاً عیسٰی علیہ السلام کا رفع آسمانی مانے جاویگا۔ تو ہی نزول من السماء درست ہو گا اور اگر رفع عیسٰی علیہ السلام سے مراد یہ لیا جاوے۔ کہ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فوت کر کے ان کا رفع درجات کیا۔ تو پھر اس کے مقابلہ میں کہا جاوے کہ مرزا صاحب کا نزول ہوا تو اس کا مطلب یہ ثابت ہو گا کہ مرزا صاحب کی ذلت ہوئی۔ یعنی اللہ نے

ذلیل کیا۔ کیونکہ رفع کا تقابل ضروری ہے۔ تو بایں معنی وفات مسیح و رفع درجات و نزول مرزا صاحب سے مرزا صاحب کی تحقیر ثابت ہوتی ہے۔ جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے اور عیسٰی علیہ السلام کی موت کے واسطے نص صریح قرآن میں موجود نہیں، حالانکہ حیات سماوی عیسوی کی نص صریح موجود ہے۔ اور باقی انبیا علیہم السلام کی طرح کہتے ہو، تو ذرا قرآن مجید کی کسی آیت پاک سے تو دکھاؤ کہ خدا تعالٰے نے انبیا علیہم السلام کی پیدائش پر نزول کا لفظ استعمال فرمایا ہو، جیسا کہ تم مرزا صاحب کی پیدائش پر اپنی اصطلاح میں لفظ نزول استعمال کر رہے ہو۔ اور اگر تم کسی صورت میں عربی زبان کے خلاف چلو اور کسی اصطلاح کو نہ مانو اور نزول سے مراد پیدائش ہی کر دو تو پھر بھی تمہارے لئے بہت زیادہ دقت ہوگی۔ کیونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے:۔

مسلم شریف ۲/۴۰۱	اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ فِیْکُمُ ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْذَتَیْنِ وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ۔

جب کہ حق تعالیٰ عیسٰی علیہ السلام کو بھیجے گا تو دمشق کے سفید شرقی منارے کے پاس اتریں گے۔ دو کیسری چادروں میں لپٹے ہوئے اور دو فرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھے ہوئے ہوں گے۔ اب اگر نزول سے مراد پیدا ہونا لو گے تو مرزا صاحب کو چاہیئے تھا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے اس اطوار سے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیدا ہوتے۔ تو پھر تمہارے مرزا صاحب اتنے سامان کی معیت میں تشریف کیسے لا سکتے تھے۔ ذرا سوچ کر تو معنی بدلتے۔ تو ماننا پڑے گا کہ عیسٰی علیہ السلام جو مسیح بن مریم آسمان پر تشریف لے گئے ہیں، وہی اس حدیث کے مطابق تشریف لا سکتے ہیں۔ ورنہ تکذیب قرآن و حدیث لازم آئے گی۔

"مرزائی"۔ میری سمجھ میں یہ تو آ گیا۔ لیکن اللہ تعالٰے نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَ اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ (مائدہ)۔

نہیں مسیح بن مریم مگر ایک رسول۔ البتہ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔ اور آپ کی والدہ راست باز تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔

مریم علیہا السلام کا ترک طعام مسلم ہے۔ اور ساتھ ہی ترک طعام حضرت عیسٰی

علیہ السلام ثابت ہوگیا۔ پس مسیح کا بغیر کھانے کے جینا کیونکر ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی
ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ۔
یعنی انبیاء کا ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو یا ہمیشہ رہنے والا ہو۔ تم نے کہا تھا
کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس سے صریح دلیل قرآنی
اور کیا ہوگی۔ ص

"محمد عمر"۔ یہ تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کی
دلیل نہیں۔ بلکہ مرزائیت کے لئے کاری ضرب ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
تحقیق آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ آیت کریمہ کے پہلے حصے نے تو ثابت کر دیا۔
کہ تمام رسول تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے
بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو دعویٰ جھوٹا ثابت ہوگیا۔ باقی رہا حیات عیسوی۔ تو
خلت کا ترجمہ ہے (گذر چکے) تو یہ لفظ عام ہے۔ فوت ہو کر یا زندگی میں، دونوں
کو خلت کا لفظ شامل ہے۔ خلت مشتق ہے خلو سے۔ جس کے معنی عربی میں
تنہائی کے ہیں۔ دوسرے معنی گذرنے کے۔ اب دونوں طرح کا استعمال قرآن کریم
سے سنیئے اور مرزائی نہ کیجئے:-

(۱)۔ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ۔ اور جب وہ اپنے شیطانوں کی طرف علیحدہ ہوتے
ہیں۔

(۲)۔ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ۔ اور جب وہ علیحدہ ہوتے
ہیں۔ تو تم پر وہ غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

(۳)۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ۔ اللہ کا طریقہ وہ جو اس کے بندوں
میں گذر چکا ہے۔

(۴)۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ۔ اور سنت اللہ کے گذرنے
سے مطلب فوت ہونا نہیں۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔
اللہ کا طریقہ بدل نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ فوت نہیں ہو سکتا۔ ان تمام آیات سے
خلت کے معنی موت نہیں۔ اب مشترکہ خلت عرض کرتا ہوں۔
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ۔ تحقیق پہلے ان کے کئی امتیں گذر چکیں۔ تمام مر نہیں گئیں۔

بلکہ اکثر فوت ہوگئیں۔ اور باقی ماندہ منسوخ ہوگئیں۔ اس مقام میں خلتْ زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہوا۔ اور اس آیت کریمہ سے امت مرزائیہ بھی امت حقیقیہ کے مصداق سے باہر گئی۔ کیونکہ اب اگر ہے۔ تو امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی سب باطل۔ اب کتب لغات سے تحقیق کر لیجیے۔

(۱)۔ قاموس 1/14	دَخَلاَ الْقَوْمُ تَرَكُوْا شَيْئًا: اَخَذُوْا فِي غَيْرِهٖ ۔
(۲)۔ قاموس 4/325	مَكَانٌ خَلاَءٌ مَا فِيْهِ اَحَدٌ۔ مکان خلاء کے معنی ہیں کہ مکان خالی ہے۔ یہ نہیں کہ مکان مرگیا۔
(۳)۔ مجمع البحار 1/376	نَخَلاَ عَنْهُمْ اَىْ بَعِيْنَ عَامًا اى ترکهم واعرض عنهم۔ پس چلا گیا اُن سے چالیس سال، یعنی اس نے اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے منہ پھیرا۔

ثابت ہوا۔ کہ خلو کے حقیقی معنی تنہائی کے اور ترک کے ہیں۔ موت اس کی فرع ہے۔

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام بحیات تشریف لیجا چکے ہیں۔ اس واسطے رب العزۃ نے خلت کا ایسا کلمہ استعمال فرمایا جو فوت شدہ کو بھی شامل ہو جائے اور جو زندہ جا چکا ہو وہ بھی شامل ہو جائے۔ (تمام رسول گذر چکے، چنانچہ عیسٰی علیہ السلام اپنی رسالت کو گزار چکے۔ اب رَسُوْلُ الرُّسُل۔ نبی الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی باری آگئی ہے۔ اس واسطے عیسٰی علیہ السلام کا نزول خادمانہ حیثیت سے ہوگا۔ کیونکہ تمام انبیا علیہم السلام کی رسالت آپ کی طفیل ہے۔ اللہ رَبُّ الْعِزَّۃ نے اسی واسطے فرمایا، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسل زندہ ہوں یا مُردہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ اب مَبْدَءُ الْاَنْبِيَاءِ کی باری آئی ہے۔ رُسل جن کا کلمہ پڑھتے گئے ہیں۔ پہلے کلمہ پڑھنے والے تشریف لاتے رہے۔ اب جنکا کلمہ پڑھا جاتا تھا وہ تشریف لے آئے ہیں۔ اور ایک حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دوبارہ رب العزۃ اسی واسطے نازل فرمائینگے کہ تمام کی طرف سے متبعین ہونے کا نمونہ پیش ہو جائے چونکہ آپ آخری نبی اور

نبی الانبیاء ہیں۔ اس واسطے بعد کے پیدا ہونے والے متبع نبی کی شہادت کو گوارا نہیں فرمایا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق نہ لازم آئے۔ پہلے کو پھر واپس بلانے کے لئے محفوظ رکھ لیا۔ تاکہ ختم نبوت میں بھی فرق نہ آئے اور فرق تب آتا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں پیدا ہوتے۔ پیدائش پہلی نبوت کی نزول دوسرا غلامی کا۔ اس سے مرزا صاحب کا بھی رد ہو گیا۔ کیونکہ اگر مسیح ہوتے تو غلامی سے باہر نہ جاتے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو ہی توڑ دیا ہی، اس واسطے مرزا صاحب نے مسیحیت کے دعوی میں غلامی کا دعوی پہلے کیا اور نبوت کا بعد میں۔ تاکہ ان کی بطالت ظاہر ہو جائے کہ مسیح کی نبوت پہلے گذر چکی اور غلامی اب ہو گئی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لاویں گے تو اپنی نبوت کا اظہار نہ فرمادینگے۔ بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو غنیمت جانیں گے۔ تو مرزا صاحب کے جھوٹ کا بول تو ہر طرح ظاہر ہو گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے موت کے لفظ کو چھوڑ کر خَلَتْ کا لفظ استعمال فرمایا، تاکہ مشترکہ لفظ سے حیات عیسوی بھی ثابت ہو جائے۔ تو اس کلمہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ہی ثابت ہوئی نہ کہ موت۔ جیسا کہ تم نے سمجھا۔ باقی رہا تمہارا کہنا کہ کَانَا یَاکُلَانِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں ماں بیٹا مل کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو اس میں سوءِ العقیدہ کے کئی مقاصد ہیں۔ پہلی بات تو اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ماں بیٹے کا اتفاق ایسا اتفاق تھا کہ مل کر اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب ان کا اکٹھا کھانا نہیں رہا۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ علیحدہ ایک بھی نہیں رہا۔ جیسا کہ مثلاً کہا جائے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا محمود صاحب اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے تو کیا اس جملہ کہنے سے مرزا غلام احمد صاحب کی موت سے مرزا محمود صاحب کی موت خود بخود واقع ہو جائے گی؟ یہ تمہارا کتنا غلط اقتباس ہے۔ تمہارا دماغ کیوں ضائع ہو گیا۔ اگر تمہارا استمرار بھی لیا جائے۔ تو بھی کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ پھر بھی یہی ثابت ہوگا کہ وہ ماں بیٹا جب بھی کھانا کھاتے، اکٹھے مل کر کھانا کھاتے۔ تو ان کے اکٹھا کھانے میں استمرار ہے۔ جب ایک فوت ہو گیا تو استمرار مل کر کھانے کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ جب اکٹھے تھے۔ تو ہمیشہ مل کر ہی کھاتے، جب حضرت مریم علیہا السلام فوت ہو گئیں تو ان کا اکٹھا کھانے کا استمرار ٹوٹ گیا۔ نہ یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی فوتیدگی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا بھی

فوت ہونا ثابت ہوا۔ جیساکہ تم عقل کے ڈھیروں نے سمجھا ہے۔ اور اگر تمہارا کہا مانا جائے کہ وہ ہمیشہ ہی کھانا کھاتے تھے۔ اس میں استمرار ہے۔ تو اس کا مطلب ہی غلط ہو جائیگا کہ ہمیشہ کھانا ہی کھایا کرتے تھے۔ تو ہمیشہ ان کا کھانے میں ہی مشغول رہنا کہ ایک وقت بھی کھانے سے علیحدگی نہ ہو، تو محال ہے۔ اور اگر ایک آن کے لئے بھی کھانے سے فارغ تسلیم کیا جائے۔ تو استمرار ٹوٹتا ہے تو تمہارے یہ معنی عقلاً نقلاً خلاف ثابت ہونگے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خداوند کریم نے کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ فرماکر یہودیوں کے عقیدہ الوہیت کو باطل کرنا مقصود تھا۔ کہ تم تو تثلیث کے قائل ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کو معاذ اللہ خدا کی بیوی قرار دیتے ہو۔ حالانکہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کھانے سے کبھی مبرا نہ تھے۔ اور خداوند کریم کی ذات کھانے سے مبرا ہے۔ وہ دونوں کھانے کے محتاج اور خداوند کھانے سے پاک مبرا۔ لہذا اِلٰہ نہیں ہو سکتے تو ان کے عقیدہ الوہیت کو باطل کرنے کے لئے رب العزۃ نے کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ فرمایا۔ نہ کہ وفات مسیح کے ثبوت کے لئے جیساکہ تم نے الٹا مطلب لیا، باقی رہا تمہارا کہنا کہ فرمان خداوندی ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ ۝ تو اس آیۃ کریمہ سے بھی اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہم السلام کی الوہیت کو توڑنے کے واسطے ان کے اجسام کے واسطے کھانے کی محتاجی کا ذکر فرمایا ورنہ رب العزۃ کو کیا ضرورت تھی۔ ان کی خوراک کے ذکر کرنے کی کیا دوسرے انسانوں کو کھانے سے اس نے کبھی بھوکا رکھا ہے۔ بلکہ صرف اس واسطے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو درجہ نبوت سے بڑھاکر درجہ الوہیت نہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ کھانے کے محتاج اور کھانا حادث۔ لہذا ان کے استعمال کرنے والے بھی تمام حوادثات میں شامل ہیں۔ اور حادث ہونا الوہیت کے خلاف ہے۔

ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں رہے۔ کھانا کھاتے رہے۔ کیونکہ زمین والوں کے واسطے خدا نے زمین کا کھانا بنایا ہے، جیساکہ ارشاد الٰہی ہے۔

ملک ۲۹ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ط۔ یہ وہ ذات ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو عاجز کیا تاکہ تم اس کے رستوں میں چلو۔ زمین کے رزق سے کھاؤ۔

یہ تو ارشاد الٰہی ہے۔ زمین کے باشندوں کیواسطے، اب آسمان کے باشندوں کے لئے جو کھانے کے محتاج نہیں، ان کا ذکر فرمایا۔

ذاریات ۲۲	وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ٥ اور آسمان میں بھی تمہارا رزق ہے۔ اور جو تم وعدہ کئے گئے ہو۔

چونکہ رزق ارضی اور سماوی دو نو تھے، فرمایا کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ زمین کے رزق طیب کو تم نے کھالیا، اب آسمان میں اگر عیسٰی علیہ السلام جاکر آسمانی کھانے نہ کھاتے تو اس آیت کا مصداق کون ہوتا۔ یہ تو دلیل ہے عیسٰی علیہ السلام کے آسمان میں کھانا تناول فرمانے کی۔ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ کہ اجسام انبیا علیہم السلام کھانا کھانے کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتے۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کے واسطے ہی عیسٰی علیہ السلام کو وہاں کھانا پہنچتا ہے۔

کیا مریم علیہا السلام کو جنت کا کھانا آسمان سے زمین پر اتر سکتا ہے اور عیسٰی علیہ السلام کو وہاں قریب سے نہیں مل سکتا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ جب مریم علیہا السلام کے پاس ذکریا علیہ السلام محراب میں تشریف لائے تو ان کے پاس کھانے پائے۔ تو فرمایا اے مریم، یہ کھانے تو نے کہاں سے حاصل کئے۔ مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

جب رب العزۃ نے عیسٰی علیہ السلام کی والدہ ولیہ کو آسمان سے کھانے زمین پر نزول فرما دے۔ تو کیا ان کے بیٹے نبی روح اللہ کو خداوند کریم قریب آسمان پر نہیں عطا کر سکتا۔ تم جب والدہ کے پیٹ میں بے دست و پا ہوتے ہو۔ تو بھلا طلب تمہاری خوراک تمہاری ماں کے پیٹ میں خدا مہیا فرماتا ہے۔ اور تمہارے باہر تشریف لانے سے قبل ماں کے پستانوں میں تمہارے لئے خوراک رکھ دے۔ لیکن اگر بجسد عنصری آسمان پر کسی نبی کو بلالے تو کیا اللہ کھانا کھلانے سے معاذ اللہ قاصر ہے۔ ماں کے پیٹ میں تو تمہاری عقل کھانا پہنچے کو تسلیم کرے۔ لیکن آسمان پر تسلیم نہیں کرتی۔ سُبْحَانَ اللهِ۔

کیا قوم موسٰی علیہ السلام کے واسطے وَ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ کے فرمان الٰہی

سے آسمان سے بٹیر کا گوشت بھنا ہؤا۔ اور ترنجبین نازل ہوسکتی ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جو نبی اللہ ہیں۔ اُن کو اللہ کی نعمتیں ہاں مہیا نہیں کرسکتا۔

مائدہ ۵ | اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔ جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانا اتارے (کیا مرزائی انہیں مائدہ کا جھگڑا ڈالنے والوں سے نہیں)۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ سے ڈرو تم اگر تم ایماندار ہو۔ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ آسمان کا کھانا کھائیں اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم نے ہمیں سچ کہا ہے۔ اور ہم اس پر گواہی دینے والوں سے ہونگے۔ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ ہم پر آسمان سے کھانا اُتار۔ ہمارے لئے بھی جو ہمارے اول و آخر کے لئے عید ہو۔ اور تیری طرف سے نشانی ہوگی اور ہمیں رزق دے اور تو بہتر ہے رزق دینے والوں کا۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں تم پر وہ کھانا اُتارتا ہوں۔ پھر جس شخص نے اس کے بعد کفران نعمت کیا تم سے۔ پس تحقیق عذاب کروں گا اس کو ایسا عذاب جو تمام جہانوں سے ایسا عذاب کسی کو نہ کرونگا۔

کیا فرمان عیسیٰ علیہ السلام کی خداوند اتنی قدر فرمادیں۔ کہ ان کے کہنے سے اُن کی امت کے واسطے کھانا آسمان سے مومنین پر بذریعہ ملائکہ نازل ہو۔ لیکن اُنکو اگر خداوند کریم آسمان پر بلالیں۔ تو کھانے سے محروم رکھیں۔ اُن کے فرمان سے زمین پر کھانا نازل فرمانے کا مقصد الٰہی یہی تھا کہ منکرین کو معلوم ہو جائے کہ جو آسمان سے زمین پر اپنی امت کے واسطے کھانا نازل کروا سکتا ہے۔ وہ خود آسمان میں جاکر بھوکا کیسے رہ سکتا ہے۔ ایک نکتہ عرض کردیا کہ عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دونوں حصوں کو ثابت کررہا ہے۔ آپ کے اول وہ جو اس وقت آپ کے رفع سماوی کے پہلے

ایمان لائے اور آخِرِنَا وہ جو آپ کی دوسری زندگی کے وقت ایمان لاویں گے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری آمد آسمانی سے تسلیم نہ کرو گے۔ اٰخِرِنَا کے مکذب ثابت ہو گے۔ اٰخِرِنَا پر ایمان تب ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری سماوی آمد کو صحیح سمجھا جاوے۔ باقی رہا جواب وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ ہ تو ہم عیسیٰ علیہ السلام کے خلود کے کب قائل ہیں۔ مطابق حدیث پاک بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو شادی کرینگے۔ ان کی اولاد ہو گی۔ پھر ان کا وصال ہو گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں جو جگہ بارشاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام نے مابین حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ محفوظ ہے۔ اس مقام میں مدفون ہونگے۔ خلودِ عیسیٰ علیہ السلام کا سوائے یہود کے اور کوئی مسلمان قائل نہیں۔ تمہاری اس پیش کردہ آیت سے بھی حیات مسیح ہی ثابت ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان میں کھانا بھی ثابت ہو گیا۔

"مرزائی"۔ جب کھانا کھاتے ہیں۔ تو ان کی قے کہاں جاتی ہے۔ کبھی کسی نے گری ہوئی تو دیکھی نہیں۔ یا خداوند نے آسمان میں ٹٹیاں بنائی ہوئی ہیں۔ پ

"محمد عمر"۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی تمہارے مرزا صاحب کی طرح ہیں۔ کہ بول و براز چلتا ہی رہے۔ اور کیا آسمانوں میں قادیان کا آب و دانہ ہے کہ نجاست پیدا کرے۔ کیسی بھولی باتیں بناتے ہو۔ بھلا یہ تو فرمائیے کہ اللّٰہ رب العزۃ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ اے آدم علیہ السلام تو اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو۔ اور تم دونوں کھاؤ جہاں سے تم چاہو۔ اللہ تعالےٰ نے دونوں کو کھانے کا ارشاد تو فرما دیا۔ لیکن ان کے بول و براز کے واسطے بیت الخلا کا کہیں ارشاد نہ فرمایا۔ اور ساتھ ہی ایک شے سے روک بھی دیا۔ فرمایا۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور تم دونوں اس پودے کے قریب نہ جانا۔ معلوم ہوا کہ جنت کے تمام کھانوں میں بول و براز کا مادہ ہی موجود نہ تھا۔ ایک گندم ہی تھی جس سے روکا گیا۔ ثابت ہوا۔ کہ گندم میں مادہ بول و براز موجود تھا۔ اسی وجہ سے روکے گئے۔ اسی واسطے جب تک جنت کے باقی کھانے تناول فرماتے رہے تو قیام وہیں رہا۔ جب گندم تناول فرمائی تو بوجہ حاجت بول و براز دونوں کو زمین پر

پ

تشریف لانے کا حکم ہوا۔ معلوم ہوا۔ کہ انسان کے واسطے رب العزۃ نے ایسے کھانے بھی مہیا فرمائے ہوئے ہیں۔ جس سے بول و براز کی حاجت نہیں ہوتی۔ تم بیچارے قادیان کی جنت کے کھانے کھانیوالے قدرت کے پاک میوہ جات جو فضلہ سے پاک ہیں۔ کیا جانو۔ دوسری عرض یہ ہے۔ کہ جب تم ماں کے پیٹ میں تین ماہ تک خداوند تعالیٰ کی طرف سے خوراک دیئے جاتے ہو۔ تو تمہاری ٹٹی کہاں جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ خداوند انسان کو جس طرح چاہے زندہ رکھ سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت کے کمالات کو سمجھنا انسانی دماغ سے ماوراء ہے۔ تیسری ایک عرض اور کرونگا کہ اصحاب کہف کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ آپ ان کو بیدار معلوم کرینگے۔ لیکن وہ سوئے ہوئے ہیں۔ قیامت تک وہ سوئے ہی رہینگے اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ان کو کھانا کیسا کھلایا جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر کھانے کے زندگی محال ہے اور وہ چلتے پھرتے بھی نہیں۔ ان کی ٹٹی کا کیا حال ہوگا، جو پہاڑ کی بند غاروں میں پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ بند پہاڑوں میں انسان کا ہر طرح انتظام فرما سکتا ہے، وہ آسمان پر نہیں کر سکتا۔ اگر ہمت ہے تو حل پیش کرو یا توبہ کرو۔ آخیر ماننا پڑے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ٥ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا رزق دینے والا ہے۔ اور بڑی طاقت والا ہے۔ جو ہر مقام پر روزی پہنچا رہا ہے۔ اور پہنچاتا رہا اور پہنچا سکتا ہے۔ تمہارے تمام سوالات بفضلہ تعالیٰ حل کر دئیے گئے، کوئی اور سوال ہو تو پیش کرو۔

"مرزائی"۔ واقعی آپ نے خوب حل فرما دیا۔ اور آیات کا مطلب بھی سمجھ آگیا۔ ایک اور سوال ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے کے سب رسول گذر چکے ہیں۔ اگر یہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں پہ پھرے گا تو ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے۔ اس آیت سے اللہ نے انبیاء کے گذر جانے کے دو ہی طریقے فرمائے ہیں۔ ایک بذریعہ موت اور دوسرا قتل۔ تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر رفع جسمانی ہوتا، تو اس کا بھی ذکر ہوتا۔

"محمد عمر" - اب تم نے ختم نبوۃ کا مسئلہ تسلیم کر لیا کہ تمام انبیا پہلے گذر چکے ہیں - پھر اس سے نہ بدلنا - خداوند تعالےٰ تمہیں ہدایت عنایت فرمائے - پہلے یہ فرماؤ کہ مَاتَ اَوْ قُتِلَ کی ضمیر کا مرجع کون ہے - صیغہ ماضی کا اور ہے بھی واحد ان دونوں میں ضمیر ھو مستتر ہے - جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے - معلوم ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے خداوند تعالےٰ نے دو طریقے فرمائے ہیں - باقی رسل کے ساتھ تو تعلق خَلَتْ کا ہے - خَلَتْ فعل اور رُسُل فاعل سے جس فعل کا تعلق ہے وہ خَلَتْ ہی ہے - اور خَلَتْ حیات و ممات دونوں کے واسطے مشترکہ فعل ہے، تو آپ کے ماقبل رسل کے واسطے حکیم و حلیم نے ایسا فعل استعمال فرمایا - جو بعض رسل کی ممات اور بعض کی حیات کو ثابت کر رہا ہے جو ہر ذی شعور سے پوشیدہ نہیں - جس کی تحریر گذر چکی ہے - اگر تیری تحقیق گذر چکی سے تحقیق مٹی نہیں تو حیات علیہا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ارشاد الٰہی فرمانے سے بھی مٹی نہیں اور تم کسی محاورہ کو کبھی نہ سمجھو، تو تم سے خدا سمجھے - اور یہی عقیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تھا جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر یہ جملہ استعمال فرمایا، تاکہ حیات عیسٰی علیہ السلام کو بھی شامل ہو - اَنَّ الرُّسُلَ قَدْ مَاتُوْا نہیں فرمایا - فتدبر - اس آیت میں موت کے دو اقسام ہیں - نہ حیات کے، درمیان جھگڑا حیات کا ہے نہ موت کا -

"مرزائی" - میرے پانچ دلائل تو بفضلہ خوب حل ہو گئے - جس سے میری تسلی ہو گئی - چند باقی رہ گئے ہیں -

"محمد عمر" - ابھی تمہیں شک ہے -

"مرزائی" - ان آیات میں تو بفضلہ تسلی ہو چکی ہے - باقی چند آیات کے متعلق ابھی تحقیق مطلوب ہے -

نحل رکوع ۲ - وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ یعنی جن لوگوں کو پکارتے ہیں - اللہ کے سوا - وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا - بلکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں، مردہ ہیں زندہ نہیں - اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے -

لہذا حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی ان لوگوں سے ہیں۔ جنکو معبود جانا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ تو اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرما دیا۔ کہ جن کو یہ پکارتے ہیں۔ یعنی اللہ سمجھتے ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے۔

"محمد عمر"۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ تاکہ تم مذہبی تعصب کو دور کرکے قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور کسی کے دھوکے میں نہ آؤ۔ اللہ کی کلام کو سوچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کو پکارتے ہیں۔ ان کی کمزوری اتنی ہے۔ کہ وہ کچھ پیدا نہیں کرسکتے۔ حالانکہ وہ خود گھڑے ہوئے ہیں۔ مُردے ہیں۔ انہیں باحیا زندگی نہیں۔ اور نہ ان کو اتنا شعور ہے۔ کہ قیامت کب ہے۔ تم نے اس آیت سے کیا سمجھا ہے۔ کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ معبودیت قرار دیا ہے۔ اگر یہی سمجھے ہو۔ اور وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ کو عموم کا فتویٰ دیکر عیسٰی علیہ السلام کی موت ثابت کر گئے تو تمہیں پہلے تو نبوت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے دست برداری کا تمغہ نصیب ہے۔ اب تمہیں عموم سے الوہیت خداوندی سے گر کر الوہیت عیسوی کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ تم نے سمجھا ہے کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کے معبود نہ ہونے کے یہی وجوہات ہیں۔

(۱)۔ کہ وہ خود مخلوق ہیں کچھ پیدا نہیں کرسکتے۔

(۲)۔ مُردہ ہیں زندہ نہیں۔

(۳)۔ اور قیامت سے بے خبر ہیں۔ تو تمہارے اس عقیدہ کے مطابق تو حضرت عیسٰی علیہ السلام تمہارے معبود ٹھیرے کیونکہ قیامت سے بے خبری کیا۔ وہ خود وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔ بے شک عیسٰی علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔ ان میں شک نہ کرنا۔ فرمان الٰہی سے قیامت کے نشان ہیں اور دوسری دلیل ان کے قیامت سے باخبر ہونے کی یہ ہے۔ کہ انہوں نے خود فرمایا۔ السَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ میرے لئے تین دن سلامتی کے ہیں اور رحمت کے ہیں۔ جس دن میں پیدا کیا گیا۔ اور جس دن میں مرونگا۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ تو اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو، اپنے متعلق خدا کی طرف سے ان تینوں

ایام کا علم ہے۔ تب ہی تو ان ایام کی سلامتی کا انہوں نے اپنے متعلق ذکر فرمایا اگر بیخبری ہوتی تو ان ایام میں سلامتی کا ان کو کیسے علم ہو سکتا تھا۔ ثابت ہؤا کہ:۔

(۱)۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اَیَّانَ یُبْعَثُ کا علم ہے بے خبری نہیں اور

(۲)۔ مردہ بھی نہیں بلکہ زندہ ہیں۔

(۳)۔ اور اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ کے فرمان سے ان کو اَللّٰہ نے طاقت تخلیق بھی ان کی طاقت کے مطابق عطا فرمائی اور مِنْ دُوْنِ اللّٰہ بھی نہیں، کیونکہ وہ رُوْحُ اللّٰہ ہیں۔ نبی اللّٰہ ہیں اور اجتماع نقیضین محال ہے۔ لہٰذا تم تو اس آیت کو اپنا استدلال ٹھیراؤ گے تو پکے عیسائی تثلیثی بنو گے۔ جب تک کہ اس آیت کریمہ کے معانی کو مطابق منشا الٰہی نہ سمجھو اور وہ یہ ہیں، کہ اَللّٰہ رَبُّ العزۃ کا اس مقام میں معبود حقیقی کے علاوہ معبود سمجھنے والوں کو ذلیل کرنا مقصود ہے۔ نہ کہ کسی نبی کی موت بیان کرنا مقصود ہے۔ جو تم نے دھوکا دیا ہے۔ جو بتوں کو پکارنے والے ہیں۔ ان کے واسطے تو یہ صاف مطلب ہے۔ وہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ ہیں اور جو اَنْبِیَاءُ اللّٰہ کو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ حیات بھی ہوں تو ان کے لئے یوں ہو سکتا ہے کہ اس آیت پاک میں رَبُّ العزۃ نے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں، جو معبود حقیقی میں موجود ہیں۔ اور ان میں نہیں۔ اور اَنْبِیَاءَ اللّٰہ چونکہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ نہیں اور اگر تم ضرور چسپاں ہی کرو تو ان کی محض معبودیت کو اس آیت سے توڑنا مقصود ہے تو مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کے معنی ہونگے۔ مِنْ دُوْنِ اِذْنِہٖ، ملاحظہ ہو تفسیر نسفی $\frac{4}{96}$۔

تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اَللّٰہ کے حکم کے بغیر جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ معبود سمجھتے ہو عیسٰی علیہ السلام کو معبود کیوں نہیں بن سکتے۔ تین وجوہات ہیں:۔

پہلی وجہ تو یہ ہے۔ کہ وہ خود مخلوق مطلق ہیں۔ خالقٌ بالذّات نہیں۔ چنانچہ اس صفت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی موصوف ہیں اور خداوند خالق بالفعل بالذّات ہے۔ کسی کی مخلوق نہیں۔ کیونکہ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ دوسری صفت یہ کہ گو وہ اس وقت حیات ہیں۔ لیکن بالقُوّۃ ہیں۔ مادہ میت موجود ہے۔ نہ یہ کہ وہ اس وقت مُردہ ہیں۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ کہ اگر عیسٰی علیہ السلام کو مُردہ نہ سمجھا جائے تو وہ معبود بن جائینگے۔ یہ صفت بالفعل حضرت عیسٰی علیہ السلام میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ دوسرے زندوں میں بھی موجود ہے۔ جب دوسرے زندہ بالقُوّۃ میت ہونیکی بنا پر معبود نہیں بن سکتے۔ تو

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں بن سکتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو زبردستی مُردہ بالفعل کہہ کر فرمان خداوندی کو بدلانا کہ اُن کو چونکہ یہودی معبود سمجھتے ہیں۔ لہذا اس بنا پر کہ معبود تمام بالفعل مُردہ ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بالفعل مُردہ ہیں، یہ سراسر دھوکے میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ آج آغاخانی اپنے آغا خان کو معبود سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مُردہ نہیں ہیں۔ تو کیا وہ مرزائیوں کے نزدیک بھی صحیح معبود ہونگے۔ کیونکہ وہ مُردہ نہیں۔ جو معبود باطل تھے وہ تو مر چکے۔ ایسے ہی جاپانی اپنے بادشاہ کو خدا سمجھتے ہیں اور ان کا بادشاہ زندہ بھی ہے۔ کیا وہ بھی مرزائیوں کا معبود صحیح ہوگا۔ یا لامے نیپالی جنکو معبود سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی زندہ ہیں تو وہ بھی مرزائیوں کے معبود ہوں گے۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اَمْوَاتٌ فرمانا اس کا مطلب ہے کہ گو وہ زندہ بھی ہوں۔ چونکہ بالقوۃ اُن میں مادہ موت موجود ہے۔ لہذا یہ معبودیت کے خلاف ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ وہ ذات ہے۔ کہ نہ بالقوۃ نہ بالفعل اس کے واسطے عدم ہے ہی نہیں۔ اس کے واسطے عدم محال ہے۔ اسکی ذات واجب ہے۔ اور واجب ہی معبودیت کا مستحق ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ خداوند مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اور کوئی نہیں، تو ان تین امورات کو حقوق معبودیت توڑنے کے واسطے ذکر کیا گیا ہے، نہ کہ موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنا مقصود الٰہی ہے۔ جو تم نے غلط تاویل کرکے غلط استنباط کیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس آیۃ کریمہ کو انبیا علیہم السلام یا بعض عیسیٰ علیہ السلام پر چسپاں کرنا ہی دیانت داری کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اَمْوَاتٌ کے ساتھ غَيْرُ اَحْيَاءٍ کی صفت بیان کرنا یہ تمہارے مقصد کے خلاف ہے، جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ یہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مُراد بُت ہی ہیں۔ اللہ ربّ العزۃ نے ان کے متعلق اَمْوَاتٌ کہا اَمْوَاتٌ ایسے کہ جن کی شان میں حیات ہے ہی نہیں۔ باقی جتنے انسان اہل قبور ہیں اُن کی شان یہ نہیں۔ بلکہ وہ ایسے اَمْوَاتٌ ہیں، کہ جن کی شان میں حیات ہے۔ کیونکہ قیامت کو اُٹھائے جائینگے۔ اور انبیاء اللہ اور شہداء تو ویسے بھی حیات ہیں۔ جنکی شہادت قرآن کریم نے بیان فرمادی ہے، تو ثابت ہوا کہ اَمْوَاتٌ کے ساتھ غَيْرُ اَحْيَاءٍ بیان فرمانا یہ انبیا علیہم السلام کو شامل نہیں کرتا، چہ جائیکہ تم اس آیت سے موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرو۔ کیونکہ۔ تمام صفات بیک وقت

جیساکہ ارشاد الٰہی میں مذکور ہے۔ سوائے بتوں کے اور کسی میں نہیں۔ اسی واسطے رب العزت نے اپنی صفات کے اقرار کرانے کے واسطے بتوں کی نفی کا اقرار کرایا۔ اور ان کا عجز ثابت کیا۔ اب کتب تفاسیر متقدمین ملاحظ فرمائیے:۔

تفسیر ابن کثیر $\frac{2}{565}$

ثُمَّ اَخْبَرَ اَنَّ الْاَصْنَامَ الَّتِیْ یَدْعُوْنَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ کَمَا قَالَ الْخَلِیْلُ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ وَقَوْلُهٗ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ ای هی جَمَادَاتٌ لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا فَلَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَعْقِلُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۔ ترجمہ:۔ پھر اللہ نے خبر دی کہ بت جنکو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ نہیں پیدا کر سکتے وہ کچھ۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں، جیساکہ خلیل علیہ السلام نے کہا۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۔ کیا عبادت کرتے ہو تم جنکو تم خود گھڑتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم عمل کرتے ہو۔ اور اللہ کا فرمان اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ۔ یعنی وہ جمادات ہیں۔ جن میں رُوح نہیں۔ پس نہ سُنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ کہ قیامت کب ہے۔

(۱)۔ **تفسیر خازن** $\frac{4}{70}$

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) ای الْاَصْنَامُ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ ترجمہ:۔ یعنی بت جنکو تم معبود بنا کر اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ (آگے فرمایا) اَمْوَاتٌ ای جَمَادَاتٌ مَیِّتَةٌ اَمْوَاتٌ یعنی جمادات مُردہ ہیں۔

(۲)۔ **معالم التنزیل** $\frac{4}{70}$

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ)۔ یعنی الْاَصْنَامَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مُراد بت ہیں (اَمْوَاتٌ) ای الاصنامَ۔ اموات سے مُراد بت ہیں۔

(۳)۔ **ابن جریر** $\frac{14}{59}$

(اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ) حدثنا بشر حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادة قوله اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون وهی هذه الاوثان التی تعبد من دون اللہ اموات لا ارواح فیها۔

ثابت ہوا کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے اللہ کی مراد بت ہے۔ جن کی یہ صفات مذکورہ

بالا ہیں۔ جب مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے انبیا علیہم السلام مصداق ہی نہیں۔ تو ان کی موت کیسے ثابت ہوئی۔ چہ جائیکہ عیسیٰ علیہ السلام بجسد ہ حیات ہیں۔ اُن پر چسپاں کرو۔

اَب بُخاری شریف سے فیصلہ کرلیں

بخاری شریف ۲/۷۱۰ (مِنْ دُوْنِہٖ) بالاَوْثَانِ۔ مِنْ دُوْنِہٖ بُت ہیں۔

اَب خُدائی فیصلہ کرلیں

حج ۱۷/۸ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ھُوَ الْبَاطِلُ۔ اور بے شک جن کو وہ پکارتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کو، وہ باطل ہے۔

لقمان ۲۱/۳ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ۔ اور تحقیق جس کو تم پکارتے ہو تم سوا اُس کے باطل ہے۔ ان آیات سے ثابت ہؤا۔ کہ جن مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ پکارتے ہیں۔ وہ باطل ہے۔ لہٰذا انبیا علیہم السلام مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن کو باطل کہنا کفر ہے۔

"مرزائی"۔ ما غیر ذوی العقول کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔ اس واسطے یہاں تو مراد بُت ہی ہو سکتے ہیں۔

"محمد عمر"۔ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ کیا معنی کرو گے کہ جو غیر ذوی العقول ہیں۔ وہ اللّٰہ کی ملکیت ہے۔ اور غیر ذوی العقول نہیں۔ کیسی بھولی باتیں کرتے ہو۔ لفظ ما قرآن کی اصطلاح میں ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہؤا۔ کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ باطل ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو باطل کہنا کفر ہے۔ لہٰذا وہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ نہیں۔ تو تمہاری پیش کردہ آیت کسی صورت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ تو تمہارا استدلال باطل ہو گیا۔

ایک اور عرض کر دوں۔ بھلا یہ تو فرماؤ کہ کفار تو جنوں اور ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں اور خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں تو۔ اَلَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ میں جن اور ملائکہ بھی شامل ہو گئے ہیں کیا فرشتے

بھی مر گئے ہیں۔ جو لفظ ملائکہ کو وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ سے لگاتا ہے۔ وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی لگاتا ہے۔

"مرزائی" - (اعراف ۲) - فِیْہَا تَحْیَوْنَ وَفِیْہَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْہَا تُخْرَجُوْنَ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرمایا۔ تم اس زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اُٹھائے جاؤ گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر ماننا فِیْہَا تَحْیَوْنَ کے خلاف ہے۔ تَحْیَوْنَ پر ظرف مقدم ہے۔ لہٰذا اسی میں حصر ہے۔ اس کی تائید میں یہ تین آیتیں ہیں۔

(۱)۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ۔

"محمد عمر"۔ ذرا اس آیت کا ماقبل بھی پڑھیئے ۔ قَالَ اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۔ قَالَ فِیْہَا تَحْیَوْنَ وَفِیْہَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْہَا تُخْرَجُوْنَ ۔ آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اُتارا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اتر جاؤ تم بعض تمہارا البعض کا دشمن ہوگا۔ اور تمہارے لئے زمین میں رہائش کی جگہ ہے۔ اور نفع ہے۔ ایک وقت تک۔ فرمایا اللہ نے اسی زمین میں زندگی بسر کرو گے تم اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔

ان ستہ امور کا ارشاد رَبُّ الْعِزَّتِ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارتے وقت کہا۔ تم نے آخری تین امور کو فوراً بیان فرما دیا۔ لیکن پہلے تین امور کا ذکر کیوں نہ فرمایا حالانکہ اگر پہلے تین امور کو رَبُّ الْعِزَّتِ نے واپس لیا ہے، تو پچھلے تین امور کو بھی ضرور لے لیا۔ کیونکہ امور ستہ کا اجراء ایک ہی وقت تو ہوا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے چھ امور آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت سے زمین پر اتارتے وقت فرمائے۔

(۱)۔ اِھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۔ بعض تمہارا البعض کا دشمن ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام علیحدہ علیحدہ زندگی بسر کرو گے۔

(۲)۔ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں جائے رہائش ہوگی۔

(۳)۔ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۔ اور تمہارے لئے ایک وقت تک یعنی کچھ زمانہ پھر زمین نہیں زمین میں ہی نفع ہوگا۔

(۴)۔ فِیْہَا تَحْیَوْنَ ۔ اسی میں تم زندگی بسر کرو گے۔

(۵)۔ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ اور اسی میں تمہاری موت ہو گی۔
(۶)۔ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔ اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔ یعنی قیامت کو اٹھائے جاؤ گے۔

خداوند تعالےٰ نے جب ان امور کے اجراء کا حکم سنایا۔ تو ساتھ ہی رحمت الہٰی نے اپیل گذار نے کا ارشاد بھی فرمادیا۔ جو تم مذہبی تعصب کی بنا پر پڑھتے نہیں۔ سنو۔ فرمایا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی۔ تو ان پر کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اور فرمایا وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ہ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا۔ تو یہی دوزخ والے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو باوجود ان ستہ سزاؤں کے اجرائے کے ساتھ ہی ان کے اپیل کرنے پر سزا کو توڑنے کا وعدہ بھی فرمالیا۔ تو آدم علیہ السلام نے زاری سے دعائیں کیں۔ (جس کا واقعہ طول ہے) تو رب العزۃ نے دعا کو منظور فرما کر اپیل منظور کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو اپیل دائر کرنے کا طریقہ سکھایا۔ چنانچہ ارشاد الہٰی ہے:۔

بقرہ ع ۴۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ۔ تو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے۔ تو حکم ہؤا۔ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ پھر اللہ نے اپنے جاری کردہ ستہ احکام واپس لے لئے۔ کیونکہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

کیوں جناب! اب فرمائیے اگر تمام ستہ احکام سے تم کہو۔ کہ فِیْهَا تَحْیَوْنَ کا تخصیص باقی ہے۔ تو اللہ نے باقی تمام احکام فَتَابَ عَلَیْهِ سے واپس لے لئے۔ لیکن فِیْهَا تَحْیَوْنَ میں چونکہ ظرف مقدم ہے۔ وہ باقی ہے۔ تو تمہاری بات کون سنے گا۔ اگر فِیْهَا تَحْیَوْنَ کو باقی اور برقرار سمجھتے ہو۔ اور لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ کو بھی حصر کی وجہ سے حکم باقی سمجھتے ہو۔ تو باقی احکام کو بھی برقرار سمجھو۔ یعنی بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بھی باقی ہے۔ حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس حکم کو واپس لیا۔ تب ہی آدم علیہ السلام اور حوا

علیہا السلام اکٹھے ہوئے جس سے تمام انسان ہم امت محمدیہ اور تم امت مرزائیہ وغیرہم پیدا ہوئے۔ اگر حکم واپسی نہ لیا ہوتا تو ہم تم کبھی نہ ہوتے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ فتاب علیہ کے ارشاد سے جب ایک حکم کے واپسی کا ثبوت عملاً موجود ہے۔ تو دوسرے احکام بھی توبہ کی منظوری نے توڑ دیئے۔ حصر بھی تب تک تھا۔ جب تک حکم باقی۔ جب حکم بدل واپس۔ تو حصر بھی اپیل کی منظوری کے ساتھ ہی واپس ہو گیا۔ اور اگر کوئی خدشہ تمہارے دل میں آئے تو اس کا جواب دو۔ کہ اگر فیہا تحیون میں ظرف مقدم ہے۔ تو ولکم فی الارض مستقر میں بھی تو ظرف مقدم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے انسانوں کے لئے ہی زمین میں جائے رہائش ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ کیونکہ اس میں بھی حصر ہے۔ جب باوجود تقدیم ظرف کے زمین میں حیوانات وحوش وطیور جن وملائکہ وغیرہم بھی رہائش کر سکتے ہیں۔ تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور نہ ہی حصر ٹوٹتا ہے۔ فیہا تحیون میں بھی ظرف کے مقدم ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اگر کچھ عرصہ کے لئے وقت گذار کر فیہا تموتون ومنہا تخرجون کے مصداق بن جائیں۔ تو کلام الٰہی میں کون سی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ حصر کو برقرار رکھنے والا بھی وہ خدا اور توڑنے والا بھی وہ۔ اگر فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون کا حکم دے کر پھر آدم علیہ السلام کو بعد از توبہ مع اُن کی اولاد مومنین کے جنت میں دوبارہ لے جا سکتا ہے۔ تو اس کے لئے زمین کے باشندے کو آسمان پر رکھ کر پھر زمین میں لاکر جنت میں لیجائے گا تو اس کے قانون میں فرق نہ آئیگا۔ ایک اور بات عرض کر دوں۔ کہ تم نے فیہا تحیون کو پڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی پر تو اعتراض کر دیا۔ لیکن ماں کے پیٹ میں بچہ جب زندگی گذارتا ہے۔ تو وہ فیہا تحیون کے خلاف نہیں۔ حصر تو ایک فرد کے لئے بھی ٹوٹ جائے تو تمام افراد سے حصر ٹوٹ جاتا ہے۔ حصر کا اعتراض کس پر کرتے ہو۔ جو حصر بیان کرنے والا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جاکر حصر ہی توڑنے والا ہے۔ ہمیں خالق کے کام پر کیا اعتراض۔ ہم کون ہو۔ اور سنیئے۔ کیا ہوائی جہاز میں یا سمندری جہاز میں کئی انسان کئی دن گذارتے ہیں۔ بتاؤ فیہا تحیون کے خلاف نہیں۔ کچھ سوچ کر تو بات کرتے۔ کیا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک نہیں رہے۔ جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہوا فلولا انہ کان من المسبحین ۝ للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ۝ اگر یونس علیہ السلام

تسبیح پڑھنے والوں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرتے۔ اب فرمائیے، اتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرنا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا کے خلاف نہیں۔ تم کیا مجھ کلام خداوندی کو اور افعالِ خداوندی کو۔ کیا تم کلام اور افعال خداوندی کو متضاد سمجھتے ہو۔ نہیں نہیں۔ تمہاری عقلیں اور دماغ اور ایمان متضاد ہیں۔ وہ خود فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے۔ جو ارادہ کرے کر لے، اس میں کوئی دخیل نہیں۔ کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحسدہ جنت میں تشریف لے جانا یہ فِيهَا تَحْيَوْنَ کے خلاف نہیں۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف۔ صفحہ

"مرزائی"۔ کیا یونس علیہ السلام آخر مچھلی کے پیٹ سے باہر نہ تشریف لائے۔ آدمی ماں کے پیٹ سے باہر زمین پہ نہیں آتا۔ زمین کے بغیر تو گذر نہ ہوا۔ پ

"محمد عمر"۔ دوست تم بات کو کیوں توڑ دیتے ہو۔ اچھا اس کا جواب بھی دیلدوں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی تو آخر زمین پر ہی تشریف لائیں گے۔ ان کا گذارہ بھی تو آخر زمین پر ہی ہو گا۔ ان کی موت بھی تو زمین پر ہی ہو گی۔ اور اس زمین سے ہی اٹھائے جائینگے، آمدم بر سر مطلب۔ فقیر عرض کر رہا تھا۔ کہ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ہی حکم کا مالک ہے، جو چاہے کرے۔ تو اس نے اپنے حکم میں پہلے سے ہی گنجائش رکھی تھی۔ کیونکہ اس کو اپنے عمل کا علم تھا۔ اس نے اپنے علم کے مطابق ہی حکم میں گنجائش رکھی۔ فرمایا۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ٥ متاع کا معطوف ہے مستقر پر تو اللہ تعالیٰ نے الیٰ حین کی غایۃ کو مستقر اور متاع دونوں کے لئے مقرر فرمادیا۔ یعنی تمہارا استقرار ارضی بھی ایک وقت تک محدود ہو گا۔ اور نفع بھی ایک وقت متعینہ تک ہی رہے گا۔ چنانچہ اسی حکم الیٰ حین میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہوں گے۔ تو جتنا وقت ان کا یہاں مقرر تھا زمین پہ گذرا اور گذاریں گے اور جتنا وقت ان کا آسمان پر مقرر ہے وہاں گذاریں گے، کیونکہ زمین کا بھی تو وقت مقررہ ہے۔ لہذا ہمیشہ تو گذار نہیں سکتے تھے۔ جس جس وقت اور جس طریقے سے وقت گذارنے کا ارشاد الٰہی ہوا، الیٰ حین پر عمل پیرا ہوتے رہیں گے۔ جس میں تمہیں دخل نہیں۔ کیونکہ جتنا وقت ان کا لکھا جا چکا تھا۔ اس سے قبل وہ جا نہیں سکتے تھے۔ ان کی امت نے ارادہ صلیب کر لیا۔ تو خداوند تعالیٰ نے ان کی زندگی کا وقت چونکہ زمین پر ابھی گذرانا تھا۔ قوم نے گذارنے نہ دیا۔ نوبت العنت تے بمطابق وعدہ

آسمان پر اُٹھالیا۔ اور اپنے اِلیٰ حِیْنٍ کو پورا کرنے کے لئے پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر اپنے وقت کو پُورا کر کے فوت ہوں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے الیٰ حین کو نبھانا ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ انسان دنیا میں رہ کر بحکم الٰہی دو امور کو پُورا کرتا ہے، ایک تو مستقر سے مکانیت اختیار کر کے اپنی عمر کے دن پورے کرتا ہے۔ دوسرا دنیا وی نفع وَمَتَاعٌ اِلیٰ حِیْنٍ کو حاصل کرتا ہے۔ سب سے بڑا متاع دنیاوی اولاد ہے۔ کوشش کرتا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارشادِ الٰہی اِستقر اُمرضی کے تو کچھ حاصل ہو گئے۔ لیکن وَمَتَاعٌ اِلیٰ حِیْنٍ کے بڑے دنیاوی نفع اولاد سے ابھی قطعاً محروم تھے۔ تو اللہ تعالیٰ بغیر کسی خاص حکمت یا جرم کے کسی کو اس نعمت سے محروم نہیں رکھتے۔ اور انبیا علیہم السلام جرائم سے پاک و مبرّا ہوتے ہیں۔ لہذا سب سے بڑا متاع اِلیٰ حین اولاد دنیاوی کو پورا کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں نازل فرمائیں گے۔ تاکہ اپنے اس وعدہ کو پورا فرمائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر نکاح کریں گے اور اُن کی اولاد ہوگی۔ پھر فوت ہو نگے۔ تو میرے پاس دفن ہو نگے۔ تو ان متاع دنیاوی یعنی نکاح اور اولاد وغیرہ سے محروم رکھنا بہ قانونِ الٰہی وَمَتَاعٌ اِلیٰ حِیْنٍ کے خلاف تھا۔ اس واسطے دوبارہ آسمان سے نازل فرمادیں گے اور تمہاری ہٹ دھرمی کو توڑیں گے۔

"**مرزائی**"۔ اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال مانند مثال حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ جب آدم علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے۔ تو ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں گئے۔ ورنہ متابعت تامہ نہیں ہو سکتی جب آدم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کی قبر زمین میں ہے، تو ضروری ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں اور اُن کی قبر بھی زمین پر ہی ہے۔

"**محمد عمر**"۔ اوّل تو یہ مثال ذات عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ آدم علیہ السلام سے ہے۔ انکی زندگی موت کا ذکر ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جیسے وجود آدم علیہ السلام بغیر پدری وجود کے ظہور میں آیا ہے۔ ایسے ہی وجود عیسیٰ علیہ السلام بھی بغیر پدری وجود کے ظہور پذیر ہوا ہے۔ حقیقت اور منشأ خداوندی تو محاورہ زبانِ عرب وکلام تو اسی کا مقتضی ہے۔ ورنہ اس میں بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی۔

(۱)۔ کہ مشابہت ذاتی کو ترک کر کے مشابہت صفاتی کیوں مراد لی گئی۔ اگر بہرصورت صفات

کی طرف جانا ہی تھا۔ تو پہلے زندگی مقدم تھی یا موت۔ حق یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی کی تشبیہ کو مقدم رکھتے۔ لیکن یہ مرزائیت کو گوارہ کیسے، کیونکہ مرزائیت کی جڑ کٹ جاتی۔ اس وجہ سے مشابہت زندگی کو ترک کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین سے زمین میں عالم امر سے بغیر باپ کے کُنْ فرما کر پیدا فرمایا۔ بعد میں آسمان سے اوپر یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ سے جنت میں جگہ دی، پھر زمین پر اِھْبِطُوْا فرما کر اتارا۔ پھر یہیں نوت ہوئے۔ اور زمین پر ہی قبر بنی۔ ایسے ہی زندگی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں عالم امر سے کُنْ کہکر بغیر باپ کے پیدا فرمایا، پھر رَافِعُکَ اِلَیَّ سے آسمان پر اٹھا کر جگہ دی اور آسمان میں آسمانی رزق قدرت سے دیا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی طرح طعام رَغَدًا تناول فرما رہے ہیں۔ آسمان سے زمین پر مثل آدم علیہ السلام تشریف لاویں گے اور پھر نوت ہونگے۔ اور انکی قبر شریف زمین پر بنے گی۔ یہ ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ہ اس لئے جس کی تشبیہ دی گئی اس کا ذکر بھی کر دیا گیا، لیکن مرزائی نہ سمجھا۔

"مرزائی"۔ آدم علیہ السلام تو مع بیوی بچے جنت میں رہے۔ ویسے ہی دنیا میں تشریف لائے۔ تمہارے کہنے کے مطابق تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بھی ویسے ہی مع بیوی بچے وہاں رہنا چاہیئے۔ پھر ویسے ہی تشریف لاویں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

"محمد عمر"۔ اللہ تعالیٰ نے صرف فرمایا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ صرف عیسٰی علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام سے دی نہ کہ اُن کے اہل وعیال کی، کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ابھی بیوی بچے تھے نہیں۔ اس واسطے اکیلے عیسٰی علیہ السلام کی اکیلے آدم علیہ السلام سے مثال دی۔ پھر تم زیادتی کرنیوالے کون ہو۔ ایسے ہی اگر اپنی طرف سے تشبیہات کو تام کرو گے تو مشکل بن جائیگی۔ مثلاً خداوند تعالیٰ بخیل کی مثال فرماتے ہیں۔ مَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ بخیل صاف پتھر کی طرح ہے جس پر مٹی پڑی ہو۔ اس جگہ تشبیہ کو کیسے تام کرو گے، کچھ خدا کا خوف کرو۔ مَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ میں کیسے تشبیہ تام ہوگی۔ فتدبر۔ اب ان مثالوں سے ثابت ہوا۔ کہ مشابہت تام جو تم مراد لیتے ہو۔ وہ غلط ہے۔ اگر تمہاری مرضی کے مطابق محض موت ہی سے مشابہت ہوتی تو کسی قریب نبی سے ہوتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے صرف تمام کے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کا ذکر کرنا یہ صاف واضح کر رہا ہے،

جیسا کہ آدم علیہ السلام کی ابوۃ موجود۔ لیکن خود ان کی ذات ابوۃ سے مبرا۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابوۃ تو موجود ۔لیکن ان کی خود ذات پدری نسب سے مبرا۔ اس لئے اب الاباء سے تشبیہ دی۔ اور فرمایا کہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ۔ تو اس تشبیہ نے قدرتِ الٰہیہ کو ثابت کر کے قدرتی عقیدہ کو باطل کر دیا جو تم خود سمجھتے ہو۔ اور یہی منشاء الٰہی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ۔

" مرزائی "۔ اچھا بھائی میری ایک اور عرض ہے ۔ جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ارشاد ہے۔ وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (مریم ع ۲)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تاکیدی حکم دیا ہے۔ کہ جب تک میں زندہ رہوں تو نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔

استدلال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زکوٰۃ دینا اس کی تمام زندگی بھر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ان کے پاس زکوٰۃ دینے کے لئے روپیہ بھی ہے ۔ اور وہ مستحقین زکوٰۃ بھی زندہ رہیں۔ پس وہ آسمان میں اگر زندہ فرض کئے جاویں تو وہاں روپیہ اور زکوٰۃ لینے والوں کا گروہ بھی ان کے ہمراہ ہونا ضروری ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ پ۳۱۲

محمد عمر "مرزائی صاحب کیسی کچی بات ہانکتے ہو۔ جتنا عرصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں رہے کیا

(۱)۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔

(۲)۔ اور کس جنس کی ادا کرتے رہے۔

(۳)۔ اور ان کا سلسلہ معاش کیا تھا جس سے انہوں نے زکوٰۃ ادا کی ہو۔

(۴)۔ اور کس کو دی آپ کے مستحقین کون تھے؟

(۵)۔ مالیت کتنی تھی؟

(۶)۔ زکوٰۃ کی مقدار کیا ادا کرتے رہے۔ خمس یا ربع یا ثلث؟

(۷)۔ خداوند کریم نے ان پر ہر جنس سے زکوٰۃ کی کیا مقدار مقرر فرمائی؟

یہ بات تو بڑی دور کی ہے۔ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی ثابت کر دو۔ کہ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کے قانون سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر زکوٰۃ فرض تھی۔ آپ کتنی مقدار کی زکوٰۃ اور کس جنس سے ادا فرماتے رہے۔ جب نہیں نہ یہ نہ وہ، تو کچھ کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے مالِ نصاب شرط ہے۔ جس کی تشریح موجود ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ

پ۳۱۲ کا جواب

جو ہم نے رزق دیا ہے۔ اس سے تم خرچ کرو۔ یعنی زکوٰۃ دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا مال جمع ہی نہیں ہونے دیا۔ جس کی زکوٰۃ ادا کرتے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مسیح اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنا تمام وقت سیاحی میں گزارتے۔ نہ کچھ مال جمع کیا نہ زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہوا۔ ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد پر زکوٰۃ فرض ہے۔ نماز، روزہ حج وغیرہ فریضہ ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت فرض ہوگی۔ جب مال نصاب شرعی کو پہنچے گا۔ اور نماز بھی ہر فرد پر فرض ہے۔ لیکن حائضہ و نفاس والی عورت پر ادا کرنی فرض نہیں۔ کیونکہ شرع نے اس حالت میں نماز معاف فرما دی۔ لیکن بعد از فراغت پھر ادا کرنی فرض ہوگی، ایسے ہی دیوانے کے واسطے نماز وغیرہ کا ادا کرنا بعد از ہوش فرض ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ فریضہ باشرائط ادا کئے جاتے ہیں۔ ان کی فرضیت نہیں ٹوٹتی۔ فرضیت باقی رہتی ہے۔ لیکن ان کا ادا کرنا بعد از وصول شرط ہے۔ نماز اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کے قانون وقت ہونے پر ادا کرنی فرض ہو جاتی ہے۔ لیکن حج کے موقعہ پر عرفات میں وقت مغرب موجود ہے۔ لیکن وہاں ادا نہیں کر سکتا۔ مزدلفہ میں پہنچ کر ادا کریگا۔ خواہ عشا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ایسے ہی روزہ ہر مومن پر فرض ہے۔ سوائے مرزائیوں کے۔ لیکن مومن مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کے قانون سے رمضان میں ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔ اور بعض سے مثلاً مریض و مسافر ہو۔ رمضان میں بھی نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مومن موجود رمضان شریف کا مہینہ موجود، کھانا موجود لیکن نہ ادا کرنے کی اجازت اس کے واسطے علیحدہ حکم فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ آ گیا کہ وہ دوسرے وقت میں رکھ لے۔ ایسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس چونکہ مال نصاب ہی موجود نہیں۔ اس واسطے زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض نہیں اور دوسری بات یہ ہے۔ زکوٰۃ دنیاوی زمین کے مال کی ہے۔ نہ کہ آسمانی مال کی۔ ایک اور عرض کرتا ہوں۔ بھلا یہ تو فرمائیے، کہ تم اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو ہر وقت ہر حالت میں ہر جگہ مراد لوگے اور اس کی دلیل مَا دُمْتُ حَيًّا لوگے تو تمہارے لئے مشکل بن جائیگی۔ کیا زکوٰۃ کے لئے مَا دُمْتُ حَيًّا ہے۔ ان کو سیاحی کا وقت، بول و براز کا وقت، کھانے پینے کا وقت کونسا میسر ہوتا تھا۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ نماز کے واسطے مَا دُمْتُ حَيًّا سے مراد یہ ہے کہ جب شرط نماز وقت ہوتا۔ آپ نماز گذارتے۔ اور ایک دفعہ گذارنے سے پھر تمام وقت میں نماز پڑھنے کی فرضیت نہ رہتی،

باقی تعین اوقات کی خبر تو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کے اندر وقت معلوم ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر سے پانچوں وقت اذان کی آواز سن کر یزید کے زمانہ میں صحابہؓ کرام نماز پڑھتے رہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وقت معلوم ہوتا ہے، باقی تعین جہت جیسا کہ مجاہد اور مسافر فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پر عمل کرتا ہے، وہی حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا، انبیاء کرام ہر وقت عالمین سے کسی عالم میں ہوں عبادت الٰہی سے فارغ نہیں رہتے، خداوند اُن کو عالمین میں ہی جزائے خیر عطا فرماتے ہیں، کیا تم دوسرے سچے انبیاء اللہ کو بھی اپنے مرزا صاحب پر قیاس کرتے ہو، پھر عرض یہ ہے کہ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنیکے ہیں، دنیاوی مال کو پاک کرنیکے واسطے خداوند کریم نے زکوٰۃ کو مقرر کیا ہوا ہے، کیا آسمان میں بھی ایسا مال ہے جسکی زکوٰۃ ضروری ہے یا خداوند کریم نے کہیں فرمایا ہو کہ سماوی مال کی بھی زکوٰۃ دیا کرو، یا کسی فرشتے نے کبھی زکوٰۃ دی ہو۔ کیسی سادی باتیں گھڑتے ہو۔ آسمان سے رب العزت مَنّ و سلویٰ نازل فرمائے۔ مائدہ اُتارا جو طاہر و مطہر تھا۔ ان کو نجس سمجھ کر ایمان خراب کرنا، یہ قدرتی حکمت و شریعت ہوگی، تو ثابت ہوا کہ آسمان میں محض ان کے لئے وصیت زکوٰۃ موجود۔ لیکن اس کی ادائیگی کی شرط مال نصاب موجود نہیں۔ لہذا وہاں ادا کرنی ہی فرض نہیں۔ چہ جائیکہ اس کے مستحقین کی تلاش سوچی جائے۔ میرے خیال میں آپ مرزا صاحب کو وہاں بھیجکر ہی کیوں نہیں پتہ منگا لیتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب دوبارہ دنیا میں تشریف لادیں گے۔ بیوی ہوگی۔ بچے ہونگے۔ تو کمائی کی ضرورت ہوگی۔ مال نصاب ہوگا تو اس پر زکوٰۃ کے ادا کرنے اور مستحقین کی تلاش کی بھی ضرورت پڑے گی۔ مرزائی بیچارے مسائل شرع کو کیا سمجھیں۔ جن کا دماغ بابائے قادیانی نے کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ بنا دیا ہو۔ دوست! ان من گھڑت باتوں سے وفات مسیح کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ خداوند کے ہاں ابتک قانون عیسوی ممتاز ہیں۔ جو دشمن کی عقل سے ماوراء ہیں۔ هٰذَا مِنْ عِنْدِیْ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔

"مرزائی" ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ (مریم ع ۲)۔ پ ۱۶

استدلال سلامتی کے یہ تینوں اوقات بعینہٖ اس صورت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے بھی آئے ہیں۔ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود نامسعود کے نرغے سے بچ کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔ تو اس سلامتی کا ذکر کہاں ہے۔ وہ تو زیادہ اظہار اطمینان کا موقعہ

تھا۔ ان مواقع مذکورہ میں تو سب انبیاء موردِ سلامتی بنے۔ میں آپ کے شریک ہیں۔ لیکن جن دو اہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصًا جبکہ یہ مسیح کا کلام ان کے اختیار سے نہیں۔ بلکہ وحی الٰہی کے ماتحت ہے۔

"محمد عمر" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بفرمان الٰہی انہی تین ایام کا ذکر فرمایا جن میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شان بھی موجود تھی۔ اوّل تو اس لئے کہ اس صعود کا ذکر کرنا یہ۔ ان کے لئے باقی انبیاء علیہم السلام سے فخر ظاہر ہوتا تھا۔ رب العزت نے جب خود ان کے رفع جسمانی کا ذکر خصوصًا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے فرما دیا۔ تو ان کو خود اپنی زبان سے ارشاد فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور دوسری وجہ یہ۔ کہ اگر قبل از رفع ہی اس سلامتی کے ایام کو گنتی میں ارشاد فرما دیتے۔ تو یہود پر خدائی حجت کیسے تام ہوتی۔ کہ تم نے میرے نبی کو صلیب پر لٹکانے کی کوشش کی۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں نازل کر کے تلوار سے تمہیں درست کراؤں گا۔ اور یہود کو بہانہ مل جاتا۔ کہ تمہارا تو پہلے ہی ارادہ آسمان پر جانے کا تھا۔ ہمیں صلیب کی ملامت کیسے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند نے آسمان پر بلا وجہ نہیں رکھا۔ بلکہ یہود کے صلیب پر لٹکانے کی وجہ سے ان کو آسمان پر اٹھا گیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تبلیغ میں کوئی جرم نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کفار کو یہ بھی ظاہر کرنا تھا۔ کہ یہ نہ سمجھنا کہ ہم زمین پر جس کو چاہیں زندہ رہنے دیں۔ اور جس کو چاہیں مار دیں۔ جو میرے مخلص بندے ہیں۔ مجھے یہ بھی طاقت ہے۔ کہ میں ان کو اپنی قدرت سے آسمان پر بھی جگہ دے سکتا ہوں۔ چاہوں تو ملائکہ سماوی کو زمین پر جگہ دوں، تو میرے سامنے عذر کرنے والا کوئی نہیں۔ اور جس کو چاہوں تو زمینی باشندے انسان کو معہ جسم آسمان پر جگہ دے دوں۔ مجھ پر کوئی معترض نہیں ہو سکتا۔ اور جو اعتراض کریگا وہ میرا منکر ہے۔ خواہ مرزائی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسکو کسی سے طمع نہیں ہے۔ اس سے ہر ایک کو طمع ہے۔ سوائے مرزائیوں کے۔ اگر چاہے۔ تو تمام زمین والوں کی مخالفت میں محفوظ رکھے۔ اور اعلائے کَلِمَۃُ اللّٰہ کرائے۔ اور یہ سب سے بڑی شان ہے۔ اور یہ شان اسی کو مل سکتی تھی۔ جس کو تمام جہان سپرد کرنے مقصود ہوں۔ اسی واسطے یہ شان رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا کی گئی۔ اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے کلام خداوندی سے ان سلامتی والے دنوں کو انہی مذکورہ تین ایام میں حصر کب ظاہر فرمایا۔ کہ تمہیں اعتراض کا موقعہ ملا۔ کہ تین دن سلامتی والوں کا ذکر فرمایا۔ ان دونوں ایام کا کیوں نہیں کیا۔ اگر نہیں کیا تو اس سے کب ثابت ہوا۔ کہ باقی جتنے ایام سلامتی کے تھے۔ ذکر کئے گئے اور ان دونوں کو چھوڑ گیا۔ کیا اس عبارت وَالسَّلَامُ عَلَیَّ الخ میں مَائِدَۃٌ کے دن کا کہاں ذکر ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی فرمایا۔ کہ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنْکَ۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام ایام سلامتی کا نہ ذکر کرنا۔ اس بات کی دلیل نہیں کہ اور کوئی دن سلامتی کا ان کے لئے ہے ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو ذکر ہوتا۔ یہ تمہارا قانون غلط ہے۔ جیسے مذہب جعلی ایسے ہی قانون جعلی۔ اگر ہے تو قرآن کی آیت یا حدیث پاک سے ثابت کرو۔ ایک بات اور عرض کر دوں کہ ان ایام ثلثہ کا ذکر محض ان کے تقرر اور جشن منانے کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے تو ہر وقت سلامتی ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر، زندہ ہو یا عالم ارواح میں۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ تو ثابت ہوا۔ کہ رسولوں کے واسطے تمام اوقات سلامتی کے ہیں جیسا کہ ڈی سی ہر وقت سرکاری ملازم ہے۔ گھر میں ہو یا بازار میں یا عدالت میں۔ ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کا ہر وقت سلامتی کا ہے۔ خواہ کوئی مقام ہو کوئی وقت ہو کوئی زمانہ ہو۔ کسی حالت میں ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ یعنی اپنی عمر کی سلامتی کا ابتدائی دن اور انتہائی دن کا اظہار بھی اس بات پر دال ہے کہ آپ کی تمام عمر سلامتی والی ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی بھی اس طور سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبِ رب ہے تمام مشرقوں کا اور تمام مغربوں کا۔ چونکہ ہر روز مطلع شمس بدلتا ہے۔ اسی واسطے مَشَارِقْ اور مَغَارِبْ لفظ جمع استعمال کیا گیا۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا۔ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ۔ رب ہے دو مشرقوں کا اور دو مغربوں کا۔ تو اس آیت کریمہ سے تمام مشارق اور مغارب کی نفی نہیں ہوئی۔ بلکہ تشبیہہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے۔ چونکہ مشرق اور مغرب کی ابتداء شمس جہاں سے ہو۔ اس سے ایک دقیقہ بھی سورج پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اور مغرب کی جہاں آخری انتہا ہے اس سے آگے سورج نہیں جا سکتا۔ تو سورج کی ابتداء و انتہا کے مطلعین کو بیان فرما کر اللہ رَبُّ الْعِزَّۃِ نے رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ فرمایا۔ جس میں تمام مشارق

اور مخاطب محیط ہو گئے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی تمام عمر کی سلامتی کو یوم ولادت اور یوم وصال کا ذکر کر کے محیط کر کے خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ کا ثبوت دیا۔ مرزائی سمجھ بیٹھے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بس دو دن ہی سلامتی والے تھے، باقی نہیں اور قیامت کو چونکہ ایک دن ہی محیط ہے۔ اس واسطے اس کی ابتداء اور انتہا کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا میں صرف لفظ یوم پر ہی اکتفا فرمایا۔ بھلا یہ تو فرمائیے۔ کہ ان دونوں انبیاء علیہما السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دو دن کی بھی سلامتی کو کہیں مذکور نہیں کیا۔ ان کی عمر کے یہ دو دن بھی انکے لئے سلامتی والے نہیں ہیں۔ کچھ سوچ کر تو سوال کیا کرو۔ تو ان دونوں نبیوں کا اپنے یوم ولادت اور یوم وصال کا بیان کرنا ثابت کرتا ہے کہ ان کی دوسرے انبیاء علیہم السلام سے کوئی خاص نوعیت کی زندگی ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب معراج کا واقعہ باقی انبیاء علیہم السلام سے نرالا تھا۔ یعنی جسمانی معراج تھا۔ اس واسطے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کا ذکر فرما کر اپنے خاص تعلق کلامی کو ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی کا ذکر کر کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی سیر کو بیان فرمایا۔ لیکن ان کی پوری تفصیل کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔ موجود ہے۔ ایسے ہی رب العزۃ نے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ بیان فرما کر مومنین کی تسلی فرمائی اور وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے منافقین اور کفار کو یقین دلایا۔ گو کفار اس پر اتنا سیدھا ایمان لے آئیں۔ لیکن منافق چونکہ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ کا مرتبہ رکھتا ہے۔ وہ کیسے تسلیم کر سکتا ہے۔ چنانچہ حیات عیسوی بھی انہی امتحان سے ہے۔

"مرزائی" :- ان آیات کی تو خوب تسلی ہو گئی۔ اب فرماؤ کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۔ (بنی اسرائیل ۱۱/۱۵)۔

کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نشانات طلب کئے۔ ان میں سے انہوں نے ایک یہ بھی نشان طلب کیا اور اس کو سب کے آخر میں بیان کیا اور اپنے ایمانی فیصلہ کو اس پر ٹھہرایا۔ کہ آپ آسمان پر جائیں اور وہاں سے کتاب لائیں۔ جس کو ہم پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں یہ حکم دیا،

کہ میرا رب پاک ہے۔ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ یعنی اللہ کی قدرت میں تو کسی قسم کا نقصان نہیں۔ لیکن رسول کو آسمان پر لیجانے کی سنۃ اللہ نہیں۔ اب جائے غور ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ تو آسمان پر چڑھ جائے اور کتاب لادے، تب ہم ایمان لادینگے۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر نہیں اٹھالیا۔ تاکہ سب کفار ایمان لے آتے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ایسا نہ ہوگا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تو ایک بشر رسول ہے۔ اور بشر رسول آسمان پر جایا نہیں کرتے۔

"محمد عمر"۔ سُبحَانَ اللّٰہ۔ واقعی یہ دماغ خداوند کریم نے تمہیں ہی نصیب فرمایا۔ کہ جس آیت کو پڑھو۔ مطلب خواہ کچھ ہو۔ تم آخیر اپنی طرف ہی لے جاؤ گے۔ یہی عادت تمہارے مرزا صاحب کی تھی۔ کہ جو شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالےٰ بیان فرمادیں۔ وہ مرزا صاحب فرمادیتے کہ یہ آیت میری شان میں نازل ہے۔ وہی طریقہ ان سے تم نے بھی سیکھا ہے۔ کہ بات کچھ ہو۔ تم نے اپنی بنالینی، خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارے اِس جال سے ہر مومن کو محفوظ رکھے۔ سنیئے فقیر تمہیں تمام آیت کا بیان کرکے پورا مطلب عرض کرتا ہے۔

بنی اسرائیل ۱۵/۱۰	وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سوال کئے، جن سے پہلا سوال یہ ہے۔ کہ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اور کفار نے کہا کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائینگے۔ آپ کے لئے حتی کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کردے۔ کیا یہ بڑی بات تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اور

موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا۔ تو ہم نے کہا، کہ اے موسیٰ اپنی لاٹھی پتھر پر مارئیے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری، تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اگر لاٹھی پتھر پر ماریں تو بارہ چشمے جاری ہو جائیں، کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو کفار کے مطالبے سے جاری نہ کر سکتے تھے۔ لیکن چشمے جاری نہ کرنے کی وجہ خاص تھی۔ کہ اگر میری طاقت سے چشمے جاری ہو گئے اور کفار ایمان نہ لائے تو یہ مستحق عذاب ہو جائیں گے۔ اور یہ میری ذات کے خلاف ہے۔ اس واسطے ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے خود اپنی عاجزی کا اقرار کر لیا۔ لیکن ان کو عذاب الہٰی سے بچا لیا۔ کیا زمین سے پانی جاری کرنا بھی طاقت نبوی سے بالا تھا۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ کہ ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہدیا۔ کیونکہ بشری طاقت سے بات باہر نہ تھی، ورنہ آپ کے معتقدین نے جب پانی طلب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا طلب اجازت خداوندی اپنے دستِ پاک سے چشمے جاری کر دیئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

مسلم شریف ۲/۲۴۶ — انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ كَفَّهُ فِيهِ فَجَعَلَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ جَمِيعُ أَصْحَابِهِ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانُوا يَا أَبَا حَمْزَةَ قَالَ كَانُوا زُهَاءَ الثَّلَاثِ مِائَةٍ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنا دستِ پاک رکھا۔ تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے شروع ہو گئے۔ تو آپ کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتنے تھے۔ آپ نے فرمایا تین سو تھے۔

مومنین تو آپ پر ایمان لانے والے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے واسطے پانی اپنے دستِ پاک سے جاری کر کے دکھا دیا اور کفار کو ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے ٹال دیا۔

اے مرزائی دوست! اس الجھن نے تو کفار کو ایمان سے بے نصیب رکھا۔ کہ انہوں نے ظاہر بشریت کو دیکھ کر انکار کیا اور طاقت نبوی کو نہ سمجھتے ہوئے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا سے اڑ بیٹھے۔ کیا جو شخص اپنے دستِ پاک

سے چشمے جاری کرسکتا ہے۔ اس کے لئے چشمے زمین سے جاری کرنا کونسی بعید از طاقت بات ہے۔

کیا نوح علیہ السلام کی دعا سے تمام زمین و آسمان نے چشمے نہ چھوڑ دیئے۔ جس سے نوح علیہ السلام کی کشتی سے نجات ہوئی۔ جس کا منظر رب العزۃ بیان فرماتے ہیں۔

ھود ۱۲/۱۴ — وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ اور وہ کشتی ان کو لے کر چلتی تھی پہاڑ جیسی کٹھا کٹھوں میں۔ ابھی تمہیں طاقت نبوی کے چشمے جاری کرنے کی خبر نہیں ہوئی۔ اب رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا زمانہ ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت سے جاری شدہ چشمے کا پانی مانگنے والو، خدا سے ڈرو۔ انبیا علیہم السلام کی طاقتوں کے اندازے لگانے کا زمانہ اب نہیں رہا۔ کیا مریم علیہا السلام کے حکم سے چشمہ جاری نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے والدہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے حکم کے ماتحت پانی رکھا ہے۔ جب چاہو زمین سے حکم کر کے پانی حاصل کر لو۔ کیا ایک ولیہ کے حکم کے ماتحت پانی نکل سکتا ہے۔ تو کیا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ چشمے جاری کرنے سے قاصر ہیں۔ کیا باقی انبیا علیہم السلام نے باوجود انسانیت کے چشمے جاری نہ فرمائے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا فرما کر کسر نفسی کا اظہار کفار کے فائدے کے لئے تھا۔ باقی رہا کفار کا دوسرا سوال جس کو کفار کی عقل نے تمہاری طرح طاقت بشری سمجھ کر دراء سمجھا وہ یہ ہے۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهَارَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ یا تمہارا باغ ہو کھجوروں اور انگور کا تو تو اُن کے درمیان نہریں جاری کرے اور ہر وقت پانی دیتی رہیں۔ تو اللہ رب العزۃ نے اس کا جواب دیا۔

فرقان ۱۸/۲ — تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔ بہت بابرکت وہ ذات ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے اعلیٰ باغ بنا دے جس میں ہر وقت نہریں چلتی رہیں۔ اور اگر چاہے تو آپ کے لئے کئی محلات بنا دے۔

کفار نے شانِ نبوت کو کھجوروں اور انگوروں کے باغات تک محدود سمجھا۔ تم اُنسے

بھی بڑھ گئے۔ تم نے ان باغات کی ملکیت بھی ورا ء الوراء بھی۔ لیکن اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ یہ باغات آپ کے رب کے نزدیک کیا شئی ہیں۔ میں آپ کے لئے ان طلب کردہ باغات سے بہتر باغات اور کوٹھیاں مہیا کردوں۔ لیکن آپ کے لئے ایسے باغات اور مملکت اس بنا پر تیار نہیں کئے جاتے کہ یہ عالم فانی ہے۔ بعد از وصال جناب اگر کوئی ان کو برائی سے مَس کرےگا تو خداوند رب العزت نے جب بیت ابراہیمی شہید کرنے والوں کو کعصف مأکول بنا دیا، بھلا ان باغات اور محلات شہید کرنے والے کو جو خداوند تعالےٰ کے امر کن سے آپ کے لئے تیار کئے گئے ہوں، کیوں نہ طبقۂ ارض سے کفار کا ستیاناس کرے گا۔ تو وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيْهِمْ کی وعدہ خلافی ہو جائے گی۔ تو بنا بریں هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا فرما کر اپنی عجز وانکساری کا اظہار فرما دیا۔ لیکن اپنی سلطنت میں کفار پر بھی عذاب الٰہی نازل ہونے دیا۔ نہ یہ کہ آپ کی طاقت سے بالا تھا۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔

باقی رہا کفار کا تیسرا سوال أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا۔ یا تو ہم پر اپنے گمان کے مطابق آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ اُن کے اس سوال سے معلوم ہؤا کہ وہ عذاب الٰہی سے آزمائش کے متمنی تھے۔ کیونکہ ہر شئے اپنے مقام اصلی کو مائل ہوتی ہے۔ کافر کا مقام بھی چونکہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا ہے۔ اس واسطے وہ اپنی زبان سے ہی عذاب الٰہی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے جواب دیا کہ تم سے پہلے بھی قوم شعیب علیہ السلام نے یہی سوال کیا تھا۔ تو اُن کو ایک بادل کا ٹکڑا بھیج کر تباہ کر دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّيْ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (شعراء ۱۹ / ۱۰)

(قوم شعیب علیہ السلام نے کہا) کہ اگر تو سچا ہے۔ تو تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا۔ تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم عمل کرتے ہو میرا رب خوب جانتا ہے۔ تو انہوں نے اُس کو جھٹلایا۔ تو اُن کو سائبان والے دن کے عذاب نے گرفتار کر لیا۔ بے شک وہ عذاب کا بڑا دن تھا۔

تو رب العزت نے فرمایا۔ کہ جب ہیں نے قوم شعیب علیہ السلام کی طرف بادل بھیجا۔ تو وہ سایہ سمجھ کر نیچے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہی ٹکڑا بادل کا گرا کر تباہ کر دیا۔ جب قوم شعیب علیہ السلام ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکی، تو تمہیں اگر برباد کیا جاوے گا۔ تو ہمارا کیا بگاڑ سکو گے۔ لیکن تمہارے باقی پھر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہو جائیں گے۔ اُن کے سوال کو کسی نے نہیں سُنا۔ ہمارے تباہ کرنے کو ہر کوئی الاپے گا۔ یہ نہیں کہ ہماری طاقت اب کمزور ہو گئی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو گرا سکتے ہیں۔ سنیئے۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

سبا ۲۲ ۲	وَاِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِہِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْہِمْ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (اور اگر ہم چاہیں۔ تو اُن کو زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان سے ٹکڑا گرا دیں۔ لیکن پھر بھی ان کے پچھلے بے ایمان نہ مانیں گے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ اس میں تو ہر رجوع کرنے والے بندے کے واسطے نشانی ہے۔

جب ان لوگوں کا خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہی نہیں، تو یہ لوگ آسمان سے ٹکڑا گرانے سے بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور دوسری صورت یہ ہے۔ کہ اگر ہم کسی کو تباہ نہ کریں، ویسے ہی آسمان سے ٹکڑا گرا دیں۔ تب بھی یہ بے ایمان مرزائیوں کی طرح بہانے تلاش کریں گے۔ مسلمان نہ ہوں گے۔ جیساکہ ارشاد ہے۔

طور ۲۷ ۲	وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ ۝ فَذَرْہُمْ حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَہُمُ الَّذِیْ فِیْہِ یُصْعَقُوْنَ ۝ (اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان سے ٹکڑا گرا ہوا تو وہ کہیں گے یہ تو بادل ہے، تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ دیئے حتیٰ کہ یہ اُس دن کی ملاقات کریں گے، جس میں یہ بیہوش کئے جاویں گے)۔

تو رب العزت نے اُن کے سوال کا آخری جواب دیا۔ کہ اگر ہم اُن پر ٹکڑا بغیر تباہ کرنے کے گرا دیں تو یہ بے ایمان اپنی من گھڑت تاویل کر کے گھنا بادل کہہ کر ٹال دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تباہ کرنے والا ٹکڑا گر نہیں سکتا۔ کیونکہ وعدہ خلافی ہوتی ہے۔ رب العزت کی طرف سے اِس بات کا حقیقی جواب دیا گیا۔ کہ ان کو قیامت کے دن پتہ چلے گا، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت میں کفار کو قیامت تک عذاب کرنے کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ جب رب العزت نے کفار کے سوال فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ کا جواب یہ دیا۔ کہ وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ یَقُوْلُوْا سَحَابٌ

تَرْقیٰ ۔ اب مرزائی کہیں کہ اگر آسمان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما کر ٹکڑا گروا دیتے ۔ تو کفار ایمان لے آتے ۔ اب خداوند تعالیٰ کی بات بھی سمجھیں جو اس نے حقیقتِ کفار ظاہر فرما دی یا مرزائی کی ۔ پھر اس بات کا خداوند کریم جواب دیویں ۔ فَذَرْهُمْ تو حضور آپ ان کو چھوڑ دیجئے ۔ یہ کہیں کہ عذاب ضرور چاہیئے کیا تم خدا کے شریک بنتے ہو ؟ اگر خداوند تعالیٰ مرزائیوں کے اشارے پر چلتا تو ضرور گراہی دیتا ۔ لیکن ان کی کون سُنے، مرزائی دوستو ! قرآن کریم پڑھو ۔ اور اپنے ایمان کو درست کر لو ۔

کفار کا چوتھا سوال ۔ اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا یا تو اللہ اور اس کے فرشتوں کو سامنے لے آئے ۔ یہ بھی ان کی کم علمی اور خداوند کریم سے استہزاء ہے ۔ کہ ہم تمہارا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا کہا نہیں مان سکتے ۔ خود اللہ یا اس کے فرشتے آکر کہیں ۔ تو یقین کرینگے ۔ بھلا ان کی کیا مجال کہ جلال الٰہی کو برداشت کر سکیں ۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تو پہاڑ کو تجلیِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ کر بیہوش ہو جائیں ۔ اور یہ خداوند کو اپنے پاس بُلوائیں ۔ قوم موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی سوال کیا تھا ۔ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً تو موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی اپنی قوم سے خدا کو دیکھنے والے چُنے ، تو ارشادِ الٰہی ہوا ۔ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ تو تمہیں کڑک نے پکڑ لیا ۔ جب تم ایک کڑک کو برداشت نہیں کر سکتے ۔ تو جلالِ الٰہی اور ملائکہ کو کیسے گوارہ کر سکو گے ۔

خداوند تعالیٰ ان کو خود یا ملائکہ کی زیارت سے مشرف کرواتا ۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان کا خاکستر ہونا یہ بھی مولائے ذوالجلال کو گوارہ نہ تھا ۔ اس واسطے ان کو اس کے جواب میں ان کے بھائیوں کی یاد تازہ کرانی ہی کافی سمجھی فرمایا ، فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ تمہارے ہی بھائی موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے اس سے بڑا بڑھ کر سوال کر چکے ہیں ۔ اور عملی جواب دیکھ چکے ہیں ۔ اب اسی جواب کو نئے سرے سے دُہرانا یہ خلاف قانون ہے ۔ اگر خداوند کریم یا ملائکہ کے انوار کو کفار کے ایمان لانے کے لئے اسے ظاہر کرنا مقصود ہوتا اور مرزائیوں کی خوشنودی منظور ہوتی ۔ تو ان کو جَلَّ وَعَلَا یہ جواب کبھی نہ دیتے ۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خود اس کی ذات یا ملائکہ کے آنے سے کفار کو مومن بنانا مقصود ہوتا تو رُسل کو رَبُّ العزت نہ مبعوث فرماتے اور جب رُسل کو بھیجکر صِرَاطِ مُسْتَقِیْم کی طرف بُلانا قانونِ الٰہی

مقرر ہو چکا تو خداوند اپنے قانون کو کفار کے لیے کیسے بدل دیتے اور اگر کوئی مرزائی کہے کہ خداوند خود نہ سہی کسی فرشتے کو ہی بھیج دیتے بھلا ان کی تسلی ہو جاتی اور وہ ایمان لے آتے۔ تو رب العزۃ نے اس کا جواب بھی دیا کہ اگر فرشتے رسل کی جگہ بھیجے جاتے تو انہوں نے ان کفار کو مہلت نہ دینی تھی۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ جواب دیا۔ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ جو نہ مانتا تو اس کا کام پورا کیا جاتا۔ اور ان کی اپیل بھی نامنظور ہوتی، پھر ان کے بہانے کوئی نہ سنتا۔ یہ میرا رحم ہے کہ میں نے اُن کے لئے رسل مبعوث فرمائے ہیں۔ فرشتے نہیں بھیجے۔ جیسا کہ شہر کا انتظام ہے۔ اگر فوج کے سپرد کیا جائے تو پھر وہ قانون کی خلاف ورزی برداشت نہیں کر سکتے۔ بلکہ جب کسی نے خلاف قانون کیا۔ فوراً گولی چلا دی۔ تو خدائی فوج کے سپرد نہ کرنا یہ ذوالجلال کی رحمت ہے۔ اور یہ رحم خداوندی بھی تعلقات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ہے ورنہ اگر تمہاری طرف نظر فرماوے تو تم تو بغیر عذاب الٰہی ماننے والے نہیں۔ حجتیں اور تاویلیں تلاش کر کے قرآن مجید کے معانی بدل کر اپنا مدعا پورا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی رب العزۃ نے ارشاد فرمایا ہے۔

انعام ۸/۱	وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ یہ تو صرف فرشتوں کی رسالت کے طلبگار ہیں۔ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں۔ اور ان کو مردے (قبروں

سے اُٹھ کر) کلام کریں اور ان کے آگے (ان کی مطلوبہ) ہر شے جمع کر دیں تو یہ ایسے نہیں، کہ ایمان لے آویں۔ (بے ایمان ہی رہیں گے)۔ سوائے مشیت الٰہی کے۔ اگر مشیت الٰہی ہو۔ تو پھر ان کو زبردستی مومن بنا دے۔ فرمایا۔ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور اگر اللہ چاہے۔ تو تمہیں ایک ہی گروہ بنا دے۔ لیکن چونکہ قانون شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقرر ہو چکا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں زبردستی نہیں فرمایا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ جو چاہے ایمان لائے۔ اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ الحاصل جب عالم الغیب نے ان پر فتویٰ لگا دیا۔ کہ یہ بے ایمان ہی رہیں گے۔ یہ ملائکہ کی رسالت سے بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ہم مرزائیوں کا کیسے

اعتبار کریں۔ کہ اگر فرشتے نازل ہو جاتے تو کفار مسلمان ہو جاتے۔ تو رب العزۃ نے ان کے سوال تاالملائکۃ قبیلاً کا جواب حشرنا علیھم کل شیئ سے پورا سطونک کر دیا۔

کفار کا پانچواں سوال۔ او یکون لک بیت من زخرف یا تیرا سونے کا مکان ہونا۔ اس کا ایک جواب تو گذر چکا۔ و یجعل لک قصورا۔ اور دوسرا جواب۔ کفار زخرف کے مکان کو معیار نبوت سمجھنے لگے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ زخرف ہی نازل فرما دی۔

زخرف ۲۵ / ۳ — ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سقفا من فضۃ ومعارج علیھا یظھرون ولبیوتھم ابوابا وسررا علیھا یتکئون وزخرفا وان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ او سونے کے خواہشمند۔ تم کہتے ہو۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے مکان ہوتے۔ (اگر تم سے یہ توقع نہ ہوتی، کہ کافر لوگ متفق ہو کر ایک ہو جائیں گے۔ (اور سمجھیں گے کہ ہم بچے ہیں) تو ہم رحمٰن کے منکروں کے واسطے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے۔ اور ان پر چڑھنے کی سیڑھیاں اور دروازے بھی چاندی کی بنا دیتے۔ اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ وہ بھی چاندی کے بنا دیتے اور یہ تمام چیزیں سونے کی بھی بنا سکتے ہیں۔ اور یہ تمام نہیں مگر دنیا کی زندگی کا نفع ہے اور آخرت آپ کے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

کیا تم نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سونے کے مکان کو سچائی کا معیار مقرر کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں تمہارے سونے چاندی کے مکانات بنا سکتا ہوں۔ اور جب تمہارے سونے چاندی کے مکانات بن جائیں۔ تو کیا تم نبی بن جاؤ گے۔ تمہارا یہ بھی معیار غلط ہے۔ اگر میں ان کے مکانات ایسے بنا دیتا۔ تو ان بے ایمانوں نے اٹھانا کھانا تھا۔ کہ ہم برحق ہیں۔ اس واسطے خدا نے ہمیں اتنا سونا چاندی فراخی سے دیا ہوا ہے۔ جیسا کہ اب مرزائی اسی آزمائش میں گرفتار ہیں۔ لیکن رب العزۃ نے فرمایا۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سونے چاندی کا حریص ثابت کرنا چاہتے ہو۔ یہ تمام سامان دنیا کی زندگی کا ہے یہ میرے پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ عظیم ہے

کو تمہارے اکسانے سے دنیا کے مال کی خواہش نہیں فرماتے۔ بلکہ سُبحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا فرما کر اپنی انکساری کر کے اسی حال میں اپنے رب کی تسبیح بیان فرما رہے ہیں۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا چاندی تو امتی ہیں۔ کوئی غوث ہے۔ کوئی قطب ہے۔ کوئی ابدال ہے۔ کوئی صدیق ہے۔ کوئی شہید ہے۔ یہ مال باقی رہنے۔ جس سے تم محروم ہو۔ وہ فانی ہے۔ جس کے تم طلبگار رہو۔ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے چاندی کی رغبت دلا کر دنیا کی طرف لیجائیں۔ نہیں نہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ وہ آپ کی ذات ہے۔ جو لوگوں کو زندگی بخشتے ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کرو۔ جب تمہیں بلائیں، واسطے اس کے کہ وہ زندگی بخشتے ہیں تم کو۔

باقی رہا کفار کا چھٹا سوال۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ۔ یہ کفار کا آخری سوال ہے۔ جب سمجھ لیا۔ کہ خداوند تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات میں کمزور ہونے دیتے ہی نہیں۔ سونے کا اعتراض کیا۔ تو بھی رب العزت نے منہ توڑ جواب دیا۔ کہ میں ان کفار کے مکانات بھی بنا سکتا ہوں۔ جب اپنے ہر سوال میں ناکام رہے۔ تو تنگ آ کر آخری سوال بیٹھ گیا۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ کفار کا آخری سوال جو انہوں نے سمجھا۔ کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا محال ہے۔ نہ یہ چڑھ سکیں گے اور پھر نہ ہم سے بات کہنے والے بنیں گے۔ اور مرزائی بھی باقی سوالات کو ممکن سمجھ کر خاموش رہا۔ لیکن اس سوال پر اس نے بھی اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ اس میں شمولیت فرمائی۔ کہ واقعی یہ کڑا سوال ہے۔ اور انسان سے ناممکن ہے۔ اور واقعی آسمان پر چڑھنے کی بشری طاقت کہاں اور اگر ہوتی تو هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کیوں جواب دیتے۔ یہ نہ سوچا کہ یہ سوال کفار نے تو معیار نبوت ٹھہرا کر کیا تھا۔ اگر ہم بھی یہی سوال پیش کریں گے تو ہمیں بھی مسلمان تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ کہ کر انہیں سے شمار کرینگے جیسا کہ مرزائیوں کے اعتراض سے صاف ظاہر ہے۔ لہٰذا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے

قائل تو بن پر کیسے ہی ہو گئے۔ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب چونکہ ایک ٹیلہ پر نہ چڑھ سکتے تھے۔ لہذا تمام انبیا علیہم السلام کی ایسی ہی طاقت ہوتی ہوگی، ورنہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی چڑھ سکتے تو هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کیوں فرماتے۔ اس اعتراض کو قائم رکھتے ہوئے اب بھی اگر جماعت مومنین میں کہلاؤ تو اس سے زیادہ دھوکہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کم از کم قرآن کریم ہی کچھ مطالعہ کر لیتے۔ تو شاید کہیں اس کا جواب مل جاتا لیکن یہ تو معترضین نبوت جماعت میں شمولیت پسند کرتے ہیں، نہیں عجیب تر یہ بات ہے اور اس کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں۔ سنیئے۔

حجر ۱۴ / ۱ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ اور اگر ہم ان پر آسمان سے دروازہ کھول دیں تو یہ کفار اس میں چڑھ جائیں۔ (تو پھر بھی یہ کفار) کہیں گے ہماری آنکھوں کو بے ہوش کیا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں جادو کیا گیا ہے) رب العزت نے کفار کے اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَاءِ کا جواب دیا۔ کہ یہ تو آسمان پر چڑھنے کو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بالا سمجھتے ہیں۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو وراء الوریٰ ہے میں ان تمام کیلئے اگر آسمانی دروازے کھول کر چاہوں تو ان کو بجسدہٖ چڑھا دوں۔ کوئی طاقت بشری کے خلاف نہیں۔ لیکن یہ بے ایمان پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اپنی جعلی تاویلوں سے بہانہ بنائیں گے۔ کہ ہمیں آسمان پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ یا تو بیہوش کیا گیا ہے۔ یا بذریعہ جادو کچھ مسحور کیا گیا ہے اور ان کی یہ حقیقت صحیح ہے۔ کہ یہ بے ایمان میرے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل نہ ہونگے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہی مرزائیوں والا اعتراض پہلے کفار بھی کر چکے ہیں اور طاقت بشری کو آسمان پر چڑھنا محال سمجھتے تھے۔ حالانکہ محال نہیں۔

مرزائیوں کا رفع سماوی کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق محال سمجھنا اور اسی بحث کو مقدم اور مرزائیت کا دارومدار اسی کو بنانا یہ: انھی کفار کے اسی اعتراض کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کو یہ علم تھا۔ کہ مرزائی رفع سماوی کو محالات سے تصور کرینگے۔ لہذا اسی مسئلہ کو رب العزت نے ایسا آسان فرما دیا۔ کہ میں کفار کو بھی آسمان پر چڑھا سکتا ہوں۔ لیکن یہ بے ایمان پھر بھی ایمان نہ لاویں گے۔

جیسا کہ آج کل مرزائی۔ آؤ مرزائیو! رفع سماوی عیسوی کو محال سمجھنے والو تائب ہو جاؤ اور طاقت الٰہی اور فرمان یکتائی اور احادیث مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ٹھکراؤ ورنہ بَلْ مُنکِرِیْنَ اَبْصَارِیْ نا ہو گے۔

اور جب کفار نے دیکھا۔ کہ رب العزۃ تو ہمیں بھی آسمان پر چڑھانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ تو بے ایمانوں نے پھر ایک اور قید بڑھا دی۔ جس سے خود نبوت کی خواہشمندی کا اظہار کیا۔ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ۔ ہم آپکے آسمان پر چڑھنے سے بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم پر تو کتاب نازل نہ کرے ہم خود اس کو پڑھیں۔ پھر ہم آپ کو سچا مانیں گے ورنہ نہیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ کفار کو بھی خداوند تعالےٰ کے فرمانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر تشریف لیجانے کا یقین ہو چکا تھا۔ لیکن انہوں نے ایسی کڑی قید لگائی، کہ آپ ہم پر کتاب نازل فرما دیں۔ تو کتاب انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم السلام پر نازل ہو سکتی ہے، دوسرے پر نہیں۔ اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ چونکہ بند ہو چکا تھا۔ تو خداوند کریم نے کفار کی تمام باتوں کا جواب دیا۔ کہ اُن کی مطلوبہ صورت کے مطابق تو ناممکن ہے اگر نبوت جاری ہوتی۔ تو رب العزۃ ان کی بات کو من و عن جواب دیتے۔ لیکن جو ممکن ہو سکتا تھا۔ پورا جواب دیا۔ کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کتاب تمہارے سامنے اتار دیں اور تم اپنے ہاتھوں سے اسے لیلو۔ لیکن پھر بھی یہ بے ایمان نہ مانیں گے۔ فرمایا۔

انعام ۷/۱ — وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ اور اگر ہم آپ پر چھٹی اتار دیں۔ کاغذ میں لکھی ہوئی تو یہ اپنے ہاتھ سے بھی اس کو لے لیں۔ تو پھر بھی یہ کفار کہیں گے کہ یہ سوا ظاہر جادو کے اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہیں۔ اس واسطے فرمایا۔ کہ ہم اگر آپ پر تحریر شدہ چھٹی نازل فرما دیں۔ اور یہ اپنے ہاتھوں سے لے لیں۔ تو بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ جب ایسی معجز کتاب جس کی مثل یہ نہیں لا سکے۔ آپ پر نازل شدہ ان کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ ایمان نہیں لاتے تو یہ اس صورت مجوزہ

سے بھی کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ اس واسطے ان کو اس کے متعلق بھی یہی جواب دیجیے۔ کہ ہَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ حالانکہ بشر کے بعد جو لفظ رسول ہے۔ اس سے ہی ان کا جواب ذی شعور کے واسطے کافی ہے۔ کیونکہ آسمانی کتاب کا لانا اور رسالت ان میں اتحاد ہے نہ کہ تغایر ذاتی۔ جو تم نے سمجھا ہے۔

تو تمہارا خیال کہ آسمان پر بشر کا جانا محال اور قدرت کے وراء ہے۔ یہ غلط ہے اور خداوند تعالےٰ نے کفار کو آسمان پر چڑھ جانے کی دعوت بھی دی۔ لیکن ایمان شرط رکھی۔ اگر وہ اپنے ایمان لانے کی شرط منظور کر لیتے تو کیا تمہارے خیال میں خداوند کریم اپنی شرط سے معاذ اللہ پھر جاتے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو، کہ یہ سُنَّۃ اللہ کیخلاف ہے۔ اگر سُنَّۃ اللہ کے خلاف ہوتا تو اللہ تعالےٰ کفار سے ایمان کی شرط لگا کر رَفع اِلَی السَّمَاء کی دعوت نہ دیتا۔ معلوم ہوا کہ آسمان پر انسان کا جانا سُنَّۃ اللہ ہے۔ لیکن ایمان شرط ہے۔

اب اے مرزائیو! تم کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ تم مومن نہیں سمجھتے۔ تب ہی تو ان کے رَفع الی السماء کے قائل نہیں ہوتے؟ یا تم خود ایماندار نہیں جس کی وجہ سے تم عیسیٰ علیہ السلام کے رَفع اِلَی السَّمَا کے قائل نہیں۔ ان دونوں امور سے ایک تو ضروری ہے۔ اب تمہارے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ یہ ہے پوری آیت اور کفار کے تمام اعتراضات اللہ جل شانہٗ نے جن کے جوابات منہ توڑ دیے۔ جن کی تحریف کر کے اور اغماض کر کے اپنے ایمان کا پول نکالا ہے۔ جو ہر اُولی الاَبصار اور ایماندار پر واضح ہو چکا ہے۔

اور اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماوی طاقت مطلوب ہو تو کیا تمہارے ایمان لانے کے واسطے چاند کا ٹکڑے ہو کر نیچے آ جانا اور پھر آسمان پر جا کر اکٹھے ہو جانا اور ان ٹکڑوں کے نشانات بھی بدستور رہوں تاکہ بے ایمان چاند کو دیکھ کر ہی طاقت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو جائے۔ لیکن جس کی قسمت اچھی ہو۔ اس کے واسطے ہی آپ کی نبوت کافی ہوتی ہے۔ کیا جس کی طاقت آسمانی چاند کو جس کا مقام زمین ہے ہی نہیں، زمین پر گرا دیں، یہ ہو سکتا ہے اور کیا زمین کے باشندے کا آسمان پر جانا محال؟ ذرا خدا سے ڈرو۔ مرزاجی کی قبر میں تم نے نہیں جانا اور نہ مرزاجی

نے تمہاری قبر میں کام آنا ہے۔ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمہارے کام آئیں گے۔
اگر ان پر پورا ایمان لے آؤ گے تو۔ آپ کے آسمان پر چڑھنے کا یقین تو کفار کو بھی تھا۔
جب ہی تو کہا وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے سے بھی ہرگز
ایمان نہ لاویں گے، حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ جتیٰ کہ تو ہم پر کتاب اتارے۔ ہم
خود اس کو پڑھیں، تو چونکہ وہ خواہشمند نبوت تھے۔ اجرائے نبوت کے بغیر وہ ایمان نہ لاتے
تھے۔ لہٰذا اُن کو ایسا ہی رب العزت نے جواب دیکر اُن کو بے ایمان ثابت کیا۔
اور اگر وہ اس میں اجرائے نبوت کے مستدعی نہ ہوتے۔ تو شاید اللہ تعالےٰ اُن
کے ایمان لانے کی کوئی صورت نکال دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ رب العزت کو بیخ
اُن کی اسی قید سے تھا۔ تو جواب دے دیا۔ کہ ان بے ایمانوں کے ہاتھوں آپ
اگر چھٹی بھی لاویں گے۔ تب بھی یہ بے ایمان باز نہ آویں گے۔ اب تمہارا کہنا۔ کہ
هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا سے کیوں ٹال دیا۔ اگر سنۃ اللہ آسمان پر جانے کی ہوتی
تو آپ آسمان پر ھر دران کے سامنے تشریف لے جاتے شاید وہ ایمان لے آتے
یہ تمہارا نفیا نہ غلطی ہے۔ مخلوق کے متعلق اپنے مرزائیت کے قیاس نے تم لگا سکتے ہو غواہ
غلط ہو یا صحیح۔ لیکن منشاء الٰہی میں تم کوئی دخل نہیں دے سکتے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام
آسمان پر تشریف لے گئے اور ان کو علم بھی تھا پھر وہ ان پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ اپنی
بے ایمانی میں وہ اتنا تجاوز کر گئے۔ کہ اس کو اُلٹا خدا کا بیٹا ہی کہنا شروع کر دیا۔ تو آپ
اگر آسمان پر ان کے کہنے سے تشریف لے جاتے تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ
وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہوتا۔ اور ان یہودیوں نے بھی یہی کہنا
تھا۔ کہ تمہاری شان اور شان عیسوی میں کیا فرق رہا۔ برابر ہی تو رہے۔ اسی واسطے هَلْ
كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہدیا۔ تو آپ کا یہ ارشاد بطور انکساری محض ان کی بے ایمانی
پر مہر لگانا تھا۔ ورنہ جب اللہ کریم عرش معلیٰ پر آپ کو بجسدہٖ دعوت دے چکے
تھے۔ اور براق کی سواری بھیج کر بلا چکے تھے۔ اور عرش پر آپ کا تشریف لے جانا یہ
بھی مرزائیوں کے لئے سوگ ہے۔ اور تعریف کرنے والے تو لیف ہی کر رہے ہیں چنانچہ
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر بطور محبت یاد آگیا۔

حبیب خدا اشرف انبیا ۔ کہ عرش مجید ش بود متکا

سواد جہاں گیر بکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق

توپھر آپ کو خود رب العزۃ کے دربار میں آسمان پر چڑھنے کی التجا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور جو قدرت رکھتے پھر انکساری کرے۔ انکساری تو اسے ہی کہتے ہیں۔ اور آپ نے اُن کو جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضور کی طرف سے عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے معلن نے ان کے اِس اِسْتِعْجَا پر اُن کو نگاہ نفرت سے دیکھتے ہوئے وَلَوْ فَتَحْنَا سے اپنی طاقت کا اظہار فرما کر تمہارے رَفْع اِلَی السَّمَاءِ کو خلاف سُنَّۃُ اللّٰہ کہنے کو باطل ثابت کر دیا۔

"مرزائی"۔ تم نے یہ کہدیا کہ یہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ کفار کا تھا۔ کیا یہ واقعی ہے۔ تو تم نے اپنی زبان سے کفر کا اقرار کرلیا۔

"محمد عمر"۔ دوست مرزائیوں کو بات اُلٹنے کا ڈھب خوب ہے۔ فقیر نے عرض کیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر تشریف لے جانا اتنا بدیہی ہے۔ کہ جس سے کفار بھی منکر نہیں۔ یہ عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام ناصری فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحیح حدیثوں میں مروی ہے۔ جو انشاء اللہ آگے آئے گا۔ اور صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کیا اُن پر بھی یہی فتویٰ لگاؤ گے۔ خدا سے ڈرو۔ تم بچے۔ باقی بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تا ہنوز تمام امت جھوٹے ہو گئے۔ اِس مسئلہ مسیح علیہ السلام کی سماوی زندگی کی صداقت تو ایسی بیّن ہے۔ کہ کفار بھی اس کا انکار نہیں کر سکے۔ جیسا کہ سورج اگر روشن ہو۔ تو اتنا بدیہی ہوتا ہے۔ کہ ہر منکر کافر بھی اس کے روشن ہونیکا اقراری ہوتا ہے اور اس وقت منکر کو لوگ بے ہوش یا پاگل کہتے ہیں۔ جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کفار بھی قائل تھے۔ ایمان لائیں یا نہ۔ تو ایسی بداہت کا اگر کوئی انکار کرے تو بدیہی امر کو کفار کے کہنے سے جھوٹا نہ کہا جائیگا۔ بلکہ منکر کو کفار سے بھی بدتر کہا جاوے گا۔ جیسا کہ توحید کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ۔ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے پوچھیے کہ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ تو وہ کفار بھی جلدی کہیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ تو کیا اس امر کا تم مرزائی اس قول کفار سے جو مطابق الغہ ہے۔ منکر ہو گے یا کفار کے اقرار سے تم حقیقت

کے منکر ہو جاؤ گے۔ کہ کفار نے چونکہ اس کی تصدیق کر دی ہے۔ لہٰذا ہم منکر ہیں۔ کیسی بھولی بھالی باتیں گھڑتے ہو۔ اللہ رب العزۃ نے ثابت کر دیا۔ کہ کفار تمام آسمانوں اور عرش عظیم کی ربوبیت کے قائل ہیں۔ تو جو اس کا منکر ہو گا تو وہ کفار سے بھی بدتر کہلائے گا نہ کہ کفار کی اصلیت کو ماننے سے عقیدہ کفار کہلاتا ہے۔ جیسا کہ تمہاری اُلٹی عقل نے تمہیں بہکایا ہؤا ہے اور جیسا کہ تم حیاتِ سماوی عیسٰی علیہ السلام کو اور معراج جسمانی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہو بیٹھے اور وہ راہ اختیار کی جس کے منکر آج تک کفار بھی نہ ہو سکے۔ فاتھم وتدبر۔

"مرزائی"۔ بھائی میری بچی توبہ۔ پھر میں انشاء اللہ کبھی زبان پر نہ لاؤنگا۔ کہ انسان کا زمین سے آسمان پر جانا سنۃ اللہ نہیں۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب خداوند کریم نے کفار کو آسمان پر لیجانے کا چیلنج دے دیا ہے۔ اور صرف ایمان شرط رکھتی تو میں اگر نہ تسلیم کروں تو معاذ اللہ زمرۂ کفار میں شامل ہو جاؤں گا۔ اب کچھ شکوک باقی ہیں۔ امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ بڑی متانت سے جواب دینگے۔ ؎۱۵

"محمد عمر"۔ ضرور ضرور سوال کیجئے۔ فقیر انشاء اللہ العزیز آپ کو قرآن کریم سے ہی تسلی کرے گا۔

"مرزائی"۔ ایک عجیب بات تمہارے کلام سے ثابت ہوئی۔ جو کہیں سے آجتک میرے سننے میں نہیں آئی۔ اور وہ یہ ہے کہ میں جو آیات مرزائیوں سے پڑھ چکا ہوں۔ ان سے وفاتِ مسیح ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن تم اسی آیت سے ہی حیاتِ مسیح ثابت کر دیتے ہو۔ کمال ہے۔ ایک اور آیت عرض کرتا ہوں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ٥ اور ہم نے تجھ سے پہلے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں۔ ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کس قدر غیرت سے فرمایا۔ اَفَائِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ٥ لیکن ایک تم ہو۔ عیسٰی علیہ السلام کو زندہ مانتے ہو۔ مگر اس سَيِّدُ الْمَعْصُومِينَ کو فوت شدہ مانتے ہو۔ استدلال صاف ہے۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جو اَنفع النّاس ہے۔ دنیا سے رحلت فرما جاوے اور جو پہلے کا ہو، وہ زندہ رہے۔ پس ثابت ہؤا۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ ؎۱۵

؎۱۵ کا جواب

"محمد عمر" - بھائی تمہاری پیش کردہ آیت نے تو خلود کی نفی فرمائی ہے۔ نہ یہ ثابت ہوا۔ کہ آپ کے پہلے جتنے ہیں۔ وہ تمام مر چکے ہیں۔ یہ تمہارا استنباط غلط ہے۔ اگر اس آیۃ سے یہی استنباط کرنا ہے۔ پھر تو بڑی جلدی تمہارا کذب ظاہر ہو گیا۔ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کئی صحابہ کرام جو آپ سے قبل کے ہیں۔ کیا ان کی پیدائش آپ سے پہلے نہیں۔ لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ کے مصداق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے اور بعد میں رہے۔ خلود ان کے لئے بھی نہ رہا۔ اور نہ ممکن تھا۔ حالانکہ تمہارے مجوزہ قانون کے مطابق جو تم نے گھڑا ہے۔ یہ چاہیئے تھا۔ کہ جو آپ سے پہلے تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ تو یہ آیت کیسے درست ہوئی ایسا نہ ہوا اور نہ ہو سکتا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تم نے آیت کے معنی غلط سمجھے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرزائیوں کی بدبختی کر چکے ہیں۔ اور وہی تمہارے بڑے بھائی ہیں۔ جن کے سوال کا جواب رب العزۃ نے فرمایا۔ ان کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمہاری نبوت کو کیسے تسلیم کر لیں۔ حالانکہ تم نے ابھی اپنی عمر پوری کر کے تشریف لے جانا ہے۔ اور ہمارا نبی آسمان پر زندہ ہے۔ اور روح اللہ ہے۔ ہم تمہاری نبوت کو کیسے تسلیم کر لیں۔ ہم تو زندہ نبی کو ماننے والے ہیں۔ تو اللہ تعالے نے ان کے جواب میں فرمایا وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ الۡخُلۡدَ اَفَاۡئِنۡ مِّتَّ فَہُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں بنائی۔ پس اگر آپ وصال کر جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ یعنی انہوں نے بھی جو آپ سے پہلے ہیں، نوت ہونا ہے۔ تو فَہُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ نے حیات مسیح کو ثابت کر دیا۔ کیونکہ ھُوَ کی ضمیر راجع ہے۔ مِنۡ قَبۡلِ کی طرف۔ اگر مِنۡ قبل موجود ہی نہیں۔ تو ضمیر کا مرجع ہی درست نہیں رہتا۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کا وصال ہو جائے تو کیا وہ (جو زندہ ہیں ابھی نوت نہیں ہوئے) ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ یعنی نہیں وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔ ان کو بھی اپنے وقت مقررہ پر ضرور موت ہوگی۔ خلد تو کسی کے واسطے بھی نہ رہا۔ تو برائی کی دلیل خلد کو بنانا یہ غلط ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے خلد کے ہم کب قائل ہیں۔ انہوں نے بھی آسمان سے زمین پر تشریف لا کر مرنا ہے۔ عزت خداوند کے قبضہ میں ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے رب العزۃ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور نذیراً للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

تو نہیں سر خم کر دینا چاہیئے۔ اور کسی دوسرے کی طرف رغبت نہ کرنی چاہیئے۔ خلود تو سوائے خداوند کے اور کسی کے لئے بھی نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و سلطنت جب سے شروع ہوئی، اس زمانہ سے لیکر قیامت تک بعد میں بھی اور جنت میں بھی مَادَامَتِ الْجَنَّۃُ رہے گی۔ باقی تمام کے لئے نہ ازلی حکومت اور نہ نبوت۔ اور خدا کی نہ ابتدا نہ انتہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتدا موجود ہے۔ جس وقت آیت نازل ہوئی۔ تو آپ بالفعل حیات تھے۔ لیکن بالقوۃ نہیں۔ اور آپ کی نبوت بالفعل اور بالقوۃ قائم۔ اسی مقصد کو دوسرے مقام پر رب العزۃ نے حل فرمایا۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ ہ اس وقت آپ میت نہ تھے۔ تو اللہ نے اس وقت فرمایا تو بالقوۃ ہی مُراد لیا۔ جو صاحب بصیرت پر واضح ہے۔

"مرزائی"۔ دیکھو اس آیت میں مذکور ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی میت ہیں۔ اور وہ بھی۔ تو اس سے بھی موت عیسوی ثابت ہوئی ہے۔

"محمد عمر"۔ دیکھو بھائی اگر یہی مطلب لوگے۔ تو حیات مسیح علیہ السلام عیاں ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر بھی مَیِّتٌ اسم فاعل کا صیغہ استعمال فرمایا۔ اور ان پر بھی اِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ کا ہی لفظ استعمال فرمایا۔ اگر آپ کو بھی جس وقت اِنَّکَ مَیِّتٌ فرمایا گیا آپ میت نہ تھے۔ تو حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت۔ کیونکہ نہ آپ اس وقت میت تھے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تسلیم کرو گے۔ تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیدگی بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ حالانکہ آپ اس وقت حیات تھے۔ تب ہی تو آپ پر آیت نازل ہو رہی ہے۔ اگر حیات نہ ہوتے۔ تو آیت کس پر نازل ہو رہی ہے۔ اور خطاب کس طرح صحیح ہوگا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ سے نہ آپ میت نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ آپ بھی بالقوۃ اور عیسیٰ علیہ السلام بھی بالقوۃ۔ اور رب العزۃ نے اِنَّکَ مَیِّتٌ کو مقدم رکھا اور اِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ کو مؤخر۔ تا کہ ثابت ہو جائے کہ آپ کا وصال ذاتی عیسیٰ علیہ السلام کے وصال ذاتی سے مقدم اور عیسیٰ علیہ السلام کا وصال آپ سے مؤخر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ اِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ کو مؤخر رکھنے کی۔ تم مرزائی بیچارے کیا سمجھو، قرآنی نکات کو۔ اس آیت سے آخری امر یہی ثابت ہوا۔ کہ خلود کسی کے لئے نہیں، جو اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے۔ نہ کہ وفات مسیح علیہ السلام، جو تم نے غلط بیانی سے

کام لیا ہے۔ حالانکہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں اس آیت کو کوئی تعلق نہیں۔

"مرزائی"۔ اچھا مولوی صاحب سورہ صف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ میرے بعد احمد آئیگا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو مِنْ بَعْدِیْ کا لفظ زبانِ عیسوی قرآن میں غلط ثابت ہوگا۔ حالانکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔ اگر وہ فوت نہ ہوگئے ہوں تو مِنْ بَعْدِیْ کیسے صحیح ہوگا۔ پ۲۸

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب تم ہوشیاری اور ہیرا پھیری سے وفاتِ مسیح ثابت کرنا چاہتے ہو۔ ایسے بھلا کب ہوسکتا ہے۔ مِنْ بَعْدِیْ کے معنی پیچھے کے ہیں۔ لیکن تم نے تدنی ایمان کے تقاضہ سے مِن بَعْدِ الْمَوْت کے کئے ہیں۔ حالانکہ من بعد کے ساتھ جبتک قرینہ غرق یا ہلاکت یا موت یا قتل وغیرہ نہ ہو۔ تب تک من بعد الموت مراد نہیں ہوسکتے۔ ورنہ قرآن کریم پر حملہ کرنا ہے۔ آئیے قرآن کریم سے تحقیق کرلیں۔ کہ صرف مِنْ بعد کا استعمال بغیر قرینہ موت وغیرہ کے کیسے ہوتا ہے۔ سنیئے:۔

۱۔ بقرہ ۱/۶ | وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر پکڑ لیا تم نے بچھڑے کو بعد اس (موسیٰ علیہ السلام) کے اب فرمائیے موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ تو ان کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اس آیت میں مِن بعدہٖ کی ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے جبل طور پر جانے کے بعد قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ اگر یہاں مِنْ بَعْدِهٖ سے مراد مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ لیا جاوے۔ تو دوسری مقام کی آیت معاذ اللہ غلط ہوگی۔ جیساکہ ارشادِ الٰہی ہے۔

۲۔ طٰہٰ ۱۶/۴ | قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۝ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے آپ کی قوم کو آزمایا۔ آپ کے (پہاڑ پر جانے کے بعد) اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف رجوع کیا غصہ اور افسوس کرتے ہوئے۔ ا ب

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ پر جانے کے بعد قوم کو سامری نے بچھڑا پرستی سے گمراہ کیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام چالیس دن پورا کرنے کے بعد پہاڑ سے جب واپس تشریف لائے تو بہت ناراض ہوئے۔ اور ان کے اس کفر پر افسوس بھی کیا۔

اب بتاؤ۔ یہاں تو معاملہ صاف ہو گیا۔ کہ من بعد بھی صحیح ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی موت بھی ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ من بعد ذھاب موسیٰ الی جبل طور ثابت ہو گیا۔ اور یہی تمہیں حیات عیسیٰ علیہ السلام میں اشکال تھا۔ جس من بعد سے تم موت عیسےٰ علیہ السلام ثابت کرتے تھے۔ اب وہی من بعد یہاں بھی موجود۔ اور اس وقت موت موسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔ لہٰذا وہاں یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ میں بھی آپ کی آمد من بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء ثابت ہو گیا اور سنیئے۔

۳۔ اعراف ۹/۱۸	وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔ اور پکڑا قوم موسیٰ علیہ السلام نے بعد اس (موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ طور پر جانے) کے ان کے زیور سے بچھڑا جس کا ڈھانچہ اور

آواز تھا۔

ان تین آیات سے صاف واضح ہو گیا کہ من بعد سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد مراد نہیں۔ اور اگر اس مقام پر من بعد سے موسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس دلیل سے حیات مسیح ثابت ہوئی۔ اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بلا تاویل و تحریف آیت فرقانی سے ثابت ہو گیا۔ اور حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کے باوجود بھی من بعد درست ثابت ہوا۔

جب ان تین آیات میں باوجود حیات موسیٰ علیہ السلام کے من بعد صحیح ہو رہا ہے اگر حیات موسیٰ علیہ السلام نہ تسلیم کی جائے تو قرآن کریم کا انکار لازم آتا ہے۔ ایسے ہی اگر یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ میں بھی اگر من بعد رفع سماوی عیسیٰ علیہ السلام کے آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح نہ مانا جائے تو قرآنی آیت کا انکار لازم آتا ہے جو حیات مسیح صراحۃً ثابت کر رہی ہیں۔ اور انکار قرآنی قرآن کریم کے مقابلہ میں اور

تاویل تدنی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۴)۔ نور ۱۸/۸ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَۃِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ ۔ اور جو لوگ تم سے بلوغت کو نہیں پہنچے۔ تین دفعہ اجازت لیں۔ نماز فجر سے پہلے۔ اور جب اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو۔ اور عشا کی نماز کے بعد تینوں اوقات تمہارے لئے پردے کے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اگر بعد صلوٰۃ عشا سے مراد عشا کی قضا مراد لو۔ تو پھر قبل صلوٰۃ الفجر معاذ اللہ غلط ثابت ہوگا۔ لہٰذا صلوٰۃ العشا سے مراد ادائیگی نماز کے بعد ہی ہوگی اور نماز ادا کرنے سے فوت نہیں ہوتی۔ بلکہ قائم ہوتی ہے۔ قبل از ادائے صلوٰۃ عدم صلوٰۃ موجود اور بعد از ادائے صلوٰۃ اثبات صلوٰۃ اور موجودیت صلوٰۃ متحقق۔

اس استدلال سے تو مرزائیت کی جڑ اکھڑ گئی۔ من بعد سے بجائے موت کے مراد لینے کے اثبات متحقق ہوگیا۔

اے فرقہ مرزائیہ! اب تو حیات مسیح علیہ السلام پر لَبَّیْکَ کہدو۔ اور من بعد سے من بعد الموت کی تاویل کرنے والو وفات مسیح علیہ السلام سے تائب ہو جاؤ۔ اور امید رکھتا ہوں کہ اگر تم نے قرآن پاک سمجھنے کی کوشش کی۔ تو انشاء اللہ العزیز حیات مسیح علیہ السلام کی سماوی زندگی کے قائل ہو کر اپنی عاقبت درست کرلوگے۔

(۵)۔ تحریم ۲۸/۱ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ ۔ اور اگر تم ایک دوسرے کی مدد کروگی اے ازواج مطہرات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اللہ تعالٰے وہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور اولیائے کرام اور فرشتے اس کے بعد یعنی ان کے غلبہ کے بعد پشتیبان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی بَعْدَ ذٰلِکَ ہے اور من بَعْدِ الْمَوْتِ نہیں۔ بلکہ بعد از غلبہ مراد ہے۔ اگر موت مراد لی جاوے۔ تو معنی عبارت کے بھی اور نشاء [illegible] ہی غلط ہو جائے گا۔

(۶)۔ قلم ۲۹/۱ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ۔ متکبر ہے (ولید بن مغیرہ) بعد اس کے

حرامزادہ ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں رب العزۃ نے ولید بن مغیرہ کی قباحتیں بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ متکبر بھی ہے۔ باوجود ان تمام ماقبل کی مذکورہ قباحتوں کے بعد از اں وہ حرامزادہ بھی ہے۔ تو یہاں بھی من بعد الموت مراد لی جائے۔ تو بعد ازمرگ حرامزادہ ثابت کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ کیونکہ رب العزۃ نے ولید بن مغیرہ کی صفاتی قباحتوں کو ذکر کرتے ہوئے اس حقیقی اور ذاتی عیب کو بھی ظاہر فرما کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ذلیل کیا ہے۔ جو من بَعْدِ الْمَوْت مراد لینے سے مقصد ربانی ہی فوت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قباحت زندگی سے ہی متعلق ہے۔ نہ پس ازمرگ۔ بولو مرزائیو! لَتَبِيْنَ اَمْنَا بِكَلَامِ اللهِ۔

۷۔ انبیا ۱۷/۵	وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی میں ضرور تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا۔ بعد اس کے کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔

اس آیۃ کریمہ میں بھی کفار کے پیٹھ پھیرنے کے بعد ثابت ہوا۔ اور بَعْدَ سے موت ثابت نہ ہوئی۔ یہاں اگر من بَعْدِ الْمَوْت مراد لیا جاوے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی گت بنانا فضول ثابت ہوگا۔ فتدبر و تفکر۔

(۸) لقمان ۲۱/۳	وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔ اور اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کے بعد ان کی سیاہی بن جادیں۔

خواہ ساتوں سمندر ہوں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزۃ نے فرمایا کہ اگر تمام درخت قلمیں بن جائیں۔ اور اس کے بعد سمندر سیاہی بن جائیں۔ تو اگر یہاں من بَعْدِهٖ سے مراد لو۔ کہ تمام قلموں کی فنا کے بعد سیاہی کا مطلب کیا ہوگا۔ تو من بعدہ کا مصداق غلط ہو جاوے گا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ کہ قلموں کی موجودگی میں سیاہی بھی موجود ادھر من بعد کا مطلب بھی صحیح۔

مرزائیو! آمین کہدو۔

۹۔ احزاب ۲۲/۴	وَلَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ

مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۔ اور دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ۔ بعد اس کے اور نہ یہ حلال ہے کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو بدلیں ۔ اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن بھلا معلوم ہو ۔ مگر جو لونڈی ہو ۔ (وہ آپ کے لئے حلال ہے) ۔

اس آیت کریمہ میں من بعد سے یہ مراد نہیں کہ ازواج مطہرات کی فوتیدگی کے بعد آپ کے لئے کوئی اور عورت حلال نہیں ۔ بلکہ ان کی موجودگی میں ہی ۔ اب کے بعد کوئی اور آزاد عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ۔

یہاں اگر ازواج مطہرات کی فوتیدگی کے بعد حکم امتناعی مراد لیا جاوے ۔ تو ارشاد الٰہی کی نافرمانی لازم آئے گی ۔

لہٰذا ثابت ہؤا کہ من بعد کے معنی بَعْدَ الْمَوْت لینا اصول خداوندی کے ہی خلاف ہے ۔

۱۰۔ جاثیہ ۲۵/۳ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ پس کون ہدایت کریگا ۔ اس (گمراہ) کو بعد اللہ کے (گمراہ کرنے کے) ۔

اے اُمّت قدنیہ کیوں؟ مِنْ بعد بغیر موت درست ہؤا یا نہ؟ انصاف کرو ۔ اور من بعد کو من بَعْدِ الْمَوْت پر بلا قرینہ موت وغیرہ حمل کرنا قرآن کریم کو بگاڑنا ہے ۔ اب یا تو من بعد کو یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی میں بھی من بعد موت عیسیٰ علیہ السلام مراد لینا چھوڑ دو ۔ اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ ۔ یا اس آیت میں بھی معاذ اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کی موت کے بعد ترجمہ کرو ۔

یہ ہے جناب تمہارے پاپائے قدنی کی قرآن دانی ۔ جس کو قرآن کے مقابلہ میں مقدم کئے بیٹھے ہو ۔

کہ ؤ باز آجاؤ! اور اپنے ایمان کو درست کرلو اور یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی کے صحیح معنی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانی رفع کے بعد آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرلو ۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

"مرزائی" ۔ آیات مذکورہ بالا سے تو خداوند کریم کے فضل سے پوری تسلی ہوگئی ۔ باقی عرض ہے ۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی لمبی عمر تسلیم کی جاوے ۔ تو بڑی خرابی لازم

آتی ہے۔ مکمل پاکٹ بک میں یہاں ایک سوال زائد ہے، جو صہ ۴۲۵ میں ملاحظہ ہو۔

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ وَمِنْکُمْ مَنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ نحل ع ۳۔

دوسری آیت۔ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ ج اع۔

بعض تم سے وہ ہے۔ جو وفات دیا جاتا ہے۔ اور بعض تم سے وہ ہے جو رذیل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ جنکی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ اب مولوی صاحب بتاؤ۔ کہ اتنی لمبی عمر مقرر کرکے تو آپ ان کو رذیل عمر سے موصوف کرنا چاہتے ہیں۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب پھر تم دھوکے سے باز نہیں آتے۔ یہ تو عوام الناس گنہگاروں اور کفار کی حالت کا ذکر ہے۔ انبیا کرام ہر بات میں عوام سے ممتاز ہوتے ہیں۔ بحسب ذات بھی اور عمر میں بھی۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کے متعلق رب العزت نے اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ فرمایا ہے۔ اللہ ہی چنتا ہے فرشتوں سے رسولوں کو اور انسانوں سے کیا چننے اور برگزیدہ کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ ان لوگوں کو بھی رذیل عمر عطا کرتا ہے۔ کیا انبیا علیہم السلام جن کی برگزیدگی خداوند کریم نے قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ ان کی عمر کو بھی تم رذالت سے تصور کرتے ہو کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو۔ پھر لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ کہ بڑھاپے میں وہ رذیل عمر والا بے علم ہو جاتا ہے۔ اس کو انبیا علیہم السلام پر چسپاں کرنا توہین نبوت ہے۔ شاید تم نے مرزا صاحب پر ہی انبیا علیہم السلام کو قیاس کر لیا ہو۔ کیونکہ وہ جیسے ضعف کی طرف گئے۔ علم مفقود ہوتا گیا۔ حالانکہ انبیاء عظام اس قانون سے ممتاز ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا پچھلا وقت پہلے سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ پنجابی مثال (ستر یا بہتر یا گیا) جو مشہور ہے۔ یہ حالت خداوند کے نافرمانوں کی ہے۔ مومنین کی نہیں۔ کیونکہ مومنین کے اعمال صالحہ کی کثرت اس کی درازی عمر سے انکی ترقی مراتب کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا نے واضح کر دیا ہے۔ اور مرزائیت کے اعتراض کے پرخچے

اُٹھا دیئے۔ اگر مومنین انبیا علیہم السلام کو بھی کفار کے ساتھ شامل کرو گے۔ تو بڑی مشکل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلے اکثر انبیا علیہم السلام بڑے بڑے معمّر ہوئے اور اطلیب العمر بھی ہوئے۔ ان کو ارذل عمر کہنا ایمان کے خلاف ہے۔ سنیے!

بدایہ والنہایہ 1/88 - حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۴۰ سال تھی۔
بدایہ والنہایہ 1/99 - حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر ۳۸۰ سال تھی۔
بدایہ والنہایہ 1/120 - حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۵۰ سال تھی۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ عنکبوت ۲
بدایہ والنہایہ 1/175، طبقات ابن سعد 1/9 — حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۲۰۰ سال تھی۔
بدایہ والنہایہ 1/192، طبقات ابن سعد 1/122 — حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳۷ سال تھی۔
بدایہ والنہایہ 1/197 - حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ۱۸۰ سال تھی۔
بدایہ والنہایہ 1/220 - حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

ثابت ہوا کہ بڑھاپے میں ارذل عمر ہونا اور بے علم ہونا یہ شانِ انبیا علیہم السلام نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ ربّ العزت کا ومنکم یعنی من تبعیضیہ کا ذکر ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بعض اغیار ارذل عمر ہیں۔ اپنے نہیں۔ جو انبیا علیہم السلام ہیں۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ جنات اور ملائکہ بھی بڑے بڑے معمّر ہیں۔ کیا اُن کو بھی ارذل عمر اور بے علم کہو گے۔

جناب مرزائیت کو ہٹا کر قرآن کریم کو پڑھا کرو۔ تو ربّ العزۃ ہدایت دینگے۔

"مرزائی"۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ۔ ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں۔ ہم اس کو خلقت میں اُلٹا تے ہیں۔ یعنی وہ جوانی کے بعد بڑھاپے سے ہوتا ہوا نادان بن جاتا ہے۔ کیا یہ قانون عیسیٰ علیہ السلام پر حاوی نہیں۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب تم نے جو آیت کریمہ پیش کی ہے۔ اس کا جو تم نے ترجمہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ یعنی لگا کر مطلب کو دوسری طرف کیوں لے جاتے ہو۔ جب تم نے خود آیت کا ترجمہ کیا۔ کہ ربّ العزۃ فرماتے ہیں۔ کہ ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں،

ہم اس کو خلقت میں الٹاتے ہیں۔ تو اس آیت سے تو تم خود جھوٹے ثابت ہوئے۔ کیونکہ تم پہلے کہہ چکے ہو۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی لمبی عمر تو سب انسانوں سے زیادہ عمر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمادی۔ جس کو تم بھی تسلیم کر چکے ہو۔ اور قانون الٰہی بھی تم نے خود بڑھ دیا۔ کہ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں۔ اس کو خلقت میں لوٹا دیتے ہیں۔ تو اس قانون سے تو عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا قانونِ الٰہی سے ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی لمبی عمر عطا فرمائی۔ تو اس کو نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ یعنی خلقت میں دوبارہ نہ لوٹاویں تو وعدہ الٰہیہ پورا نہ ہوگا۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا خلقت انسانی میں لوٹ آنا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ خلقتِ انسانی میں ہیں۔ اس لئے خلقت انسانی میں آپ کا دوبارہ تشریف لانا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا۔ باقی رہا تمہارا کہنا نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ سے مراد یعنی جوانی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کو چاہیئے تھا۔ کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کی بجائے نُنَكِّسْهُ فِي الشَّيْبَةِ فرماتے۔ کہ ہم بڑھاپے کی طرف لوٹاتے ہیں۔ خداوند عالم الغیب ہے۔ اس کو علم تھا۔ کہ مرزائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ کا انکار کرنا ہے۔ اس واسطے اس نے مرزائیوں کا ناک کاٹ کر رکھ دیا۔ فرمایا وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اور جس کو ہم عمر دراز دیتے ہیں، اس کو ہم خلقت میں الٹاتے ہیں۔ یعنی جس خلقت سے آتا ہے اسی خلقت میں دوبارہ لے جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے دونوں مسئلے حل ہوگئے رفع عیسیٰ علیہ السلام بھی اور نزول من السماء بھی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اصل حقیقی نسب چونکہ سماوی ہے۔ یعنی بغیر باپ کے محض عالم علوی کے دم سے قیام ہوا ہے۔ اس واسطے ان کا آسمان پر تشریف لے جانا بھی نُنَكِّسْهُ کی بنا پر ضروری تھا اور چونکہ ان کا مادری قیام شکم انسانی تھا۔ اس واسطے عیسیٰ علیہ السلام کو نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کے قانون سے پھر دوبارہ خلقت انسانی میں لوٹنا ضروری ہے۔ لہٰذا اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور نزول من السماء دونوں ثابت ہوگئے۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان دونوں حالتوں کو تسلیم نہ کرے وہ اس آیت اور قانون کا منکر ہے۔

مرزائی:۔ اچھا بھائی تم نے تو مجھے ہی خوب سر کے بل گرایا۔ یہ تو میری سمجھ میں خوب آگیا

لیکن یہ بتاؤ۔ کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً۔ اع (روم ۶)۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا۔ اور پھر کچھ عرصہ میں قوت عطا فرمائی۔ اور پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا۔

کیا عیسیٰ علیہ السلام اس بڑھاپے میں آکر بجائے خدمت خلق کے اپنی خدمت کرائیں گے

محمد عمر:۔ مرزائی صاحب کیسے سادہ لوح ہیں۔ جیسے کسی نے بہکا دیا۔ پھندے میں آگئے تمہیں تمہارے آقا نے جس کنوئیں میں گرایا۔ بغیر سوچے سمجھے گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خَلَقَکُمْ اس سے مخاطبین جن وانس ہیں۔ کیا ان کو بڑھاپا اتنا کمزور کر دیتا ہے۔ کہ وہ خدمت خلق کے قابل ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں۔ اور سنیئے۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تم نے دوسرے انسانوں جیسی سمجھی ہے۔ جب کی ان پیدائش ہی باقی انسانوں سے ممتاز ہے یعنی نطفہ رجلی سے نہیں۔ تو ان کا وجود ضُعْفًا وَّشَیْبَةً سے بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ اس کی تائید قرآن کریم نے بھی فرمائی ہے۔

بقرہ ۳/۳	وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو واضح دلائل اور طاقت دی ہم نے روح القدس کے ساتھ۔
مائدہ ۷/۱۵	اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جب طاقت دی ہم نے تجھ کو اے عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کے ساتھ۔ کلام کرتا تھا لوگوں سے بچپن میں اور بڑھاپے میں بھی۔

تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَہْدِ وَکَہْلًا

ان دونوں آیات میں رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت خصوصی کا ذکر فرمایا۔ کہ اے لوگو عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے لوگوں کی طرح کمزور نہ سمجھنا۔ بلکہ اس کو میں نے روح القدس سے طاقت دی۔ اور پھر دوسری آیت میں ان کی طاقت کی شان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ تم ان کی طاقت کو ممتاز کیوں نہیں سمجھتے۔ ان کی طاقت امتیازیہ کی طاقت کا اندازہ لگانا ہے۔ تو پہلے ان کی بچپن کی باتوں سے اندازہ لگا لو۔ کہ جب اصول الٰہیہ سے ہے۔ کہ بچہ بچپن میں بوجہ کمزوری کلام کی طاقت نہیں رکھتا۔ جیسے جیسے قویٰ میں طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ بچہ باتیں کرنے

شروع کر دیتا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت روح القدس سے ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔

پہلی طاقت یہ ہے کہ : : پیدا ہوتے ہی کلام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جب پیدا ہوتے ہی قوۃ غذائیہ کی طاقت کے بغیر طاقت روح القدس سے کلام کر رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ادھیڑ عمر میں بھی آپ کو روح القدس کی طاقت باقی رہے گی۔ جو دوسروں سے ممتاز ہوگی۔ اس لئے رب العزت بھی عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کو اپنا احسان جتائیں گے۔ کہ میں نے تمہیں روح القدس سے طاقت دی۔ جس کے سبب سے تم لوگوں سے بچپن اور ادھیڑ عمر میں یکساں کلام کرتے رہے۔ اگر ضعف پیری آپ کو لاحق ہوتا تو آپ کے کلام میں بھی ضعف آنا چاہئے تھا۔ کیونکہ ضعف پیری کے باعث ہر عضو کمزور ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے انسان بچہ ہوتا ہے۔ تو آواز باریک ہوتا ہے۔ جب گھنڈی پھوٹتی ہے۔ تو جوانی کا زوردار آواز انسان کی جوانی پر دال ہوتا ہے۔ جب بوڑھا ہوتا ہے۔ تو آواز بھی اعضا کی طرح لرزنا شروع ہو جاتا ہے۔ بوڑھے انسان کا کلام اس کے بڑھاپے کا ثبوت ہوتا ہے۔

دوسرا بینا انسان بوڑھے کو اس کے سفید بال اور کمزوری جسم سے اس کی کمزوری کا اندازہ بدیہی طور پر لگا لیتا ہے۔ لیکن نابینا انسان بوڑھے کے لرزیدہ آواز سے اُسکے بڑھاپے کا اندازہ لگا لیتا ہے۔ تو اللہ رب العزت نے ایسا جملہ ارشاد فرمایا جس سے بینا اور نابینا دونوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت روح القدس کا اندازہ ہو جائے۔ فرمایا وَ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا۔ اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں نے تجھے روح القدس سے ایسی طاقت بخشی۔ کہ تیرے اعضا پر تو کیا بڑھاپے کا اثر ہونا تھا۔ تیری آواز تک میں تو فرق نہ پڑا۔ جیسا کہ تو بچپن میں بڑوں سے بلا تحرک بات چیت کر لیتا تھا۔ بچپن کی وجہ سے تیرے کلام میں دوسروں کی طرح کمزوری نہ تھی۔ تو ادھیڑ عمر میں کیسے ہو سکتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مرزائی صاحب کی پیش کردہ آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مذکورہ بالا فرمان الٰہی سے ممتاز ہیں۔ اور ان کی طاقت کا ثبوت قرآن کریم نے واضح کر دیا ہے۔ اب اگر مرزائی انکار کرے تو منکرین کو سُننا فرض ہے۔ نہ سُنوانا۔

باقی رہا فرمانِ الٰہی - وَاٰیَدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ہم نے ایمانداروں کو طاقت دی۔ تو یہ طاقت وقتی ہے۔ آگے ذکر ہے عَلٰی عَدُوِّھِمْ اُن کے دشمنوں پر طاقت دی۔ یعنی دشمنوں پر غلبہ دیا۔ یہاں دشمن کے مقابلہ میں وقتی غلبے کا اظہار ہے۔ نہ کہ عمر کے کم وبیش ہونے کی طاقت مراد ہے۔ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق تو طاقت عمر عیسٰی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ یہاں رُوح القدس کی تائید کا ذکر نہیں۔ کیونکہ یہاں نطفہ انسانی سے متعلق ہیں۔ اور وہاں رُوح القدس اصلیت اور طاقت کا اظہار ہے۔ اور عمر مہد اور کہولت کا ذکر ہے۔ خداوند کریم تم کو ہدایت کی توفیق بخشے۔ اور اللہ تعالٰے نے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دئے ہیں۔ فرمایا:-

فاطر ۲۲ / ۲ — وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖۤ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ہ اور نہ زیادہ عمر دیا جاتا ہے۔ کوئی عمر رسیدہ اور نہ کم کیا جاتا ہے۔ اس کی عمر سے مگر یہ لوح محفوظ میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اے فرقہ مرزائیہ! سُن لو اللہ تعالٰے نے فرمادیا کہ میں جس کو جتنی عمر دیتا ہوں۔ وہ لوح محفوظ میں پہلے لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر کسی کی عمر کم کر دیتا ہوں۔ تو یہ بھی پہلے ہی درج ہوتا ہے۔ اور یہ عمر کا بڑھانا اور کم کرنا اللہ پر آسان ہے۔ کوئی مشکل امر نہیں۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ فَتَدَبَّرْ۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ۔

"مرزائی" : اللہ تعالٰے فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (فرقان ع ۲)۔ ترجمہ:- ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجے۔ مگر وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰے نے مِنْ قَبْلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب رسولوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا۔ منجملہ ان میں سے ایک حضرت عیسٰی بھی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ آپ بھی اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔

"محمد عمر" : مرزائی صاحب قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق بدلانا اچھا نہیں۔ لیکن

نہیں کیا۔ جب در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کو قبول کر لیا۔ تو اب ڈر کس بات کا جو چاہے کرو۔ تمہارے کفارہ مرزا صاحب ہو چکے ہیں۔ ڈگرو۔ جنہاندے ٹپنے چیلے جان شڑپ (پنجابی مثال مشہور ہے۔ مرزا صاحب نے جب قرآن کریم کی تحریف سے کمر نہیں اُٹھا رکھی۔ تو تم بھلا کب فرق رکھتے ہو۔ جب اسلام کی لڑی ٹوٹ جائے۔ تو اس فرقہ کا کوئی دانہ بھی بکھرنے سے رُکتا نہیں۔ خداوند آپ کو نیک ہدایت کی توفیق بخشے۔ بھلا یہ تو بتائیے۔ کہ کجا حیات مسیح کا مسئلہ اور کجا انبیا علیہم السلام کے کھانے کا مسئلہ۔ اس آیتِ کریمہ میں تو اللہ رب العزت نے تمام انبیا علیہم السلام کے کھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ وہ تمام کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں بھی پھرا کرتے تھے۔ یعنی وہ ان لوازمات انسانی سے مبرا نہ تھے۔ تو انبیا علیہم السلام کی ذاتیات کے لوازمات کا ذکر ہے۔ نہ موت کا۔ اور اس آیت کریمہ میں ان کی ذات سے الوہیت کے خلاف ثابت کرنا ہے۔ اور اگر یہ کہو گے کہ تمام مرسلین کھا چکے اور چل چکے۔ تو پہلی بات تو تمہاری زبان سے کذب مرزا صاحب کی پختہ دلیل بن گئی۔ کہ جب تمام رسل کھاتے تھے اور چلتے تھے۔ تو تمہارے مرزا صاحب کا دعوای صراحۃً تمہارے فتوے کی رُو سے باطل ثابت ہؤا۔ مرزائیت کا تو خاتمہ ہو گیا۔ جن کا پیشوا کاذب ان کے چیلوں کا کیا اعتبار۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کھانا کھانے کی شرط اور بازار میں چلنے کو اکٹھا بیان فرمایا۔ کہ کھانا ارضی انسان کے تب لوازمات سے ہو سکتا ہے، جب زمین کے بازاروں وغیرہ کی قوت مشی رکھتا ہو۔ جب زمین پر رہے نہیں۔ زمین کے نیچے چلا جاوے۔ تب غذا بھی بدل گئی۔ جب آیۃ کریمہ سے مَشی فِی الاَسوَاق سے رفع اِلیَ السَّماء قرآن مجید سے ثابت ہو گیا۔ تو غذا ارضی بھی ساتھ ہی مفقود۔ جب تشریف لا دیں گے۔ تب زمین کا کھانا کھا دیں گے۔

مرزائی صاحب! ایسی من گھڑت باتوں سے قرآنی آیات کو ہیرا پھیری کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ فقیر نے قبل ازیں تمہاری پیش کردہ آیات کے ساتھ ساتھ دیگر دلائل مفصلہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر دیا۔ اب علیحدہ مجملاً عرض کرتا ہوں، سنیئے:-

دلائل حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

دلیل (۱)۔ آل عمران ۳/۵ | وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَ

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور جب فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے عیسٰی (علیہ السلام) بے شک میں پورا اجر دینے والا ہوں۔ اور تمہیں اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں۔ اور کفار سے تمہیں پاک کرنیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو قیامت تک کفار پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم تمام کا مرجع میری طرف ہوگا۔ میں فیصلہ کرونگا تمہارے درمیان (جہاں سیح میں) جو تم اختلاف کرتے ہو۔ پھر جن لوگوں نے کفر کیا تو عذاب کرونگا میں دنیا میں اور آخرت میں سخت عذاب۔ اور نہیں ہے انکا کوئی مددگار۔ اور لیکن جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل صالح کئے تو اللہ ان کا اجر انہیں پورا دیگا۔ اور اللہ تعالےٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ سے رب العزة نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سات احکام جاری کرکے خطاب فرمایا جن سے تین امورات سے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ذات کے متعلق انعامات الٰہیہ تھے۔ اور چار امورات جو ان کی کامیابی کا نتیجہ مرتب ہونا تھا۔ ان کا ذکر فرمایا۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی امتیازی پیدائش کے علاوہ اُن کی زندگی بھی ممتاز بنا دی۔ کیونکہ وہ اپنی عبودیت سے نجات نہیں ہوئے۔ اور بوقتِ مصیبت خاص اپنے معبود حقیقی سے ملتجی ہوتے ہیں۔ تو رب العزة نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بوقت نجات از دشمنان اپنے انعامات کی شرح فرماتے ہیں۔ فرمایا:۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى

جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے عیسٰی علیہ السلام

(۱)۔ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ۔ تم ان کے مصائب سے خائف نہ ہوئے اور مجھ سے فریاد کی تو بے شک میں (تیرے اس صبر کا) پورا اجر دینے والا ہوں اور تیری اس نیکی کو دنیا میں بھی ضائع نہ کرونگا۔ کیونکہ قانون ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فریاد کو قبول فرماتے ہوئے ان پر جو انعامات بیان کرنے مقصود تھے بوقت فریاد اپنے پہلے انعام کا ذکر فرمایا۔ اور یہ پہلی دلیل ہے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی۔ کیونکہ اگر ان کو مردہ کر کے اجر کا ذکر کیا جاوے۔ تو معاذ اللہ خداوند کریم پر اعتراض لازم آئے گا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو مبشر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب وہ بوقت مصیبت پکارتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ ان کی نہیں سنتے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تجھے مار کر اجر دونگا۔ کتنی بُری بات ثابت ہوگی۔ معاذ اللہ ثُمَّ مَعَاذَ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں۔ (تم فکر مت کرو) تو سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ یا اللہ تو کیسے اجر دیگا۔ اسی زندگی میں یا مار کر تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور کیا اور فرمایا۔

(۲)۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (مار کر نہیں بلکہ) نہیں اپنی طرف (آسمان کی طرف) اٹھانے والا ہوں۔ اس آیت کریمہ میں خطاب ہو رہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو کہ میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔ جب خطاب الٰہی عیسیٰ علیہ السلام روح مع جسم کو ہو رہا ہے۔ تو رفع روح مع جسم کا ہی تسلیم کیا جاوے گا۔ ورنہ خطاب خداوندی معاذ اللہ غلط ثابت ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس مقام پر کفار کے ہاتھوں بریت مقصود ہے۔ نہ موت۔ اگر موت ہی مقصود تھا۔ تو موت کے گھاٹ تو پہلے ہی کفار اتار رہے ہیں۔ ان کو فریاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور ان کی بات کونسی قبول ہوئی
تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ رفع کا مفعول درجہ یا مقام مذکور نہیں۔ بلکہ ذات عیسیٰ علیہ السلام روح مع جسم کے ہی مفعول بنایا جا رہا ہے۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے۔ کہ رب العزت نے اور کسی نبی کی وفات پر رافع کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ لہٰذا رافعك الیّ سے مراد رفع الی السماء ہی ہو سکتا ہے۔ رب العزۃ کی ذات ہر شئے کو محیط ہے۔ لیکن رفع کا استعمال منسوخ بلندی پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور بلند آسمان ہی ہے جہاں قیام محال لہٰذا آسمان پر ہی رفع ہو سکتا ہے۔ اگر نیچے کو قبر میں ہوتا تو لفظ ھبوط کا استعمال ہوتا۔ اور اسوقت جھگڑا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات کا ہے۔ یہود مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ نے چھڑا لینے کا وعدہ کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندگی کے طلب گار

تھے۔ اور زندگی کا ہی سوال کیا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی اور ان کی دعا کی اجابت تب ہی درست ہو سکتی ہے۔ جب روح مع جسم کو یہود کے مظالم سے بچایا جاتا اور اگر معاذ اللہ عیسٰی علیہ السلام اپنی موت سے مرتے تو کیا یہود و نصارٰی جوان کے مجسمے بنا کر ان کو معبود گردانتے ہوئے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ ان کی قبر کو نہ پوجنے لگ جاتے اور خبر نہیں کیا کیا سونے اور چاندی اور زمرد و یاقوت جواہرات سے کیوں نہ سجاتے۔ اور یہود کی ناکامی بھی تب ہی ہو سکتی تھی۔ جب عیسٰی علیہ السلام کو روح مع جسم ہی ربّ العزت اٹھا لیتے۔ اور اگر زمین میں چھپا لیتے تو یہ بھی شانِ نبوی کے خلاف تھا کیونکہ یہ سزا اور عذاب اللہ تعالےٰ نے قارون کو دیا ہوا ہے۔ جو قیامت تک زمین بھی دھنسا چلا جائے گا۔ تو بجائے فریادرسی کے اُلٹا عذابِ الٰہی ثابت ہوتا اور اگر پہاڑ میں چھپا لیتے تو یہ درجہ تو ربّ العزۃ نے اصحاب کہف کو عطا کیا ہوا ہے تو وہ ولی اور نبی کے پناہ دینے میں کوئی امتیازی صورت نہ رہ جاتی اور اگر زمین پر ہی ان کی نظروں سے اوجھل کر لیتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت محال تھی۔ تو ربّ العزۃ جل وعلا نے ان تمام حکمتوں کی بنا پر عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر پناہ دینا مناسب سمجھا۔ تو فرمایا کہ اے عیسٰی (علیہ السلام) گھبراؤ مت۔ اور اپنی زندگی سے ناامید نہ ہو۔ میں تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا۔ ان یہود کی کیا طاقت ہے کہ تجھے قابو کر سکیں۔ تو میرا فرمانبردار بندہ نبی سائل۔ تو میں جو نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ ہوں۔ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میری شان ہے۔ میں تیری دعا کو ایسا قبول کروں گا اور ایسی جگہ عطا کرونگا۔ جو اور کسی کو عطا نہ کی ہو گی۔ فرمایا رَافِعُكَ اِلَیَّ۔

"مرزائی"۔ تم نے تو مولوی صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عیسٰی علیہ السلام کو بڑھا دیا۔ کیا غضب کر رہے ہو۔ کچھ تو سوچو۔

"محمد عمر"۔ نہیں بھائی تمہاری عقل میں فرق ہے۔ کیا سلیمان علیہ السلام نے خداوند کریم سے دُعا نہیں فرمائی۔

ص ۲۳/۲ | وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا يَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ۔ فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِهٖ کیا موسٰی علیہ السلام نے جو دعا فرمائی

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هَارُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْهُ فِیْ اَمْرِیْ ...... قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یَامُوْسٰی۔ تو رب العزۃ کی طرف سے جواب ملا۔ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ علیہ السلام تیرا سوال قبول کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادتی تب تھی۔ کہ آپ نے رفع سماوی طلب کی ہو۔ یا زیادتی عمر طلب فرمائی ہو۔ اور رب العزۃ نے قبول نہ فرمایا ہو۔ تب زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی کی دعا فرمائی۔ درازئ عمر کی التجا نہیں کی۔ دنیا و عقبیٰ کیلئے دعا فرمائی۔ تو یہ کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۵ اے اللہ میرے علم کو زیادہ کر۔ سو دعا قبول ہوئی اور حکم ہوا۔ کہ تجھے اس مقام پر علم سکھاؤں گا۔ جہاں ملائکہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور وہاں کا واقع فرمایا۔ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دعا سکھائی۔ اور دعا قبول فرمائی۔ جو اور کسی کو وہ حاصل نہیں۔ اور نہ کسی کے دماغ میں یہ خبر آئی۔ تو ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی کی التجا فرمائی۔ تو مولائے ذوالجلال نے زندگی کو بحال رکھنے کیلئے نرالا انعام عطا فرمایا اور مُتَوَفِّیْکَ کی تفصیل دوسرے انعام وَرَافِعُکَ سے فرمائی تو یہ دوسرا انعام عیسیٰ علیہ السلام کی رفع سماوی کی دلیل ہے۔ جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جس کے تم مرزائیہ منکر ہو۔ اور ہیرا پھیری سے معنی الٹتے ہو۔ اب اگر رَفَعَ اِلَی السَّمَاءِ نہ ہوتا۔ بلکہ اپنی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرتے۔ تو معاذ اللہ یہود نبی اللہ کی تطہیر جسمانی جانتے نہ تھے۔ حلال و حرام سے بے خبر تھے۔ تو آپ کی جسمانی حالت کو خراب کر دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رَافِعُکَ اِلَیَّ کے تشریح فرمادی، جو عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے تیسری دلیل ہے۔ فرمایا۔

(۳)۔ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا میں تمہیں کفار سے پاک کرنے والا ہوں۔ اس میں رب العزۃ نے وَمُطَهِّرُکَ میں کَ خطاب کا ذکر کر کے مرزائیت کے عقیدہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔ کہ میں تمہیں روح مع جسم کو کفار سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور تطہیر ذاتی کا موجود فی الخارج ہونا۔ تب ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ جب روح مع الجسم ہی اٹھا کر کفار کے جال سے خداوند محفوظ رکھیں۔ ورنہ تطہیر مطلق کے وعدہ سے تطہیر کلی

کا مضمون صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور کفار سے تطہیر کو مقید کرنا یہ ثابت کرتا ہے ۔ کہ محض روحانی تطہیر مراد نہیں ۔ کیونکہ رب العزۃ نبوت بعد میں عطا فرماتے ہیں ۔ تطہیر پہلے کرتے ہیں ۔ کیونکہ انبیاکرام کی ذات مطہرہ ہوتی ہے ۔ اس میں شک ہی نہیں ۔ تو مطہرک کے ساتھ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا ذکر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کفار سے نجات کلی روح مع الجسم کیلئے پکا ثبوت ہے ۔ ورنہ تطہیر من الکفار کی تکذیب ہوگی اور عیسٰی علیہ السلام کی وفات سے عیسٰی علیہ السلام کی مطلوبہ دعا بپایۂ تکمیل تک نہ ثابت ہو سکے گی ، یہ آیت کریمہ حیات مسیح علیہ السلام کی تیسری دلیل ہے ۔ جو کفار سے اللہ کریم نے پاک کر کے آسمان پر جگہ عطا فرمائی ہے ۔

(۴)۔ رب العزۃ نے جب حیوۃ عیسٰی علیہ السلام سے جو مراتب متعلق تھے ۔ ارشاد فرما دئے ۔ تو ان عطا کردہ مراتب سے جو نتیجہ مرتب ہونا تھا ۔ ذکر فرمایا کہ یہ لوگ تو تمہارے جانی دشمن ہیں ۔ تو بعد از نزول من السماء جو شخص تمہاری کمان میں اتباع کریگا ۔ ان کے لئے بھی میرا انعام خاص ہوگا ۔ فرمایا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ اور جو لوگ تیرے متبع ہونگے ۔ ان کو قیامت تک کفار پر فوقیت دینے والا ہوں ۔

اور یہ انعام حضرت عیسٰی علیہ السلام کی امت کو کیوں نہ نصیب ہوا ؟ چونکہ اُن کی امت نے ان کو ذلت کی موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی جو کہ سخت مجرموں کو سزا کے طور پر دی جاتی ہے ۔ اور اگر بقول مرزائیہ ان کو ہی غلبہ ہوتا تو معاذاللہ خداوند کریم پر بے انصافی کا دھبہ آتا ۔ کہ ان پر لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۔ اور صلیب عیسوی کے باعث سے فتوائے کفر چسپاں فرمایا ۔ اور پھر خداوند ان کو بقول مرزائیہ قیامت تک سلطنت عطا فرمائے ۔ سبحان اللہ یہ ہے ۔ فرقہ مرزائیہ کے نزدیک سلطنت جس کا مداح آج مرزائی ہے ۔ اور کہہ رہا ہے کہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ سے مراد گورنمنٹ برطانیہ ہے ۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے مدعیان عیسویت پر فتوائے کفر ثبت فرمایا ہے ۔ اور متبعین وہ کہلا سکتے ہیں ۔ جو ان کو ابن اللہ نہ کہیں ۔ بلکہ نبی اللہ ہونے کا عقیدہ رکھیں اور ان کے نبی اللہ ہونے کا عقیدہ سوائے امت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں رکھتا ۔ تو خداوند کریم کا فرمانا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ

فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ہ و امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا اِتَّبَعُوْکَ فرمانا کہ جو تیری اتباع کریگا یعنی تیری کمان میں تیرا کہا مانے گا اور وہ مسیحی یا امتی نہ ہوگا۔ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت ہوگی۔ لیکن کمان عیسیٰ علیہ السلام میں مؤمنین کا غلبہ تمام کفار پر ہو گا۔ اب خداوند کریم نے ان وعدوں کو کیسے پورا فرمانا ہے۔ اور متبعین عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت دنیا میں کہیں وجود ہی نہیں۔ اگر ہے تو فرقہ مرزائیہ ثابت کریں۔ امت عیسوی تو اس وقت ختم ہے۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ اب اس قوم کو جو رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رحمت سے تائب و رَجُوْعِ اِلَی اللّٰہِ نہ ہوئے اور کفر پر مصر ہے۔ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تلوار امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انکو درست کرے گی۔

اب اے فرقہ مرزائیہ فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام مبشر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب ان کی رسالت کے بعد زمانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور رسالت اور سلطنت بھی آپ کی ہی ہے۔ اور حکم زبردست جاری ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی خداوند کریم کا وعدہ ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

اب اے مرزائیو! ان دونوں وعدوں کی تطبیق تو ذرا بیان کرو۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ہ آئیے فقیر عرض کرتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کا وعدہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کا عیسیٰ علیہ السلام سے اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے۔ جب شروع آیت رَافِعُکَ کے معنی رفع الی السماء کئے جائیں۔ اور ان کا نزول من السماء الی الارض بقرب قیامت مطابق ارشاد النبی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کیا جائے۔ اور پھر ان کی اتباع میں جو امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ساتھ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے ان کے متبعین کو قیامت تک جو کچھ زمانہ بھی دنیا کا باقی ہوگا۔ کفار پر غلبہ دیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی مذکور ہے۔

وَعِصَابَةٌ اَلنَّبِیْ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ ایک گروہ جو عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ (نسائی شریف پ۲)۔

اس وقت قرب قیامت اس الہامی وعدے کو پورا فرمائیں گے۔

اور تم مرزائی کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ کہ عیسٰی علیہ السلام کے صحیح مطیعین کا غلبہ کب ہوا؟ جب کوئی ثبوت نہیں اور بفرمان الٰہی ہونا ضروری ہے۔ تو رب العزۃ نے اس وعدہ کو ان کے نزول من السماء کے بعد وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کو ضروری پورا کرنا ہے۔ اور اس فوقیت کے وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حاضری ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی اتباع میں یعنی متبعین مومنین کی کمان حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھ ہوگی۔ تو جنگ میں فوقیت حاصل ہوگی۔ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے جنگ عیسٰی علیہ السلام ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ فوقیت کا حصول کفار کے مقابلہ میں تب ہی ہوگا۔ جب جنگ کا اثبات ہو۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تلوار سے جہاد کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ثابت ہے۔ جو انشاء اللہ العزیز عنقریب ذکر آئے گا۔ کیا یہ حدیث اسی جملہ قرآنی کا ترجمہ نہیں؟ نبی کریمؐ کے ترجمہ کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی تاویل کو کیسے تسلیم کریں۔ اور وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اب ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ کہ جب تسلیم کیا جاوے۔ کہ آخر قرب قیامت مومنین اور کفار میں جنگ ہو۔ اور اس جنگ کے زندہ کمان افسر حضرت عیسٰی علیہ السلام ہوں تو ان کی اتباع اور کمان میں مومنین کو فوقیت حاصل ہو اور کفار کو شکست عظیم ہو۔ پھر یہ وعدہ اور رب العزۃ کا عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر لے جانے کی حکمت کا ظہور اب معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اس وقت کفار اتنی بلندی میں پرواز کر رہے ہے۔ کہ دماغ اس کے سمجھنے میں متحیر ہے۔ اور اتنی طاقتور قوم جو لکھوکھا ہوائی جہازوں سے دشمن پر چھا جاتے ہیں۔ انسے مقابلہ کرنا محال ہو جاتا ہے۔ خداوند جل وعلا نے طبقہ ہوا سے بالا آسمان تک کی پرواز حضرت عیسٰی علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ تاکہ ایسی طاقتور قوم جو عیسٰی علیہ السلام کے قتل کا تہیہ کر چکے ہیں۔ تو وہ اب اتنی زبردست طاقت ہیں کب کی کریں گے۔ کہ میرا نبی کہیں مغلوب نہ ہو جائے۔ اور ان کفار کے ہوائی جہازوں والا ناز عیسٰی علیہ السلام کی خاص شکل میں جو آسمان سے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے نزول

نہ ڈالینگے، توڑینگے، تاکہ ان کی ہوائی طاقت پر غالب آجائیں۔ اور ان کے کفر کا قلع قمع کریں۔ اور اس عظیم الشان واقعہ کی نفخ کو رب العزۃ نے اپنے کلام وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ سے بیان فرمایا۔ اور اس علاوہ کو علیٰ رغم انف مرزائیت ضرور پورا کر کے چھوڑینگے۔ یہ ہے چوتھی دلیل حیات سماوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو بدلالت التزامی ثابت ہوگئی۔

(۵)۔ اور ارشاد الٰہی ہوا۔ کہ جب تمہارا غلبہ قیامت تک بعیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو گا۔ تو پھر قیامت آئے گی۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ پھر تم تمام کا مرجع میری طرف ہو گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) تمہارا بھی اور تمہارے متبعین کا بھی تمام کا مرجع میری طرف ہوگا۔ اور لفظ ثُمَّ نے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ کی معیت میں مع ان کے متبعین غلبہ تمال کے بعد خدا کی طرف سب کا مرجع ہوگا۔ اور ان کی معیت میں سب کفار تثلیث پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہو جائیں گے۔ اور ضمیر کُمْ کے خطاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکٹھا کر دیا۔ ورنہ کُمْ کی ضمیر کا خطاب صحیح نہ ہو گا۔ جو اہل علم کے فہم سے بعید نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہ حین حیات خطاب ہو رہا ہے۔ اور یہ حین حیات ہی اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ خطاب ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہوں گے۔ یہ ہے پانچویں دلیل اس آیت کریمہ کے جزو کی جو ماقبل بیان ہو چکی ہے۔ اور ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ سے یہ یہود کو نصیحت فرمائی۔ کہ اے تثلیثیو، جب تم نے تلوار عیسوی سے صحیح معنوں میں مسلمان ہو کر میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ پھر آخر جب میری طرف تمہارا مرجع ہے۔ تو بغیر عتاب ہی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لے آتے۔ اور پھر فرمایا فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ؟ تو مجسمہ فیصلہ کر دوں گا۔ میں تمہارے درمیان جو تم حیات مسیحؑ میں اختلاف کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حیات مسیح علیہ السلام کے منکرین کے واسطے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر چھٹی دلیل مسئلہ ارشاد فرمائی۔ کہ اے مرزائیو تم سے پہلے تثلیثی مشرک کہتے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر قتل کیا۔ پھر زندہ ہو کر آسمان

پر گئے ۔ یہ ان کا عقیدہ غلط ہے ۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قادر نہیں ہو سکے ۔ ان کے صلیب پر لٹکانے سے پہلے ہی میں نے اس کو آسمان پر اٹھا کر اپنی حفاظت میں لے لیا ۔ اور جب تمہارا زمانہ آیا ۔ تو تم نے بھی فرمان و قدرت خداوندی کو ٹھکراتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ تصور کر لیا ۔ اور جب تم نے ہر آیت رفع و حیات سماوی عیسوی کی تاویلیں کر دیں اور تحریف سے کام لیا ۔ اور انکار پر ہی مصر رہے ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ کہ اب میں تمہارے جھگڑے کا آخری فیصلہ مجسمہ دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرما کر ہی کروں گا ۔ اور تمہارے دجل و فریب کو میرا اصلی مجسمہ فیصلہ ہی پامال اور مجھوٹا کرے گا ۔ یہ ہے منکرین حیات مسیح علیہ السلام کے واسطے خدائی فیصلہ ۔ جس کو مرزائی کھ کرا غماض سے کام لے رہے ہیں ۔ اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام میں طرح طرح کی حجت کا ذب حیلہ سے مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں ۔ اور خداوند رب العزت نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرما دیا ۔ تو بتاؤ مرزائیو! تمہارے پلے کیا رہیگا؟ خاک ۔ جعلی تھانیدار تب تک ہی عوام کالانعام کو لوٹتا رہتا ہے ۔ جب تک اصلی تھانیدار کے دورے کا موقعہ نہ آئے ۔ اور اصلی تھانیدار جب کسی جگہ آجائے تو جعلی تھانیدار یا تو فراری ہو جاتا ہے ۔ اور اس کو گرفتاری وارنٹوں سے گرفتار کیا جاتا ہے ۔ یا موقعہ پر پکڑا جاتا ہے ۔ اور اس کو جیل میں لیجایا جاتا ہے ۔ ایسے ہی جب اصلی و حقیقی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لا دیں گے ۔ تو تم موقع پر ہی پکڑے گئے ۔ تو بتاؤ کہ موقعہ پر گرفتار ہونے والے کی سزا میں کیا تردد ہوتا ہے ۔ فَافْهَمْ ۔

اور اگر کسی کو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام میں تردد ہو ۔ تو وہ ان مذکورہ بالا ستہ دلائل خداوندی سے اپنا عقیدہ صحیح کرلے ۔ اور اگر ان ادلہ قرآنیہ سے بھی کسی کا شک دور نہ ہو ۔ اور حیاتِ سماوی عیسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ ہو ۔ تو ان کے عذاب کے واسطے رب العزۃ نے آگے

(۷) ۔ منکرین کے واسطے ارشاد فرمایا :- فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔ لیکن جن لوگوں نے

(حیات مسیح) کا انکار کیا۔ تو عذاب کروں گا میں ان کو دنیا و عقبیٰ میں سخت عذاب۔ اور ان کا کوئی مدد گار نہ ہوگا)۔

اَللّٰہ رَبّ العزّۃ نے جب تین دلائل بدلالۃ مطابقی اور دو دلیلیں بدلائل تضمنی اور ایک دلیل بدلالت التزامی ثابت فرمادئے جو بلا طنزہ ثابت ہوگئیں۔ تو بعد از دلائل ست، ان دلائل مثبتہ کے منکرین کو سزا اور مومنین کو جزا کا حکم بھی ساتھ ہی جاری فرمادیا تاکہ سامعین کو معلوم ہوجائے کہ یہ معاملہ فیصلہ شدہ ہے۔ اس میں ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا، اے منکرین حیات مسیح علیہ السلام! اگر تم نے میرے دلائل

(۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں پورا اجر دینا۔

(۲)۔ ان کا آسمان پر بجسدِ عنصری اُٹھایا جانا۔

(۳)۔ ان کو قبل از دار کفار کے پھندے سے بجسدِہٖ بچالینا۔

(۴)۔ قرب قیامت اُن کی کمان میں ان کی صحیح متبع نوج محمدیہ کا کفار پر غلبہ پانا۔

(۵)۔ اور بعد از غلبہ سب کا خدا پرست بن جانے کا انکار کیا۔ تو یاد رکھو۔ تمہیں دنیا و عقبیٰ میں سخت عذاب کروں گا۔ پھر میرے عذاب سے تمہیں چھوڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔ (خواہ مرزا صاحب ہی کیوں نہ ہوں)۔ پھر منکرین کی سزا دلے حکم سنانے کے بعد حیات مسیح کے ادلّہ پر ایمان لانے والوں کو خوشخبری سُنائی فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ o لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحین کئے۔ تو ان کو خدا وند ان کا ثواب پورا دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ جلّ جلالہٗ نے فرمایا، کہ جو لوگ حیات مسیح کے ان اَدلّہ مذکورہ بالا پر ایمان لے آئے۔ اور وفات مسیح اور مصلوب مسیح کا عقیدہ ترک کر دیا اور پھر (روزن وزمین کی لالچ سے اپنے ایمان کو بچالیا۔ اور اعمال صالحین کئے تو ان کی اس نیکی کا ثواب بھی ان کا رب اُن کو پورا دیگا۔ اور اگر اس سزا و جزا کو سُن کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ تو حکم صادر ہوا کہ وہ ظالم ہے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اللہ تعالےٰ ایسے ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اُے امّتِ قادنیہ! اگر تم عذاب شدید سے نجات چاہتے ہو۔ تو رفع وحیاۃ معادی عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ۔ تاکہ قرآن کریم پر تمہارا ایمان درست ہو جائے۔ ورنہ تمہارے لئے عذاب شدید الیٰ قریب ہے۔ جس سے تمہیں بچانے والا تمہاری جماعت کا کوئی طاقت نہ رکھے گا۔ اور پھر چھپانا کام نہ دے گا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۝

دلیل (۲) نساء ۶/۲۲

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اور ان کے اس قول کے سبب سے (گرفتار عذاب کیا) کہ ہم نے رسول اللہ مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب چڑھایا۔ اور لیکن ان کو شبہ ڈالا گیا۔ اور بے شک جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں اختلاف کیا۔ ان کے متعلق صرف شک میں ہیں۔ سوائے خیالی اتباع کے۔ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور یقینی بات ہے۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ (اور ایسا کرنے میں) اللہ تعالےٰ بڑی حکمت والا ہے۔

مولائے ذوالجلال والاکرام کو علم تھا۔ کہ فرقۂ مرزائیہ نے حیات و رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء کے متعلق جھگڑا کرنا ہے۔ تو رب العزۃ نے ایسی آیت بیان فرمائی۔ کہ جس میں تین امورات کو واضح اور یقینی طور پر دوبارہ ارشاد فرمایا۔

(۱)۔ کفار یہود کا کہنا غلط ہے۔ کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا۔ یہ ان کو ناواقفی کی بنا پر شک ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے شبیہ عیسیٰ علیہ السلام پیش کیا گیا۔ جس کو انہوں نے صلیب پر چڑھایا۔

سوال یہ ہوتا تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل صلیب نہ ہوئے تو پھر زندہ ہیں؟

یا اپنی موت مر چکے ہیں۔ تو اللہ تعالٰے نے جواب دیا۔

(۲)۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ بلکہ اللہ تعالٰے نے عیسٰی علیہ السلام کو اپنی طرف اُٹھالیا ہے۔

اگر عیسٰی علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہوتا۔ تو رب العزۃ فرما دیتے۔ بَلْ اَمَاتَهُ اللّٰهُ بل اللہ نے اس کو (اپنی موت) مارا ہے۔ جب بجائے اَمَاتَهُ اللّٰهُ کے رَفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات سماوی ثابت ہوگئی۔

(۳)۔ اور وفاتِ عیسٰی علیہ السلام کے قائلین کو جہالت کا خطاب دیا۔ مَنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ سے نوازا۔ پھر بھی مرزائیوں کا حیات و رفع عیسوی الی السماء پر ایمان درست نہ ہو۔ تو اُن سے خدا سمجھے۔ پھر ارشادِ الٰہی ہو۔ کہ تم بیچارے منکرین اس حکمت رفع الی السماء کو کیا سمجھو۔ فرمایا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور اللہ تعالٰی بڑی حکمت والا ہے۔

"مرزائی"۔ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے مثیلِ مسیح ثابت ہوگا۔

"محمد عمر"۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ! مرزائیوں سے تو میرے خیال میں آریہ عربی کچھ اچھی سمجھتے ہیں۔ شُبِّهَ صیغۂ ماضی ہے۔ جو گذشتہ سے متعلق ہے۔ جب یہودنے عیسٰی علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے کا ارادہ کیا۔ تو رب العزۃ نے عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا۔ اور جو اندر لینے گیا تھا۔ اس کو ان کا شبہ بنا دیا۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شکل و شباہت اس کو عطا فرمادی۔ تو یہود نامسعود نے بجائے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اس شُبّہ کو اُسی وقت دار پر لٹکا دیا۔ تو یہ زمانہ ماضیہ کا ذکر ہے۔ نہ آئندہ کا۔ اور اس کو خدا نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مشابہت دی۔ اور مرزا صاحب نے مثیل ہونے کا خود دعوٰی کیا۔ ورنہ ذرا شکل کے عنوانات کا تقابل کرو۔ تو تباین ذاتی بین ہے۔ اور اگر تم نے ضرور ہی مرزا صاحب کو شبیہ بنانا ہے۔ تو شبیہ کو صلیب پر لٹکانے کی سزا اس جرم پر دی گئی تھی۔ کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مخالف تھا۔ ایسے ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مخالفت میں مرزا غلام احمد صاحب نے

بھی زبان درازی فرمائی ہے جو عنقریب انشاء اللہ العزیز مذکور ہو گی۔ تو اس جرم میں تم مرزائی بھی مرزا صاحب کو صلیب پر لٹکا دیتے۔ کیونکہ شبیہ لائق صلیب ہی ہوتا ہے۔ تو جیسا کہ ہم اس شبیہ سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس شبیہ کے ساتھ بھی اعتقاد رکھ لیتے۔ نہ تم نے وہ سزا دی۔ نہ ہم نے ویسا سمجھا۔ بلکہ ہم نے مرزا صاحب کو ہر پہلو سے پرکھا۔ سوائے بہروپیا ہونے کے کچھ نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر صلیبی تنازع اور ان کی قوم کے جھگڑے کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لینے اور ان کی جگہ ان کی شبیہ کو دار پر لٹکانے کا ذکر فرما دیا۔ تو اس امر کی بھی ضرورت تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے زمانہ اور ان کی کارکردگی کا بھی ذکر کیا جاوے۔ تاکہ اگر اس واقعہ کو سن کر کوئی اور مدعی بن بیٹھے تو سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو سکے۔ تو فرمایا۔

دلیل (۳) وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے وقت) کوئی اہل کتاب (کے مدعیوں سے) ایسا نہ ہوگا سوائے اس کے کہ وہ ضرور ایمان لائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر (اس ایمان لانے کی) گواہی دینے والے ہوں گے۔

رب العزۃ نے اس آیت کریمہ میں دلیل انی ارشاد فرمائی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت تب ہوگی۔ جب ان مثلثین اہل کتاب سے کوئی تثلیث کا قائل نہ رہ جائیگا۔ بلکہ تمام توحید اور رسالت کے قائل ہو جائینگے اب حیات عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے زیادہ اور کیا اثبات ہوگا۔ اگر واقعی بقول تمہارے مرزائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہوتے تو لیؤمنن بہ کی بجائے آج گرجوں میں گھڑیال نہ بجتے اور جو صلیبی شکل گرجوں پر کندہ ہے۔ وہ نظر نہ آتے۔ اور پادری ہاتھوں میں ہاتھ لئے صلیبی گانے نہ گاتے پھریں۔

معلوم ہؤا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام کا وصال نہیں ہؤا۔ اور دوسرا استدلال (۲) لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ لَیُؤْمِنَنَّ صیغہ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ ہے۔ جو صیغہ معنیٰ استقبال کی تاکید کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں رب العزۃ کا بصیغۂ استقبال لَیُؤْمِنَنَّ فرمانا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ زمانۂ مستقبلہ ابھی آنے والا ہے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر دال ہے۔ ورنہ اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔

دلیل (۴) آل عمران ۳/۵	وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا۔ اور کلام کرے گا لوگوں کو بچپن میں اور بڑھاپے میں
مائدہ ۴/۱۵	تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دو حصے ہیں۔ جو واؤ عاطفہ مغایرہ سے واضح ہے۔ کہ ان کی عمر کے دو زمانے مغائرین ہیں۔ زمانہ بچپن کا علیحدہ اور ادھیڑ کا علیحدہ۔ زمانہ بچپن کا تو عیسیٰ علیہ السلام نے گذار دیا۔ اور ابھی زمانہ کَھُولَتْ بعد از زمانہ نزول من السما گذاریں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔

طبقات ابن سعد ۱/۳۴	قَالَ اَخْبَرَنِیْ ھِشَامُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ...... ابن عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ رُفِعَ کَانَ ابْنُ اثْنَیْنِ وَثَلَاثِیْنَ سَنَةً

وَسِتَّةِ اَشْھُرٍ وَکَانَتْ نُبُوَّتُہٗ ثَلَاثِیْنَ شَھْرًا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے آسمان کی طرف بتیس سال اور چھ ماہ کی عمر میں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور کھولت یعنی بڑھاپے کا زمانہ آسمان سے تشریف لاکر بسر کرینگے۔ ورنہ انکار آیت کریمہ لازم آئے گا۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حیات مسیح اور رفع سماوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے۔ اور اس کے مقابلہ میں بخاری کا منقطع قول مستند نہیں۔ یا تقدم تاخر کے قائل ہو جائیے جس سے تمہاری جان جاتی ہے۔

"مرزائی" - ہماری جماعت یورپ سے عیسیٰ علیہ السلام کی کہولت کے زمانہ کی تصویر شائع شدہ لائی ہے لہٰذا ثابت ہؤا۔ کہ وہ کہولت کا زمانہ بھی گذار چکے ہیں۔

"محمد عمر" - اوّل تو اس بات کو عقل ہی تسلیم نہیں کرتی۔ کہ تمہارا عکس سچا ہو۔ کیونکہ تین ماہ تو انہوں نے بمشکل یہودیوں کی تبلیغ میں گذارے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دشمن تھے۔ یہود نے ان کو کہولت کے زمانے تک پہنچنے کا موقع ہی کب دیا۔ دوسری عرض یہ ہے۔ کہ تم نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویریں شائع کی ہیں۔ وہ ان کی ذات سے فوٹو نہیں لئے گئے۔ اسوقت کی دشمنی تو دنیا کو عیاں ہے۔ وہ بچارے جان چھپاتے پھرتے تھے۔ یہ عکس ان مجسموں کے ثابت ہو رہے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جعلی مجسمے انہوں نے یورپ کے گرجا گھروں میں نصب کئے ہوئے ہیں۔ یہ تثلیث پرست نقلی مجسمے جس وقت چاہیں تیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے مرزا صاحب کا مقرر کیا ہؤا ہے۔ یہ شدیت کا مسئلہ تم نے عیسائیت سے سیکھا ہے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ ان تصاویر کا اعتبار اسلام میں نہیں۔ مرزائیت میں یہ چیز مستند ضرور ہے۔ کیونکہ جیسا کہ عیسائیت میں بھی ظل و بروز معتبر اور مرزائیت میں بھی مذہب کا دارو مدار ظل و بروز پر ہے۔ نہ مثلثین کے مذہب میں کوئی حقیقی و اصل شے اور نہ مرزائیت میں کوئی اصل و حقیقت۔ ان کا عنوان بھی مسیحی اور مرزائیوں کا عنوان بھی مسیحی۔ اسی واسطے تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مغفورہ کو مسلمان کے لفظ سے خطاب کرتے ہو۔ تمہارے مرزا صاحب یا تم مرزائی جتنے بھی ہو۔ تم اپنی تحریر و تقریر میں جب لفظ مسلمان استعمال کرو۔ تو اس عنوان کے معنون امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ مرزائی اسلام میں شامل نہیں ہوتا۔ تمہاری اصطلاح میں مسلمان امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا اقرار تمہارے خلیفہ ثانی نے بھی کیا ہے۔ سن لو۔

کلمۃ الفصل ۵۱ | جہاں کہیں بھی (مرزائیوں کی تحریر و تقریر میں) مسلمان کا لفظ ہو۔ اس سے غیر احمدی اسلام سمجھا جائے۔ نہ کہ حقیقی مسلمان (یعنی مرزائی مرزائی کی اصطلاح میں مسلمان نہیں)۔

تو محمود صاحب کی عبارت مذکورہ بالا سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مرزائیوں کے واسطے اصطلاح لفظ مسلمان کے خطاب کی نہیں۔ بلکہ مسیحی ہیں۔ تو مرزائیوں کی اصطلاح میں بھی امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان ہیں۔ مرزائی مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں اور نہ کہلواتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مثلثین بھی مسیحی۔ اور مرزائی بھی مسیحی۔ تو جو مثل اُن مسیحیوں میں معتبر وہی مثل ان مسیحیوں میں معتبر۔ مثیل و ظل نہ اسلام میں معتبر اور نہ مسلمانوں میں مستند۔ تو یہ نصاریٰ میں تمہارے مرزائیوں کو مفید ہو سکتی ہیں۔ ہمارے مسلمانوں کے واسطے نہیں۔

میرے خیال میں اس لئے اس مجسمہ کا مرزائی عکس لائے ہوں گے کہ اس تصویر اور مرزا صاحب کی تصویر کی مماثلت کا اندازہ لگائیں گے۔ کہ یہ مثیل مسیح کے مدعی تھے۔ تو بعد از تقابل شرمندگی تو ضرور طاری ہوئی ہو گی۔ اور یکتائی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ایک کونہ گرا ہوا ابھی زیر نظر ضرور ہو گا۔ یا شاید عرصہ دراز گذرنے کی وجہ سے کاریگر کو معاذ اللہ غلطی واقع ہو گئی ہو۔ فتفکروا وتدبروا۔

ثابت ہوا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی آسمان سے زمین پر تشریف لا کر زمانۂ کہولت بسر کرنا ہے۔ اور جو شخص اس پر ایمان لایا وہ مومن بالقرآن اور مسلمان ہے۔ ورنہ نہیں۔ مولائے کریم نے سچ فرمایا ہے۔ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اور بے ایمان قوم سے آیتیں اور رسُل بے ایمانی نہیں ہٹا سکتیں۔

پانچویں دلیل
مائدہ ۷/۱۵

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

کہا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے۔ اے اللہ ہمارے پالنے والے ہم پر آسمان سے کھانا اُتار ہمارے اول کے لئے بھی عید ہو گی اور ہمارے آخروں کے لئے بھی عید ہو گی۔ اور تیری طرف سے نشانی ہو گی۔ اور ہمیں تو رزق دے اور تو بہتر ہے رزق دینے والوں کا۔

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا

کہ عیسیٰ علیہ السلام نے امت کی خواہش پر دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ ہم پر آسمانی کھانا نازل فرما۔ تو بعد ازاں اپنے دو فرقوں کا ذکر فرمایا۔ کہ یا اللہ جب تو ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائے گا تو وہ دن میری عمر اوّل کے ماننے والے امتیوں کے واسطے یوم عید ہوگا اور میری آخری عمر کے متبعین کے واسطے بھی یوم عید ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوّل اور اپنے آخر میں اپنوں کی دو قسمیں بیان فرمایا، واؤ مغایرت کے لئے درمیان میں رکھ دی۔ تو پہلی آیت کریمہ دلیل ع۴ والی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دو حصوں کا ذکر اور اس آیۃ کریمہ میں آپ کے ماننے والوں کے اولین و آخرین کا ذکر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کر رہا ہے۔ اور پھر دونوں کی شکر گذاری کا بھی ذکر فرمایا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عمر کا پہلا حصہ گذار لیا ہے۔ اور دوسرا حصہ ابھی گذارنا ہے۔ جو قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہو کر گذاریں گے۔ جیسا کہ آیت اوّل میں بوضاحت گذر چکا ہے، یہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کی پانچویں آیت،

اب اے مرزائیو! اگر خداوند کریم کے کلام الخیرنا پر ایمان لانا ہے۔ تو حیات سماوی عیسوی کے قائل ہو جاؤ۔ ورنہ گیا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

چھٹی دلیل مائدہ $\frac{۶۰}{۱۰}$	مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ نہیں مسیح بن مریم (معبود) سوائے رسول کے ضرور گذر چکے ان کے پہلے تمام رسول۔

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے دو امور بیان فرمائے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا لقب رب العزۃ نے مسیح فرمایا اور کسی کا نہیں۔ اگر کوئی اور مدعی بنے یا کوئی کسی اور کو سمجھے تو کاذب ہے۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا۔ تاکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے آپ مصداق بنیں۔

"مرزائی" ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ نے قد خلت من قبلہ الرسل فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی۔ تو تطبیق ابنین کیسے ہوگی۔ کیسی اوٹ پٹنگ باتیں بناتے ہو؟ پ

"محمد عمر" - دوسری عرض یہ ہے - کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ صحیح ہے - کیونکہ آپ کے پہلے تمام انبیا علیہم السلام
گذر چکے ہیں - کسی کا وصال ہوا اور کوئی زمین سے گذر کر آسمان پر چلا گیا - تو
دونوں ہی خلت میں شامل ہوئے کیونکہ لفظ خلت دونوں کو شامل ہے -
جیسا کہ اس کی تحقیق ما قبل گذر چکی ہے - تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور
رسالت کی اشاعت چونکہ پہلے ہی ختم ہو چکی ہے - اور تمام اس لحاظ سے گذر
چکے ہیں - اور اب جو آپ کی اشاعت ہوگی - وہ ان کی اپنی نبوت کی نہ ہوگی
بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام شریعت کی تبلیغ فرماوینگے - تو خلت
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی صحیح ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قرب
قیامت تشریف لاویں گے - تو ان کے پہلے من کل الوجوہ تمام انبیا
علیہم السلام کا وصال ہو چکا ہوگا - تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھی قد خلت
مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ صحیح ہوگا - مشکل تو مرزائیوں کو ہوگی کہ جب یہ آیت قد خلت
مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ہے - اور مرزا صاحب کا عیسیٰ
ہونے کا دعویٰ بھی ہے - اور مرزا صاحب ہیں اجرائے نبوت کے قائل
اب یا تو مرزا صاحب قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ آیت کے مکذب
ہیں - کیونکہ اجرائے نبوت کا دعویٰ ہے - اور یا عیسیٰ نہیں - مشکل تو مرزا صاحب
کو یا مرزائیوں کو ہے - جو خلت کے معنی صرف موت لیتے ہیں - لیکن اپنی
نبوت کی ڈیوٹی ادا کرنے کے واسطے تشریف نہ لاوینگے - بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے مذہب کی اشاعت کے واسطے تشریف لاوینگے - اور جعلی عیسیٰ
بننے کے مدعیوں کو جھوٹا کر کے ایمان دار بنائیں گے - اور اگر بقول تمہارے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ تسلیم کر لیا جاوے - تو قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِہِ الرُّسُلُ معاذ اللہ فرمان الٰہی غلط ثابت ہوگا - اور رَافِعُكَ اِلَیَّ
پر ایمان تب صحیح ہو سکتا ہے - جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء
تسلیم کیا جاوے اور قد خلت من قبلہ الرسل پر ایمان تب حقیقۃً درست
ہوگا - جب ان کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانا تسلیم کیا جاوے -

ورنہ اس آیت کا انکار لازم آئے گا۔

بھائی مرزائیو! تم سوچ لو۔ کہ اس آیت کریمہ پر صحیح ایمان لانا ہے یا نہیں، اگر قرآن کریم کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ تو حیات عیسٰی علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ اور اس امر کا اقرار کر لو کہ آپ قرب قیامت آسمان سے تشریف لائیں گے۔ ورنہ قرآن مجید کے منکر بن جاؤ گے۔

ساتویں دلیل نساء ۶/۲۴

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ ۔ ہرگز نا کا کریں گے مسیح عیسٰی علیہ السلام اللہ کا بندہ ہونے سے۔ لَنْ مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ تو مضارع کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ جیسا کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز نیکی پاؤ گے تم حتی کہ محبوب شئ نہ خرچ کرو گے۔ ایسے ہی ارشاد الٰہی لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ ۔ ہرگز نہ انکار کریں گے مسیح علیہ السلام یعنی زمانہ آئندہ میں۔ تو ثابت ہوا کہ یہ فرمان الٰہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ تو ان تثلیثیوں کے سامنے ابھی عیسٰی علیہ السلام زمانہ استقبال میں تشریف لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کو معبود پکارتے ہیں۔ تشریف لا کر ان کو اپنی عبودیت کا سبق دیں گے، تو اگر حیات عیسوی اور نزول سماوی پر ایمان نہ ہو۔ تو اس آیت کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔

آٹھویں دلیل زخرف ۲۵/۶

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اور بے شک وہ عیسٰی علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ ان کے نشان ہونے میں کسی قسم کا شک نہ کرنا اور میری تابعداری کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور تمہیں شیطان (عیسٰی علیہ السلام کے قیامت کی نشانی ہونے سے) پھیر نہ دے۔ وہ تمہارے لئے ظاہرا دشمن ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس کا نام ہے دلیل ہے۔ اور حق جو صراحۃ النص سے ثابت ہے۔ خداوند تعالٰے نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کے دلائل کو جب مکمل طور پر بیان فرما دیا اور وفات مسیح کے ماننے

والوں کا خوب رد فرمایا۔ تو اس آیت کریمہ میں منکرین کے لئے ایک ایسی حجت قائم فرمائی۔ کہ جس سے کوئی انکار ہی نہ کر سکے۔ چنانچہ ایمان کے ارکان میں سے ایک بڑا رکن ہے قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لانا، جو قیامت کا منکر ہے وہ مومن نہیں۔ اور جو مومن نہیں یا تو وہ جے سنگھ ہو گا یا کرشن ہو گا یا رودر گوپال ہو گا۔ کچھ تو ہو گا ہی۔ کچھ نہ سہی تو انسان کی جائے نفرت ہی ہو گا، تو اللہ رب العزۃ نے فرمایا وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ جب قیامت قائم ہونا حق ہے اور قیامت ابھی آنے والی بھی ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام بھی آنے والے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو مومن فوراً معلوم کرلے گا۔ اب قیامت آئی۔ جیسا کہ مثلاً کوئی شخص گاڑی پر جا رہا ہو۔ اور گاڑی لاہور کی طرف جا رہی ہو۔ جب ریلوے اسٹیشن لاہور پر گاڑی جا کھڑی ہو گی تو سمجھنے والا ذی شعور فوراً سمجھ لیگا۔ کہ یہ اسٹیشن لاہور کا آگیا ہے۔ بس لاہور ہی آگیا۔ تو لاہور جانے والا اسٹیشن لاہور پر ضرور اُترے گا۔ اور جس کو علم نہ ہو گا وہ دوسرے واقف سے دریافت کرے گا۔ کہ بھائی یہ اسٹیشن کونسا ہے۔ وہ ضرور کہے گا۔ کہ میں جانتا ہوں یہ اسٹیشن لاہور کا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی بیوقوف کہے کہ نہیں لاہور کا اسٹیشن تو ہے۔ لیکن میں نے لاہور جانا ہے۔ میں گاڑی سے نہ اتروں گا۔ تو گاڑی والے اس کو حوالۂ پولیس کر دینگے۔ کہ اس شخص کے پاس ٹکٹ لاہور کا ہے۔ یہ اب اُترتا نہیں۔ تو پولیس اس کو گرفتار کرے گی۔ ایسے ہی انسان قیامت تک پہنچنے والا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے قیامت پر یقین نہ رکھنے والے اور ایمان نہ لانے والے بے ایمان خواہ تسلیم کر یا نہ کر۔ لیکن تو چونکہ مجھ پر ایمان رکھنے کا مدعی ہے۔ اس واسطے میں تجھے پہلے سے ہی متنبہ کر دیتا ہوں۔ کہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ اس میں شک نہ کرنا اور فرمایا کہ یہ امر مشاہدہ سے متعلق ہے۔ کفار کو یعنی منکر حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تو ان کی آمد پر پتہ چل جاویگا۔ وہ ان منکرین کو خود آ کر جھوٹا کرینگے۔ لیکن تم شک نہ کرو۔ میں تم کو کہتا ہوں۔ کہ حیاتِ عیسوی میں فَاتَّبِعُوْنِ تم میری تابعداری

کرنا اور فرمایا ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یعنی قیامت کے قریب ان کے آسمان سے اترنے کا راستہ سیدھا ہے۔ وفات مسیح ناصری کا قائل گمراہ۔ اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے ساتھ ہی واضح کر دیا کہ لَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ہ دین نے نہیں کہا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہونگے) تمہیں کوئی شیطان اس عقیدہ سے نہ پھیر دے۔ بے شک وہ تمہارا (مومنوں کا) بڑا دشمن ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جو حیات مسیح ناصری علیہ السلام سے مومنوں کے عقیدہ کو پھیرنے والا ہے وہ شیطان ہے۔ اور مومنوں کا دشمن ہے۔ اور عموماً علامت مقدم ہوتی ہے ذات سے۔ ورنہ علامت علامت نہ ہوگی۔ مثلاً آگ جلتی ہے تو دھواں پہلے ظاہر ہوتا ہے۔ آگ بعد میں۔ جہاں سے دھواں نکلتا ہو۔ وہاں سے آگ کا ہونا یقینی امر ہے۔ تو دھواں علامت ہے۔ آگ کی۔ صبح ہوتی ہے۔ تو سورج کی آمد کے لوگ منتظر ہوتے ہیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلیں، تو بارش کی امید ہوتی ہے۔ بادل آئیں تو بارش کا مقدمہ ہوتا ہے۔ تو علامات کا انکار اصل کا انکار۔ دھوئیں کا انکاری آگ کا منکر بادل کا منکر بارش کا انکاری۔ صبح کا منکر سورج کا منکر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نُزُوْل مِنَ السَّمَاءِ کا منکر قیامت کا انکاری۔

ادلہ حیات مسیح از تفاسیر

دلیل (۱) تفسیر بیضاوی ۲

(اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) اَیْ مُسْتَوْفِیْ اَجَلَکَ وَ مُؤَخِّرُکَ اِلٰی اَجَلِکَ الْمُسَمّٰی عَاصِمًا اِیَّاکَ مِنْ قَتْلِهِمْ اَوْ قَابِضُکَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تَوَفَّیْتُ اَوْ مُتَوَفِّیْکَ اَوْ مُتَوَفِّیْکَ نَائِمًا اِذْ رُوِیَ اَنَّهٗ رُفِعَ نَائِمًا اَوْ مُمِیْتُکَ عَنِ الشَّهَوَاتِ الْعَائِقَةِ عَنِ الْعُرُوْجِ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ۔

(جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام پورا اٹھانے والا ہوں میں تجھے) یعنی پورا کرنے والا ہوں تیری اجل کو، (ابھی نہیں ماروں گا) اور تجھے مہلت دینے والا ہوں تیری اجل مقررہ تک۔ اور تجھے ان کے قتل سے بچانیوالا ہوں۔ یا زمین سے تجھے پورا اٹھانے والا ہوں۔ (آسمان کی طرف) باب تَوَفَّیْتُ سے یا پورا اٹھانیوالا

ہوں سُلا کر۔ اس واسطے کہ روایت کیا گیا ہے۔ کہ بے شک وہ عیسٰی علیہ السلام نیند کی حالت میں اُٹھائے گئے ۔یا تیری شہوتوں کو مارنے والا ہوں جو تمہیں عالم ملکوت کی طرف چڑھنے سے روکنے والی ہیں۔

دلیل (۲) تفسیر جامع البیان ۵۲

(یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) اَلْمُرَادُ مِنَ الْوَفَاۃِ ھٰھُنَا النَّوْمُ وَعَلَیْہِ الْاَکْثَرُوْنَ اَوْ فِی الْاٰیَۃِ تَقْدِیْمٌ وَتَاخِیْرٌ تَقْدِیْرُہٗ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْکَ یَعْنِیْ بَعْدَہٗ۔

مُراد وفات سے اس جگہ نیند ہے ۔ اور اسی پر اکثر ہیں ۔ یا آیت میں تقدم وتاخر ہے ۔ اصل اس کا یہ ہے ۔کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں ۔ اور مارنے والا ہوں تجھے بعد اس کے ۔

دلیل (۳) تفسیر خازن ۲۹۹/۱

(اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ) اِخْتَلَفُوْا فِیْ مَعْنَی التَّوَفِّیْ وَھٰھُنَا عَلٰی طَرِیْقَتَیْنِ فَالطَّرِیْقُ الْاَوَّلُ اَنَّ الْاٰیَۃَ عَلٰی ظَاھِرِھَا مِنْ غَیْرِ تَقْدِیْمٍ وَلَا تَاخِیْرٍ وَذَکَرُوْا فِیْ مَعْنَاھَا وُجُوْھًا اَلْاَوَّلُ مَعْنَاہُ اِنِّیْ قَابِضُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ مِنْ قَوْلِھِمْ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ وَاسْتَوْفَیْتُہٗ اِذَا اَخَذْتُہٗ وَقَبَضْتُہٗ تَامًّا وَالْمَقْصُوْدُ مِنْہُ ھٰھُنَا اَنْ لَّا یَصِلَ اَعْدَاءُہٗ مِنَ الْیَھُوْدِ اِلَیْہِ بِقَتْلٍ وَلَا غَیْرِہٖ اَلْوَجْہُ الثَّانِیْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّوَفِّی النَّوْمُ وَمِنْہُ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَجَعَلَ النَّوْمَ وَفَاۃً وَکَانَ عِیْسٰی قَدْ نَامَ فَرَفَعَہُ اللّٰہُ وَھُوَ نَائِمٌ لِئَلَّا یَلْحَقُہٗ خَوْفٌ فَمَعْنَی الْاٰیَۃِ اِنِّیْ مُنِیْمُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ۔ (اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی الخ) ۔مفسرین نے اختلاف کیا ہے ۔ توفی کے معنی میں ۔ اس جگہ دو طریقوں پر۔ پس پہلا طریقہ یہ ہے ۔کہ آیت اپنے ظاہر پر ہے ۔ بغیر تقدیم وتاخیر کے اور اس کے معنوں میں کئی وجوہ انہوں نے بیان کئے ہیں ۔ پہلے معنی اس کے یہ ہیں ۔ کہ میں تجھے اچکنے والا ہوں اور اُٹھانے والا ہوں ۔ اپنی طرف بغیر موت کے ۔عربوں کے قول سے اخذ کیا گیا ہے ۔ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ وَاسْتَوْفَیْتُہٗ جب لے لوں اس کو میں اور اٹھالوں میں ۔ تمام شئی کو اور مقصود اس سے اس جگہ یہ ہے کو نہ پہنچیں دشمن اس کے یہود سے طرف اس کی قتل وغیرہ کرنے کے لئے ۔ دوسری

وجہ یہ ہے۔ کہ مراد توفی سے نیند ہے۔ اور یہ محاورہ اللہ کی کلام سے لیا گیا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ تو اللہ نے نیند کو موت بنایا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ اللہ نے اُن کو اٹھالیا نیند کی حالت میں تاکہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو۔ تو آیت کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ اے عیسیٰ میں تجھے سُلانے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

دلیل (۴) تفسیر خازن ۱/۳۰۰

وَلَمَّا عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّخْطُرُ بِبَالِهٖ اَنَّ الَّذِيْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ هُوَ رُوْحُهٗ دُوْنَ جَسَدِهٖ كَمَا زَعَمَتِ النَّصَارٰى اَنَّ الْمَسِيْحَ رُفِعَ لَاهُوْتُهٗ يَعْنِيْ رُوْحَهٗ وَبَقِيَ فِي الْاَرْضِ نَاسُوْتُهٗ يَعْنِيْ جَسَدُهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهٖ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ فَاَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهٗ رُفِعَ بِتَمَامِهٖ اِلَى السَّمَاءِ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ جَمِيْعًا اَلطَّرِيْقُ الثَّانِيْ اَنَّ فِي الْاٰيَةِ تَقْدِيْمًا وَتَاْخِيْرًا تَقْدِيْرُهٗ اِنِّيْ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمُتَوَفِّيْكَ بَعْدَ اِنْزَالِكَ اِلَى الْاَرْضِ وَقِيْلَ لِبَعْضِهِمْ هَلْ تَجِدُ نُزُوْلَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْاَرْضِ فِي الْقُرْاٰنِ۔ قَالَ نَعَمْ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَكَهْلًا وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكْتَهِلْ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ وَكَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنَ السَّمَاءِ۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے معلوم کرلیا۔ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات کھٹکتی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رفع کرلیا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کے روح کا رفع کیا ہے۔ نہ جسم کا۔ جیسا کہ نصاریٰ نے گمان کیا ہے کہ مسیح کے روح کا رفع ہوا ہے۔ اور جسم زمین میں باقی ہے۔ (جیسا کہ آج کل مرزائیوں نے بھی یہی عقیدہ بنالیا ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد کرنے کے لئے اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام بتمامہٖ آسمان کی طرف مع جسم اور روح کے جمیعًا اٹھائے گئے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے۔ کہ میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔ اور کفار سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور زمین پر اتارنے کے بعد تجھے مارنے والا ہوں۔ اور بعض نے کسی سے اعتراض کیا کہ تیرے پاس

کوئی دلیل عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر اترنے کی ہے۔ تو اس نے کہا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہلاً موجود ہے۔ اور یہ اس واسطے ھبوطا الی الارض کی دلیل ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں ادھیڑپن نہیں گذارا۔ اور کوئی بات نہیں۔ وکہلاً کا عمل عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے بعد ہوگا۔ (معلوم ہوا کہ وفات مسیح کا عقیدہ ابتدا میں عیسائیوں کا تھا)۔

دلیل (۵)
تفسیر معالم التنزیل ۱/۲۹۹

(واذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ). اختلفوا فی معنی التوفی ھھنا۔ قال الحسن والکلبی وابن جریج انی قابضک ورافعک من الدنیا الیّ من غیر موت یدل علیہ قولہ تعالیٰ۔ فلما توفیتنی ای قبضتنی الی السماء وانا حی لان قومہ انما تنصروا بعد رفعہ لا بعد موتہ فعلی ھذا للتوفی تاویلان احدھما انی رافعک الیّ وافیا لم ینالوا منک شیئاً من قولھم توفیت منہ کذا وکذا واستوفیتہ اذا اخذتہ تاما والاٰخر انی مسلمک من قولھم توفیت منہ کذا۔ ای تسلمتہ وقال الربیع ابن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ قد نام فرفعہ اللہ نائماً الی السماء معناہ انی منیمک ورافعک الیّ کما قال اللہ تعالیٰ وھو الذی یتوفاکم باللیل ای ینیمکم۔

(واذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک) توفی کے معنی اس جگہ مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ حسن اور کلبی اور ابن جریج نے کہا۔ کہ میں اپکنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں تجھے اے عیسیٰ دنیا سے اپنی طرف بغیر موت کے۔ اس پر اللہ کا فرمان دلالت کرتا ہے۔ فلما توفیتنی یعنی چڑھایا تو نے مجھے آسمان کی طرف اور میں زندہ تھا۔ اس واسطے کہ اس کی قوم مدد کی گئی اس کے رفع کے بعد نہ اس کی موت کے بعد۔ اس بنا پر توفی کی دو حقیقتیں ہیں۔ ایک ان کی یہ کہ میں تجھے پورا اٹھانے والا ہوں۔ اپنی طرف کہ وہ تیرا کچھ نہ پا سکیں گے۔ یہ عربوں کے محاورے توفیت منہ کذا وکذا سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور استوفیتہ جب تو اس کو پورا لے لے۔ اور دوسرا یہ کہ میں تجھے سلامت رکھنے والا ہوں۔ یہ بھی عربوں کے

تَوَفَّیْتُ مِنْهُ کَذَا وَکَذَا سے لیا گیا ہے۔ یعنی جب تو اس کو بچالے۔ اور ربیع بن انس نے کہا ہے۔ کہ مراد توفی سے نیند ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ تو اس کو اللہ نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ میں تجھے سلانے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ یعنی سُلاتا ہے۔ تم کو رات میں۔

دلیل (۶)
تفسیر مدارک ۱/۱۲۴

(اِذْ قَالَ اللّٰهُ) ظَرْفٌ لِمَكَرَ اللّٰهُ (يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ) اَىْ مُسْتَوْفِىْ اَجَلَكَ وَمَعْنَاهُ اِنِّىْ عَاصِمُكَ مِنْ اَنْ يَقْتُلَكَ الْكُفَّارُ وَمُمِيْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ لَاقَتْلًا بِاَيْدِيْهِمْ۔

(وَرَافِعُكَ اِلَىَّ) اِلٰى سَمَائِىْ وَمَقَرِّ مَلٰئِكَتِىْ (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) مِنْ سُوْءِ جِوَارِهِمْ وَخُبْثِ صُحْبَتِهِمْ وَقِيْلَ مُتَوَفِّيْكَ قَابِضُكَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تَوَفَّيْتُ مَالِىْ عَلٰى فُلَانٍ اِذَا اسْتَوْفَيْتَهٗ اَوْ مُمِيْتُكَ فِىْ وَقْتِكَ بَعْدَ النُّزُوْلِ مِنَ السَّمَاءِ وَرَافِعُكَ الْاٰنَ اِذِ الْوَاوُ لَا تُوْجِبُ التَّرْتِيْبَ قَالَ النَّبِىُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَلِيْفَةً عَلٰى اُمَّتِىْ يَدُقُّ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخَنَازِيْرَ وَيَلْبَثُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَكَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسٰى فِىْ اٰخِرِهَا وَالْمَهْدِىُّ مِنْ اَهْلِ بَيْتِىْ فِىْ وَسْطِهَا اَوْ مُتَوَفِّىْ نَفْسِكَ بِالنَّوْمِ وَرَافِعُكَ وَاَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰى لَا يَلْحَقَكَ خَوْفٌ وَتَسْتَيْقِظَ وَاَنْتَ فِى السَّمَاءِ اٰمِنٌ مُقَرَّبٌ۔

(اِذْ قَالَ اللّٰهُ) مکر اللہ کی ظرف ہے (يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ) یعنی پورا دینے والا ہوں تیری اجل کو اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں بچانے والا ہوں تجھے اس امر سے کہ تجھے کفار قتل کریں اور تجھے اپنی موت ماروں گا ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہو گا۔ (وَرَافِعُكَ اِلَىَّ) اور اٹھانے والا ہوں تجھے اپنے آسمان کی طرف اور ملائکہ کے قیام گاہ کی طرف (اور پاک کرنے والا ہوں تجھے کفار سے) ان کے بُرے پڑوس سے اور ان کی خبث صحبت سے اور بعض نے کہا ہے کہ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی زمین سے اٹھانے والا ہوں تجھے تَوَفَّيْتُ مَالِىْ عَلٰى مالی جب تو اس کو پورا لیلے۔ یا اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ آسمان سے تیرے اترنے کے بعد تیرے وقت میں میں تجھے مارنے والا

ہوں۔ اور اب تجھے اٹھانے والا ہوں۔ اس لئے کہ واو ترتیب کو واجب نہیں کرتی۔

دلیل (۷)
تفسیر کشاف ۱/۱۹۲

(انی متوفیک) ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک ومُمیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیہم (ورافعک الیّ) -

الی سمائی ومقر ملائکتی (ومطہرک من الذین کفروا) من سوء جوارہم وخبث صحبتہم وقیل متوفیک قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قولہ والتی لم تمت فی منامہا ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء امن مقرب۔

(اس کے معانی بیان ہو چکے ہیں۔ اسواسطے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) -
ان سے ثابت ہوا۔ خداوند کریم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قبل از رفع سماوی وعدہ فرمالیا۔ کہ میں تجھے ان کفار کے خبث صحبت اور برے پڑوس میں نہیں رہنے دونگا۔ بلکہ جہاں میرے ملائکہ رہتے ہیں۔ تجھے بھی وہی مقام عنایت کرونگا۔ اور نزول من السّماء کے بعد تجھے اپنی موت ماروں گا۔ ان کفار کے ہاتھ سے نہ تو مارا جائے گا۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ چونکہ قرآن پاک نے متوفیک کے معنی نیند کے بھی لئے ہیں۔ وھو الذی یتوفاکم باللیل اور وہ اللہ جو تمہیں رات کو سُلاتا ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ سونا بھی توفی کے معنی قرآن میں موجود ہیں۔ اور عیسٰی علیہ السلام آسمان پر تشریف بھی لے جا چکے ہیں۔ تو یتوفاکم باللیل کے معنی کے لحاظ سے متوفیک کے معنی ہوں گے۔ سُلانے والا ہوں تجھے اور بعض نے ان کے معنی چڑھانے والا بھی کئے ہیں۔ کیونکہ فلما توفیتنی کے معنی جب چڑھایا تو نے مجھے قرآن مجید میں موجود ہیں۔ تو متوفیک کے معنی بھی تجھے چڑھانے والا ہوں ہی ہوں گے۔

دلیل (۸)
تفسیر ابن کثیر ۱/۳۶۶

وقال الا تدرون المراد بالوفاۃ ھھنا النوم کما قال تعالی وھو الذی یتوفاکم باللیل وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا قام من النوم الحمد

لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ اِمَاتَتِنَا) اَلْحَدِیْث...... (وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اِلٰی قَوْلِهٖ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا) وَالضَّمِیْرُ فِیْ قَوْلِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ عَائِدٌ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اَیْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِعِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَذٰلِکَ حِیْنَ یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمٰن حدثنا عبد اللّٰه بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع ابن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالٰی (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) یَعْنِیْ وَفَاةَ الْمَنَامِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِهٖ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لِلْیَهُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی (وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) اَیْ بِرَفْعِیْ اِیَّاکَ اِلَی السَّمَاءِ (وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ) وَهٰکَذَا وَقَعَ فَاِنَّ الْمَسِیْحَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ تَفَرَّقَتْ اَصْحَابُهٗ شِیَعًا بَعْدَهٗ۔

اور اکثروں نے کہا ہے۔ کہ وفاۃ سے مراد اس جگہ نیند ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے (وہ سُلاتا ہے تم کو رات میں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے اُٹھتے تو فرمایا کرتے تھے (اَلحمد للّٰہ الذی احیانا بعد اماتنا)۔ آخیر حدیث تک (یعنی سب تعریف ہے۔ اس اللہ کے واسطے جس نے ہمیں نیند کے بعد اٹھایا)، اور اللہ کا فرمان بھی شاہد ہے۔ کفار کا قول کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا ہے اس کو اور نہ صلیب پر لٹکایا ولیکن شبہ ڈالا گیا اُن کے لیے یقینی بات ہے۔ بلکہ اُٹھایا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ تعالٰی غالب حکمت والا ہے۔ یہاں آخیر تک اور پھر اللہ کا قول شاہد ہے (اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائیگا عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ان کے مرنے سے پہلے اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے) اور اللہ کے فرمان قَبْلَ مَوْتِهٖ میں ہ کی ضمیر عیسٰی علیہ السلام پر عائد ہے۔ یعنی کوئی اہل کتاب

سے ایسا نہیں ہوگا۔ مگر ضرور عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا۔ اور یہ سب کا ایمان لانا اُس وقت ہوگا جب اتریں گے زمین کی طرف پہلے قیامت کے (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کا ترجمہ حدیث سے کیا ہے)۔ کہا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان کی ہم کو میرے باپ نے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الرحمٰن نے کہا اس نے کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن ابی جعفر نے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ربیع بن انس نے وہ روایت کرتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کے معنی) یعنی نیند کی وفاۃ اٹھایا اس کو اللہ تعالےٰ نے اس کی نیند میں فرمایا حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو کہ عیسٰی علیہ السلام مرے نہیں۔ اور وہ تمہاری طرف واپس تشریف لانے والے ہیں۔ قیامت کے پہلے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) یعنی (تجھے پاک کرنے والا ہوں) میں تجھے آسمان کی طرف اُٹھا کر۔ (اور فوقیت دینے والا ہوں جنہوں نے تیری اتباع کی قیامت تک اور ایسے ہی واقع ہوا۔ کہ مسیح علیہ السلام کو جب اللہ نے آسمان کی طرف اُٹھالیا۔ تو آپ کے بعد کئی فرقے علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ (آگے تمام واقعہ مذکور ہے جو بوجہ طوالت بیان نہیں کیا گیا۔

(اب تو حدیث وتفسیر سے حیات مسیح ناصری علیہ السلام کا مسئلہ واضح ہوگیا اور آسمان پران کا تشریف لے جانا بھی اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہوگیا۔ اب بھی اگر تمہاری مرزائیت تمہیں ایمان لانے سے روکے تو تمہیں خداوند تعالےٰ ہدایت کی توفیق عنایت فرمادے اس سے زیادہ فقیر کچھ نہیں کہہ سکتا)۔

دلیل (۹) تفسیر ابن جریر ۳/۱۸۳

حدثني محمد بن الحسين قال حدثنا احمد بن المفضل قال حدثنا اسباط عن السدي ثُمَّ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَصَرُوْا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الْحَوَارِيِّيْنَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ عِيْسٰى لِاَصْحَابِهٖ مَنْ يَّاْخُذُ صُوْرَتِيْ فَيُقْتَلُ وَلَهُ الْجَنَّةُ فَاَخَذَهَا رَجُلٌ مِّنْهُمْ وَصُعِدَ بِعِيْسٰى اِلَى السَّمَاءِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔ فَلَمَّا خَرَجَ الْحَوَارِيُّوْنَ اَبْصَرُوْهُمْ تِسْعَةَ عَشَرَ فَاَخْبَرُوْهُمْ اَنَّ عِيْسٰى قَدْ صُعِدَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ فَجَعَلُوْا يَعُدُّوْنَ الْقَوْمَ فَيَجِدُوْنَهُمْ يَنْقُصُوْنَ رَجُلًا مِّنَ الْعِدَّةِ وَيَرَوْنَ صُوْرَةَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِمْ فَشَكُّوْا فِيْهِ وَعَلٰى ذٰلِكَ قَتَلُوا الرَّجُلَ وَهُمْ يَرَوْنَ اَنَّهٗ عِيْسٰى وَصَلَبُوْهُ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔

حدیث بیان کی مجھے محمد بن حسین نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو احمد بن مفضل نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو اسباط نے سدی سے بھر تحقیق بنی اسرائیل نے محاصرہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور مکان میں اُنیس آدمی حواریوں سے تھے ۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوستوں کو کہا کہ میری صورت کون قبول کرے گا۔ پھر قتل کیا جاوے گا ۔ اور اس کو جنت ملے گا۔ تو ایک آدمی نے اُن سے آپ کی تصویر قبول کرلی ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھائے گئے ۔ پس یہی مطلب ہے اللہ کے فرمان وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ کا پس جب حواری نکلے تو انہوں نے اُنیس١٩ آدمی دیکھے تو انہوں نے خبر دی ان کو کہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور آسمان کی طرف چڑھائے گئے ہیں ۔ تو انہوں نے قوم کو گننا شروع کیا ۔ تو انہوں نے ایک آدمی کو گم پایا ۔ اور ان آدمیوں میں ایک آدمی کی صورت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ دیکھ رہے ہیں ۔ تو انہوں نے اس کے متعلق شکایت کی، اور اسی فیصلے پر انہوں نے اس مشتبہ آدمی کو قتل کر دیا اور وہ یقین رکھتے تھے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہی صلیب پر لٹکایا ہے، یہ فیصلہ ہے اس کے متعلق اللہ کے فرمان کا ۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ (اور نہیں قتل کیا ۔ انہوں نے اس کو اور نہ صلیب دیا ہے، بلکہ اُن کو شبہ دیا گیا ہے ۔ (یہ بھی حدیث سے تفسیر کی گئی ہے ۔)

دلیل نمبر ١٠ ابن جریر ٣ ــ ١٨٣	حدثنی المثنی قال حدثنا اسحق قال حدثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابیه عن الربیع فی قوله (انی متوفیک) قال یعنی وفاة المنام رفعه الله فی منامه قال الحسن قال رسول الله صلی

اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

حدیث بیان کی مجھکو مثنیٰ نے کہا۔ اس نے ہمیں حدیث بیان کی۔ عبداللہ بن ابی جعفر نے اس نے اپنے باپ سے روایت بیان کی۔ اس نے ربیع سے بیان کیا اللہ کے فرمان (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) کے متعلق اس نے کہا۔ کہ وفاتہ کے معنی نیند کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو اس کی نیند میں اٹھایا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا۔ کہ عیسٰی علیہ السلام مرے نہیں۔ اور بے شک وہ عیسٰی علیہ السلام قیامت کے پہلے تمہاری طرف واپس لوٹنے والے ہیں۔

دلیل (۱۱) تفسیر ابن جریر ۳/۱۸۴

قال حدثنی المثنیٰ قال حدثنا عبد اللہ بن صالح قال حدثنی معاویۃ بن صالح ان کعب الاحبار قال ما کان اللہ عزّ و جلّ لیمیت عیسٰی بن مریم انما بعثہ اللہ داعیاً ومبشراً یدعو الیہ وحدہ فلما رأی عیسٰی علیہ السلام قلۃ من اتبعہ وکثرۃ من کذبہ شکی ذالک الی اللہ عزّ وجلّ فاوحی اللہ الیہ انی متوفیک ورافعک الیّ ولیس من رفعتہ عندی میتا وانی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعد ذالک اربعا و عشرین سنۃ ثم امیتک میتۃ الحی قال کعب الاحبار وذالک یصدق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسٰی فی اٰخرھا۔

حدیث بیان کی مجھ کو مثنیٰ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو عبداللہ بن صالح نے کہا۔ اس نے حدیث بیان کی مجھے معاویہ بن صالح نے کہ تحقیق کعب احبار نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو مارا نہیں اور کوئی بات نہیں مبعوث کیا اس کو اللہ نے بلانے والا اور خوشخبری دینے والا جو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ تو جب عیسٰی علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ کے متبعین کم ہیں اور آپ کے مکذب زیادہ ہیں۔ ان کی شکایت کی اللہ عزّ وجلّ کے دربار میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا

اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔ اور جس کو میں اُٹھاؤں میرے پاس وہ میت نہیں ہوتا اور بے شک میں عنقریب تجھے کانے دجال پر مبعوث کر دونگا۔ تو اس کو قتل کریگا تو اس کے چوبیس سال بعد پھر مار دونگا میں تجھے جیسا کہ زندے کو مارا جاتا ہے۔ کہا کعب احبار نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی موید ہے۔ جہاں آپنے فرمایا کس طرح ہلاک کی جائے گی۔ ایسی امت جس کی ابتدا مجھ سے ہو۔ اور انتہا عیسٰی علیہ السلام سے ہو۔

دلیل (۱۲)
تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۰

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمة عن ابن اسحٰق عن محمد بن مسلم الزھری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن أبي ھریرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لَیَھْبِطَنَّ اللّٰہُ عیسٰی ابنَ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا وَّ اِمَامًا مُقْسِطًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَجِدَ مَنْ یَّاْخُذُہٗ وَلَیَسْلُکَنَّ الرَّوْحَاءَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ یَدِیْنَ بِھِمَا جَمِیْعًا۔

حدیث بیان کی ہم کو ابن حمید نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہمیں سلمہ نے ابن اسحٰق نے محمد بن مسلم زہری سے اس نے حنظلة بن علی اسلمی سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے۔ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ضرور اُتارے گا۔ عیسٰی بن مریم علیہما السلام کو حکومت والا۔ انصاف والا اور امام منصف ہوگا۔ صلیب کو توڑ دے گا۔ (تمام دنیا میں یہود نصاریٰ نظر نہ آئینگے۔ گرجا گھر مسجدیں ہو جائیں گی) اور خنزیر کو نابود کرے گا۔ (شکار کے طور پر نہیں ورنہ بجائے قتل کے ذبح ہوتا۔ خنزیر کا نام نشان نظر نہ آئیگا۔ اور کفار کو جزیہ لگائے گا۔ اور مال عام ہو جائے گا۔ صدقہ قبول کرنے والا دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ کہ جس کو آدمی دے سکے۔ ہر ایک امیر ہوگا) اور مکہ کے بازاروں میں یا عمرے کے لئے ضرور جائے گا۔ یا دونوں اکھٹے کرے گا۔

دلیل (۱۳)
تفسیر نیشاپوری
۲/۲۰۰

وَقَالَ الرَّبِيعُ ابْنُ اَنَسٍ اَنَّهٗ تَوَفَّاهُ وَرَفَعَهٗ اِلَى السَّمَاءِ نَائِمًا حَتّٰى لَا يَلْحَقُهٗ خَوْفٌ وَّلَا رُعْبٌ اَخَذَهَا مِنْ قَوْلِهٖ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا وَقِيْلَ التَّوَفِّيْ اَخْذُ الشَّيْءِ وَافِيًا اَيْ اٰخِذُكَ بِرُوْحِكَ وَبِجَسَدِكَ جَمِيْعًا فَرَافِعُكَ اِلَيَّ دَفْعًا لِوَهْمِ مَنْ يَّتَوَهَّمُ اَنَّهٗ اُخِذَ بِرُوْحِهٖ دُوْنَ جَسَدِهٖ وَقِيْلَ مُتَوَفِّيْكَ قَابِضُكَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تَوَفَّيْتُ مَالِيْ عَلٰى فُلَانٍ اَيْ اِسْتَوْفَيْتُهٗ وَقِيْلَ اَجْعَلُكَ كَالْمُتَوَفّٰى لِاَنَّهٗ اِذَا رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ اِنْقَطَعَ خَبَرُهٗ وَاَثَرُهٗ عَنِ الْاَرْضِ فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ اِطْلَاقِ الشَّيْءِ عَلٰى مَا يُشَابِهُهٗ فِيْ اَكْثَرِ خَوَاصِّهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقِيْلَ الْمُضَافُ مَحْذُوْفٌ اَيْ مُتَوَفِّيْ عَمَلِكَ وَرَافِعُ طَاعَتِكَ فَكَاَنَّهٗ بَشَّرَهٗ بِقَبُوْلِ طَاعَتِهٖ ...... وَقِيْلَ فِيْ نَسَقِ الْكَلَامِ تَقْدِيْمٌ وَّتَاْخِيْرٌ لِاَنَّ الْوَاوَ لَا تَقْتَضِي التَّرْتِيْبَ وَالْمَعْنٰى اِنِّيْ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُتَوَفِّيْكَ بَعْدَ اِنْزَالِكَ اِلَى الدُّنْيَا يُؤَيِّدُهٗ مَا وَرَدَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ سَيَنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ ثُمَّ اِنَّهٗ تَعَالٰى يَتَوَفَّاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

اور کہا ربیع بن انس نے کہ تحقیق اللہ نے سُلایا عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس کو اٹھایا آسمان کی طرف سونے کی حالت میں تاکہ ان کو خوف اور رعب لاحق نہ ہو۔ اور اس ترجمہ کو انہوں نے لیا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا سے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ توفی کے معنی شی کو پورا لینا یعنی لینے والا ہوں میں تجھے بمع روح و جسم تمام کے پس اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف یہ اس شخص کے وہم کو دور کرنے کے واسطے کہ جس نے سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو لیا گیا ہے۔ جسم کو نہیں۔ (جیسا کہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی اٹھانے والا ہوں تجھے زمین سے اور یہ محاورہ تَوَفَّيْتُ مَالِيْ عَلٰى فُلَانٍ یعنی پورا اٹھالیا میں نے اس کو فلاں سے اور بعض نے کہا ہے کہ متوفی کی طرح تجھے بنانے والا ہوں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کی خبر منقطع ہو گئی اور اثر آپ کا زمین سے ہے تو (یہ بھی محاورہ ہے) کہ اکثر خواص اور صفات کی وجہ سے شی کا اطلاق اس کے شبہ پر ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مضاف محذوف ہے۔ یعنی تیرے عمل کو پورا

دینے والا ہوں۔ اور تیری طاعت کی بنا پر تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی گویا کہ ان کی طاعت کی قبولیت کی نشانی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نسق کلام میں تقدیم و تاخیر ہے اس لئے کہ واؤ ترتیب کی مقتضی نہیں۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ اٹھانے والا ہوں میں تجھے اپنی طرف اور دنیا کی طرف اتارنے کے بعد تیری توفی کرنے والا ہوں اور جو حدیث شریف میں مذکور ہے اس کی تائید کرتا ہے کہ آپ عنقریب اتریں گے (آسمان سے) اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کو مارے گا۔

دلیل (۱۴۲) تفسیر کبیر ۲/۶۸۹

فعیسیٰ علیہ السلام لما رفع الی السماء صار حالہ کحال الملائکۃ فی زوال الشھوۃ والغضب والاخلاق الذمیمۃ .... وان التوفی اخذ الشیٔ وافیا ولما علم اللہ ان من الناس من یخطر ببالہ ان الذی رفعہ اللہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وجسدہ ویدل علی صحۃ ھذا التاویل قولہ تعالیٰ وما یضرونک من شیٔ۔ وقد یکون ایضا توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجہ من الارض واصعادہ الی السماء توفیا لہ۔

پس عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کا حال ملائکہ کے حال کی طرح ہو گیا۔ شہوۃ اور غضب اور اخلاق ذمیمہ کے زوال میں .... اور بیشک توفی کے معنی پورا لینا اور جب اللہ نے معلوم کرلیا کہ بعض لوگوں سے ایسا شخص بھی ہے (جیسا کہ مرزا صاحب) کہ اس کے دل میں کھٹکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو اُٹھایا ہے جسم کو نہیں۔ اس کلام کا ذکر فرمایا تاکہ اس امر پر دلالت کرے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اپنے روح اور جسم کے ساتھ ہی اٹھائے گئے۔ اور اس حقیقت کے صحیح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا فرمان وما یضرونک من شیٔ دلالت کرتا ہے۔ (کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ تجھے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب روح بمعہ جسم ہی اُٹھائے جائیں۔ اور کبھی توفی بمعنی استوفی کے ہوتا ہے) دونوں احتمالوں پر عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے نکالنا اور آسمان کی طرف چڑھانا عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہے۔

دلیل (۱۵) تفسیر بیضاوی ۲/۸۲

(بل رفعه الله الیه) رد و انکار لقتله و اثبات لرفعه۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ رد ہے اور انکار ہے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا اور رفع کا اثبات ہے۔ والمعنی انہ اذا انزل من السماء آمن بہ اھل الملل جمیعا وروی انہ ینزل من السماء حین یخرج الدجال فیھلکہ ولا یبقی احد من اھل الکتاب الا من یؤمن بہ حتی تکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام۔

اور معنی یہ ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتارے جائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمام دینوں والے ایمان لائیں گے۔ اور مروی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ جب دجال نکلے گا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اس کو ہلاک کریں گے۔ اور کوئی اہل کتاب سے باقی نہ رہے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا۔ تاکہ دین ایک ہو جائے۔ اور وہ اسلام ہے۔

دلیل (۱۶) تفسیر خازن ۱/۵۱۵

ان الھاء فی قتلوہ عائدۃ الی عیسیٰ علیہ السلام والمعنی ما قتلوا المسیح یقینا کما ادعوا۔ بے شک ھا قتلوہ میں لوٹتی ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور معنی (یہ ہیں) نہیں قتل کیا انہوں نے مسیح کو یقیناً جیساکہ دعویٰ کیا انہوں نے۔ کہ انہوں نے اُسے قتل کیا ہے۔ انھم قتلوہ۔ وقیل ان قولہ یقینا یرجع الی مابعدہ تقدیرہ وما قتلوہ بل رفعہ اللہ الیہ یقینا والمعنی انھم لا یقتل عیسیٰ علیہ السلام و لم یصلبوہ ولکن اللہ عز وجل رفعہ الیہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ھذا قول ابن عباس واکثر المفسرین۔

تفسیر خازن ۱/۵۱۶

ردان من اھل الکتاب) یعنی وما من اھل الکتاب (الا لیؤمنن بہ) ؛ ذھب جماعۃ من اھل التفسیر الی ان الضمیر یرجع الی عیسیٰ علیہ السلام وھو روایۃ عن ابن عباس ایضا والمعنی وما من احد من اھل الکتاب الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی علیہ السلام وذالک عند نزولہ من السماء فی اخر الزمان فلا یبقی من اھل الکتابیین الا من آمن بعیسیٰ حتی تکون الملۃ الواحدۃ وھی ملۃ الاسلام۔

مفسرین کی جماعت اس طرف گئی ہے، کہ ضمیر عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہی اور وہ روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اور معنی یہ ہیں، کہ اہل کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ مگر عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیگا، عیسٰی علیہ السلام کی موت سے پہلے اور یہ عیسٰی علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت ہوگا، آخیر زمانہ میں تو اہل کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا مگر عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیگا، یہانتک کہ ایک مذہب ہو جائیگا۔ اور وہ دین اسلام ہے۔ یہ ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مذہب حیات مسیح کا۔

دلیل (۱۷) معالم التنزیل ۱/۵۱۵

(وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا) أَيْ مَا قَتَلُوْهُ عِيْسٰى يَقِيْنًا (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ) وَقِيْلَ قَوْلُهٗ يَقِيْنًا يَرْجِعُ إِلٰى مَا بَعْدَهٗ وَقَوْلُهٗ مَا قَتَلُوْهُ كَلَامٌ تَامٌّ تَقْدِيْرُهٗ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَقِيْنًا وَالْهَاءُ فِيْمَا قَتَلُوْهُ كِنَايَةٌ عَنْ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا) یعنی نہیں قتل کیا انہوں نے عیسٰی علیہ السلام کو یقیناً بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف) اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ کا فرمان یقیناً ما بعد کے متعلق ہے۔ اور وَمَا قَتَلُوْهُ کلام پوری ہے۔ اس کی حقیقہ ہوگی۔ بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف یقیناً اور قَتَلُوْهُ میں ہٗ سے عیسٰی علیہ السلام مراد ہیں (یعنی عیسٰی علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا۔

دلیل (۱۸) تفسیر مدارک ۱/۱۵۴

(وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) أَوِ الضَّمِيْرَانِ لِعِيْسٰى يَعْنِيْ وَإِنْ مِّنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِعِيْسٰى قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَهُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ فِيْ زَمَانِ نُزُوْلِهٖ رُوِيَ أَنَّهٗ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يُؤْمِنُ بِهٖ حَتّٰى تَكُوْنَ الْمِلَّةُ وَاحِدَةً وَّهِيَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ۔

یا ضمیر اُن کی عیسٰی علیہ السلام کے واسطے یعنی اور کوئی بھی اہل کتاب سے نہیں مگر ضرور ایمان لاوے گا عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ، عیسٰی علیہ السلام کی موت کے پہلے اور وہ اہل کتاب عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں ہونگے اور

روائیت کیا گیا ہے۔ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام آخیر زمانہ میں آسمان سے اتریںگے تو کوئی بھی اہل کتاب سے باقی نہ رہے گا۔ مگر اس کے ساتھ ایمان لائیگا۔ حتیٰ کہ دین ایک ہی رہ جائے گا اور وہ دین اسلام ہے۔

دلیل (۱۹)
تفسیر کشاف
۱/۲۱۲

رُوِیَ اَنَّ رَھْطاً مِنَ الْیَھُوْدِ سَبُّوْہُ وَ سَبُّوْا اُمَّہٗ فَدَعَا عَلَیْھِمْ اَنْتَ رَبِّیْ وَبِکَلِمَتِکَ خَلَقْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ مَنْ سَبَّنِیْ وَسَبَّ وَالِدَتِیْ فَمَسَخَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّھُمَا قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ فَاجْتَمَعَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی قَتْلِہٖ فَاَخْبَرَہُ اللّٰہُ بِاَنَّہٗ یَرْفَعُہٗ اِلَی السَّمَآءِ وَیُطَھِّرُہٗ مِنْ صُحْبَۃِ الْیَھُوْدِ فَقَالَ لِاَصْحَابِہٖ اَیُّکُمْ یَرْضٰی اَنْ یُّلْقٰی اِلَیْہِ شِبْھِیْ فَیُقْتَلُ وَیُصْلَبُ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ اَنَا فَاَلْقَی اللّٰہُ عَلَیْہِ شِبْھَہٗ فَقُتِلَ وَصُلِبَ وَقِیْلَ کَانَ رَجُلًا یُّنَافِقُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمَّا اَرَادُوْا قَتْلَہٗ قَالَ اَنَا اَدُلُّکُمْ عَلَیْہِ فَدَخَلَ بَیْتَ عِیْسٰی فَرُفِعَ عِیْسٰی وَ اُلْقِیَ شِبْھُہٗ عَلَی الْمُنَافِقِ فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَتَلُوْہُ وَیَظُنُّوْنَ اَنَّہٗ عِیْسٰی۔

روایت کیا گیا ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ کو گالیاں دیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے اُن پر بد دعا فرمائی، تو میرا رب ہے اور تم ہے مجھے تیرے کلمے کی تو نے مجھے پیدا کیا ہے، اے اللہ لعنت بھیج جنے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دیں، اللہ نے اُن کو شکل انسانی سے بگاڑ کر بندر اور خنزیر بنا دیا، تو باقی یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہو گئے تو اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اللہ اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیگا اور یہود کی صحبت سے پاک کر دیگا۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے تمہارا کونسا پسند کرتا ہے۔ کہ کہ اس کی طرف میری شبہ ڈالی جاوے۔ تو قتل کیا جاوے اور صلیب دیا جاوے۔ اور داخل ہو گا جنت کو۔ تو ایک آدمی نے اُن سے کہا کہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈالدی تو قتل کیا گیا اور صلیب دیا گیا اور بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ آدمی منافق تھا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام سے منافقت کیا کرتا تھا۔ تو جب ارادہ کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا تو منافق نے

کہا ئیں کہیں عیسیٰ کی خبر دیتا ہوں، تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں داخل ہؤا تو عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا شبہ منافق پر ڈالا گیا تو وہ منافق پر داخل ہوئے اور انہوں نے اس کو قتل کیا، اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ عیسیٰ ہی ہے۔

اس سے ثابت ہؤا کہ مرزا صاحب کے بازو کا ٹوٹنا اور لنگراہٹ کا ہونا اور دائیں آنکھ میں نقص ہونا، زبان میں لکنت کا پایا جانا، دائمی خارش کا رہنا، دماغ کی خرابی، گردہ مثانے سے شاہ رگ کا کٹنا، پھوڑا نکلنا۔ یہ تمام مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق منافقت اور تبرا بازی کا نتیجہ ہے، جوان کی بددعا سے ہی ثابت ہو رہا ہے۔

دوسری بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اُٹھایا جانا جو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تائید میں حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کر رہی ہے۔

تیسری بات جوان سے منافقت رکھتے اور ان کی شبہ کا متمنی تھا تو وہ دار پر لٹکا گیا۔ اور بصورت دیگر یہ کہ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبیہ کی ضرورت اس لئے تھی کہ جوان کو آسمان پر چلے جانے کو جائز سمجھے کہ حضور میں اس بات کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ آسمان پر تشریف لے جاویں اور میں آپ کی شبیہ بنجاؤں اور آپ بچ جائیں تو وہ بھی ایک بار دوبارہ ضرورت ہی نہیں اور جوان کے آسمان پر جانے کو ہی محال اور بُرا سمجھے اور ناممکن سمجھے، وہ کیسے اور کیوں؟ اور شبیہ کا وجود بھی اس وقت ضروری تھا۔ جب کہ اُن کو یہودیوں کے پھندے سے چھوڑانا مقصود تھا اور اس کو اکیلے نفاق کی وجہ سے سزا دینی مقصود تھی،

دلیل (۲۰) تفسیر کشاف ۱/۳۱۳

وَالضَّمِيْرُ اِنْ لِعِيْسٰى بِمَعْنٰى وَاِنْ مِّنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَهُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ فِيْ زَمَانِ نُزُوْلِهٖ رُوِيَ اَنَّهٗ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَلَا يَبْقٰى اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا يُؤْمِنُ بِهٖ حَتّٰى تَكُوْنَ مِلَّةً وَّاحِدَةً وَهِيَ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَيُهْلِكُ اللّٰهُ

فِیْ زَمَانِہِ الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ وَتَقَعُ الْاَمَنَۃُ حَتّٰی تَرْتَعَ الْاُسُوْدُ مَعَ الْاِبِلِ وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ وَیَلْعَبُ الصِّبْیَانُ بِالْحَیَّاتِ وَیَلْبَثُ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَتَوَفّٰی وَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ وَیَدْفِنُوْنَہٗ

اور ان کی ضمیر عیسٰی علیہ السلام کے واسطے ہے بایں معنیٰ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیگا عیسٰی علیہ السلام کی موت کے پہلے اور وہ اہل کتاب جو آپ کے نزول کے زمانے میں موجود ہوں گے، روایت کیا گیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام آخر زمانے میں اتریں گے۔ تو اہل کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہ جاویگا۔ مگر عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ صحیح ایمان لائیگا۔ (بیٹا کہنا چھوڑ دینگے اور رسول اللہ ہونیکا محض عقیدہ رکھیں گے) حتیٰ کہ ایک دین ہو گا۔ اور وہ دین اسلام ہی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ مسیح کے زمانے میں دجال کو ہلاک کریگا اور ایسا امن واقع ہو گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چرینگے۔ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکری کے ساتھ اور لڑکے سانپوں سے کھیلیں گے اور عیسٰی علیہ السلام زمین پر چالیس سال رہائش فرمائینگے۔ پھر فوت ہوں گے اور اس پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔ اور اس کو دفن کرینگے۔

اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ اتنا امن عامہ ہوگا۔ کہ شیر اونٹ کے ساتھ چرینگے اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکری کے ساتھ چرینگے۔ لیکن وہ ان کو کھائیں گے نہیں۔ یہ ہے عیسٰی علیہ السلام کا امن کا زمانہ جو آنے والا ہے اور ابھی تو عیسٰی علیہ السلام بھی آئے نہیں، اگر آتے تو ضرور ایسا ہی ہوتا۔ مرزا صاحب نے دعوائے مسیحیت کا کیا، سُبْحَانَ اللہ کجا اللہ اللہ کجا ٹیں ٹیں، کجا عیسٰی علیہ السلام اور کجا مرزا غلام احمد، حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے کا اتنا امن عامہ ہوگا اور زمانہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ کہ انسان انسان کا دشمن ہے۔ کروڑوں بھوک کے مارے مر رہے ہیں جیلیں مجرموں سے پُر ہیں، کچہریاں فوجداری اور دیوانی دعووں سے دوانی ہیں، احترام ماں باپ کیا، بھائی بھائی سے کیا، عورت خاوند سے بیزار، خاوند عورت سے بیزار، ہر چیز کی گرانی، ہر صدہ دراز سے قحط، انسان و حیوان بیماریوں میں مبتلا، زمین حرکت میں، بادل گھرتے ہیں لیکن بارش مفقود

ہے۔ نصل نظر نہیں آتا، کیا یہ امن ہے؟ کیا یہ زمانہ عیسوی ہے۔ اسلام کے خاص خاص مقامات نظر آرہے ہیں، کیا یہ زمانۂ فساد نہیں، معلوم ہوا کہ زمانۂ عیسے علیہ السلام قریب ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا دنیا مصداق بن چکی ہے اور بجائے اس کے کہ مرزائیت کا زور ہوتا، مرزائی مرزائیت سے تنگ آکر تائب ہو رہے ہیں، مرزائیوں کی حالت اتنی ناگفتہ بہ ہے، کہ باوجود ہر شاطرانہ چال کے دنیا کے کسی گوشے میں جلنا مرزائیت محال ہو چکا ہے۔ کیا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے یہی معنی ہیں؟ کیا تم نے عربی پڑھی نہیں بلکہ عربی آلو پڑھا ہوا ہے، جو تمہارے دماغ میں علم قرآن و حدیث کا اثر نہیں ہونے دیتا۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب، خفتہ را خفتہ کے کند بیدار، تم نے پہلے کہا تھا، کہ توفی کے معنی پورا اجر دینے کے توفی کے معنی پورا اٹھا لینے کے۔ اب میں نے دیکھا ہے، کہ تم نے بھی توفی کے معنی موت کے لئے ہیں، جب ہم اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ میں معنی مارنے والے کے کرتے ہیں۔ تو تم سیخ پا ہو جاتے ہو، کہ او ہو او ہو غلط معنی کرتے ہو اور اب تو توفی کے معنی مذکورہ بالا عبارتوں میں تم نے خود موت کے کئے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہو، اپنے گھر کا قرآن نہ بناؤ۔ توفی کے معنی قرآن مجید میں موت کے آتے ہیں، دیکھو وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ يَتَوَفّٰىهُمْ۔ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ يَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ۔ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ کیا ان میں معنی موت نہیں تو اور کیا، قرآن میں معنی موت کے ہوں، تفسیروں میں ہوں، حدیثوں میں ہوں، لیکن تم نہیں مانتے۔ ہمارے مرزا صاحب قرآن کے معنی بدلنے والوں کو ہی درست کرنے تشریف لائے ہیں۔

"محمد عمر"۔ درست تم نے تو مرزائیت والا پورا زور لگا دیا۔ نار الفگی معاف، قرآن کریم تو نہ تمہارے گھر کی کتاب ہے۔ نہ میرے گھر کی، خدا کی کتاب ہو، عربی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ قرآن کریم کو جتنا عرب اہل لسان سمجھتے ہیں اتنا

نہ تم سمجھتے ہو، نہ میں اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو سمجھا ہے ایسے تم
اور ہم نہیں سمجھ سکتے، علیٰ ہذا القیاس صحابہ کرام بعد ازاں تابعین بعدہٗ تبع تابعین بعد ازاں
خیر القرون نے جتنا سمجھا اتنا ہم نہیں سمجھ سکتے، ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ
گذر چکا ہے، قرآن کریم کو نازل ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک کوئی
مسلمان مُتَوَفِّیْكَ اور تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی نہ سمجھ سکا، صرف مرزائیوں کو ہی اب سمجھ
آئی ہے، معاذ اللہ سب گمراہ اور صرف تم ہدایت پر ہو کچھ خدا کا خوف کرو۔ میں
آپ کو ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر مثال تمہارے ذہن
نشین ہو جائے گی تو اصل بھی جلدی ذہن نشین ہو گا، کسی کے پاس کوئی اس غرض
سے جائے، کہ مجھے ایک عورت کی ضرورت ہے۔ جس سے میں شادی کرا لوں۔
تو مسئول عنہٗ جواب دے کہ تمہارے گھر میں ایک عورت رہتی ہے تم اس سے
شادی کرا لو، تو سائل جواب دیگا، کہ وہ تو میری ماں ہے، میاں خبردار ایسا نہیں
ہو سکتا، کبھی ماں سے شادی ہو سکتی ہے، غضب کر رہے ہو، تو مسئول عنہ کہے،
کہ میاں صاحب تیری لڑکی بھی عورت اور وہ بھی عورت، عورت ہونے میں تو یکساں
ہیں، یا یہ کہو، کہ تمہاری ماں عورت نہیں، تو وہ ضرور کہے گا کہ تو تو بیوقوف ہے، یا اسلام
کے توانین سے ناواقف ہے۔ جو ماں کو عورت سمجھ کر شادی کرنے کی ترغیب دیتا
ہے۔ شرعی منہیات کو دیکھتا ہی نہیں، تو مسئول عنہٗ کہدے کہ تم ہمشیرہ سے شادی
کر لو، وہ بھی تو عورت ہے۔ خالہ سے کر لو۔ پھوپھی سے کر لو، وَغَیْرَهُنَّ وَغَیْرَهُنَّ،
دیکھو جی میں اس بھلے آدمی کو اس کے گھر کی اتنی عورتیں گنا رہا ہوں یہ ان سے شادی
نہیں کرتا اور میری طرف دوڑتا ہے، کیا وہ عورتیں نہیں، تو سائل ایسے شخص کو حواس
باختہ شمار کریگا اور یہی سمجھے گا کہ شاید جو مجھے تعلیم دیتا ہے، کہ ہمشیرہ سے شادی کر لو،
ماں وَغَیْرَهُنَّ سے شادی کے لئے کہتا ہے، میں تو اس بیوقوف کے کہے ایسا
فعل جس سے شریعت مطہرہ نے منع فرمایا ہے، کر نہیں سکتا، اسے سوال ہی نہیں کرنا
چاہیئے۔ کیونکہ اس کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے، کہ یہ اپنی بیٹی سے خود نکاح کرلیگا،
کیونکہ اس کے نزدیک اچھا کام ہے، تبھی تو مجھے ترغیب دلاتا ہے،
بھائی جھگڑا تو یعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کا ہے۔ کہ اس آیت کے

ماتحت کسی صحابی نے، کسی تابعی نے کسی مفسر نے یہ استنباط کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اوّل تو اکثریت اسی طرف ہے، کہ یہاں معنی موت کے نہیں، بلکہ توفی کے معنی پورا اٹھانے کے تمام کرتے ہیں، اور جب ان آیات متنازعہ فیہا کا تنازعہ تفاسیر سے حل کرتے ہیں، تو ان آیات کو چھوڑ کر ہمارے قرآن سے ہمیں وہ مقامات پیش کرتے ہیں، کہ جہاں قرینہ موت، فرشتہ، ہلاکت وغیرہم موجود ہو، حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بچانے کے مقام پر قرینہ حیات موجود لیکن مرزائی منکر، اور اتنی تحریف کے درپے ہیں کہ رفع کے معنی پھیرتے ہیں، توفی کے معنی بدلاتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا بھی انکار کرتے ہیں، اور ان کو جب اللہ تعالیٰ قیامت کی نشانی فرمادے تو بھی انکار، اور اگر کسی نے موت کے معنی کئے بھی ہوں تو وہ موت عیسوی ثابت نہیں کرتا، بلکہ نسق عبارت کو مقدم مؤخر مانتا ہے، اب مرزائی اس کے معنی مُمِیْتُکَ تو فوراً اپنے مطلب کے لئے لے لیتا ہے، لیکن انہوں نے جو آگے تقدم و تاخر کو لکھا ہے اس کا قائل نہیں ہوتا، کبھی کسی تفسیر کا حوالہ دیتا ہے، کبھی کسی تفسیر کا، لہٰذا اس آیت کے ماتحت تو کوئی مستند تفسیر نکال کر دکھاؤ، اور بعض مفسرین جنہوں نے مُمِیْتُکَ کا لکھا ہے، تو ان کے تمام عقیدہ کو بیان نہیں کیا جاتا،

آؤ مرزائیو! اگر ہمت ہے تو دکھاؤ، کہ متقدمین یا متاخرین میں سے کوئی شخص وفات مسیح کا قائل ہؤا ہو، معنی گو کسی نے مُمِیْتُکَ کے بھی کئے ہوں، پھر بھی وہ عبارت کے تقدم و تاخر کو مانیں گے، اور حیات مسیح کے قائل ہونگے، کیونکہ حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی کئی آیتیں صریح ہیں، موت کی ایک بھی نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، جیسا کہ فقیر نے مفسرین کی بیان کردہ حدیثیں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مختصراً پیش کی ہیں، تم ایک تفسیر سے ہی پیش کر دو، جس میں لکھا ہو، اِنَّ عِیْسٰی مَاتَ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، جیسا کہ فقیر نے دکھایا ہے، اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں، کوئی کسی کتاب سے ہی حدیث پیش کر دو۔

"مرزائی"۔ میں نے سمجھ لیا کہ تفسیر ابن عباس کے متعلق کہہ رہے ہو، کہ اس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقدم و تاخر کو لیا ہے، تو بخاری شریف میں اِنِّیْ مُمِیْتُکَ مراد لینا ہمارے مخالف نہ ہؤا، کیونکہ تقدم و تاخر میں حیات مسیحؑ ثابت ہو گی،

لیکن مولوی صاحب اس تفسیر کے متعلق تو حضرت علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان کے راوی جنکو مفسرین نے ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے وہ مجاہیل ہیں۔ پ

"محمد عمر"۔ تمہارے راوی کشن سنگھ اور گنڈا سنگھ اور شرن پت ملا وامل ہو تو روایت کو مضبوط سمجھو۔ نتیر تمہیں سب سے آخری فیصلہ عرض کرتا ہے۔ کہ مُمِیْتُکَ کا قول باسند نہیں۔ اس واسطے قابل عمل نہیں، اور ہم تفسیر ابن عباس کی طرف جاتے ہی نہیں۔

"مرزائی"۔ تمام مفسرین کا لکھنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ پ

"محمد عمر"۔ بھائی اگر تمام مفسرین کا منسوب کرنا تمہارے لئے محض اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ تو تقدم و تاخر بھی تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ بنا بریں تفسیر ابن عباس کا تقدم و تاخر لکھنا صحیح ثابت ہوگا۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو وہ بھی نہیں، تو متوفی کے معنی نیند اور پورا اُٹھانا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی ثابت اور صحیح ہؤا۔ جس کا اگر انکار کرو تو منکر قرآن بنجاؤ۔ تم مرزائی بیچارے کیا سمجھو؟

لفظ کے معانی دو اقسام کے ہوتے ہیں، حقیقی اور فرعی۔ حقیقی معنی تمام معانی کے واسطے جنس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور باقی فرعی تمام اس کے انواع ہوتے ہیں۔ جب لفظ بولا جائے تو پہلے حقیقی معنی مراد لئے جاوینگے، اگر کوئی قرینہ متعلقہ موجود ہو، تو اس کے انواع میں سے مطابق قرینہ مراد لئے جا دینگے، چنانچہ توفی کے اصل معنی اَخذ الشئ وافیا ہی ہیں، جیسا کہ ماقبل اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔ اور اس کا استعمال قرآن کریم میں بھی ہؤا ہے۔ باقی موت نیند وغیرہ سب فروعات اور انواع ہیں، چنانچہ جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں، ان کے لئے موت، فرشتہ، ہلاکت یا دغیو وغیرہ قرائن موجود ہیں،

توفی کے انعامی اشتہار کا جواب

"مرزائی"۔ میرا دعویٰ ہے اور انعام بھی پیش کرتے ہیں، جو توفی کے معنی سوائے موت کے ثابت کردے، جس فعل توفی کا فاعل خدا ہو، مفعول ذی روح ہو، باب تفعل سے کوئی ایسا فعل دکھاؤ جیسا کہ میں نے تمہارے سامنے آیات پڑھی ہیں، پ ۲۹۲

"محمد عمر"۔ تم جلدی سے روک دیتے ہو، مطلب کو پورا نہیں کرنے دیتے۔ سنئے میں

تمہیں ایسی آیات پیش کر دیتا ہوں۔ پھر تم ایمان لانا یا نہ۔ گو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں

(۱)۔ بقرہ ۳/۳۸ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝
پھر پورا دیا جائیگا ہر نفس جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جائینگے

(۲)۔ آل عمران ۴/۱۷ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝
ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۳)۔ نحل ۱۴/۱۵ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ قیامت کے دن آئیگا ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جھگڑا کریگا اور پورا دیا جاویگا ہر نفس جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں باب توفی یعنی تفعل ہے۔ اور جس کو دیا جاویگا وہ نفس ہے۔ اور فاعل حقیقی معطی خداوند کریم ہے۔ تین آیات باب توفی کی ایسی پیش کر دی گئیں جن کے معنی مارنے کے کئے جاویں تو کفر لازم آجائے گا۔ کیوں جناب مرزائی صاحب کچھ خدا کا خوف کرو، اور ایمان لے آؤ، سنو۔

(۴)۔ زمر ۲۴/۵ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو اس کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے سلاتا ہے ان کو ان کی نیند میں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ تم نے جھٹ پڑھ دیا، جو اپنے مطلب کی آیت تھی، لیکن یہ نہ سوچا کہ یہ قرآن مجید ہے اس میں غداری کرنا جہنم کا ایندھن بننا ہے، رب العزت عالم الغیب کو مرزائیوں کا پہلے ہی سے علم تھا کہ مرزائیوں نے توفی بمعنی موت لینے ہیں، اس واسطے اس نے اپنی کتاب لاریب میں توفی کے دونوں معنی بیان فرما دیئے اور ثابت فرما دیا، کہ معنی قرینہ سے کیا کرو، جو محاورہ عرب کو نہ سمجھے وہ میری کلام کو نہ پڑھے توفی بمعنی موت و توفی بغیر موت یعنی نیند وغیرہ، تو پہلی آیت کریمہ میں موت قرینہ تھا، تو معنی موت ہوئے اور دوسری آیت میں قرینہ نوم یعنی نیند ہے، اسواسطے توفی بمعنی نیند ہوئے تو دوسرے جملہ میں وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا میں وہی پہلی توفی موجود

ہے، توفی فعل اور فاعل اللہ کریم اور مفعول نفس ذی روح ۔ لائیے انعام ۔ لیکن مرزائی اور انعام دینا یہ بعید از عقل سلیمہ ہے جس نے خداوند سے وعدے کو پورا نہیں کیا، وہ مسلمانوں سے وعدہ کب پورا کرتا ہے، تو توفی کے دونوں معنی ثابت ہو گئے، موت بھی اور بغیر موت بھی۔ وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا میں توفی موجود، لیکن موت موجود نہیں،

(۵) انعام ۷/۷ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ،
اور اللہ وہ ذات ہے، جو تمہیں رات کو سلاتا ہے، اور جو تم دن میں عمل کرتے ہو، جانتا ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب باب توفی موجود، فاعل اللہ اور مفعول ذی روح،

تمہارا مرزائیوں کا چیلنج منظور اور توفی کے معنی موت کے علاوہ نیند، اور پورے اٹھانے کے ثابت ہو گئے، اگر صحیح مرزا صاحب کے بنتے ہو، تو انعام رکھ دو۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

"مرزائی" ۔ مولوی صاحب یہاں قرینہ لیل موجود ہے، اس واسطے توفی کے معنی نیند میں موت نہیں ۔ ۲۹۲

"محمد عمر" ۔ اچھا اب قرینہ یاد آیا، جب انعام رکھا تھا، تو تمہارا قانون کیا تھا، اپنے قانون کو یاد کرو۔ اور ذرا دیر کے واسطے اپنے خالق کو یاد کرو۔ مرزا صاحب کو ذرا دیر کے لئے پس پُشت رکھو۔ کیونکہ تمہاری جان مرزا صاحب کے قبضہ میں نہیں، خداوند کے قبضہ میں ہے۔ سچ کہنا کہ تمہارا قانون خداوند کریم کی آیات کریمہ پیش کر کے توڑ دیا گیا۔ یا نہیں، جب تمہارا قانون ٹوٹ گیا اور توفی کے معنی موت کے علاوہ ثابت ہو گئے، تو معلوم ہوا کہ یہ تمہارا جعلی قانون تھا اصولی قانون نہ تھا، جو آیت قرآنی نے ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا کر دیا، اور ان آیات قرآنی نے تمہارے قانون کے بخیے اُدھیڑ دیئے۔ یہ تو بتاؤ کہ یہاں تو ایک لیل کا قرینہ موجود ہے، اُس آیت میں پانچ قرائن موجود ہیں، کیا اگر یہاں ایک قرینے سے توفی کے معنی بدل گئے ہیں، تو وہاں پانچ قرائن موجود سے توفی کے معنی نہ بدلے،

لیکن تمہاری مرزائیت تمہیں صحیح معنی کرنے سے عاجز کردے، تو فقیر کا کیا قصور ہے۔

(۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام کا زندگی کی دعا فرمانا اور اللہ کریم کا قبولیت فرما کر حوصلہ افزائی کرنا۔

(۲)۔ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ۔

(۳)۔ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

(۴)۔ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(۵)۔ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ۔

کیا یہ وعدے زندگی کے متعلق نہیں؟ اور دنیاوی ہیں یا اخروی۔ جب دنیا میں وعدے دنیاوی ہو رہے ہیں، تو تم جعلی تاویلیں کر کے آیت کے معنی بگاڑو تو تمہیں خدا بگاڑے۔ اور سنیئے۔

(۶)۔ آل عمران ۴/۱۹ — كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور کوئی بات نہیں قیامت کو تمہیں تمہارے اجور پورے دئے جائیں گے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب، تم تو کہتے تھے، توفی موت ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اب تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ موت علیحدہ ہے اور توفی علیحدہ ہے، تو ثابت ہؤا۔ کہ توفی کے معنی موت ہی نہیں، بلکہ کچھ اور ہے۔ اب اہل لسان کی بات ماننی پڑے گی، جو علامہ رازی نے لکھی ہے۔ سنو۔

تفسیر کبیر ۲/۶۹۰ — وَعَلَىٰ كِلَا الْاِحْتِمَالَيْنِ كَانَ اِخْرَاجُهُ مِنَ الْاَرْضِ وَاِصْعَادُهُ اِلَى السَّمَاءِ تَوَفِّيًا لَهُ فَاِنْ قِيْلَ فَعَلَىٰ هٰذَا الْوَجْهِ كَانَ التَّوَفِّيْ عَيْنَ الرَّفْعِ اِلَيْهِ فَيَصِيْرُ قَوْلُهُ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ تَكْرَارًا۔ قلنا قوله انى متوفيك يدل على حصول التوفى وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعده ورافعك الى كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكرارا۔

اور احتمالین پر عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے نکالنا اور آسمان کی طرف چڑھانا اس کے لئے توفی ہے۔ (امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے توفی کے معنی واضح کر دئے) پھر اگر کہا جائے

تو اس وجہ پر توفی کے معنی عین اللہ کی طرف چڑھنا تو اس کا فرمان رَافِعُکَ اِلَیَّ تکرر ہو گا۔ ہم کہتے ہیں، کہ اللہ کا فرمان انی مُتَوَفِّیْکَ حصول توفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ جنس ہے۔ اس کے ماتحت کئی نوعیں ہیں، بعض اس کی موت کے ساتھ اور بعض آسمان کی طرف چڑہانے کے ساتھ، تو جب اللہ نے بعد اس کے فرمایا رَافِعُکَ اِلَیَّ تو اس قسم سے (آسمان کی طرف چڑھنے) کا یقین ہو گیا۔ اور تکرار نہ ہؤا۔ اور آسمان پر چڑھنے کا امر یقینی ہو گیا۔

تو ثابت ہؤا۔ کہ توفی کے معنی اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا شئی کو پورا لینا جنس اور اصل اصعاد ہے، موت و نیند وغیرہم اس کے انواع اور فروعات ہیں، ہر لفظ کے معنی پہلے اصل لئے جاویںگے فرع بعد میں، اور فرع بھی وہی مراد لی جاوے گی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لی ہو، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور سلف صالحینؒ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آجتک یہاں تمام نے توفی کے معنی پورا لینے اور آسمان پر چڑھنے کے مراد لئے یا جو معنی موت کے کرے تو ترتیب کے تقدم و تاخر کا قائل ہو، ہر صورت تمام فرقے معانی خواہ کیسے بھی مراد لیں، لیکن ہر ایک نتیجہ حیاتِ مسیح سماوی کا نکالے تو آپ کون ہیں، جو ان سے تمام معانی چھوڑ کر نصف معنی وہاں سے لے کر اپنے مطالب کی طرف پھیر لے جاؤ، اور تمام مفسرین و سلف صالحین کو غلطی پر سمجھو اور صرف اپنے آپکو یا اپنے ہمنواؤں کو قرآن کریم کے معانی اُلٹ پلٹ کر کے حق پر سمجھو تو یہ اسلامی ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے، مگر جس کو اللہ چاہے۔ ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔ اور وہ تمام سلف صالحین کی قرآن دانی کو کبھی غلط اور دھوکا نہیں سمجھیگا، اور اپنے دفار اور ریٹ کے متمنی کو خود غرضی کی بنا پر جھوٹا سمجھے گا۔

"مرزائی"۔ تم نے جو معنی اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا کے کئے ہیں، وہ بھی یہاں چسپاں نہیں ہوتے، لفظ شئی غیر ذوی العقول پر بولا جاتا ہے اور مُتَوَفِّیْکَ میں اور تَوَفَّیْتَنِیْ میں ذَوِی الْعُقُوْل ہیں، تم بیچارے عربی کو کیا سمجھو۔

"محمد عمر"۔ میرے دوست اب تم قریب قریب آگئے ہو، شکر ہے تمہاری زبان سے بھی توفی کے معنی اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا نکلا، لیکن تمہیں جو آگے مغالطہ پڑا ہے۔ وہ محض وکالتِ مرزائیہ نے دھوکا دیا ہے۔ اگر اسلامی وکیل ہوتے تو دھوکے کے

گڑھے میں کبھی نہ گرتے۔ کیونکہ قرآن مجید کو ہی ملاحظہ فرمالیتے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، تو اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ذوی العقول پر قابض و قادر ہے، اور غیر ذوی العقول پر نہیں، مگر خیر یہ تمہارے اختیار نہیں، یہ کفالت مرزائیہ کا اثر ہے۔ کہ قرآن کریم کو ملاحظہ نہیں فرمایا، تو پاؤں پھسل گیا۔ اچھا اب بھی سنبھل جاؤ، اور توفی کے معنی اَخذُ الشَّیْءِ وَافِیاً کے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے واسطے یکساں تسلیم کرکے سمجھ لو۔ کہ توفی کے اصل معنی شئی کو پورا اٹھالیا، ذوی العقول سے ہو یا غیر ذوی العقول سے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

(۲)۔ رعد ۱۳/۲ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ فرمادیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہر شئی کا خالق ہے، اب ذرا دیر کے لئے دماغ درست کرو، تو نہیں سمجھ آجائے گی۔ لفظ شئی کے استعمال سے کل شئی میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول تمام شامل ہیں یا نہیں، لیکن اگر آنکھوں پر مرزائی چشمہ لگا کر ملاحظہ فرماؤ گے، تو شاید اس مقام پر بھی یہی سمجھ آجائے، کہ خالق کل شئی میں بھی غیر ذوی العقول کا خالق اللہ اور ذوی العقول کا خالق مرزا صاحب ہو۔ بھائی میرے خیال میں جب کبھی وکالت کا موقعہ ملتا ہوگا تو یہ مصرعہ ہی جناب کی زبان پر ہوتا ہوگا۔

ع صبا شرمندہ مے گردد بروئے گل نگہ کردن

یعنی ہر مطلب کو اُلٹ سمجھنا۔ تمہارے اس شبہ کو دور کرکے توفی کے معنی پورا اٹھانا اور نیند کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھانا ثابت ہوا۔

(۳)۔ حجر ۱۴/۲ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ

(۴)۔ نحل ۱۴/۵ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝

(۵)۔ نحل ۱۴/۱۴ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝

دلیل ۲۱۔ تفسیر کبیر ۳/۵۰۲ قَالَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْمُتَکَلِّمِیْنَ اَنَّ الْیَھُوْدَ لَمَّا قَصَدُوْا

قَتْلَهٗ رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَی السَّمَاءِ ۔

کہا جماعت کثیر نے متکلمین سے کہ یہود نے جب ارادہ کیا اس کے قتل کا تو عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ۔

دلیل (۲۲) تفسیر کبیر ۳ ۵۰۲

وَکَلُوْا بِعِیْسٰی رَجُلًا یَحْرِسُهٗ وَصَعِدَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الْجَبَلِ وَرُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ وَاَلْقَی اللّٰهُ شِبْهَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ الرَّقِیْبِ فَقَتَلُوْهُ وَهُوَ یَقُوْلُ لَسْتُ بِعِیْسٰی ۔

یہود نے ایک آدمی کو وکیل بنایا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کا خیال رکھے اور عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھائے گئے، اور آسمان کی طرف اٹھالئے گئے ۔ اور اللہ تعالےٰ نے شبہ ڈال دیا اس رقیب پر تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا، حالانکہ وہ کہتا تھا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔

دلیل (۲۳) تفسیر کبیر ۳ ۵۰۲

قَالَ السُّدِّیُّ اِنَّ الْیَهُوْدَ حَبَسُوْا عِیْسٰی مَعَ عَشَرَةٍ مِّنَ الْحَوَارِیِّیْنَ فِیْ بَیْتٍ فَدَخَلَ عَلَیْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ لِیُخْرِجَهٗ وَیَقْتُلَهٗ فَاَلْقَی اللّٰهُ شِبْهَ عِیْسٰی عَلَیْهِ وَرُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ فَاَخَذُوْا ذٰلِكَ الرَّجُلَ وَقَتَلُوْهُ عَلٰی اَنَّهٗ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ۔

کہا سدی نے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دس حواریوں کی معیت میں ایک مکان کے اندر بند کر دیا، تو ان پر یہود سے ایک آدمی اندر داخل ہوا ۔ تاکہ ان کو نکال کر قتل کر دے ۔ تو اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا شبہ اس پر ڈال دیا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو یہود نے اس آدمی کو پکڑ لیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا، اس خیال سے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

دلیل (۲۴) تفسیر کبیر ۳ ۵۰۴

(وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) رَفْعُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَی السَّمَاءِ ثَابِتٌ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ وَنَظِیْرُ هٰذِهِ الْاٰیَةِ قَوْلُهٗ فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۔

(اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ چڑھایا،

اس کو اللہ نے اپنی طرف (عیسیٰ السلام کا آسمان کی طرف چڑھنا اس آیت سے ثابت ہے اور اس کی مثال اللہ کے فرمان سورۃ آل عمران میں گذر چکی ہے۔
اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مَامَضَتْ آیات کو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کے ثابت ہونے کا ارشاد فرمادیا ہے۔ اب اگر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی عبارت کا تم نے ہیر پھیر کیا تو غیر مسموع اور لغو سمجھا جاوے گا۔

دلیل (۲۵) تفسیر ابن جریر ۶/۹
حدثنا محمد بن الحسین قال حدثنا احمد بن المفضل قال حدثنا اسباط عن السدی ...... اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام قَدْ صُعِدَ بِهٖ اِلَی السَّمَاءِ
بے شک عیسیٰ علیہ السلام تحقیق چڑھائے گئے آسمان کی طرف۔

دلیل (۲۶) تفسیر ابن جریر ۶/۱۲
حدثنا ابن بشار قال حدثنا عبد الرحمٰن قال حدثنا سفیان عن ابی حصین عن ابن جبیر عن ابن عباس وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قَالَ مَوْتَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر قسم اللہ کی ضرور ایمان لائے گا ساتھ اس کے اُسکے مرنے سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَوْتِهٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ (یعنی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مرنے سے پہلے۔

دلیل (۲۷) تفسیر ابن جریر ۶/۱۲
حدثنا ابن وکیع قال حدثنا ابی عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۔ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی (عَلَیْهِ السَّلَام)۔

دلیل (۲۸) تفسیر ابن جریر ۶/۱۲ حدثنی یعقوب قال حدثنا ابن علیہ

عن ابی رجاء عن الحسن فی قولہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال قبل موت عیسیٰ علیہ السلام، واللہ اِنَّہٗ الْاٰنَ لَحَیٌّ عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اِذَا اُنْزِلَ اٰمَنُوْا بِہٖ اَجْمَعُوْنَ ۵

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے ۔ اللہ کے فرمان میں وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ ۔ فرمایا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قسم ہے اللہ کی بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اللہ کے پاس زندہ ہیں، اور لیکن جب وہ اتریں گے تمام اس کے ساتھ ایمان لاوینگے۔

دلیل (۲۹) تفسیر ابن جریر $\frac{6}{12}$

حدثنا ابن وکیع قال حدثنا ابو اسامہ عن عوف عن الحسن اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال عیسیٰ لَمْ یَمُتْ بَعْدُ ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے ۔ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کے متعلق آپنے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام اور وہ ابھی مرے نہیں،

دلیل (۳۰) ابن جریر $\frac{6}{12}$ ابن کثیر $\frac{1}{576}$

حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس قولہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ یعنی انہ سیدرک اناس من اھل الکتاب حین یبعث عیسیٰ فیؤمنون بہ

ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے ۔ اللہ کے فرمان وَاِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ ، یعنی تحقیق عیسیٰ علیہ السلام کو اہل کتاب سے لوگ پائیں گے، جب اللہ ان کو بھیجے گا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لادیں گے ۔

کیوں جناب! یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان اور اس کو کہتے ہیں فرمان حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، کا تم لئے پھرتے ہو۔ مُتَوَفِّیْکَ بغیر سند کے ۔ جس کی سند ہی نہیں، اس کا کیا وثوق ہو سکتا ہے ۔ کہ ان کا فرمان ہے یا نہیں، تم مرزا صاحب کی تقلید کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مستند فرمان اور قرآن کے صحیح ترجمے کو جو حضرت عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے چھوڑ کر اپنا ترجمہ کرو۔ اور جو قول محض ان کی طرف منسوب ہے۔ کو لے کر ادھر ادھر کی باتیں ملا کر بتنگڑ بنا لیتے ہو، اس کو کہتے ہیں قرآن کریم کا ترجمہ جو صحیح منقول ہے۔

دلیل (۳۱) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۷	وما شبہ لھم فقتلوا الشبہ وھم لایتبینون ذالک ثم انہ رفعہ الیہ وانہ باق حی وانہ سینزل قبل یوم القیمۃ کما دلت علیہ الاحادیث المتواترۃ التی سنوردھا ان شاء اللہ قریبًا۔

اور کوئی بات نہیں شبہ دیا گیا ان کو، تو انہوں نے اس شبہ کو قتل کر دیا، اور وہ اس کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ پھر تحقیق اٹھایا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف، اور بے شک وہ باقی ہیں، زندہ ہیں، اور بے شک وہ عنقریب اتریں گے۔ روزِ قیامت کے پہلے۔ جیسا کہ اس پر تمام احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں۔ جن کو انشاء اللہ ہم جلدی بیان کرینگے۔

(اس سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض صحیح ثابت ہوا۔ ان کا زندہ بجسد عنصری آسمان پر موجود ہونا۔ اور نازل ہونا ان احادیث متواترہ سے ثابت ہوا۔ اور جو کوئی ان کا منکر ہو، وہ قرآن اور احادیث متواترہ کا منکر ہے)۔ کیوں جناب ایسی واضح ایک ہی روایت تو دکھاؤ اگر ایمان ہے۔

دلیل (۳۲) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۷	(ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدًا) ای باعمالھم التی شاھدھا منھم قبل رفعہ الی السماء وبعد نزولہ الی الارض (اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام اہل کتاب پر ہونگے گے، یعنی ان کے اعمال پر جو ان سے انہوں نے مشاہدہ

فرمائے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف جانے سے پہلے بھی اور زمین پر اترنے کے بعد بھی۔

دلیل (۳۳) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۷	وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی ابن عثمان اللاحقی حدثنا جویریۃ ابن بشر قال سمعت رجلاً قال

لِلْحَسَنِ یَا اَبَا سَعِیْدٍ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ) قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی۔ اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ اِلَیْہِ عِیْسٰی وَھُوَ بَاعِثُہٗ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَقَامًا یُوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَقَامًا یُؤْمِنُ بِہِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَکَذَا۔ قَالَ قَتَادَۃُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَغَیْرُ وَاحِدٍ وَھٰذَا الْقَوْلُ ھُوَ الْحَقُّ کَمَا نُبَیِّنُہٗ بَعْدُ بِالدَّلِیْلِ الْقَاطِعِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ وَبِہِ الثِّقَۃُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا ابا سعید اللہ کے فرمان (وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ) کا کیا مطلب ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے ایسا ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور وہ اس کو بھیجنے والا ہے۔ قیامت کے پہلے ایک مقام میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نیک و بد ایمان لائے گا۔ اور اسی طرح قتادہ نے اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا ہے۔ اور سوائے ایک کے اور یہی بات سچی ہے۔ جیسا کہ ہم انشاءاللہ اس کو بعد میں عنقریب دلیل قاطع سے بیان کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اسی کے ساتھ وثوق ہے۔ اور اسی بات پر بھروسہ ہے۔

دلیل ۳۴
تفسیر ابن کثیر
۱/۵۷۴

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن المنھال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ رُفِعَ عِیْسٰی مِنْ رَوْزَنَۃٍ فِی الْبَیْتِ اِلَی السَّمَاءِ اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف۔

اب سناؤ! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار باسند حدیثیں حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق ہیں، کہ ان کا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا تھا، اگر اب بھی کہو، کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بخاری والا جو بے سند مذکور ہے وہی مستند ہے۔ اور اس سے وفات مسیح ثابت ہوتا ہے۔ تو اس ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥

دلیل (۳۵)
تفسیر جامع البیان ۱۵

فَالْمُرَادُ وَكَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ
تومراد عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کہولت کی اُن کے نزول کے بعد ہے۔

وَقِيْلَ فِيْ ذِكْرِ وَكَهْلًا بِشَارَةٌ لِمَرْيَمَ بِبَقَائِهٖ أَوْ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهٗ لَا يَصِلُ إِلٰى سِنِّ الشَّيْخُوْخَةِ
اور بعض نے کہا ہے۔ وَكَهْلًا کے بیان میں مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے کی خوشخبری ہے، یا اشارہ ہے کہ وہ ابھی ادھیڑ عمر کو پہنچے نہیں۔

دلیل (۳۶)
تفسیر بیضاوی ۲/۱۰

إِنَّهٗ رُفِعَ شَابًّا وَالْمُرَادُ وَكَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ۔
بے شک عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے آسمان کی طرف، جوانی کی حالت میں اور ادھیڑ عمر کا زمانہ (آسمان سے) نزول کے بعد گذاریں گے۔

دلیل (۳۷)
تفسیر خازن ۱/۲۹۳

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْفَضْلِ وَكَهْلًا يَعْنِيْ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ كَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ۔
اور حسن بن فضل نے کہا، وَكَهْلًا یعنی اور کلام کریگا ادھیڑ عمر میں آسمان سے اُترنے کے بعد اور اس میں نص ہے اس امر پر کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب آسمان سے زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا، کہ نصوص قرآنیہ جیسا کہ یہ بھی ان سے ایک نص ہے ہے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع وحیات سماوی اور نزول من السماء کا منکر ہے وہ اجماعاً نصوص قرآنیہ کا منکر ہے۔

دلیل (۳۸)
تفسیر معالم التنزیل ۱/۲۹۳

(وَكَهْلًا)۔ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْفَضْلِ وَكَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنَ السَّمَاءِ۔
اور کہا حسن بن فضل نے اور زمانہ ادھیڑ عمر عیسیٰ علیہ السلام

دلیل (۵۲) تفسیر ابن جریر ۲۵ / ۴۹

حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ نُزُوْلُ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ الْقِیَامَةِ ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق فرمایا آپنے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا اترنا قیامت کا نشان ہے ۔

دلیل (۵۳) تفسیر ابن جریر ۲۵ / ۴۹

حدثنا ابن عبد الاعلی قال حدثنا ابن ثور عن معمر عن قتادہ فِیْ قَوْلِهٖ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ نُزُوْلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے ۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق آپنے فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کا اترنا قیامت کی نشانی ہے ۔

دلیل (۵۴) تفسیر ابن جریر ۲۵ / ۴۹

حدثنا محمد قال حدثنا احمد قال حدثنا اسباط عن السدی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ خُرُوْجُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ ۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے ۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق آپنے فرمایا ، عیسی ابن مریم علیہما السلام کا نکلنا ہے ۔

دلیل (۵۵) تفسیر ابن جریر ۲۵ / ۴۹

حدثت عن الحسین قال سمعت ابا معاذ یقول اخبرنا عبید قال سمعت الضحاک یقول فی قوله وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ۔

حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ضحاک سے سُنا ۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فرمان وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق فرماتے تھے یَعْنِیْ خُرُوْجُ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَنُزُوْلُهٗ مِنَ السَّمَاءِ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ ۔ کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کا نکلنا اور ان کا آسمان

سے اُترنا قیامت کے پہلے ہے۔

دلیل (۵۶) تفسیر ابن جریر ۲۵/۴۹

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید فی قوله وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسی ابن مریم علمٌ للساعة حین ینزل۔

ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا اترنا قیامت کا نشان ہیں، جب اتریں گے۔

کیوں جی مرزائی صاحب اس کو کہتے ہیں تفسیر پیش کرنا اور حوالے کا لطف بھی یہی ہے۔ کہ بغیر کسی جعلی تاویل کے یا اپنی طرف سے کسی لفظ بڑھانے کے عبارت کا ترجمہ ہی بیان کرنے سے مخاطب کے مطلب کو پورا کر دے، سامع ایمان لادے یا نہ۔ اور مخاطب کو متکلم پر اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔ بشرطیکہ مخاطب سامع میں کچھ ایمان اور انصاف کا کچھ ذرہ باقی ہو۔ لیکن اگر مرزائیت نے بالکل ہی صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ بنا دیا ہو۔ تو اس کو اللہ ہی ہدایت دے۔

چھپن حوالہ جات عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر چڑھنے اور اُن کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے قرآن سے بلا تاویل دکھی زیادتی اور اس کا ترجمہ حدیث شریف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تبع تابعین سے باسند پیش کئے گئے۔

اب تمہیں اگر ضرورت نجات اخروی ہے۔ اور قیامت کے میدان میں وحدہٗ لاشریک کے روبرو کھڑا ہونا حق سمجھتے ہو اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہونا بہتر سمجھتے ہو۔ تو مرزا غلام قادیانی کی جماعت میں شامل ہو کر ان کے عقیدہ کے مطابق بنالو، ورنہ یاد رکھو۔ عیسیٰ بن چراغ بی بی جیسے خود ساختہ مسیح کے ماننے والوں کو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تلوار سے ہی درست کریں گے۔ کیونکہ جب ورم میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ تو اس کو پلٹسوں سے جسم کے اندر بٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر جراح اس پر بغیر چیر پھاڑ کے اور کوئی حیلہ نہیں کرتا۔ تاکہ زہر بدن میں نہ

پھیل جائے۔

اے جعلی مسیح کے معتقدو۔ اب تم بھی امت مصطفےٰ کے پکے اور ظاہرا دشمن باہر نکل چکے ہو۔ اب بھی اگر تمہارے ایمانوں میں پیپ نہیں پڑی، ابھی محض گندا خون ہی کھولتا ہے۔ یعنی کسی کے بہکانے میں ہی چل رہے ہو۔ تو ان تمام حوالہ جات سے تسلی کر کے مومنین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رچ بچ جاؤ، اور اگر مرزائیت تمہارے ایمانوں میں گھر چکی ہے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا ذرہ بھی تمہارے اندر باقی نہیں رہا، تو تمہارا علاج بھی سوائے عیسوی ٹیکہ کے اور کوئی نہیں تم عیسیٰ بن مریم کا نام گرداں کر ہی عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ سمجھ بیٹھے ہو نہ۔ تمہیں یہ علم ہونا چاہیئے۔ کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا خداوند کریم نے لقب رجسٹرڈ کیا ہوا ہے۔ جب وہ نام والا آ گیا تو یاد رکھو۔ تدنی اس کی تلوار کے وار سے پھر چھڑا نہ سکے گا۔ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مظلوم ہے۔ اس کو تو کوئی فکر ہی نہیں۔ تمہارے جعلی مسیحوں کے واسطے ہی خداوند کریم نے اصلی مسیح کو آسمان پر محفوظ رکھا ہے۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔

نساء ۶/۲۳ ۔ اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ۔

مائدہ ۶/۱۰ ۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔

مائدہ ۶/۱۰ ۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ

توبہ ۱۰/۱۴ ۔ اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ

توبہ ۱۰/۱۴ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ۔

آل عمران ۳/۵ ۔ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔

نساء ۶/۲۴ ۔ لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ۔

وَسَبْعَة إِذَا رَجَعْتُمْ

مرزائیوں کے اعتراضات کی حقیقت

مرزائی :۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کی تفسیر میں حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے ۔ قال ابن عباس
مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمے کے
مقابلے میں کسی اور کا ترجمہ مسموع نہیں، جو وفات مسیح ثابت کر رہا ہے ۔ ۳۲۵پ

محمد عمر :۔ پہلی بات تو یہ ہے ۔ کہ چھ حدیثیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق گذر چکی ہیں ۔ لہذا ان کے مقابلہ میں یہ قول
مستند نہیں، فقیر اور عرض کرتا ہے ۔ کہ مرزائی صاحب آپ کا ایمان امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ پر ہے یا ان کی کتاب پر ۔ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ہے ۔ وہ
تو حیات مسیح کے قائل تھے ۔ جیسا کہ انہوں نے بخاری شریف جلد اول ص۴۹۰ میں
باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تحریر فرمایا ہے ۔ اور اس کے
ماتحت حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کی صحیح و مرفوع حدیثیں
بیان فرمائی ہیں ۔ اگر تمہاری طرح وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہوتے ۔ تو کوئی
ایک ہی وفات مسیح علیہ السلام ناصری پر صحیح حدیث نقل فرما دیتے یا ایسے
ہی ایک باب جیسا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تحریر فرمایا ہے ۔ بجائے اس کے
باب وفات عیسیٰ علیہ السلام کا لکھتے ۔ اور اس کی حدیثیں پیش فرماتے ۔ مگر نہیں
بلکہ بجائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کے باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تحریر
فرمایا ۔ تو معلوم ہوا ۔ ان کا عقیدہ بھی وفات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نہ تھا۔
بلکہ حیات عیسوی کے معتقد تھے ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی نہیں ۔ بلکہ تمام
محدثین نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے اور ان کی آئندہ زندگی
کے حالات درج فرمائے ۔ باب وفات عیسیٰ علیہ السلام کسی محدث کا بھی
نہ لکھنا بلکہ ان کی آئندہ زندگی سے متعلقات والی احادیث کا درج کرنا حیات
مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے اجماعی مسئلہ ہونے کی زبردست دلیل ہے ۔ اور اگر
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بخاری شریف پر ایمان کامل ہے ۔ تو اس کی

دو صورتیں ہیں۔

(۱) - تمام کتاب پر ایمان ہے یا نصف پر یا ربع پر یا اپنے مطلب بر آوری پر یا کتاب بخاری شریف کو محض آلۂ کار بنا کر اپنے مرزائیوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔ اگر تمام کتاب پر ایمان ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ دوسری جزو کے باب التفسیر کے ایک بے سند قول پر تمہیں عقیدہ رکھنے کا موقعہ ملا لیکن پہلی جلد کی صنٰ۴۹ کی صحیح اور متواترہ حدیثیں جو حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر رہی ہیں، ان پر عمل کرنے سے تمہیں کونسی ممانعت درپیش ہے۔ کیونکہ تم نے تمام انبیاء کرام سے ایک نبی کے متعلق اپنے ایمان کو صحیح یا غلط پر کھنا ہے۔ تو تمہیں احادیث صحیحہ مرفوعہ اور متواترہ کو درگذر کرتے ہوئے آگے ایک غیر مستند قول پر تمہارا یقین جا ٹھہرا۔ تو معلوم ہؤا، کہ تم مرزائیوں نے بخاری شریف کا نام پبلک کے سامنے ایک آلۂ کار بنایا ہؤا ہے۔ تاکہ مسلمان لوگ بخاری شریف کا صرف نام سُن کر مرتد ہو جائیں اور بخاری شریف کے کسی حصے پر بھی تمہارا ایمان درست نہیں۔ بخاری شریف کی ایسی مستند حدیثوں کو چھوڑ کر ایک بے سند قول کو جو محض حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف منسوب ہی ہے جس کی سند آج تک کوئی مرزائی پیش نہیں کر سکا اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اس کو با سند بیان کیا ہے۔ آؤ اگر اسی پر تمہارا ایمان جم چکا ہے۔ تو اس کا مطلب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہی حل کر دوں۔ سنیئے!

تفسیر ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۹

(اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ) مُقَدَّمٌ وَّمُؤَخَّرٌ۔

یعنی اس عبارت کے سیاق میں تقدم تاخر ہے۔ یعنی رفع پہلے اور متوفی بعد میں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اگر متوفیک کے معنی مُمِیْتُکَ کے کرتے ہیں۔ تو رفع کو مُقَدَّم بھی مانتے ہیں۔ اور توفی کو بعد میں۔ تو رفع معادی عیسوی کے بِجَسَدِہٖ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی قائل ثابت ہوئے۔ تمہارے طرح وفات مسیح علیہ السلام کے تو وہ بھی ثابت نہ ہوئے۔

تو تمہارا مدعا تو مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيتُكَ کر کے بھی ثابت نہ ہوا۔

"مرزائی" ۔ تفسیر اتقان میں اس تفسیر کے راوی مجاہل لکھے ہیں۔ لہٰذا یہ مستند نہیں،

"محمد عمر" ۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح قابل قبول نہیں۔ کیونکہ تمام محدثین و مفسرین کی خاموشی اس کے صحیح ہونے پر دال ہے۔ تمام سے محض ایک شخص کی جرح قابل قبول نہ ہوگی، جب تک کہ جماعت محدثین یا مفسرین کی جرح موجود نہ ہو، جو کم از کم تین ہوں، جب اور کسی کی جرح اس پر نہیں، تو محض ایک جرح حجت نہ ہوسکیگی،

دوسری بات یہ ہے، تفسیر ابن عباس پر جو اتنی بڑی اور باسند کتاب ہے اس کے تو رجال پر جرح فوراً یاد آگئی، لیکن مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيتُكَ کا جو تم نے حوالہ دیا ہے۔ اس کی تو سند کا تو ایک رجل بھی مذکور نہیں کیا وہ قابل حجت ہے۔ یا اس تفسیر ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باسند حدیثیں پیش کردو۔ ورنہ اس قول کی تشریح کے لئے اس تفسیر کو پیش کرنا صحیح ہوگا، ایک صورت تو یہ ہے۔ اب اگر تمہارا ایمان مومنوں والا ہے اور بخاری شریف کو بحیثیت کتاب احادیث ہونے کے سمجھتے ہو تو بخاری شریف کی احادیث صحیحہ پر ایمان رکھو، جو حیات مسیح اور عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا بتا رہی ہیں، ان پر ایمان لاؤ، اور اگر تم نے بصورت دیگر بنظر مرزائیت بخاری شریف کو دیکھنا ہے۔ تو آؤ تمہاری تسلی تمہارے مرزا صاحب سے ہی کرادیں۔

تحفہ بغداد مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۳	فالحق ان الاحادیث اکثرھا احاد ولو کانت فی البخاری او فی غیرھا ولا یجب قبولھا الا بعد التحقیق والتنقید ۔

پس حق بات یہ ہے۔ حدیثیں اکثر احاد ہیں اگرچہ بخاری میں ہوں یا کسی اور میں اور ان کا قبول کرنا واجب نہیں۔ مگر تحقیق و تنقید کے بعد بخاری شریف کی احادیث صحیحہ کو تو تاویل باطلہ سے ٹھکرا دو، اور جو قول بے سند بیان کیا ہو، ان تمام کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دیتے ہو۔ مرزا صاحب تو

بخاری کی حدیثوں میں احاد ثابت کر رہے ہیں، اور تم ایک منقطع قول کو آیات قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابلہ میں حجت بنا رہے ہو، کچھ شرم سے کام لو اور اگر تم نے کسی قانون کو ہی ہر صورت قبول نہیں کرنا، اپنا ہو یا پرایا۔ تو آؤ تمہیں ایک حدیث صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نُزُوْلِ مِنَ السَّمَاءِ کی سُنا دیتے ہیں، تاکہ میدانِ محشر میں تمہارے سامنے تمہارے ایمان نہ لانے پر تمہاری بے ایمانی ثابت ہو جائے اور حجت بنے۔

کنز العمال ۷ ۲۶۸

قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء علیٰ جبلِ اُفیق۔

قیامت کے علامات بیان فرمانے ہوئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس وقت (یعنی قرب قیامت) اتر ینگے میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم (عیسیٰ بن چراغ بی بی نہیں) آسمان سے جبل افیق پر۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے حاصل فرمایا، یہ حدیث تین سندوں سے مرفوع ہے، کسی موقعہ پر فقیر عرض کریگا۔

انصاف

خادم صاحب نے اپنی پاکٹ بک کے صفحہ ۲۹۴ تا صفحہ ۲۹۵ توفی کے معنی موت کے لیکر چند حدیثیں پیش کیں، جن میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ دُور کا تعلق بھی نہیں، خادم صاحب انصاف یہ ہے کہ آپ یا تو ایسی باسند چند حدیثیں پیش کر دیجیے جنمیں حضرت عیسیٰؑ کا مرنا لفظ موت سے ثابت ہو، تاکہ توفی کی ترجمانی تمہارے عقیدہ کیمطابق ہو جائے، وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا، تو تم پر یہ فرض ہے کہ توفی کے معنی چڑھنے کے یا پورا اٹھانیکے جو تمام مفسرین امت محمدیہ نے کئے ہیں، اور اسکی تائید میں موت کے علاوہ بھی توفی کا استعمال نیند اور پورا ادا کرنیکے قرآن کریم میں پیش کیا گیا اور توفی کے معنی چڑھنے کی مزید تائید کے لئے رفع کا لفظ بھی حیات مسیحؑ کو ثابت کر رہا ہے اور صحاح ستہ و دیگر کتابوں کی احادیث صحیحہ مصطفویہ حیات عیسیٰؑ کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانیکی موجود ہیں تو آپ اپنے محض مرزائی ہونیکی وجہ سے کیوں اعراض کر رہے ہو، باوجودیکہ حضرت عیسیٰؑ کیلئے لَمْ یَمُتْ کا جملہ بھی موجود ہے لیکن پھر بھی امت مرزائیہ اصل کو چھوڑ کر توفی کے محاورے موت کے دیکھ کر اڑے رہیں اور امت محمدیہ توفی کے معنی خلاف موت قرآن اور حدیث سے دکھاتے رہیں تو جھگڑا ختم نہ ہوگا جب تک آپ عیسیٰؑ کی موت کا لفظ نہ دکھائیں یا لَمْ یَمُتْ کی

اِنْعام

اگر کوئی مرزائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے
مرفوعاً وفات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت دے
تو
فقیر اس کو مبلغ ایکہزار روپیہ انعام پیش کریگا،

"مرزائی" - تفسیر خازن نے المراد بالتوفی حقیقۃ الموت لکھا ہے ص۲۹۵
"محمد عمر" - تم تلاش کرو گے اور آیتوں کے مطابق۔ لیکن اگر خازن پر ایمان ہے۔ تو فقیر اس کے متعلق بسط سے بیان کر چکا ہے۔ نمونہ پھر عرض کرتا ہے۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے تحت اِنِّیْ قَابِضُكَ وَرَافِعُكَ مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ لکھا ہے۔
بیشک میں پورا اُٹھانے والا ہوں تمہیں اور چڑھانے والا ہوں تجھے بغیر موت کے،
کیوں جی، یہ ہے خازن اور یہ بیان ہے متنازعہ فیہا آیت کا۔ آؤ تمہیں میں ایک قاعدہ عرض کروں، کہ جب تمہارا کوئی مرزائی تمہیں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کرے تو تم اس کو یہ کہنا کہ اگر تفسیروں پر ایمان رکھتے ہو، تو ان متنازعہ فیہا آیات کا بیان دکھاؤ تو جو مضمون فقیر نے ماقبل عرض کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہی نکلے گا۔ کبھی غلط نہ ہوگا۔ پھر مرزائی کی جان جائے۔ جو کہے کہ اگر تو تفسیر کا حوالہ نہیں دکھاتا تو میں مرتا ہوں، مرزائی کبھی کسی تفسیر کی کتاب کو اٹھانا گوارا نہ کرے گا۔ کیونکہ کتب تفاسیر تمام مرزائی کے برخلاف ہیں، اور مرزا صاحب پہلے تو موجود تھے نہیں اور مفسرین نے وہی مذہب و روش اختیار کی ہے۔ جو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی آئی، اور وہ حیات سماوی عیسوی اور ہبوط من السماء عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے۔ اسی واسطے انہوں نے اس پر دلائل لکھتے ہیں، وفات عیسیٰ پر ایک بھی نہیں۔

"مرزائی" - تفسیر کبیر میں لکھا ہے متوفی کے معنی ہیں۔ مُتَمِّمُ عُمُرَكَ فَحِيْنَئِذٍ اَتَوَفَّا فَلَا اَتْرُكُهُمْ حَتّٰى يَقْتُلُوْكَ اس سے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔

"محمد عمر" - دوست تفسیر کبیر کے حوالہ جات فقیر پہلے بیان کر چکا ہے۔ دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں، لیکن تمہارے وکیل مرزائی نے جو تمہیں دھوکا دیا، وہ واضح کر دوں، تم نے تفسیر کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ تمہارا یقین تفسیر کبیر پر بھی نہیں۔ اگر تمہارا یقین اسی پر ہے۔ تو پہلے تفسیر کبیر کے حوالہ جات سابقہ ملاحظہ ہوں، پھر مرزائیت کے پردے کو ایک طرف رکھ کر سوچو، کہ متوفی کے معنی تم نے خود ہی مُتَمِّمُ عُمُرَكَ بیان کئے ہیں۔ یعنی تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں، تو تم نے خود تسلیم کر لیا، کہ متوفی کے معنی پورا کرنے والا ہوں۔ اس عبارت سے موت تو ثابت نہ ہوئی، بلکہ پورا کرنا ثابت ہوا۔ اگر مارنا مقصود ہوتا، تو تَمَّ عُمُرُكَ ہوتا۔ یعنی عمر پوری ہو چکی، پھر تو موت ثابت ہوتی، اور مُتَمِّمُ عُمُرَكَ فرمایا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ تمہیں مارنا چاہتے ہیں، ابھی تیری عمر پوری نہیں ہوئی، اس لئے میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں، وقت سے پہلے یہ تجھ پر قادر نہیں ہو سکتے۔

مرزائیت کے وکیل صاحب کو کچھ عبارت کھانے کی عادت ہے۔ لیکن یہ ان کے اختیار نہیں، یہ ان کا دیرینہ شیوہ ہے۔ سنیئے۔

فَحِيْنَئِذٍ اَتَوَفَّاكَ فَلَا اَتْرُكُهُمْ حَتّٰى يَقْتُلُوْكَ بَلْ اَنَا رَافِعُكَ اِلٰى سَمَائِيْ وَمُقَرِّبُكَ بِمَلَائِكَتِيْ وَاَصُوْنُكَ اَنْ يَتَمَكَّنُوْا مِنْ قَتْلِكَ تو اس وقت پورا اٹھانے والا ہوں میں تم کو، پس نہیں چھوڑوں گا میں ان کے پاس تاکہ وہ تجھے قتل کر دیں، بلکہ میں اپنے آسمان کی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں اور ملائکہ کے پاس تجھے قریب رکھنے والا ہوں اور تجھے بچاؤں گا اس بات سے کہ وہ مسلط ہو جائیں تیرے قتل سے، اور اسی صفحے کی پچیسویں سطر پر توفی کے معنی کئے اِنَّ التَّوَفِّيَ اَخْذُ الشَّيْءِ وَافِيًا توفی کے معنی پورا اٹھانے کے ہیں، یہ اس لئے فرمایا تاکہ بعد میں مرزائیوں کو خوش کرنے کے واسطے اَتَوَفَّاكَ میں دھوکا نہ ہو، اور اس کی پوری تحقیق پہلے گذر چکی ہے، پھر آگے آخیر علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نتیجہ نکالا ہے۔ جو اسی صفحہ کے دوسری طرف یعنی $\frac{2}{490}$ پر سطر گیارہ پر مذکور ہے۔ اِنَّ قَوْلَهٗ رَافِعُكَ اِلَيَّ يَقْتَضِيْ

اَنتَہٗ مِنْہُمْ حَیًّا بے شک اللہ کا فرمان بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ مقتضی ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھایا۔

کیوں جناب اور حوالہ دو تفسیر کبیر کا، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزائیت کے دانت کھٹے کر دئے، پھر تفسیر کبیر کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے۔ اس واسطے جو شخص اس کو پڑھ لیگا وہ تمہارے دھوکے میں کبھی نہ آئیگا۔

"مرزائی" تفسیر درمنثور میں لکھا ہے ابن جریر سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ انہوں نے مُتَوَفِّیْکَ کے معنی مُمِیْتُکَ کے کئے ہیں، یعنی مارنے والا۔ تو تمہاری بات کیسے سنیں۔ ۱۹۹

"محمد عمر" دوست اس کا مکمل جواب فقیر نے ابھی قریب ہی دیا ہے۔ کہ اگر مُمِیْتُکَ کے معنی کئے ہیں، تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا مرجانا مراد نہیں لیا، بلکہ عبارت کو مقدم مؤخر تسلیم کیا ہے، یعنی رفع سماوی پہلے، پھر ان کو اللہ تعالیٰ بعد نزول ماریگا، ابھی مارا نہیں، یعنی مُمِیْتُکَ معنی کرنے سے بھی وفات مسیح جو تمہارا عقیدہ ہے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کچھ انصاف ہے، تو ایمان کو مقدم رکھو، نہ کہ مرزائیت کو اور افسوس یہ ہے، کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ میرے دوست نے دیا ہے۔ لیکن ان کی یہ عبارت نہ ملاحظہ فرمائی ہوگی، وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ میں تجھے دنیا سے بغیر موت کے اُٹھانے والا ہوں،

یہ ہے میرے وکیل دوست کا تجاہل عارفانہ، خداوند ہدایت بخشے۔ اور قرآن اور حدیث صحیح سمجھنے کی توفیق بخشے۔ خدا جس کو علم نصیب فرما دے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ بھی گلے میں ڈالے جس سے ایمان بھی آجائے۔

"مرزائی" تفسیر فتح البیان میں فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے نیچے لکھا ہے۔ قیل ھذا یدل علی اَنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ تَوَفَّاہُ قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَہٗ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھانے سے قبل وفات دیدی تھی۔

"محمد عمر" یہ فرقہ وہابیہ کی تفسیر ہے۔ اس واسطے ان کا ذمہ دار فقیر نہیں، مرزائیت وہابیت کا پودا ہے۔

"مرزائی" اچھاتو لوی صاحب یہ تفسیر تو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

تفسیر کشاف نے لکھا ہے، مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيتُكَ حَتْفَ أَنْفِكَ یعنی طبعی موت سے مارنے والا ہے اور مدارک میں بھی یہی لکھا ہے، جو حنفیوں کی مستند کتاب ہے، اب بتاؤ کہ کیا یہ مرزائی تھے۔ ۲۹۹پ

"محمد عمر" ۔ کاش اگر مرزائیت قبول نہ کرتے تو مخلوق خدا کو اتنا دھوکا نہ دیتے، کہ تمام عبارت چھوڑ دی اور آخری جملہ لے لیا، پوری عبارت عرض کرتا ہوں، ذرا کان کھول کر سن لیجئے۔

تفسیر کشاف ۱ / ۱۹۲	(انی متوفیك) أَيْ مُسْتَوْفِي أَجَلَكَ وَمَعْنَاهُ أَنِّي عَاصِمُكَ مِنْ أَنْ يَقْتُلَكَ الْكُفَّارُ وَمُؤَخِّرُكَ إِلَى أَجَلٍ كَتَبْتُهُ لَكَ وَمُمِيتُكَ حَتْفَ أَنْفِكَ لَا قَتْلًا بِأَيْدِيهِمْ ۔

(إِنِّي مُتَوَفِّيكَ) یعنی تیری اجل کو پورا کرنے والا ہوں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ میں تجھے اس امر سے بچانیوالا ہوں، کہ کفار تجھے قتل کریں، اور تجھے مہلت دینے والا ہوں جس اجل تک میں نے اس کو لکھا ہے۔ اور (بعد ازاں) تیری اپنی موت سے تجھے ماروں گا، تو ان کے ہاتھوں قتل نہ ہو گا۔

یہ ہے جناب تفسیر کشاف، جس کا نام ہی کشاف ہو، یعنی پردے کھولنے والا، جس نے آج تک کسی بے دین کا پردہ نہیں رہنے دیا، بھلا وہ مرزائیت کا پردہ کیسے رہنے دے، کشاف کا مال مسروقہ اور کشاف کی گود میں رکھتے ہو، بھائی چور بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور سنیئے۔

وَقِيلَ مُمِيتُكَ فِي وَقْتِكَ بَعْدَ النُّزُولِ مِنَ السَّمَاءِ وَرَافِعُكَ الْآنَ ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ تیرے وقت میں میں تجھے مارنے والا ہوں، (اور وقت تیرا کب ہو گا) آسمان سے اُترنے کے بعد اور اب اُٹھانے والا ہوں (آسمان کی طرف)

کیوں جناب اب بتائیے! مرزائیت کا گورکھ دھندا کشاف نے نکال دیا۔ یا نہ، اگر بالتفصیل دیکھنا ہے۔ تو ما قبل تفسیروں کے باب میں ملاحظہ ہو، اور بعینہٖ یہی عبارت مدارک وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ ہے تمام جھوٹ کا پول، مرزائی "۔ يَتَوَفَّوْنَ کو تمام تفاسیر کا حوالہ ملاحظہ ہو، معنی موت ہی لکھے ہیں۔

جس سے توفی کے معنی موت ہی لکھے گئے ہیں۔

محمد عمر۔ جناب اعرض یہ ہے کہ متنازعہ فیہا آیت کے ماتحت توفی کے معنی کسی مفسر سے دکھاؤ۔ جب کسی مفسر نے موت وہاں نہیں لکھتے تو ثابت ہوا، کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔ اور مرزائیوں نے باقی آیات کو جس میں رب العزت نے توفی بمعنی موت کئے ہیں، اس میں کسی کو جھگڑا نہیں، اور وہاں قرائن موت وغیرہ موجود بھی ہیں، تم نے بھی خدا کو جان دینی ہے، اور اس کی کلام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور سلف صالحین نے اس کو سمجھا ہے۔ اللہ شتی القیون والا نہیں سمجھ سکتا، پھر تیرا سو برس سے زائد گزر چکے! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو سمجھ نہ آئی، جو مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو سمجھ آئی کیا توفی کے معنی میں اپنے مرزا صاحب کو سچا کرنے کیواسطے الجھ رہے ہو، کیا متوفی کے معنی قرآن مجید میں مختلف نہیں، جہاں معنی زندہ اٹھانے کے ہیں، وہاں اگر موت کے معنی لیتے ہو، تو تمہیں چاہیئے، کہ جہاں موت کے معنی ہوں وہاں زندہ اٹھانے کے کر لو، کیونکہ تم مرزائیوں نے تو قرآن کے معنی اُلٹ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اپنا اپنا ٹھیکہ ہے۔ کسی نے سڑکوں کا ٹھیکہ لیا، کسی نے عمارتوں کا، کسی نے بڑھئی کا، کسی نے قرآن کے معنی اُلٹ کرنے کا۔

اے فرقہ مرزائیہ! یاد رکھو۔ قیامت کو تم نے پیش ہونا ہے۔ کچھ سوچو جو اپنے مرزا صاحب کے کلام ناقص کو مثلاً مرزا صاحب کہیں کہ مرزائیت انگریزوں کا خود کا شتہ پودا ہے۔ اس کی کوئی تاویلیں کر کے بات کا بتنگڑ بناؤ، مرزا صاحب فرمائیں کہ میں آدمی زادہ نہیں ہوں یعنی آدمی کا تخم ہی نہیں۔ تم ان کوئی نخروں نزاکتوں سے اچھل اچھل کر سیخ پا ہو کر سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہو ایسے جس کو خدا الٹا کرے اس کو کون سیدھا کرے، لیکن ضرور کوشاں تو ہو حتیٰ کہ آیات فرقانیہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں بھی آجاویں، تو تم مرزا صاحب کو صحیح سمجھتے ہو، اور آیات صریحہ کو اُڑٹ دیتے ہو، جیسا کہ توفی کے معنی قرآن کریم میں سونے کے بھی آئے اور پورا اٹھانے کے مستعمل بھی ہوئے اور وہی لفظ پورا اجر دینے کے لئے بھی استعمال ہوا، اور موت کے معنی میں بھی آیا، لیکن تم مرزائیوں نے مرزا صاحب کی تقلید کرلی، قرآن کے معنی

وارث کر لئے، ایمان رہے، یا نہ رہے۔

کیا قرآن کریم میں ظلم کا لفظ مختلف معنوں میں مستعمل نہیں ہؤا، مثلاً کفار کے واسطے بھی آیا،

شعراء ۱۹/۲ — وَاِذْ نَادٰی مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۔

اور جب موسیٰ ؑ کو خداوند نے بلایا کہ اے موسیٰ ظالموں کی قوم کی طرف آ، جو قوم فرعون ہے۔

نحل ۱۴/۹ — فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةً بِمَا ظَلَمُوْا ۔

تو یہ ان کے گھر خالی پڑے بہ سبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا۔

ہود ۱۲/۱۰ — وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔

اور نہ مائل ہو تم ظالموں کی طرف پھر تمہیں آگ مس کرے گی،

ہود ۱۲/۹ — وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۔

اور اسی طرح تیرے رب کی گرفت ہے۔ جب اس نے کسی بستی کو پکڑا جو ظالم ہوں، بے شک اس کی پکڑ سخت تکلیف دینے والی ہے۔

آل عمران ۲/۹ — وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (جیسا کہ مرزائی)

مسلمانوں پر بھی استعمال ہؤا

بقرہ ۱/۱۴ — وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۝

اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے اللہ کی مسجدوں کو روکا یہ کہ اس میں اللہ کے اسم کا ذکر کیا جائے، اور اس کے خراب کرنے کی کوشش کی، یہی ہیں جن کے لئے جائز نہیں کہ مساجد میں داخل ہوں مگر خائف ہو کر۔

مومنوں پر استعمال ہؤا۔

حجرات ۲۶/۲ — یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ؎

اے ایمان والو نہ ہنسی اڑائے ایک قوم دوسری قوم کی شاید وہ اس سے اچھے ہوویں اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں کی، شاید وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عیب جوئی کرو اپنے مسلمانوں کی اور نہ پکارو تم بُرے لقبوں سے ایمان لانے کے بعد گنہگار ہونا ہے، اور جس شخص نے توبہ نہ کی تو یہی وہ ظالم ہیں۔

تو ظلم کے لفظ کا مصداق علیحدہ علیحدہ اور متباین ہونے کی وجہ سے مطلب الگ؛ جو تم فرقہ مرزائیہ پر ڈالتا ہوں کہ بتاؤ ظلم کے معنی کیا کیا ہونگے۔ یا ایک ہی، جب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ تو پھر وہاں کیوں نہیں، اور سنیئے۔

لفظ عربی کا ایک عین ہے۔ لیکن وہ ایک لفظ اڑتالیس (۴۸) معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

مَعانی العَین

(المنجد ۵۶۸)

(۱) الباصرة
(۲) وتطلق على الحدقة
(۳) مجموع الجن
(۴) اهل البلد
(۵) اهل الدار
(۶) الاصابة فى العين
(۷) (يقال به عين) اى اصابة فى عينه
(۸) الخالص الواضح
(۹) النفيس
(۱۰) العز
(۱۱) العلم
(۱۲) عين الابرة
(۱۳) ثقبها
(۱۴) الجاسوس
(۱۵) الجماعة
(۱۶) الحاضر من كل شئ
(۱۷) بعتد عينا بعين اى حاضر بحاضر
(۱۸) خيار الشئ
(۱۹) دوائر رقيقة على الجلد
(۲۰) الدينار
(۲۱) الذهب المضروب
(۲۲) النقد الحاضر
(۲۳) ذات الشئ ونفسه
(۲۴) السيد

(۲۵) شریف قومہ
(۲۶) رئیس الجیش
(۲۷) طلیعتہ
(۲۸) الشمس او شعاعھا
(۲۹) المال
(۳۰) العتید من المال
(۳۱) مصب ماء القناۃ
(۳۲) مفجر ماء البیر
(۳۳) ینبوع الماء
(۳۴) المیل فی المیزان
(۳۵) الناحیہ
(۳۶) النظر
(۳۷) منظر الرجل
(۳۸) فلان عین علی فلان ای ناظر علیہ
(۳۹) ھو عبد عین او صدیق عین ای یخدم و یصادق ریاءً
(۴۰) (و یقیتہ عین عنۃ) اذا رأیتہ عیانا ولم یرک
(۴۱) ویتہ اول عین ای اول شئ
(۴۲) ویقال لا تطلب بعد عین ای بعد معاینۃ وھو مثل یضرب لمن ترک شیئاً یراہ ثم تبع اثرہ بعد فوت عنہ
(۴۳) (وصار خبرا بعد عین)
(۴۴) (وانت علی عینی) ای فی الاکرام والحفظ جمیعاً
(۴۵) ماھو عرض عین ای قریب
(۴۶) وعلی عینین ای تعمد بجد و یقین
(۴۷) (لقاعینہ) ای صلۃ او اغلظ لہ فی القول۔
(۴۸) ونعم اللہ بک عیناً ای انعمہا

کیوں جناب مرزائی صاحب ایک لفظ "عین" اور اٹھتالیس اس کے معانی اب قرآن کریم کی آیت سے تسلی فرمایئے۔

بقرہ $\frac{1}{7}$	فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا تو جاری ہوئے اس سے بارہ چشمے۔
آل عمران $\frac{3}{2}$	يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ دیکھتے تھے وہ ان کو اپنی دو مثلیں آنکھ کا دیکھنا
طٰہٰ $\frac{16}{2}$	وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ اور تاکہ پرورش کیا جاوے تو میری نگرانی میں،

ان آیات کریمہ میں اگر عین کے جو معنی ایک جگہ کئے گئے ہیں مثلاً پانی کے چشمے کے تو دوسری جگہ آنکھ کے ہیں، دوسری جگہ بدل کر پانی کے چشمے کو آنکھ کے ترجمہ کی جگہ کئے جاویں. تو معانی بدل جاوینگے۔

تو ثابت ہؤا کہ عربی کا ایک لفظ مشترک المعنی کو قرینہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا جاویگا۔ اور ترجمہ بھی وہی کیا جاویگا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تابعین اور تبع تابعین نے بعد ازاں ہمارے اسلاف نے جو تراجم ان آیات کے کئے ہوں ۔ لہذا توفی بھی جب مشترک المعنی ہے ۔ تو مسلمان نے جب کسی جگہ توفی کے معنی کرنے ہونگے تو اسلاف کے ترجمہ کے مطابق اور قرائن کے مطابق اور شان نزول کے مطابق آیت کو سمجھے گا پھر اس سے آیات باقیہ کو تطبیق دے کر پھر اپنے عقیدہ وعمل کو درست کریگا، یہ نہیں سے

(جس لائی گلّیں اوسے نال اُٹھ چلی)

اے مرزائی صاحبانو! قرآن کریم خدا کی کلام ہے، سنبھل کر قدم رکھو۔

"مرزائی" ۔ تم نے حوالے تو مفسرین کے بہت پیش کئے، لیکن مفسرین کو بھی غلطی لگی ہوئی ہے ۔ دیکھئے تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے ۔

وَاِنَّمَا احْتَاجَ الْمُفَسِّرُوْنَ اِلٰی تَاْوِیْلِ الْوَفَاۃِ بِمَا ذُکِرَ لِاَنَّ الصَّحِیْحَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاءِ مِنْ غَیْرِ وَفَاتٍ کَمَا رَجَّحَہٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ وَاخْتَارَہٗ ابْنُ جَرِیْرِ الطَّبَرِیُّ وَوَجْہُ ذٰلِکَ اَنَّہٗ قَدْ صَحَّ فِی الْاَخْبَارِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُزُوْلُہٗ وَقَتْلُہُ الدَّجَّالَ ۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے. کہ مفسرین نے تاویل سے کام لیا ہے ۔ تو حقیقۃً عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ۔ پ

"محمد عمر" ۔ مرزا صاحب کو جب تمام مفسرین کی عبارتوں کا جواب نہ آیا اور جب دیکھا کہ تمام مفسرین حیات مسیحؑ، رفع سماوی عیسٰی علیہ السّلام کے ہی دلائل پیش کر رہے ہیں تو وہابی کی عبارت اس لئے پیش کی کہ صاحب فتح البیان نے کہا ہے، کہ تمام مفسرین نے تاویل کی ہے ۔ وکیل صاحب کو ابتک تاویل کے معنی نہیں آئے. میرا خیال ہے کہ آپ مرزا صاحب پر بھی سنکر ہی ایمان لائے ہو۔

ب

ان کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا۔ منشی یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے درس سے نوٹ لکھے ہیں۔

ترجمان القرآن ۱۶/۸۵	ذَالِكَ تَأْوِيْلُ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۔ یہ ہے حقیقت ان امور کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔

مرزا صاحب نے تاویل کے معنی حقیقت کئے ہیں، تو ثابت ہوا کہ صاحب فتح البیان کی عبارت سے توفی کی حقیقت ہے رفع الی السماء جو مفسرین نے بیان کی ہے، تاویل وہ ہے جو تم کرتے ہو، وہ ہے ہیرا پھیری جو اُردو میں مثل مشہور ہے، عربی میں اس کے معنی حقیقت کے ہیں، جو تمہارے مرزا صاحب نے بھی کئے ہیں۔ یہ بھی ایک محاورہ ہے، جیسا کہ کسی بدمعاش کو بھلا مانس کہا جاتا ہے۔ باقی صاحب فتح البیان نے بھی تو مرزائیت کی جڑ کاٹ کاٹ کے رکھ دی ہے۔ ذرا اپنی پیش کردہ عبارت فتح البیان کو ہی پڑھ لو۔ تم نے تو ترجمہ بھی چھوڑ دیا تاکہ پول نہ کھل جائے۔ لکھا ہے کہ مفسرین نے توفی کی حقیقت رفع الی السماء بیان فرمائی، اور صاحب فتح البیان نے کہا، بِلْ اَلصَّحِيْحُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَفَعَهٗ اِلَى السَّمَاءِ مِنْ غَيْرِ وَفَاتٍ ۔ اس واسطے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا بغیر وفات کے فتح البیان کی عبارت کا مطلب بیان نہیں کیا کہ کہیں رگ نہ کٹ جائے اور اس فتح البیان کی عبارت سے تمہارا فتح البیان کا حجۃ ع۷ بھی حل ہو گیا، اور یہ کہ توفی کے معنی نواب نے رفع الی السماء ہی لئے ہیں، جس کے متعلق فرمایا، یا تو تم نے آدھی عبارت وہاں رکھ دی اور آدھی کاٹ کر یہاں بیان کر دی، لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہ یاد نہ رہا، کہ وہاں تو توفی کی تفسیر ع۷ میں تو میں نصف عبارت پیش کر رہا ہوں، اور اگر متصل ہی یہ عبارت باقی ماندہ لکھ دی تو میرا ر میری پاکٹ بک میں ہو جائیگا، بغیر سوچے ہی لکھ دیا اور پھر فتح البیان میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے آگے فرمایا، وجہ ذالك اَنَّهٗ قَدْ صَحَّ فِى الْاَخْبَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُزُوْلُهٗ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ۔ رفع الی السماء کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثیں موجود ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور ان کا دجال کو قتل کرنا ثابت ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب" مفسرین کو غلطی لگی" یا حیات مسیح علیہ السلام ثابت کردی، اور مرزائیوں کے وکیل منصف نے یہ عبارت لکھ کر مرزائیت کے دعوٰے وفات مسیح کی بنیاد اکھاڑ دی، اگر یہ عبارت نہ لکھتے تو فتح البیان والے سابقہ اعتراض کا پردہ رہ جاتا، لیکن اس عبارت سے پہلے ڈھول کا پول نکل گیا، اور مرزائی کی چوری نکل آئی،

"مرزائی" - اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں یہ ضروری نہیں، کہ اِنَّہٗ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہو، بلکہ اس کا مرجع قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں، چنانچہ معالم التنزیل میں زیر آیت ہذا لکھا ہے۔ قَالَ الْحَسَنُ وَجَمَاعَۃٌ اِنَّہٗ یَعْنِی اِنَّ الْقُرْاٰنَ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک جماعت کا قول ہے، کہ اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔ پھر جامع البیان میں بھی اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے۔ قیل الضمیر للقراٰن، اور پھر مجمع البیان میں بھی لکھا ہے۔ وقیل انّ معناہ ان القراٰن لدلیل الساعۃ لانہ اخر الکتاب۔

"محمد عمر"۔ میں اپنے وکیل مرزائیہ سے مؤدبانہ گذارش کرتا ہوں، کہ تم نے صرف مرزائیت کی وکالت ہی اختیار کر رکھی ہے۔ یا ان تحریرات پر بھی ایمان ہے، اگر صرف وکالت ہی ہے تو خیر کوئی بات نہیں، وکیلوں کا کام نیرہ ڈنگے مارنا ہوتا ہی ہے، کوئی اعتراض نہیں، جو مرضی ہے کہہ جاؤ، مؤکل مقدمہ میں رہ جائے یا جیت جائے وکیل کو کیا۔ اس نے تو دام لے ہی لینے ہیں، اور اگر دوسری صورت یعنی ان تحریرات پر ایمان ہے تو اب فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ تمہارے تمام کلام میں دو حوالہ جات ہیں، پہلا معالم کا اور دوسرا جامع البیان کا، تو گذارش ہے کہ معالم کا جو تم نے حوالہ دیا ہے۔ تو اب عرض یہ ہے۔ کہ آپ کا ایمان قرآن کریم پر ہے یا معالم پر، اگر قرآن کریم پر ہے تو قرآن کریم میں اِنَّہٗ کے ماقبل تمام رکوع میں قرآن کریم کا ذکر ہی نہیں، تو اس کی طرف ضمیر کیسے راجع کر سکتے ہو جب مرجع مذکور ہی نہیں، تو ضمیر کا راجع کرنا خلاف اصول نحوی عربی ہے۔ سنیئے فقیر تمام رکوع پڑھتا ہے۔ اگر شک ہو تو قرآن کریم نکال کر دیکھ لیجئے۔

زخرف ۲۵/۶

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ وَقَالُوا ءَأَلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

کیوں جناب فرمائیے! اب تو یقین ہو گا یا نہیں، اگر قرآن کریم پر یقین ہے تو ایمان لے آؤ کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے اور وہ نشان ہونگے قیامت کے ورود کا اور بصورت دیگر اگر قرآن پر ایمان نہیں، تو اس کی دو صورتیں ہیں، صاحب معالم علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان ہے یا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ اگر علامہ بغوی صاحب معالم التنزیل پر ایمان ہے تو انہوں نے اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ (وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ) یَعْنِیْ نُزُوْلُہٗ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ يُعْلَمُ بِهَا قُرْبُهَا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کے علامات سے ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ قیامت کا قرب معلوم ہو گا۔

تو معلوم ہؤا کہ علامہ بغوی پر تو تمہارا ایمان نہیں، اگر ان پر ایمان ہوتا تو پہلے اس عبارت کو ملاحظہ فرماتے، پھر انہوں نے حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و نزول مسیح عیسیٰ علیہ السلام پر دلیلاً پیش کی ہے۔ اس پر ہی ایمان لے آتے۔ چلو نہ سہی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول انہوں نے نقل فرمایا ہے، اس پر ہی ایمان لے آتے، سن لیجئے۔ اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے۔

معالم التنزیل ۶/۱۱۶

وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ وَقَتَادَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَإِنَّهُ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ بِفَتْحِ اللَّامِ وَالْعَيْنِ أَيْ أَمَارَةٌ وَعَلَامَةٌ۔

اور ابن عباس اور ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پڑھا ہے وَإِنَّهُ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ لام اور عین دونوں کو مفتوح یعنی زبر سے جس کے معنی نشان کے ہیں،

کیوں جناب اب حضرت عباس کی قرأت کو بھول گئے. اب تو تمام صحابہ کرام کی جماعتی قرأۃ "نَعلَمٌ" ثابت ہے. اب بھی اگر موت یاد ہے. تو صحابہ کرام کے ایمان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا نشان تسلیم کر کے ان کے نزول مِنَ السَّماء پر ایمان درست کر لو. تاکہ تمہارا اعتقاد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کے مطابق ہو جائے. اور تمہاری نجات کی کوئی صورت نکل آئے. ورنہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم نہ مفسرین کے قائل ہو نہ صحابہ کرام کے محض لوگوں کو دھو کا دینا اور اسلام سے گمراہ کرنا مقصود ہے. اور صاف صاف ثابت ہو گیا کہ تمہارا معالم التنزیل کو پیش کرنا محض اس کا نام لے کر مرزائیوں کو خوش کرنا مقصود ہے. کہ واہ واہ واکہدیں کہ ہمارے وکیل نے بھی تفسیر معالم پیش کر دی بچاروں کو یہ علم نہیں کہ صحیح پیش کر رہے ہیں یا غلط اور بصورت دیگر اگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے. تو اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اول تو یہ یقین نہیں کہ یہ قول جو علامہ بغوی نے پیش کیا ہے. یہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہی ہو. کیونکہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال حسن بن فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کئی مقامات پر پیش کئے ہیں. اسواسطے یہ یقینی امر نہیں. دوسری وجہ ان کے قول نہ ہونے کی یہ ہے. کہ ابن جریر نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو اس کے برخلاف پیش کیا ہے. سنئے:۔

تفسیر ابن جریر ۲۵/۴۹	حدثنی یعقوبُ قال حدثنا هشیم قال اخبرنا حصینٌ عن ابی مالك وعوف عن الحسن قالا فی قوله وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قالا نُزُوْلُ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَقَرَءَ

اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ. حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دونوں نے روایت کی ہے. وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فرمان الٰہی کے متعلق تو دونوں نے کہا ہے. کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے. کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول (علامت) ہوگی قیامت کی)، اور دونوں سے ایک نے یہ آیت بھی پڑھ دی.

اے مرزائی وکیل صاحب! اگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایمان ہے، تو

پڑھو کلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور چھوڑ دو مرجی جی کا کلمہ اور حیات سماوی اور نزول من السّماء عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ اور قرآن کریم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقائد کو پس پشت نہ ڈالو۔

دوسرا حصہ تمہارے اعتراض کا ہے تفسیر جامع البیان کا حوالہ اور مجمع البیان کا۔ مجمع البیان تو چونکہ دوسرے عقیدے کے ساتھ متعلق ہے، اس واسطے فقیر اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرتا، وہ خود جانیں۔ لیکن جامع البیان کے متعلق اب بھی دلیسے ہی عرض ہے۔ کہ تمہارا قرآن پر ایمان ہے یا صاحب تفسیر شیخ معین علیہ الرحمۃ پر ایمان ہے۔ اگر قرآن مجید پر ہے، تو حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤ، بلا کھٹکے اور اگر شیخ معین الدین صاحب پر ایمان ہے، تو انہوں نے پہلے فرمایا ہی (وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) اَیْ عَلَامَاتُهَا بِاَنَّ نُزُوْلَهٗ مِنْ اَشْرَاطِهَا یعنی قیامت کی علامتوں سے ہے۔ اس لئے کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی شرطوں سے ہے۔ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے، معلوم ہوا کہ معاملہ ضد پر مبنی ہے ایمان پر نہیں، ورنہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد کو ترک کر کے تمام امت کے مفسرین اسلاف کو چھوڑ کر اکیلے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیچھے آمین کہہ دینا یہ تمہارا مرزائیوں کا ایمان ہی گوارہ کر سکتا ہے۔ بھائی اور مسلمان تو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہاری نسبت اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہ فقط۔

"مرزائی"۔ اگر تمہاری بات کو ہی درست فرض کر لیا جاوے، تو اس صورت میں اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع ابن مریم مثلاً یعنی مثیل مسیح ماننا ہو گا۔ مثل کے معنی لغت میں اَلشِّبْهُ وَالنَّظِيْرُ مانند اور نظیر کے ہیں۔ یعنی مثیل (المنجد) وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ کہ جب ابن مریم کا مثیل بھیجا جاوے گا، تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کہلانے والے ان پر تالیاں بجائیں گے۔ نیز منتہی الادب میں مَثَل کے معنی مانند اور ہمتا اور نظیر کے لکھتے ہیں، اور شرح عقائد کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ قَالَ مُقَاتِلُ ابْنُ سُلَيْمَانَ وَمَنْ تَابَعَهٗ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ نے

تفسیر قولہ تعالیٰ وانّہٗ لعلمٌ للسّاعۃ قال ھو المھدی یکون فی آخر الزمان و بعد خروجہ تکون امارات السّاعۃ۔
مقاتل بن سلیمان اور اس کے ہمخیال مفسرین نے لکھا ہے کہ انّہٗ لعلمٌ للسّاعۃ سے مراد مہدی ہے۔ جس کی آمد کے بعد قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونگی، ۱۲
"محمد عمر"۔ سبحان اللہ مرزائی صاحب گرتے بھی ہیں تو اپنے ہی پیشاب سے ہی پھسل کر، کیوں نہ ہو آخر مرزائیت کا اظہار کیسے ہو، دراصل بیچارے سادہ لوح ہیں، ان کے بس کی بات نہیں، چونکہ ہیں مرزا صاحب کے معتقد۔ اس لئے کسی مرزائی نے جب کوئی بات کہدی اور ساتھ قرآنی آیت پڑھدی، آہ آہ، آہا آ کر کے حسن ظن کی بنا پر اسی گڑھے میں گر گئے، وہ حسن کا ظن یہ سوچنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا، کہ آیت کے کیا معنی ہیں، اور کہا کیا جا رہا ہے، بس مان لی، صحیح ہو یا غلط۔ مرزا صاحب کی ہو چپاں ہو یا نہ۔ ہمیں تو کہدینے اور لکھ دینے اور اعتقاد سے غرض ہے صحت کا خیال ہوتا تو مرزائی کیوں ہوتے۔ بھلا مرزائی صاحب یہ تو فرمائیے کہ ولمّا ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدّون تمام آیت میں بھیجا جاویگا، کون سے لفظ کے معنی ہیں، بھلا مثلاً کے معنی تو تم نے مثیل بنالئے۔ اور بھیجا جائیگا کہاں سے نکال لیا، آؤ ذرا شرط لگائیں۔

اعلان

جو مرزائی اس آیت کریمہ سے یا قرآن کریم کے کسی اور مقام سے دکھادے۔ کہ مسیح کا مثیل آئیگا،

تو

فقیر اس کو بفضلہٖ تعالیٰ

ایک ہزار روپیہ انعام دیگا،

اوّل تو انّہٗ لعلمٌ للسّاعۃ نے جب مرزائیت کے نیچے اوپر کے دانت

کیسے کر دیئے، اور مرزائیت کے تمام سوالات کا جواب ایک ہی آیت قرآنی نے تمام کر دیا، جس نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی آمد ثانی کو حتمی ثابت کر دیا، اور ترجمہ بیان کرنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ تھے، جناب مرزائی نے ربوہ سے ورے سانس نہ لیا، ربوہ بھاگتے ہوئے کو پکڑ لائے، کہ یا قرآن کو مان، اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سمجھے ہوئے مطلب قرآنی سے حیات مسیح اور ان کے قرب قیامت تشریف لانے پر ایمان لے آ۔ اور یا مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع کر اور ربوہ جا۔ مرزائی کا چارہ نہ چلتے ہوئے آہ بھری اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قرب قیامت آنے کو ان الفاظ میں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر تمہاری بات کو ہی درست فرض کر لیا جاوے۔ اجی یہ ہماری بات ہے یا خداوند کریم کی۔ انّہٗ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خداوند راجع فرما رہے ہیں، یا ہم۔ ہم پر احسان جتا رہے ہو، کیا ہمارے کلام کو تسلیم کر رہے ہو، یہ کلام خداوندی ہے۔ اگر ایمان صحیح لے آؤ گے تو نجات پاؤ گے، ورنہ جہنم کا ایندھن تم بنو گے۔ تمہارا قرآن کریم کو اُلٹ بیان کرنا ہمیں کیا تکلیف دہ ہو سکتا ہے اگر قرآن کریم کی تبدیلی سے فکر ہے تو تم کو، ہمیں کیا فکر ہے۔

اِعلان

آؤ مرزائیو! اگر اِنّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں محض عبارت قرآنی سے ضمیر کا مرجع سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی اور کو ثابت کر دو، تو جھوٹے کی زبان کاٹ دی جائے،

اب مثلاً کا فیصلہ قرآن سے کرالیں، کہ آیا مثلاً سے مثیل مسیح مراد ہیں، یا کچھ اور، اگر مثل سے مراد مثیل آپ کریں تو ترکیب نحوی میں کیا بنے گا، کیونکہ اگر مثل سے مراد مثیل کیا جاوے، تو مثلاً کو مقدم چاہیئے تھا، مضاف بنتا تو تمہارا مطلب صحیح تھا، مگر جب مؤخر رکھا تو ثابت ہوا، کہ مثلاً تمیز ہے اور جو ابن مریم علیہ السلام

کے بیان کرنے میں ابہام تھا، وہ مثلاً نے دُور کر دیا، یعنی ابن مریم علیہ السلام کی ذاتی مثال کے بیان کرنے کا ذکر ہے، نہ کہ ان کے واسطے کسی اور مثیل کی ضرورت ہے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، اور یہ قرآن کریم کے عین خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ان کے بعد کی آیت کے آگے رب العزۃ نے خود فیصلہ فرما دیا ہے۔ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اور ہم نے اسی ابن مریم علیہ السلام کو ہی مثال بنایا بنی اسرائیل کیواسطے، یعنی اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ کی حجۃ اور نشانی بنائی، حضرت عیسٰی علیہ السلام کو۔ اگر یہاں معنی نظیر کے لئے جاویں تو معنی ہی بگڑتے ہیں یعنی تشبیہ شئ کی بنفسہٖ لازم آئے گی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس میں تو کوئی گنجائش ہی نہ رہی، کہ شیطان ذہن کو مثیل مسیح کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کرے۔ تو وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ ماقبل والی آیت کو ملاحظہ فرما لیا کرو، پس دماغ مثلیت سے بھی باز رہے گا۔ ملاحظہ ہو۔ آیت سابقہ کو فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ۔ تو ہم نے غرق شدہ فرعونیوں کو ان کے پہلوں کے لئے بھی اور مثال بنائی پچھلوں کے لئے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے فرعونی جو غرق شدہ تھے ان کو مثال فرمایا۔ تو فرعونی بھی تمہارے خیال کے مطابق مثیل ثابت ہوئے۔ اور مثیل بھی فرعون کے نہیں، بلکہ آخرین کے اور آخرین وہ تھے جو موسٰی علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے، جیسا کہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا ہے۔

دخان ۲۵ ۱	فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ وَاتْرُکِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ٥ کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ وَّنَعْمَةٍ کَانُوْا فِیْهَا فٰکِهِیْنَ کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا

اٰخَرِیْنَ ٥

؛ موسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے فرمایا، پس لے چلیئے آپ اے موسٰی علیہ السلام میرے بندوں کو رات کے وقت، تم ضرور تعاقب کئے جاؤ گے اور دریا کو خشک ہی رہنے دیجئے۔ اس لئے کہ ان کا تمام لشکر غرق کیا جائیگا، انہوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور بلڈنگیں بمع سامان چھوڑے جس میں وہ عیش کرتے

تھے، ایسے ہی ہؤا اور وارث کیا ہم نے ان کا پچھلی قوم کو۔ (یعنی بنی اسرائیل کو):
وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ قوم آخرین کو ہم نے وارث بنایا اور وہ کون تھے؟
جو وارث بنے، ضروری بات ہے کہ وہ بنی اسرائیل تھے۔ اور وہ مثل تب بن سکتے
تھے، جب وہ بھی فرعونیوں کی طرح پانی میں غرق ہوتے، ورنہ مثلاً نہیں کہلا سکتے
یا فرعونیوں کو بنی اسرائیل کی طرح زندہ رکھا جاتا جب زندہ نہیں رہے۔ بلکہ
غرق ہوگئے تو ثابت ہؤا کہ مثلاً کے معنی یہاں بھی نشان عبرت کے ہیں، تو مثلاً میں
تمہارا غیر کو مثیل مراد لینا یہ تمہاری غلطی ہے وہاں بھی مراد نشانی ہی ہے، اور
نشانی خود عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ورنہ مرزا صاحب کو بھی تمہیں مُغْرَقُوْنَ میں شمار
کرنا پڑے گا۔ تو فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ کے مصداق ثابت ہونگے۔ آگے تم
سوچ لو۔

تو بنی اسرائیل کے مثیلوں کو تمہارے قاعدے کے مطابق غرق کیا گیا اور پھر
اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا۔ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ
جب انہوں نے ہمیں غضب ناک کیا، تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا پھر ان کو غرق
کر دیا۔ اور پھر فرمایا فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ٥ تو ہم نے ان کے
سلف و خلف کے واسطے ان کو ایک نشانی بنادی۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے،
کہ جو خداوند کے سوا کسی کو رب مقرر کرتا ہے۔ تو خدا یوں بدلہ دیتا ہے، تو اُن کو
غرق کر کے دوسروں کے واسطے عبرت بنادی۔ اگر یہاں مثیل کے معنی لئے جاویں
تو معنی ہی غلط بنتے ہیں، کیونکہ جب غرق ہوگئے تو مثیل کیسے رہ گئے، تو ثابت
ہؤا، کہ مثلاً بھی بمعنی نشان کے ہیں، جب ما قبل نشان کا ذکر فرمایا تو مابعد میں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے واسطے نشان ہونا
اب تم اے فرقہ مرزائیہ! بتاؤ کہ کس نبی کا اللہ نے مثیل بنایا اور جس کو مثیل
بنالیا، تو اس کو دار پر لٹکا دیا گیا اور وہ نبی نہ تھا بلکہ منافق تھا، مرزا صاحب
بھی منافق ثابت ہوں گے، تو تمہارا یہ معنی کرنے مثیل کے غلط ثابت ہوئے۔
اور سنیئے۔
مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ کے کیا معنی کرو گے۔ کچھ تو

سوچ کر بات کرتے۔

اور وکیل دوست کو المنجد کی صفحہ ۱۰ کا ترجمہ المثل کا الشبہ والنظیر پڑھنے کا موقعہ ملا، لیکن اسی لفظ کے ماتحت ہی لکھا ہے (المَثَلُ) ...... العبرۃ۔ الحجۃ تمہاری پیش کردہ لغت کی کتاب المنجد سے بھی ثابت ہوا کہ مثل کے معنی عبرۃ اور حجۃ کے بھی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ مثل بمعنی عبرہ اور حجۃ کے لئے ہیں، جو اس آیت کا ماقبل اور مابعد بھی ثابت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس واسطے اس نے اسی آیت کے ماقبل بھی اور مابعد بھی لفظ مثل کو استعمال فرمایا، جس کے معنی عبرۃ اور حجۃ کے ہیں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ اس کے معنی بھی آیت اور حجۃ کے ہیں، تاکہ مرزائی اس مقام پر نظر کے نہ کریں، سیاق سباق کے ربط کو توڑنا یہ مرزائیہ کا کرتب ہے۔ قرآن کریم کی روانی اس پر دال نہیں، جیسا کہ ہر ذی شعور کے واسطے بیان ہو چکا ہے۔

آگے پھر دوست نے "اِنَّہٗ" کی ضمیر کا مرجع امام مہدی علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور دلیل پیش فرماتے ہیں، چونکہ شرح عقائد کے حاشیے پر لکھا ہے۔

کیوں جی! بھلا یہ فرمائیے کہ اتنی تفسیریں اور حدیثیں پیش کی گئیں، ان پر یقین نہ آیا، کیا شرح عقائد کا حاشیہ قرآن سے زیادہ معتبر ہے؟ جب ماقبل اس کے امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں، بلکہ ابن مریم کا ہے تو ہم قرآن کریم کو پس پشت کیسے ڈال دیں، تم دلیلیں تلاش کرتے ہو، شاید تمہارے پاس کوئی شرح عقائد ہو اس پر کسی فضول آدمی نے لکھ دیا ہو، مکان میں دیکھو، کیا بلوں میں چوہے ہوتے ہیں، جن کا کوئی اعتبار نہیں، اصل کتاب پیش کرو۔ محشی کا کیا اعتبار ہے۔ آئیے اگر آپ نہ دیکھ سکتے ہوں، تو فقیر آپ کو دکھا دے۔ تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ لگے۔ کہ حنفیوں کی کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح سے مراد مہدی ہے۔ سنئے۔ مہدی مراد ہیں، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

شرح عقائد نسفی ۱۲۴	وَمَا اَخْبَرَ بِہِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَیْ مِنْ عَلَامَاتِہَا مِنْ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ وَدَابَّۃِ

الْاَرْضِ وَیَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَنُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامِ مِنَ السَّمَآءِ وَطُلُوْعِ

الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا نَعُوْحَقٌّ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی اشراط یا علامات سے جو خبر دی ہے دجّال کا نکلنا اور دابۃ الارض کا اور یاجوج ماجوج کا اور عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور مغرب سے سورج کا چڑھنا تو یہ حق ہے۔

کیوں جی وکیل صاحب! یہ ہے شرح عقائد اصل، جس کا نام سنا کر تم نے دھوکا دیا۔ اب بتاؤ کہ بل اچھی یا اصل مکان۔ آپ کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں صاحب خانہ نے مکان میں جگہ نہیں دی تمہارے مخالف اسی لئے تم بل میں گھسے۔ لیکن آپ کو حاشیہ نظر آیا، اصل پر کیوں نہ نظر پڑی، خیر تمہارے اس بہانے سے نقیر نے اصل کتاب پیش کر دی، مسلمانوں کو تمہاری چوری نظر آگئی۔ اگر اس کے متعلق پھر کبھی موقع ملا، تو انشاء اللہ العزیز۔

"مرزائی"۔ اہل سنت و جماعت بعض روایتیں جو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی سے پیش کرتے ہیں، مثلاً مسند امام احمد حنبل یا درمنثور یا فتح البیان یا ابن کثیر جن میں اس آیت کے متعلق نزول مسیح قبل از قیامت مراد ہے۔ وہ تمام ضعیف ہیں، دیکھو عاصم اور ابو یحیٰی اور غالب بن فائد اور نضیل بن مرزوق راشی ان کے راوی ہیں اور یہ تمام اسماء رجال کی کتب میں ضعیف لکھتے ہیں۔

"محمد عمر"۔ آیئے جناب مرزائی صاحب! اسماء رجال سے ان کے متعلق تحقیق کرلیں جن پر تم نے جرح کی ہے۔

تقریب التہذیب ۱۸۳	(عاصم بن بهدله) وھو ابن ابی نجود بنون جیم الاسدی مولاھم الکوفی ابوبکر المقرئ صدوق له اوھام حجة فی القرأة وحدیثه فی الصحیحین۔

عاصم بن بهدلہ کوفی سچا ہے (کذب فی الحدیث سے مبرا ہے) کچھ وہم بھی کرتا ہے قرأۃ میں اس کی دلیل حجۃ ہے۔ اور اس کی حدیث صحیحین میں موجود ہے۔ جب بخاری مسلم نے اس کی حدیث کو مستند سمجھا ہے۔ تو آپ کون ہیں، جس کو وہم ہو، وہ بات کرنے میں عجلت نہیں کرتا، احتیاط سے کام لیتا ہے۔ اگر کوئی شک کی بات کرے،

تو وہ ضرور رحمت نہ ہوگی، اس حدیث میں چونکہ اس نے شک کا اظہار نہیں کیا لہٰذا صحیح ثابت ہوئی۔

میزان الاعتدال ۲/۵

عاصم بن ابی نجود مقرئنا احد السبعة القراءة وهو فی الحدیث دون الثبت صدوق یهم۔ وقال ابوحاتم محله الصدق۔ قلت هو حسن الحدیث وقال احمد وابو زرعة ثقة۔ وقال احمد بن حنبل کان ثقة انا اختار قراءته۔

جس کو امام الحدیث احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرمائیں کَانَ ثِقَةً کہ وہ ثقہ فی الحدیث ہے اور پھر ناقد رجال خود علامہ ذہبی جو پرکھنے والے ہیں وہ ارشاد فرمادیں اور خود فیصلہ کردیں قُلْتُ هُوَ حَسَنَ الحدیث۔ میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث حسن بیان کرتا ہے تو آپ معترض کون ہیں، جس سونے کو صراف صحیح کہدے جس نے نہ کچھ لینا نہ دینا کوئی طمع ہی نہیں تو گاہک کو اگر پسند نہ ہو تو اس کے پاس رقم ہی نہیں، جب نقاد رجال الحدیث سے تم نے فیصلہ چاہا تو اس نے سب کچھ بیان کر کے آخر فیصلہ دیا کہ حسن الحدیث ہے۔ تو جو پھر بھی اُن کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے تو معلوم ہوا اس کا اپنا ایمان درست نہیں۔

تہذیب التہذیب ۵/۳۸

(عاصم بن بهدله وهو ابن ابی نجود) وخطأه ابوبکر بن ابی داؤد روی عن زر بن حبیش وابی عبد الرحمن وقرء علیهما القرءات وابی وائل وابی صالح السمان وابی رزین والمسیب بن رافع ومصعب بن سعد ومعبد بن خالد وسواء الخزاعی وجماعة وعنه الاعمش ومنصور وهما من اقرانه وعطاء بن ابی رباح وهو اکبر منه وشعبة وسفیانان وسعید بن ابی عروبة والحمادان وزائدہ وابوخیثمة وشریک وابوعوانة وحفص بن سلیمان وابوبکر بن عیاش وقرء علیه وغیرهم۔ وقال عبد الله بن احمد عن ابیه کان رجلا صالحا قارئا للقرآن واهل الکوفة یختارون قرأته وانا اختارها وکان خیرا ثقة وقال ایضا عاصم صاحب قرآن وحماد

صاحب فقہ وعاصم احب الینا قال ابن معین لا باس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ راسًا فی القرأۃ ویقال ان الاعمش قرء علیہ وھو حدث وکان یختلف علیہ فی نحو ابی وائل - وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ صالح وھو اکثر حدیثا من ابی قیس الاودی واشعر و احب الی منہ وھو اقل اختلافا عندی من عبد الملک بن عمیر وقال سألت ابا زرعۃ عنہ فقال انہ ثقۃ قال وذکرہ ابی فقال محلہ عندی محل الصدق صالح الحدیث - وقال النسائی لیس بہ باس وقال ابوبکر بن عیاش سمعت ابا اسحق یقول ما رأیت اقرء من عاصم اخرج لہ الشیخان مقرونا بغیرہ قلت قال ابو عوانہ فی صحیحہ لم یخرج لہ مسلم سوی حدیث ابی بن کعب فی لیلۃ القدر وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال العجلی کان عثمانیا وقال ابن شاہین فی الثقات قال ابن معین ثقۃ لا باس بہ من نظراء الاعمش -

(عاصم بن بہدلہ کے آٹھ جلیل القدر استاد ہیں جن سے یہ روایت بیان کرتے ہیں) زر بن حبیش - ابی عبد الرحمٰن سلمی اور ان دونوں سے عاصم نے قرأت بھی سیکھی ہے - یہ دونوں اس کے قرآن کریم کی قرأت کے استاد تھے، اور ان دونوں نے عاصم کو ایسا علم قرأت و تجوید میں یکتا زمانہ بنایا کہ مرزائی کو بھی ماننا پڑا - تیسرے استاد حدیث ابی وائل - ابو صالح سمان - ابو رزین - مسیب بن رافع - مصعب بن سعد - معبد بن خالد اور یہ جلیل القدر رواۃ حدیث سے شمار کئے گئے ہیں، اگر ان کی شان علیحدہ علیحدہ عرض کروں تو طوالت کا خطرہ ہے - اب اس کے شاگرد حدیث سن لیجئے)

اعمش - منصور - عطاء بن ابی رباح - شعبہ - دونوں سفیان - سعید بن ابی عروبہ - دو نو حماد - زائدہ - ابو خیثمہ - شریک - ابو عوانہ - حفص بن سلیمان - ابوبکر بن عیاش ۱۵ جلیل القدر رواۃ احادیث صحیح جو ان کے شاگردوں سے ہیں وہ تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے اور فرمایا کہ ان کے علاوہ اور بھی ان کے شاگران حدیث ہیں -

(اور گیارہ اُنکے معتمین ہیں)

احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ[ع۱] نے فرمایا نیک آدمی ہے۔ قرآن کریم کا قاری ہے۔ کوفی اس کی قرأت کو بڑا پسند کرتے تھے۔ (اور کوفہ اس وقت قرأت کا مرکز تھا اور سب سے یہ بہتر پڑھنے والے تھے) اور میں اس کو پسند کرتا ہوں اور عاصم بہتر ثقہ فی الحدیث ہے۔

ابن معین[ع۲]۔ اس کی حدیث اخذ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں،

عجلی[ع۳] نے کہا حدیث و قرأۃ کا ماہر ہے اور ثقہ یعنی پکا آدمی ہے (اور بڑی بات یہ ہے) کہ حدیث اور قرآن میں اعمش کا اُستاد ہے۔

ابو حاتم[ع۴] نے کہا کہ یہ بڑا مشہور آدمی تھا۔

ابو زرعہ[ع۵] نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ یعنی حدیث میں پکا ہے۔ اور میرے باپ نے کہا کہ سچا آدمی ہے اور صالح الحدیث ہے۔

نسائی[ع۶] نے فرمایا اس کی حدیث میں کوئی ڈر نہیں۔

ابوبکر بن عیاش[ع۷] نے فرمایا۔ میں نے عاصم جیسا قاری کوئی دیکھا ہی نہیں۔

ابوبکر بزاز[ع۸] نے فرمایا میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے اس کی حدیث کو چھوڑا ہو۔ بلکہ تمام اس کی حدیث کو اخذ کرتے ہیں۔ اور یہ عاصم مشہور آدمی ہے (عوامی نہیں۔

ابن حبان[ع۹] نے اپنے ثقات میں عاصم کا ذکر کیا ہے۔

ابن شاہین[ع۱۰] نے کہا کہ عاصم حدیث کے ثقہ آدمیوں سے ہے۔

ابن معین[ع۱۱] نے فرمایا کہ اعمش کو جس نے دیکھنا ہو۔ وہ عاصم کو دیکھ لے۔ یہ حدیث میں ثقہ ہے۔ اس کی حدیث معتبر ہے کوئی ڈر نہیں،

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے عاصم جس کو معاذ اللہ تم نے تھوک دیا

تھا۔ کہ اس کی حدیث موضوع ہے۔ اور تم بیچارے تو موضوع اور ضعیف مرفوع و مرسل وغیرہ کی تفریق کو کیا جانو۔ بس جو منہ میں آیا کہد یا مطابق ہو یا نہ۔ سُنا کیسا رادی ہے۔ ارے جس کو ابن معین جیسے اور ابن شاہین جیسے اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان جیسے اور ابوبکر بزار جیسے جلیل القدر نقادوں نے جو رجال احادیث کو پرکھنے والے ہیں، اور مشاہیر نقاد مشہور ہیں۔ جب وہ عاصم کی تعریف کر چکے ہیں، اگر آج مرزائی انکار کردے تو اس کی کیا وقعت۔ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنوعات میں پھنس چکا ہے۔ وہ حقیقت کو بچارہ کیا پہنچ سکے۔ اور اس کا پرکھنا کب صدق پر مبنی ہو گا۔ جس کا مقدمۃ الجیش ہی غلط راستے پر جا رہا ہو۔ اور جس کے سابقین گڑھے میں گر چکے ہوں، اور اس کے تو امین کب بچ سکتے ہیں، جن کی آنکھ دھندلی ہو، اس کو تمام دنیا دھندلی نظر آئیگی۔

"مرزائی"۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ کہ وقال النسائی لیس بحافظ اور دارقطنی نے بھی کہا ہے۔ (۳۲۶)

"محمد عمر"۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ کا جواب ابن حجر عسقلانی نے دے دیا ہے۔ فرمایا تہذیب التہذیب ج۵ وقال النسائی لیس بہ باس کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں جناب میں یہ کہہ رہا ہوں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو علم تھا۔ کہ مرزائی بعد میں عاصم پر اعتراض کرینگے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا جواب پہلے ہی دے دیا۔

"مرزائی"۔ دیکھو ابن حجر عسقلانی نے ہی اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اعمش نے کہا ہے۔ کہ محدث تو واقعی بڑا ہے۔ لیکن زر اور ابی وائل کی حدیث جو اس نے بیان کی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ (۳۲۶)

"محمد عمر"۔ سوال کا موقعہ تو یاد رہا لیکن جو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے۔ وہ یاد نہیں۔ سو اس کے آگے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ ابو حاتم اپنے باپ صالح سے روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ بہت تھوڑا اختلاف ہے۔ تو معمولی اختلاف کسی خاص روایت میں مثلاً عبد الملک بن عمیر کی روایت میں تو دو معمولی بات ہے۔ اتنے بڑے راوی کو ٹھکرا دینا ایمان کے خلاف ہے۔

(۳۲۶) کا حل

"مرزائی" عقیلی نے کہا ہے لم یکن الا سوء الحفظ ص ۳۴۶

"محمد عمر" - اس کا جواب دوسرے صفحے پر ہی موجود ہے ۔ وقال ابو بکر بزار لم یکن بالحافظ ولا نعلم احداً ترک حدیثہ علیٰ ذالک وھو مشہور ۔

ابو بکر بزاز نے اس کا جواب دیا ہے ۔ کہ گو یہ حافظ نہ تھا ۔ لیکن باوجود اس کے کسی نے عاصم کی حدیث کو ترک نہیں کیا ۔ کیونکہ اس کی نیکی اور علم مشہور تھا ، اور جس کو گیارہ بڑے بڑے محدثین اور نقادین نے تسلیم کیا ہو ۔ تو پھر تمہاری بات کو کون سنتا ہے ۔ تمام تو خدا کے قائل بھی نہیں ۔ تم اس کی الوہیت کا انکار کرو ۔ لیکن تمہیں الوہیت سے کیا غرض ۔ بھائی اصل بات یہ ہے ۔ کہ عاصم بڑے صوفی اور نیک تھے ، اگر کہیں ان کو قرآن کی قرأت پڑھتے ہوئے شبہ ہو جاتا ، تو خواہ صحیح بھی ہو ، جب تک یہ اپنے شبہ کو دوسرے سے رفع نہ کر لیتے ، تب تک چین نہ لیتے ، اور آگے نہ پڑھتے ، یہ اتقا کی علامت ہے ۔ نہ سوء حفظ کی ، جو تم نے سمجھا ہے ۔ اس کی تشریح بھی دیکھو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمادی ہے ۔ وقال شھاب بن عباد عن ابی بکر بن عیاش دخلت علیٰ عاصم وقد احتضر فجعلت اسمعہ یردد ھذہ الایۃ نحققھا کانہ فی المحراب ثُمَّ رُدُّوا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۔

ابو بکر بن عیاش وغیرہ کا کہنا کہ اس کا حافظ کمزور تھا ، اس کی وجہ یہ ظاہر فرمائی کہ میں ایک بار عاصم کے پاس گیا ، تو وہ موجود تھا ، تو میں نے اس کا قرآن سننا شروع کر دیا (سبحان اللہ عاصم کا قرآن پڑھنا اور امام احمد بن حنبل اور اعمش وغیرہم کا قربان ہونا تو کیا ہی لطف آتا ہوگا ، مرزائی بیچارے کیا جانیں ، جن میں قرآن پڑھنے والا کوئی ہے ہی نہیں) ۔ تو ہم معلوم کر رہے تھے ۔ کہ آپ (یعنی عاصم) محراب میں ہیں ، اور اس آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے ، ثُمَّ رُدُّوا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۔ تو ان کا یہ بار بار پڑھنا ان کے حافظے کی کمزوری نہ تھی ، بلکہ اعمش کو جتانا تھا کہ میرے متعلق جو تم سوء حفظ

کا خیال رکھتے ہو، حکومت تمہاری نہیں، حکومت خداوند کی ہے۔ وہ تم سے تمام حساب لیگا، جو تم اس کے بندوں کی طرف ایسا خیال رکھتے ہو، نمازیں ہی قرآن پڑھتے پڑھتے سب کچھ سمجھا دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ نہ خیال کرو کہ میں اپنے خلف سے ناواقف ہوں، بلکہ میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ویسا ہی پیچھے،

تو اے مرزائیو یاد رکھو، ایسے اولوالعزم اور بزرگوں کو اتہام لگانا، جس کو زمانہ تسلیم کر چکا ہو اچھا نہیں ہوتا، تُو تُو تُو تُو آخر کے بعد پھر کبھی حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو ضعیف نہ کہنا، چہ جائیکہ کسی وکیل کی سُنی سنائی بات جن کا کام ہی عموماً جھوٹ پر ہوتا ہے۔ کسی کو بُرا نہ کہنا اور عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو موضوع نہ کہنا، دیکھو ان کا مدارج ادھر کتنا بھاری دھرا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ابو یحییٰ الاعرج مصدع } دوسرا راوی جس پر تم نے جرح کی ہے۔ اس کے متعلق سنیئے!

تقریب التہذیب ۳۵۴	مِصْدَع بکسر اوله وسکون ثانیه وفتح ثالثه ابو یحیی الاعرج المعرقب مقبول من الثالثة

(مِصْدَع رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام، جن سے یہ حدیثوں کو نقل فرماتے ہیں۔

تھذ التھذیب ۱۰/۱۵۷	روی عن علی[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) و الحسن[2] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وابن عباس[3]

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وابن عمر[4] و بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وعائشة[5] (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ثابت ہوا، کہ مصدع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خیر القرون سے ہیں، اور تابعی ہیں، اور جن کے یہ پانچ اساتذہ ہوں تم ان کو ضعیف اللہ شیعہ کہو، اور ان کی حدیث کو موضوع کہو اور قسم قسم کے اتہام رگاؤ تو تمہیں خدا تعالیٰ ہدایت دے۔

(مصدع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد، جنہوں نے آپ سے روایات بیان کی ہیں)۔

تهذيب التهذيب

$\frac{10}{157}$

وعنه سعد بن اوس العدوی رحمۃ اللہ علیہ وسعید بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وعمار الدھنی رحمۃ اللہ علیہ وشمر بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ وابو رزین الاسدی رحمۃ اللہ علیہ وھلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ۔

قال ابو حاتم مصدع ابو یحییٰ الاعرج انصاری یقال مولی بن عفراء وکذا قال احمد وقال ابن المدینی سمعت ابن عینیۃ قال عمار الدھنی کان مصدع عالماً بابن عباس۔ قُلْتُ اِنَّمَا قِیْلَ لَهُ الْمُعَرْقَبُ لِاَنَّ الْحَجَّاجَ اَوْبِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَرَضَ عَلَیْهِ سَبَّ عَلِیٍّ فَاَبٰی فَقَطَعَ عُرْقُوْبَهٗ۔

ابو حاتم نے کہا مصدع ابو یحییٰ اعرج انصاری کا نام ہے۔ ابنا عفرا کا غلام ہے احمد نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور ابن مدینی (علی بن المدینی) نے کہا کہ میں نے ابن عینیہ سے سنا ہے۔ کہ عمار دھنی نے کہا ہے، مصدع ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں کا بڑا عالم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کو معرقب اس لئے کہا جاتا ہے کہ حجاج نے یا بشر بن مروان نے اس کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سب کرنے کے لئے کہا۔ یعنی کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دو، تو مصدع نے انکار کر دیا، تو اس کی عرقوب یعنی پٹھ کاٹ دیا گیا، تو بے چارہ لنگڑا ہو گیا، تو اس کو معرقب کہا جاتا ہے۔

"مرزائی" ۔ علامہ ذہبی نے اس کے متعلق لکھا ہے ۔سعدی نے اس کو زائغ جائز عن الطریق لکھا ہے ۔ تم بھی بس مولوی صاحب ایسے ہی ہو، جو کام کی بات ہو، اس کو چھپا لیتے ہو۔ ۳۴۵

"محمد عمر" ۔ سبحان اللہ! بات کو چھپانا مرزائیوں کا کام ہے ۔ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بات صاف صاف کہدیتا ہے ۔ اور لکھ دیتا ہے ۔ کوئی ایمان لائے یا نہ ، اصل بات یہ ہے کہ تم بیچارے سادہ لوح آدمی ہو، تمہیں جیسا کسی نے بہکا دیا تم اس کے جال میں آگئے ، آج کل وکیلوں کا کام ہے ۔ الٹی ٹیڑھی بات کر کے لوگوں سے پیسے بٹور لئے ، کوئی وکیل پیسے چھیننے کا کام کرتا ہے ۔ کوئی ایمان چھیننے کا ، لیکن تم تحقیق کر لیا کرو ۔ کیونکہ تم نے کسی کی قبر میں نہیں جانا حساب اپنا اپنا ہونا ہے ۔ آیئے فقیر عرض کرتا ہے ۔ پہلی بات تو یہ ہے ۔ کہ تم نے دھوکہ دیا جب تم نے حوالہ دیا ۔ تو میں نے کتاب میزان الاعتدال کھول کر دیکھی تو علامہ ذہبی نے پہلے ہی اس کے متعلق فیصلہ کر دیا ۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شاگرد ہے ۔ اور سچا ہے ۔ سنو ۔

میزان الاعتدال ۳ / ۱۸۲	المعرقب عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدوق ۔ معرقب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شاگرد ہے اور سچا ہے

یہ تو ہے فتوای امام ذہبی کا) آگے اس نے 'جوزجانی' سعدی کا قول نقل کیا ہے ۔ تو اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔ سنو ۔

تہذیب التہذیب ۱۰ / ۱۵۸	وقد ذکرہ الجوزجانی فی الضعفاء فقال زائغ جائز عن الطریق یرید بذلک مانسب الیہ بالتشیع و

الجوزجانی مشہور بالنصب والانحراف فلا یقدح فیہ قولہ ۔

ذکر کیا (سعدی) جوزجانی نے مصدع کو ضعیفوں میں اور زائغ جائز عن الطریق کہا ہے ۔ حالانکہ خود جوزجانی (سعدی) بڑا بت پرست اور بے دین مشہور ہے ۔ اس کے متعلق اس کا کوئی حرج نہیں ۔

میرا دوست یہ عبارت ہی چھوڑ گیا۔ معلوم ہوتا ہے طنزاً جائز سمجھتے ہو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر کوئی مرزائی کسی مسلمان کو بُرا کہدے تو اس کا کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ طاعن بیچارہ خود مطعون ہے۔ اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں طاعن کے لئے بھی تو ثقہ ہونا شرط ہے۔ ایرے غیرے نتھو خیرے کے طعن کا بھی تو کوئی اعتبار نہیں، یہ معاملہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مرزا صاحب کی حدیث نہیں، کہ شرن پت اور ملاوامل آریہ بھی جنکے راوی اور کاتب وحی مرزائیت میں بڑے معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ فتدبر وتفکر۔

(غالب بن فائد)

میزان الاعتدال ۲ / ۳۲۱	(غالب بن فائد) عن سفیان ثوری۔ غالب بن فائد سفیان ثوری کے شاگردوں سے ہیں۔ (اس لئے یہ معتبر راوی ہیں)

"مرزائی"۔ تم آگے کیوں نہیں پڑھتے، اس کے متعلق لکھا ہے۔ قال الازدی یتکلمون فیہ، ازدی نے کہا ہے۔ کہ اس کے متعلق کچھ لوگ باتیں بناتے ہیں،

"محمد عمر"۔ بھائی پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ ازدی کا محض متکلم فیہ کہنا کوئی علامت نہیں، کیونکہ کلام مجمل ہے۔ اگر کسی عیب سے معیوب قرار دیتے مثلاً کذب وغیرہ کا تو واقعی ایک قابل اعتراض امر تھا، جب محض متکلم فیہ فرمایا، تو اس کا جواب بھی تو ساتھ ہی سُنا دیا وہ نہیں پڑھا، کہ قال ابو حاتم لا باس بہ ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس کی ذات کے متعلق کوئی الیسا عیب ناک کلام نہیں۔ اس واسطے اس کی حدیث کے دلیل اخذ کرنے میں کوئی ڈر نہیں،

"مرزائی"۔ عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔ ۳۲۱

"محمد عمر"۔ آپ غلط فرما رہے ہیں۔ بلکہ وہاں تو لکھا ہے۔ قال العقیلی یخالف فی حدیثہ۔ عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی ایک حدیث میں اختلاف کیا گیا ہے۔ تو جس کی ایک حدیث میں اختلاف کیا جاوے اس کی تمام حدیثیں مختلف فیہ نہیں ہو سکتیں۔ اور پھر اختلاف فرمایا جھوٹ نہیں فرمایا اور مرزا صاحب

کی کسی بات میں اتحاد ہے؟ ان کی ہر بات ہی مختلف ہے۔ یعنی ان کا اپنا کلام ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔ آپ نے اُن پر تو کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ان کو تو سچے سمجھو اور اگر کسی راوی کی کسی ایک حدیث میں کسی نے اس کے خلاف کہہ دیا۔ تو اس کو ہمیشہ کے لئے معاذاللہ متروک کہدو کسی نے ان کو متروک کیوں نہ کہدیا۔ جب احادیث کے ناقدین ان کو لا باس بہ فرما رہے ہیں، تو ان کے ایک حدیث کے اختلاف سے تمام کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

غالب بن فائد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

ہوسکتا ہے کہ زیادہ ہوں۔ مگر علامہ ذہبی کے نزدیک ان سے حدیثوں کا بیان کرنے والا شاگرد ایک ہی کا نام لکھا ہے۔ روی عنہ سھل بن عثمان العسکری

"مرزائی"۔ تمہاری ایک روایت ابن عباسؓ سے جو تم ابن جریر کی بیان کرتے ہو، اس میں فضیل بن مرزوق شیعہ ہے۔ اس کی روایت کو ابو حاتم نے حجت قرار نہیں دیا۔ اور نسائی نے ضعیف کہا ہے، ابن حبان نے ضعیف اور خطا کار لکھا ہے نیز ابن معین نے بھی ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ ان تین کو تو تم نے معاف کر دیا، اب اس کے ضعف کی کیا صفائی پیش کرتے ہو، جو سرے سے ہی شیعہ ہے، رافضی نہ تمہارے نزدیک حجت نہ ہمارے نزدیک، لہذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ایک روایت تو ضرور ہی ضعیف اور موضوع ثابت ہو گئی۔ دیکھا جناب مرزائی کے کرتب کو ایک روایت کو تولے ہی ڈوبا۔ ...

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب یہ بھلا کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ مرزائی اہلسنت وجماعت کی پیش کردہ روایت کو ضعیف ثابت کر دے۔ فقیر نے ابن جریر کی اکثر روایتیں حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق پیش کیں، لیکن مذکورہ بالا رواۃ کی روایات کو پیش ہی نہیں کیا گیا۔ فقیر کو علم تھا، کہ مرزائی ان پر معترض ہو گا، تو پہلے اس کے اعتراضات کو صاف کر کے پھر انشاء پیش کرونگا۔ چنانچہ اب انشاء اللہ بعد از صفائی شکوک فقیر انشاء اللہ پیش کرے گا، پہلے رواۃ پر جو تم نے اعتراضات کئے، فقیر نے بالوضاحت ان کے تسلی بخش جوابات دئے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اُن کو تم بخوبی

سمجھ گئے ہو گے. باقی رہا اس راوی کے متعلق تو اس کی صفائی کے متعلق بھی انشاءاللہ اپنی طاقت کے مطابق کمی نہیں رکھونگا۔ تمہارے اس اعتراض میں فضیل بن مرزوق کے متعلق دو اتہام ایک شیعہ ہونیکا اور ایک اس کے غیر ثقہ فی الحدیث ہونے کا۔ اُن کی شیعیت کا جواب تو علامہ ذہبی نے دیا ہے، کہ ان کو شیعہ حجاجی کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو گالیاں نہیں دیں، ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال ۲/۲۳۵

وَكَانَ مَعْرُوْفًا بِالتَّشَيُّعِ مِنْ غَيْرِ سَبٍّ.

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو نہ گالی دینے کی وجہ سے لوگ شیعہ کہتے تھے، اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دینا اور دلوانا حجاج بن یوسف کا شیوہ تھا، اور جو شخص اس زمانہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کو گالی نہ نکالے اس کو حجاجی شیعہ ہونیکا فتوای دیتے تھے، جیسا کہ پہلے مرتب کے واقعہ میں گذر چکا ہے۔ تو تم مرزائی بھی حضرت فضیل بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ کہتے ہو، ثابت ہؤا کہ تم بھی حجاجی ہو، اسی واسطے تمہارے افعال واقوال بھی حجاج بن یوسف والے صادر ہو رہے ہیں،

اگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں نہ دینا ہی رفض ہے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرزائی رافضی کہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے بھی فرمایا ہے ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی۔

کیوں جناب اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں نہ دینا یہ شیعت نہیں ہے۔ سنیئے اب ان کے ضعف کو صاف کردوں جو تمہارے دل میں جمایا گیا ہے۔

فضیل بن مرزوق کے اساتذہ حدیث

تہذیب التہذیب ۷/۲۹۸

روی عن ابی اسحٰق[1] السبیعی وعدی بن ثابت[2] وعطیۃ العوفی[3] والاعمش[4] ومیسرہ[5] بن حبیب وشفیق[6] بن عقبہ وجبلہ بنت مصفح[7]

وغیرھم اور ان کے سوا اور بھی ہیں۔

فضیل بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے جلیل القدر شاگردان حدیث

وعنہ زہیر بن[1] معاویہ و وکیع[2] وعبد[3] الغفار بن الحکم وحسین[4] ابن علی جعلی وابو اسامۃ[5] والفضل بن[6] موفق ویحیی[7] ابن ادم ویحیی[8] بن ابی بکر ویزید[9] بن ہارون ومحمد بن[10] ربیعہ الکلابی ومحمد[11] بن فضیل ونعیم بن[12] میسرۃ النحوی وزید[13] ابن الحباب وابو نعیم[14] وعلی بن الجعد[15] وآخرون یہ ۱۵ جلیل القدر آپ کے حدیث کے بڑے طالب الحدیث ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت ہیں، آگے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا جنہوں نے ان کو ثقات کہا ہے۔

فضیل بن مرزوق کو ثقہ فی الحدیث کہنے والے

(۱)۔ قال معاذ بن معاذ سالت ثوری عنہ فقال ثقۃ۔

(۲)۔ وقال الحسن بن علی الحلوانی سمعت الشافعی یقول سمعت ابن عیینہ یقول فضیل بن مرزوق ثقۃٌ۔

(۳)۔ وقال ابن ابی خیثمہ عن ابن معین ثقۃٌ۔

(۴)۔ وقال احمد لا اعلم الا خیراً۔

(۵)۔ وقال ابن ابی حاتم عن ابی صالح الحدیث صدوق۔

(۶)۔ وقال ابن عدی ارجوانہ لاباس بہ۔

(۷)۔ وقال الحسین بن الحسن المروزی سمعت الھیثم بن جمیل یقول جاء فضیل بن مرزوق وکان من ائمۃ ہدا۔

(۸)۔ وقال ابن شاہین فی الثقات۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین ائمہ کرام دیگر چیدہ چیدہ ائمہ حدیث جس کو ثقہ کہیں، تم ان کو ضعیف کہو، تو یہ تمہاری مرزائیت کا شیوہ ہے۔ کیا لو عاش ابراہیم والا بدلہ

لیتے ہو، جو ثقہ کو ضعیف کہتے ہو، جب وہاں پہنچے تو انشاء اللہ اس حدیث پر فقیر کی اور آپ کی باتیں ہونگی، لوگ سنیں گے ہاں اس کو کہتے ہیں انصاف جس کی وجہ سے ابن حبان نے اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ فضیل عن عطیہ عن ابی سعید اس سند والی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ باقی اس کے علاوہ تمام فضیل کی روائیں کو صحیح اور قابل اعتبار ہونگی۔

عطیہ کے علاوہ باقی حدیثوں کو موضوع کہنے والا خود جھوٹا سمجھا جاوے گا، یہ ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعض روایتوں کے راوی، جن کو ثقات ثابت کر دیا گیا، جو ابھی تک تحریر نہیں کی گئیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بعض حدیثیں جن میں یہ راوی نہیں بیان ہو چکی ہیں۔

"مرزائی"۔ فَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں علم مصدر ہے۔ مصدر کبھی کبھی مبالغہ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ زید عادل ہے۔ اسی طرح مسیح اچھی طرح قیامت کا جاننے والا تھا یعنی اس کو یقین تھا، کہ قیامت ہوگی، اور وہاں وہ اپنے دشمنوں کو پابہ زنجیر دیکھے گا۔ اس میں یہود پر بھی ایک حجت ہے کیونکہ ان کا ایک گروہ منکر قیامت تھا، یا وہ یہود تا معبود کی ہلاکت کو جانتا تھا، اگر نشانی بھی تسلیم کی جاوے، تو ساعۃ سے مراد قیامت کبریٰ تو ہو نہیں سکتی ہاں یہود کی ہلاکت کی گھڑی مراد ہو سکتی ہے، اور مطلب یہ بنجائیگا کہ عیسیٰ بن مریم کا بن باپ پیدا ہونا یا مبعوث ہونا اس بات کا بدیہی نشان تھا، کہ سب بنی اسرائیل گندے ہو چکے ہیں، اور ان کی ہلاکت دروازے پر کھڑی ہے۔ (ص۲۳)

"محمد عمر"۔ خداوند بھائی مرزائیوں کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دے، قرآن کریم کو الٹ بیان کرنا مرزائیوں پر کس ہے۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں، کہ شاید عیسائی یا آریہ ہی قرآن کے معنی تبدیل کر کے الٹ پلٹ کرتے ہیں، لیکن جب تمہاری سنی تو تم نے تو بس اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے خواہ قرآن کی کیسی ہی چوری کرنی پڑے نہیں ٹلتے۔ عبارت کسی مطلب کی متقضی ہو یا نہ ہو کئے اپنا الو سیدھا کر لینا۔

بھلا یہ تو فرماؤ کہ یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأۃ بھول گئی، بخاری شریف میں بے سند قول آجائے تو اس کو اُٹھا کر لواؤ کہدو جی یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان صحیح ہو یا نہ ہو اور یہاں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاف قرأت موجود ہے۔ وَاِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَۃِ۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور قیامت کا نشان ہیں، تو تم مرزائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت پر کیوں نہیں ایمان لاتے۔ یہ ضروری نہیں کہ تم اگر ایمان نہ لاؤ گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کمی ہوگی اور اگر تم ایمان لے آؤ گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بڑھ جائے گی۔

کلا وحاشا یہ تو ہرگز خیال ہی نہیں کیا؟ آریہ اور عیسائی وہندو ایمان نہیں لائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ انہوں نے بگاڑ لیا ہے یا ان کی امت میں کچھ فرق آیا، یا اگر مرزائی امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہ ہونگے، تو کیا جنت کا دروازہ نہ کھلے گا، یہ تو ناممکن ہے جنت کی چابیاں تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک میں رب العزۃ نے عطا فرمائی ہوئی ہیں، فقیر کا بیان کرنے کا مطلب صرف یہی ہے۔ کہ کوئی مرزائی یہ نہ کہے، کہ کسی نے سمجھایا نہیں، اگر تمہیں خداوند نے معنی الٹنے کا ٹھیکہ ہی دیا ہے تو فقیر کو ایسے لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا فرمایا ہے۔ اس میں دو قرأتیں ہیں، وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ وَاِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَۃِ اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، دوسری قرأۃ عَلَمٌ کی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جس کے تم منکر ہو، اس کے تو صاف معنی ہیں کہ عَلَمٌ کے معنی نشان ہیں، اور پہلی صورت میں لَعِلْمٌ ہو، اَیْ مَایُعْلَمُ بِہٖ۔ یعنی جس کے ساتھ معلوم ہو، اس کو بھی علم کہا جاتا ہے۔ تو اس کے معنی بھی نشان کے ہونگے۔ جیسا کہ تفسیر کشاف ۲۶۳ میں منکشف ہو چکا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایسے بہت سے استعمال موجود ہیں، مثلاً جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ تو ان دونوں مقامات پر سَمْعٌ بمعنی مَایُسْمَعُ بِہٖ مراد ہے تو یہ محاورہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے ایسے ہی بھلا تم تو بیان کرو۔ فقیر تمام امت مرزائیہ کو چیلنج دیتا ہے کہ یہ ڈھکوسلا

جو تم نے قرآن کریم میں چھوڑا ہے۔ یہ تیرہ سو سال پہلے آجتک کسی مسلمان نے بیان کیا ہے، اگر نہیں؛ تو مرزائیو خدا سے ڈرو۔ اور اس کے کلام کو بُری طرح نہ بدلو، خود تو جہنم رسید ہو چکے ہو، دوسروں کو گمراہ کر کے ان کا بوجھ تو اپنے ذمّہ نہ لو۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں مصدر بمعنی مبالغہ لیا جاوے تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے، اور دو خرابیاں لازم آئیں گی، تو اس آیت کریمہ کے مرزائی معنی پھر یوں بنیں گے، کہ قیامت کا علم صرف عیسٰی ہی جانتے ہیں، ان کے سوا معاذ اللہ خدا کو بھی علم نہیں، دوسری خرابی یہ کہ عیسٰی علیہ السلام قیامت کا علم بالذات جانتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، تو اگر لَعَلَمٌ سے علامت ہونے پر ایمان لے آئیں یا اگر لَعِلْمٌ سے مَا یُعْلَمُ بِہٖ یعنی علامت کے معنی کئے جاویں تو فبہا، ورنہ مرزائی معنی مُراد لینے سے مذکورہ بالا دو خرابیاں لازم آئیں گی، جو صراحۃً کفر ہے۔

اور باقی تمہاری یہ باتیں کہ اپنے دشمنوں کو پا بہ زنجیر دیکھیں گے اور یہود پر حجت ہوگی، اور ان سے ایک گروہ منکر تھا، تو یہ سب تمہاری منگھڑت بات ہے۔ نہ یہ بات آیت کریمہ میں مذکور ہے نہ قرآن کی کسی آیت میں ہی ہے، اسواسطے ایسے لغویات کا کوئی اعتبار نہیں، یہ سب مرزائیات ہیں، کسی آیت کا ترجمہ نہیں خارج از آیت فقیر کسی بات کا جواب دینے کو تیار نہیں،

آخر تنگ آکر جب تمہارا کوئی چارہ نہ چلا، اور گرنے کے لئے تمہیں کسی گڑھے نے بھی جگہ نہ دی، تو تمہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نشانی تسلیم کر بھی لیا جائے، تو قیامت کبرٰی مراد نہیں ہو سکتی، تو فقیر یہی عرض کرے گا، کہ تمام بناوٹی تاویلیں چھوڑ کر بس اسی پر پکا یقین جما لو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کا نشان ہونگے۔ قرآن کریم میں تو کوئی فرق نہیں، کسی غیر کی بات پر تو تم بلاشک نہ ایمان لاؤ۔ لیکن حیاتِ مسیح علیہ السلام اور قرب قیامت اُن کا نشانِ قیامت ہونا تو قرآن سے ثابت ہے۔ اتنی بات مان کر کہ وہ قیامت کی علامت ہونگے۔ پھر ایک غداری سے تم باز نہ آئے کہدیا کہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کی گھڑی ان کے دروازے پر کھڑی ہے۔ بھائی جب یہ اقرار کر چکے ہو،

کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، تو آگے پھر ان کے آنے سے متعلق پھر آیت وضاحت کر رہی ہے۔ کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے صرف پہلے مسیحوں کو ہی ہلاک کریں گے، یا ایمان لائیں گے بلکہ پچھلے مسیحوں کو بھی درست کرینگے، تمہیں بنی اسرائیل کا کیوں اتنا فکر ہے۔ وہ تو تشریف لاکر تمام مسیحوں کو مسلمان کرینگے، پہلے ہوں، یا پچھلے، یہ تو ان کی آمد پر فیصلہ ہوگا، تو دیکھا جاوے گا، اگر تمہیں فکر ہے تو تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاؤ، تاکہ ایسا نہ ہو، کہ مسیحوں کو درست کرتے کرتے تمہاری زبان سے سُن لیں، کہ مسیح موعود علیہ ما علیہ۔ تو تم پر کہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام چیں بجبیں نہ ہو جائیں، کہ تم بھی مسیحی ہو، تمہیں بھی درست کرتا ہوں، پہلے پہلے ہی درست ہو جاؤ، یہ ہے تمہارے ع۲ کا جواب۔

"مرزائی"۔ ساعۃ سے مراد ہلاکت بنی اسرائیل کی گھڑی بھی ہو سکتی ہے۔

"محمد عمر"۔ لفظ ساعۃ جس کا ترجمہ قرآنی محاورہ کی اصطلاح میں قیامت ہے وہ مومن کے لئے تو وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ۔ یعنی آنکھ جھپکنے کی دیر یا اس سے بھی زیادہ تھوڑی دیر میں ختم ہوگی، لیکن کافر کے لئے خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ پچاس ہزار سال لمبی ہوگی اس کا نام ہے ساعۃ۔ اور اسی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آگئی، اس کے قرب کی علامت فرمائی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کہ قرب قیامت عیسٰی علیہ السلام تشریف لائیں گے، جب وہ آسمان سے تشریف لے آئے تو سمجھ لینا کہ بس قیامت آگئی، کیونکہ ان کی آمد قیامت کو مستلزم ہوگی اور قیامت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی نہیں جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ بلکہ ہر ایک کیلئے ہوگی۔ کسی کیلئے كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اور کسی کے لئے خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ تو تمہارا قیامت کو صرف ایک بنی اسرائیل کے لئے ہی مقرر کر دینا یہ قرآن کریم کا صراحۃً انکار ہے۔

"مرزائی"۔ اگر یہی معنی لئے جائیں، کہ عیسٰی علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں، تو فَلَا تَمْتَرُنَّ کے معنی لغو بنجاتے ہیں، کیونکہ یہ بات معقولیت سے بعید

ہے. کہ ابھی وہ نشانی آئی بھی نہیں، مگر خداوند آنحضرت کے منکروں کو فرماتا ہے کہ تم اس میں شک مت کرو، ظاہر ہے کہ جب نشانی نے ابھی ایک نامعلوم مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے ابھی کس بنا پر روکا جاتا ہے. تو اس جگہ مسیح قیامت کی نشانی ہونیکا تذکرہ نہیں، بلکہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی نشانی ٹھیرایا گیا ورنہ یہ حصہ بے معنی مبتذل ہے. پ ۳۲۲

محمد عمر۔ بھلا یار تم نے آخیر علم کے معنی نشانی تو تسلیم کر لیا، یہ ہے جناب وہ سچائی، جو منکر کی زبان سے بھی وہ بے نیاز کہلوا دیتا ہے. علم کے معنی نشان تو تسلیم کر چکے، کیوں نہ ہو، تمہارے آقا قادیانی جب تسلیم کریں تو تمہاری تو صرف ہٹ دھرمی ہے.

اب باقی رہی یہ بات کہ ضمیر اِنَّہٗ کی تو یہ بھی تمہارے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی تسلیم کر چکے، اعجاز احمدی ص ۲۱ دیکھ لیجئے، باقی عبارت قرآنی تو جب ماقبل اس کے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ قرآن کریم کا ذکر ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے. تو تم ان کی طرف قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر کیسے اِنَّہٗ کی ضمیر ان کی طرف راجع کر سکتے ہو، علم کے معنی نشان تم نے تسلیم کر لیا، تو اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے تمہیں کوئی جاہل سے جاہل عربی دان بھی نہ بنانے دیگا، تمہاری دو باتیں باقی رہیں۔
فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا لغو بنجاتا ہے. تو یہ تمہارا کہنا ہی لغو ہے. کیونکہ جو چیز ابھی موجود فی الخارج نہ ہو، تاکید بھی اسی کی زیادہ کی جاتی ہے. پھر جو چیز ابھی دور آنے والی ہو، تردد بھی اس میں ہی ہو جاتا ہے. کہ خبر نہیں آئے یا نہ؟ جیسے تم کو اللہ تعالےٰ نے اس تردد کو دور کرنے کے واسطے فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت تو ضرور ہیں، لیکن مدت دراز ہونے کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دینا، تاکید فرمائی. فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قیامت کے نشان ہونے میں شک نہ کر لینا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے.
اور دوسری وجہ تاکید کی یہ ہوتی ہے. کہ حکیم کو جب علم یقینی ہوتا ہے. کہ میرا مریض فلاں شے سے نہیں بچ سکیگا، اور اس کا پرہیز نہیں کریگا، تو وہ ذرا

ڈانٹ دیتا ہے ۔ کہ دیکھنا ایسا نہ ہو، کہ کہیں فلاں مٹی کھا بیٹھو، تمہارے لئے مُہلک ہو گی، ایسے ہی چونکہ خداوند کریم کو علم تھا، کہ فرقہ مرزائیہ ایسا پیدا ہونے والا ہے ۔ جو مسلمان بھی کہلائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نشان قیامت ہونے میں شک کرینگے ۔ تو اس نے اپنے علم کے مطابق وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فرما کر ساتھ ہی تاکیدی حکم جاری فرما دیا کہ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی ہونے میں شک نہ کرنا اور شکیوں پر فتویٰ بھی جڑ دیا ، وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ کہ کہیں تمہیں اس علامت ساعت والے عقیدہ سے شیطان نہ روک لے ۔ ثابت ہوا ، کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی تسلیم نہیں کرتے اور اس عقیدے سے رد کتے ہیں ۔ وہ بفتوایٰ خداوندی شیطان ہیں ، ان کے رد کنے سے اپنا عقیدہ بگاڑنا نہیں چاہیئے ، اور نہ ہی اس عقیدہ سے رُکنا چاہیئے ۔

دوسری بات تمہاری یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کو فرماتا ہے ۔ کہ تم اس میں شک نہ کرو ، تمہارا یہ کہنا بھی غلط ہے ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کے عقیدے کو صحیح کرنے کی کیا ضرورت منکر جائیں جہنم میں جائیں ، منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علامت قیامت پر مضبوط کرنے کی کیا ضرورت ، علامت قیامت پر مضبوط کرنے کی اُسے ضرورت ہوتی ہے ، جو قیامت کا قائل ہو ، جو قیامت کا قائل ہی نہیں اُسے علامات پر مضبوط کرنے کی کیا ضرورت ، تو یہاں منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کو دور نہیں کیا جا رہا ، بلکہ آپ کے کلمہ پڑھنے والوں کو کہا جا رہا ہے ۔ کہ تم چونکہ حیات سماوی عیسیٰؑ و ہبوط عیسوی علیہ السلام کا یقین رکھتے ہو ۔ تو تمہیں یہ بھی واضح کر دیتا ہوں ، کہ وہ قرب قیامت آسمان سے تشریف لاویں گے ۔ اور ذرا دیر ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہو ، کہ کہیں شک میں پڑ جاؤ ، یا تمہیں کوئی مرزائی بہکائے تو تمہیں شک نہ ہو جائے ، کہ اتنا عرصہ گذر گیا ہے خبر نہیں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں یا نہ ؟ تو فرمایا فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اور شیطان تم کو بہکا نہ دے وہ تمہارا ظاہر ادشمن ہے ۔

اس کے جال میں نہ پھنس جانا، تو رب العزۃ نے قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کو اور علامت قیامت نہ سمجھنے والوں کو شیطان کا فتویٰ دیا، اور فرمایا وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

"مرزائی"۔ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا کے بعد ہے۔ وَاتَّبِعُونِ کہ میری پیروی کرو، اگر قیامت کی نشانی مسیح تھے، تو اس کی مناسبت میں یہ فرمانا چاہئے تھا۔ کہ تم اس کی پیروی کرنا، یہ کہنے کے کیا معنی کہ میری اتباع کرو۔ اس میں یہ کہ کر کہ میری پیروی کرو، صاف بتا دیا کہ کوئی مسیح ناصری نہ آئیگا، بلکہ تم اے مسلمانو! خود مسیح بنو، اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ تم میری اتباع کرو۔ ختم

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب! آپ کی منطق اُلٹی ہے۔ بھلا یہ تو فرمائیے، کہ اللہ تعالیٰ جو حکم جاری فرماتے ہیں، تو وہ بواسطہ ہوتا ہے۔ یا بغیر واسطے کے جب قرآن کریم ہمارے پاس بغیر واسطہ نہیں پہنچا، تو اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔ بفرمانِ الٰہی واسطہ ثابت ہوتا ہے۔ اور بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو واسطے کا ثبوت پکا ہوگیا، اور قانون خداوندی ہے۔ کہ جو حکم امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا مقصود ہوتا ہے تو پہلے خطاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے۔ پھر ارشاد الٰہی شروع ہوتا ہے۔ مثلاً توحید کا ارشاد ہوا، تو آپ کی وساطت سے فرمایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"۔ فرما دیجئے۔ یا رسول اللہ وہ اللہ ایک ہے۔ تو قُل کے ارشاد نے وساطت نبوی محکم فرما دی، جب توحید الٰہی پر کوئی شخص ایمان لائے گا تو از روئے آیت کریمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی فرض ہوا آپکی ذات پر ایمان لائے بغیر وحدت پر مومن کا ایمان صحیح نہ ہوگا۔ اور اس حکم کو بھی مطابق وساطت یعنی اپنے ایمان کو مطابق ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم درست کرنا پڑے گا۔ علیٰ ہذا القیاس رب العزۃ نے جب وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا سے سب کو حکم جاری فرما دیا، تو وَاتَّبِعُونِ کی وساطت پر ایمان لانے کا ساتھ ہی حکم جاری فرما دیا، تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ختم کا حل

کا بھی عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی ہونے پر ہے، تو یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت
تشریف لانے کے ساتھ چونکہ میرا بھی ایمان ہے۔ تو تم تمام میری امت ہو۔
اس واسطے جو میرا متبع ہو اور میری امت میں داخل ہو، اس کا حق ہے۔ کہ
موافق ارشاد الٰہی وَاتَّبِعُوْنِ میری اتباع میں عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت
تشریف لانے پر ایمان رکھے، اور آگے ارشاد الٰہی ہوا کہ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ
(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا) یہی سیدھا راستہ ہے
تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت
تشریف لانے پر ایمان نہ رکھے تو پہلے وہ ارشاد الٰہی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ
کا منکر۔ دوسرے وَاتَّبِعُوْنِ کے انکار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے
خارج اور تیسرا وہ صراط مستقیم سے بھی دور اور چوتھے وہ بحکم خداوی آگے
وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ کے خلاف عیسیٰ علیہ السلام زندہ کو بھی مردہ کہہ بیٹھا
تو اطاعت شیطان میں داخل ہوا، تو عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہ ماننے سے اور
اُن کو قیامت کی علامت نہ ماننے سے چار احکام کے انکار کا مجرم ٹھیرا،
جن کا خمیازہ کوئی شئے ہو ہی نہیں سکتا۔

جواب تیسرا وَاتَّبِعُوْنِ سے رب العزۃ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ
اگر کوئی حیات عیسوی اور قرب قیامت ان کے تشریف لانے سے تمہیں دھوکہ
ڈالے اور تمہیں میرے کہے فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا سے بھی کسی قسم کا اثر نہ ہو۔ تو
آگے ارشاد فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما دیجئے وَاتَّبِعُوْنِ تم
میری حدیثوں کا مطالعہ کرلو، ان میں حیات مسیح اور ان کا علامت قیامت
ہونے کا مفصل بیان مذکور ہے، ان سے تمہاری تسلّی ہو جائے گی، اور آگے
ارشاد ہوا کہ اگر پھر بھی تمہیں کوئی شیطان بہکائے۔ تو فرمایا کہ وہ شیطانی راہ
جا رہا ہے۔ وہ رحمانی صراط مستقیم پر گامزن نہیں ہے۔

اور چوتھا جواب یہ ہے کہ وَاتَّبِعُوْنِ سے اسلئے اتباع مصطفائی کا ارشاد
کر دیا تا کہ یہ امر مضبوط ہو جائے۔ کہ حیات عیسیٰ علیہ پر ایمان رکھ کر یہ محض

اپنے ایک نبی کے انکار سے صرف نہیں بچا، بلکہ وہ میری اتباع میں میرا امتی بن گیا، تو تمہارا اعتراض کہ اگر حیات عیسوی منوانا منظور تھا، تو ارشاد ہوتا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو، نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کیونکہ پہلے ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شکر خداوندی بجالاتا ہوں، کہ اس نے تمہاری زبان سے اقرار کروایا، کہ ماقبل ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو جب تم تسلیم کر چکے ہو، تو اس مراد سے تمہیں زیادہ دقت ہوجائیگی سنیے۔

آل عمران ۳/۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، تو بقانون شما تو چاہیئے تھا۔ کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْهُ اللہ سے ہی ڈرو اور اس کی ہی اطاعت

کرو، اس کا کیا مطلب کہ ڈرو اللہ سے اور اطاعت میری کرو، حالانکہ ایسے نہیں تو اس کے معنی یونہی صحیح ہونگے، جیسے میں اللہ سے ڈرتا ہوں ایسے ہی میری اطاعت میں ڈرو، ثابت ہوا، کہ حکم الٰہی پر عمل کرنے کے واسطے اطاعت رسول علیہ السلام ضروری ہے، تو متنازعہ فیہا آیت کریمہ میں بھی رب العزۃ نے سبق دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو سبق دیجئے۔ کہ جیسے حیات مسیح علیہ السلام اور نزول من السماء کا میں قائل ہوں، تم بھی یہی عقیدہ رکھو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب کوئی حاکم عملاً یا انتظاراً یا اعتقاداً حکم نافذ کرتا ہے۔ تو نمونے کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ رب العزت نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو علامت قیامت بیان فرمایا اور اس کے متعلق شک کرنے سے منع فرمایا اور اس کا نمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش فرمایا، اور حکم نافذ فرمایا، کہ جیسا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاوینگے، تم بھی ان کی اتباع میں ایسا عقیدہ رکھنا، تو ثابت ہوا، کہ تمہارا اعتراض لغو اور مطلب خداوندی صحیح، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت سے ثابت ہے۔ سنیے۔

آل عمران ۳/۵	رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ۝

اے رب ہمارے جو تو نے ہماری طرف صحیفہ نازل فرمایا، اس پر بھی ہم ایمان لائے۔ اور ہم نے رسول کی اتباع کی، تو ہمیں گواہوں سے لکھدے، تو ثابت ہؤا، کہ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ پر ایمان لا کر اتباع رسول بھی لازمی ہے اور اسی قانون کے مطابق تو آیت کریمہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا کے بعد وَاتَّبِعُوْنِ کا فرمان الٰہی ضرور چاہیئے۔ کیونکہ بغیر اس کے کلام کا ربط اور عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے پر اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لازمی ہے۔

اور چھٹا رازِ الٰہی یہ ہے۔ کہ ثابت ہو جائے، کہ دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف لانے سے مذہب عیسوی رائج نہ ہو گا، بلکہ وَاتَّبِعُوْنِ سے اس شک کو رفع کر دیا،

کیوں جناب! اب تو قرآن کریم کی آیت پاک نے ہی آیت پاک کی ترجمانی فرمادی، اور قرآنی آیت کو لغو کہنے والا خود لغو ثابت ہو گیا،

اگر ایمان ہے، تو حیات مسیح و نزولہٗ من السماء قرب قیامت کے قائل ہو جاؤ، قرآن کریم پکار پکار کر تمہارے سر پر ڈھنڈورا دے رہا ہے۔

اور تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر شخص کا مسیح بنجانا کس جملے کا مطلب نکالا ہے جناب؟ اگر ہر ایک ہی مسیح بن سکتا ہے۔ تو تو فرمان خداوندی وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا تاکیدکی صاف طور پر تکذیب لازم آئیگی، تو قرآن کریم کے مطابق ایمان تب صحیح ہو سکتا ہے۔ جب قرآن و احادیث مرفوعہ صحیحہ پر ایمان لا کر حیات مسیح علیہ السلام سماوی کے قائل ہو جائیں، اور قرب قیامت ان کے تشریف لانے کو صحیح تسلیم کر لیں،

اور تمہاری اس بات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیحیت کے مدعی نہیں، بلکہ تمام امت مرزائیہ مدعی مسیح ہے۔ فَتَدَبَّرْ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ۔

"مرزائی" - یہ متنازعہ فیہا آیت سورۃ زخرف کی ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو لعلم للساعۃ بھی مان لیا جاوے تب بھی امت محمدیہ میں نہیں آسکتا کیونکہ اس سورۃ کے آخیر میں فرمایا وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ کہ وہ عِلْمٌ لِلسَّاعَۃِ جس کو تم دوبارہ زمین پر اُتار رہے ہو، وہ اب اللہ کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ تمہارے پاس ہرگز نہیں آئیگا، ہاں تم ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ بس اس کا انتظار فضول ہے۔ ترک کر دو۔ ص ۳۴۸

"محمد عمر" معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس آیت کو حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ تمہارا دل تو تسلیم کر جاتا ہے۔ جو زبان سے بھی اقرار کروا دیتا ہے۔ لیکن فقط مرزائیت تمہیں مجبور کرتی ہے۔ آج تم نے حیات مسیح سماوی کی ایک عجیب دلیل ظاہر فرمائی۔

پہلے تو اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اس کو چڑھایا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔ اور پھر فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم ہیں،

تو اللہ تعالےٰ نے مرزائیوں کو یقین دلایا کہ اگر مسلمان بننا چاہتے ہو، تو علم للساعۃ پر ایمان لے آؤ، تو مرزائی کا سوال ہوتا تھا، کہ یا اللہ کہ ہم تو علم قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ بتاؤ تو سہی وہ ہے کہاں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کہ اللہ کے پاس ہے۔ یعنی آسمان میں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو پہلے آسمان پر اپنے ہاں رکھا ہے۔ کیونکہ پہلے آسمان سے خداوند کریم کی بالذات تجلیات اعلانیہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ربّ العزت نے اُن کو قیامت کا علم بنا کر اپنے ہاں محفوظ رکھا ہے۔ قرب قیامت ان کو آسمان سے بِجَسَدِہٖ اتاریں گے۔ مسلمانوں کا تو ان کے قیامت کی نشانی ہونے پر اور قرب قیامت آسمان سے ان کے تشریف لانے پر پہلے ہی ایمان ہے۔ اور ہر ایک مومن و کافر و منافق وغیرہم کے لئے اس دن نشان کے طور پر تشریف فرما ہونگے۔ اس وقت تو کئی فرقے ہیں، لیکن اُس وقت صرف دو ہی ہونگے۔ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ

یا کافر یا مومن۔ کافر امت شیطانی ہوگی، جو محض منکرین ہونگے۔ اور تمام مومنین امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شمار ہوں گے ...... اور حقیقۃ بھی یہی ہے، تو عیسیٰ علیہ السلام گو نبی ہونگے لیکن امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھڑے میں ہوں گے۔ جیسا کہ ایک تھانیدار اپنے علاقے سے اگر باہر چلا جاوے تو باہر دو فرقوں میں جھگڑا ہو جائے۔ ایک دھڑا گورنمنٹ کا اور دوسرا دھڑا باغیوں کا، تو وہ تھانیدار گورنمنٹ کے دھڑے میں شامل ہوگا اور اُسی دھڑے کی امداد کریگا۔ تو امداد کرنے میں اس تھانیدار کو علاقہ کے تھانیدار کے حکم کے مطابق ہی چل کر اس کی امداد عوام جاگیر دار دل یا معاونین سرکار کے ساتھ ہی کرنی پڑے گی، تو معاون تھانیدار تھانیداری سے معطل نہ سمجھا جائیگا۔ بلکہ تھانیدار بھی ہے۔ لیکن کام عوام کی طرح عامی بنکر بحیثیت معاون سرکار علاقہ کے تھانیدار کے ماتحت کر رہا ہے۔ اگر اس کے خلاف ہے۔ تو اس کو بھی باغی سمجھا جاویگا۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اس امت محمد رسول اللہ سے نہیں، اگر اس امت سے پیدا ہوتے تو د اللہ باللہ وہ بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے سوا اور کچھ نہ ہوتے تو ان کی پیدائش ان کی بنوت آپ کے علاقہ یا سلطنت یعنی زمانہ سے قبل کی ہے۔ لیکن جب وہ قرب قیامت اس علاقہ یا زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونگے۔ تو آپ کے ماتحت یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی امت کے دھڑے میں ساتھ دیکر بغیر اپنی بنوت کے احکام جاری کرنے کے محض معاونین کی حیثیت سے جھولٹوں، بد معاشوں جلیوں، ڈاکوؤں اور لٹیرلیوں، جوئے بازوں، منڈے بازوں، تثلیثیوں، رنڈی بازوں کو تلوار سے درست فرمائینگے، لیکن تمہارا کہنا کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھا ہے، اور دانہ لعلم للساعۃ کا مصداق تب ہی بنینگے، جب لوگوں کے سامنے آسمان سے اترینگے۔ تو اس سے ایک موقعہ تثلیثیوں کو ملتا تھا۔ کہ تمہارے قرآن میں یوں لکھا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں، اور دوسری جگہ ثابت ہے۔ دعندہٗ علم الساعۃ تو خدا کا بیٹا ہے، تو مقام خداوندی

پر فائز ثابت ہونگے ورنہ کیسے فائز ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں کا مقام میرے پاس ہے۔ اور میرے پاس ہونے سے اللہ نہیں بن سکتے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان اوّل پر پہنچنے سے اللہ نہیں بن سکتے۔ بلکہ آگے اسی آیت کریمہ میں ان کا جواب بھی سنا دیا۔ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ؕ جیسا کہ تم نے مر کر خدا کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور سوائے خدا کے اور کسی کا چارہ نہیں۔ تو ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی زمین پر اتار کر پھر اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ کے عام قانون سے مار کر لوٹانا ہے۔ تو یہ بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام کی دلیل ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ کریم اپنی طرف یعنی آسمان سے زمین کی طرف بھیجیں گے تو بعدہٗ ان کو موت آئے گی، پھر وہ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ کے عنوان کے معنون بنینگے۔ میرے دوست ایسے سادہ لوح ہیں، فرماتے ہیں، کہ زمین پر ان کو آنے کی کیا ضرورت، ادھر تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قیامت کی علامت ہونگے۔ اگر قیامت کی علامت تسلیم ہے تو قیامت کا تمام لوگوں کے واسطے ہی تو ہونا ہے۔ اگر ان کو علامتِ قیامت دکھائی ہی نہ گئی، تو لوگ کہیں گے۔ کہ کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہوں گے، دیکھی تو نہیں جب اسٹیشن ہی نہ آئے تو گاڑی سے کون اترنے دیتا ہے۔ پہلے صبح پھوٹی ہی نہیں، تو سورج کیسے نکلیگا۔ میرے یار کیسی بھولی باتیں بناتے ہو۔ پہلے صبح کا انتظار ہوتا ہے۔ جب صبح ہو جائے تو سورج کی امید شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی اب عیسیٰ علیہ السلام کا انتظار ہے۔ جب وہ تشریف لے آوینگے تو پھر قیامت کی امید شروع ہو جائے گی، فتدبر و تفکر

(یہ ہے تمہارے لطیفے کا جواب)

مرزائی:۔ وَاِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ تم حیاتِ مسیح علیہ السلام کے واسطے ہمیشہ دلیل پیش کرتے۔ اگر تمہاری دلیل واقعی صحیح ہے۔ تو آج کل یہود و نصاریٰ بے ایمان مرتے ہیں، اور تثلیث کے قائل ہیں، پس اگر یہی معنی جو تم مراد لیتے ہو، صحیح سمجھے جاویں، تو اللہ تعالیٰ عزوجل

ان سب اہل کتاب کو حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی تک زندہ رکھتا، تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن جب ایسا نہیں، بلکہ تثلیث پر ہی مر رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ معنی غلط ہیں، اور اگر ان کے نزول کے وقت کا یہ مصداق لیا جاوے تو اس کا ذکر نہیں، اور اِنْ مِنْ حصر کے لئے آتا ہے۔ دوم حدیث میں صاف لکھا ہے۔ کہ اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہونگے۔ جو مارے جائیں گے، اور تیرہ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح کا اتباع کرینگی، پس یہ معنی بھی غلط ہوئے۔ پ ۳۲۹

"محمد عمر"۔ مثال مشہور ہے کہ سچ وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، فقیر عرض کرتا ہے کہ سچ وہ جس کی ترجمانی مخالف کر کے اقرار کرے۔ مذہب اس کو آڑ بنے اور نہ تسلیم کرنے دے تو کوئی حرج نہیں، بھلا یہ تو فرمائیے، کہ یہ جو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تیرہ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح علیہ السلام کا اتباع کرینگی، اور اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہونگے، جو مارے جائیں گے۔ اور مارنے والا کون ہو گا، حضرت مسیح علیہ السلام۔ تو فقیر کی گذارش ہے کہ جب آپکی زبان مرزائیت اس امر کی قائل ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کے یقینی امر ہونے میں کونسی کمی باقی رہ گئی، اور مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت کی آمد ثانی کے اقرار میں کونسا انکار باقی رہ گیا، یہ تو تمہارا زبانی اعتراض قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے کی دلیل ثابت کر رہا ہے۔ اگر تمہارے مرزا صاحب آڑ نہیں اور تمہارے دل میں یہ عقیدہ نہ اترنے دیں، تو علیحدہ بات ہے۔ ورنہ تمہاری زبان تو صاف حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے ایمان والے اور ان کے کفار کی گنتیوں کو بیان کر رہی ہے۔ یہ ان کی آمد اور مقابلے کے علامات باہرہ سے ہیں، جو تمہاری زبان سے نکل رہے ہیں۔ لیکن فقیر عرض کرتا ہے کہ تمہارے خیال کے مطابق تمہارے مرزا صاحب تمہارے مسیح ہیں، اور تم ان کو مسیح بھی وہی سمجھتے ہو، جنکے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رب العزۃ نے آسمان پر عروج اور قرب قیامت ان کے ہبوط کی اطلاع فرمائی، اب تمہارے

مرزائی ایمان سے تمہارے رب قادیاں کی قسم پیش کر کے تمہی سے فیصلہ لیتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ کہ مرزا صاحب پر منطبق ہے یا نہیں، یہ تمہاری ہی پیش کردہ حدیث صحیح ہے۔ ۷۰ ہزار یہود کا دجال کے ساتھ ہونا اور مسیح کے ہاتھوں ان کا قتل ہونا اور تیرہ ہزار یہودی عورتوں کا مسیح کے ساتھ ہونا اور ان کی اتباع میں داخل ہونا۔ کیا یہ حدیث پاک مرزا صاحب پر چسپاں ہے۔ یاد دو شلے والیاں اس لئے تیار کرتے ہو، کہ یہود کی مماثلت بھی ہو جائے اور مرزا صاحب کی اتباع بھی ہو جائے۔ کچھ سوچو، حدیث پاک ہے اور تمہاری بیان کردہ ہے۔ اگر حدیث صحیح ہے تو اپنے ایمان کو درست کرو، اگر غلط ہے تو تمہارا استدلال غلط۔ اور ایمان بھی غلط۔ خدا تمہیں ہدایت کی توفیق دے۔ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تابعداری عنایت فرمائے۔

اب تم نے جو غلط اعتراض کیا ہے۔ اس کو حل کر دوں، تم نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان یہود و نصاریٰ کو جو مر رہے ہیں، ان کو زندہ کیوں نہیں رکھتا تاکہ تمہارے معنی صحیح ہو جائیں، فقیر عرض کرتا ہے کہ تم نے اِنْ مِّنْ کو حصر کے لئے کہا ہے۔ ذرا یہ فرمائیے۔

فاطر ۲۴ — وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ اور کوئی ایسی امت نہیں جس میں نذیر نہ گذرا ہو۔ پھر دوسرے مقام پر فرمایا۔

انعام ۴ — وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہو، مگر امتیں ہیں تمہاری مثل۔

تو چاہیئے اس آیت کے مطابق درندوں، پرندوں کی ہر جماعت ہر علاقہ میں ہر زمانے میں چاہیئے، اور کوئی پرندہ درندہ بغیر نذیر نہ مرنا چاہیئے، حالانکہ ان تمام کے لئے دو ہی نذیر ہیں، سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام سے پہلے کوئی پرندہ نہ مرنا چاہیئے تھا کہ ان کی امت میں شمولیت ہو جاتی اور خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کے مصداق بنتے اور ان کے بعد کوئی پرندہ درندہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پیدا نہ ہونا چاہیئے تھا تاکہ وہ امت بھی خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ سے خالی نہ ہوتے۔

یا ان کے سوا ان کا نذیر ثابت کرو، حالانکہ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ تمہاری پیش کردہ آیت وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ سے زیادہ حصر ہے۔ اور کئی پرندے درندے جن کی عمر اپنے گھونسلوں یا بلوں میں اپنی یکتائی سے گذری، اور اگر نبی بمعنی من مراد لیا جاوے، تو بھی حصر ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ پرندوں اور درندوں کی جنس کے نذیر کا کوئی ثبوت نہیں،

کیوں جی! اس کو کہتے ہیں جواب، جو آیت کا آیت سے ہو، اگر اس میں حصر ٹوٹتی ہے تو وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ متنازعہ فیہا آیت میں حصر موقت ہے حقیقت یہ ہے کہ تم نے قَبْلَ مَوْتِہٖ کے معنی کو غلط بیان فرمایا ہے، کیونکہ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے یہ مراد نہیں جو تم نے سمجھا ہے کہ ولادت عیسٰی علیہ السلام سے لیکر تا ان کی موت تک، تمام اہل کتاب اِنْ مِّنْ کے حصر میں داخل ہیں، اگر تمہارے معنی معتبر ہی سمجھے جاویں تو معاذ اللہ آیت کریمہ کا مصداق غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانے میں یہی یہود لوگ اہل کتاب کہلاتے تھے۔ اور ان کے جانی دشمن تھے، جو صلیب پر لٹکانے کو تیار تھے حالانکہ حق یہ تھا، کہ وہ اس حصر میں داخل ہوتے، اور اس وقت بھی کوئی اہل کتاب کفر نہ کرتا، حالانکہ تجھے معلوم ہؤا، کہ تم نے قَبْلَ مَوْتِہٖ کے معنی مطلب کو بدل کر بیان کیا ہے۔ اور اگر قَبْلَ مَوْتِہٖ سے تمہارے ہی معنی لئے جاویں تو دوسری آیات کی معنی میں دشواری لازم آئیگی، مثلاً

طٰہٰ ۱۶/۸	وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِھَا۔ اور آپ اپنے رب کی تسبیح بیان فرماتے۔ حمد کے ساتھ سورج چڑھنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے

مراد نماز فجر ہے اور قبل غُرُوْبِھَا سے مراد نماز عصر ہے۔

ق ۲۶/۳	وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان فرمائیے سورج چڑھنے

سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔

کیوں جناب! اب فرمائیے قبل کی ابتدا کہاں سے ہوگی اور تم اس قبل

سے کس قبل پر عمل کرتے ہو۔

تو تمہارے مقرر کردہ قبل کے معنی کے مطابق تو تمہیں رات ہی میں فجر کی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ حالانکہ تم ایسا نہیں کرتے اور نہ تم اس کے قائل ہو، اور قبل غروب یعنی عصر کی نماز تو وہ بھی تمہیں بوقت اشراق ہی پڑھ لینی چاہیئے۔ کیونکہ قَبْلَ الْغُرُوْبِ کا مصداق تو ہے۔ حالانکہ تم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اب ایسی آیت پیش کرتا ہوں کہ جس میں اِنْ مِّنْ سے حصر بھی موجود اور قبل بھی موجود لیکن مصداق کا ظہور موجود فی الخارج نہیں، مثلاً

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور کوئی بھی بستی نہیں مگر ہم اُسے ہلاک کرنے والے ہیں قیامت کے پہلے۔	بنی اسرائیل ۱۵/۶

حصر بھی موجود ہلاکت کا حکم بھی جاری ہو چکا، اور قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ بھی موجود، لیکن تباہی نہیں، حالانکہ آیت متنازعہ فیہا لَيُؤْمِنَنَّ میں زمانۂ استقبال ہے۔ جس زمانے کے بعد کی کوئی تخصیص نہیں۔ اور اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مُهْلِكُوْهَا اسم فاعل ہے۔ جس نے مُتَوَفِّيْكَ میں بھی قوۃ فاعلی بیان کی ہے۔ فقیر نے تمہارے سامنے ایسی آیت کریمہ پیش کر دی ہے کہ جتنا اس اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں حصر لیتے ہو۔ اتنا ہی اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ میں حصر موجود اور جتنا قبل اس آیت کے قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ میں مراد لیتے ہو۔ بے شک اس کے اور ورے قَبْلَ مَوْتِهٖ میں قبل لے لو۔ اور اگر قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ میں نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا کے اجرائے حکم سے قبل کو شمار کرو۔ تو بلاشک ولادت عیسیٰ علیہ السلام سے قَبْلَ مَوْتِهٖ کو موقت بنا لو۔ جب اس کا اس وقت سے مراد لینا محال اور خلاف مقصد تو قَبْلَ مَوْتِهٖ میں بھی ان کے تمام عمر کے اہل کتاب کو شامل کرنا محال اور خلاف مقصد اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنی وہی صحیح کرنے پڑینگے جیسا کہ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ میں اور قَبْلَ الْغُرُوْبِ میں اور قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ میں اور وہ تب ہی مصداق صحیح ہوگا، جب قرب قیامت وہ دنیا میں تشریف لاوینگے اور وہ قبل قیامت ہوگا، تو اس وقت

ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب تمام ایماندار نظر آئیں گے۔ جو بے ایمان ہوگا، تثلیث کا قائل ہوگا۔ کسی جعلی مسیح کا قائل ہوگا یا وہ اس حقیقی مسیح کے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔ اور یہی معنی مفسرین نے ذکر کئے ہیں، جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اور یہی معنی باقی آیات کے دلائل سے ہی ثابت ہوئے اور اگر تمہارے معنی مراد لئے جاویں، تو باقی آیات کے معنی غلط ثابت ہونگے، اور لَیُؤْمِنَنَّ بھی زمانہ استقبال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ فافہم ولا تبدو الا فتفکر واحزن۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب اس آیت کے معنی اس لئے بھی یہ اچھے نہیں بنتے، چونکہ پہلے پیچھے تمام ان کے عیسویات درج ہیں۔ اور جو ان میں سے نیک ہیں، ان کی نیکیوں کا ذکر لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ سے شروع ہوتا ہے۔ تو اب یہ طریق حکمت کے خلاف ہے۔ کہ ایسی عظیم الشان نیکی کے بعد بھی ان کی بدیاں مذکور ہوں اور معاف نہ کیجائیں۔ پھر جس طرح یہ بات حکمت کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہ قرآن کریم کے طرز بیان کے بھی برعکس ہے۔ اس لئے ان معنی میں یہ سقم پایا گیا۔ تو درست نہ ہوئے۔ ۳۲۹ب

"محمد عمر"۔ بھائی قرآن کریم کا لفظی ترجمہ اور تم کہو کہ اچھے نہیں بنتے۔ تو قرآن پر یہ دھبہ تو تم مرزائی ہی لگا سکتے ہو۔ فقیر کی یہ جرأت تو نہیں۔ فقیر کے نزدیک تو جو کچھ رب العزۃ نے جس ترتیب سے فرمایا صحیح ہے۔ قرآن کریم پر اعتراض کرنا میرے ایمان کے خلاف ہے۔ اور پھر وکیل صاحب کو عیسائیوں پر بڑا رحم آیا ہے۔ مرزا صاحب تو ان کو تمام عمر برُے خطابات سے یاد فرماتے رہے۔ لیکن وکیل صاحب کو واللہ اعلم عیسائیوں کی فرینگی پر کس طمع نے مجبور کیا۔ اور ان کی طرف داری پر اتنے منہمک ہوگئے کہ خداوند پر بھی معترض بنے کہ خداوند کریم نے انکی نیکی بیان کرچکے بعد میں ان کی برائیاں کیوں بیان فرمادیں یہ نہ سوچا کہ نہ تمام کو نیکیوں سے یاد فرمایا، بلکہ رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کو تمام سے مستثنیٰ فرمایا۔ اور تمام عیسائیوں کے عیوبات کو ظاہر فرماتے ہوئے بعض رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کو ان سے ممتاز فرمایا اور واقعی یہ ہر قوم، ہر مذہب، ہر فرقہ

۳۲۹ب کا حل

کے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ کہ ان کی اکثریت میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو سمجھدار انسان اور ذی شعور ہوتے ہیں، ایسے ہی اسی اصول کے ماتحت رب العزۃ نے عیسائیوں کے عیوبات کو نشر فرماکر ان سے بعض کو جو ذی شعور اور فہمیدہ تھے، ان کی تعریف فرمائی نہ کہ ان کی حقیقت کو ہی نوازا گیا جو عیسائیت کے مذہب حقہ ہونے پر دال ہو، بلکہ مذہبی حیثیت سے اور اصولی طور پر ان کے بخیئے ادھیڑ دیئے اور اپنی طرف سے جب کسی قسم کی تبلیغی کسر نہ رکھی، تو ان کے پچھلے پول بھی ظاہر فرمائے کہ جن انبیاء علیہم السلام کے متبع کہلاتے ہو ان کی زبانی بھی تو تمہاری بد عملیوں کی وجہ سے تم پر لعنت پڑی مگر پھر بھی تم نہ سمجھے۔

مائدہ ۶/۱۱ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ بنی اسرائیل سے جنہوں نے کفر کیا داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ملعون ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ خداند کریم ان کو ملعون کا خطاب فرمائے لیکن مرزائی درست فرمادیں، کہ ان کو معاف کیوں نہیں فرمایا۔ ان کی عیب جوئی کا ذکر کیوں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملعون ہونے کا سبب ظاہر فرمایا۔ رب العزۃ نے جب بعض عیسائیوں کے کفریہ پول کو ظاہر فرمایا، پھر كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ سے ان کی ہٹ دھرمی کا ذکر فرمایا، بعد ازاں وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ سے یہود و نصاریٰ کے دوزخیوں کی اکثریت کا اظہار فرمایا۔ پھر تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے صلح کلیوں کو ڈانٹا، اور اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ فرماکر پھر ان کے اس رویے کی سزا سنا کر وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم ان تینوں پر صحیح ایمان لانے کی دعوت دی۔ اور پھر جو ان سے زیادہ شرک پر اڑنے والے تھے اور مومنین کے مخالف تھے ذکر فرمایا۔ اور بعد ازاں اچھے لوگوں کا بھی ذکر فرمایا۔ یہ ہے جناب رب کریم کا

یہود سے گفتگو کرنے کا طریقہ کہ منکرین پر سختی بھی کرتے ہیں اور پیار سے بھی سمجھاتے ہیں، اسی طور پر یہاں بھی اللہ تعالٰے نے پہلے بھی ان کی بار بار عہد شکنی کے مذموم رویّے کو بیان فرما کر ان سے بعض اچھوں کو سراہا، چنانچہ پہلے یہود کے قول اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً کا ذکر فرما کر جوان کو اس سوال پر سخت سزا ملی۔ اس کا ذکر فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ سے فرمایا، پھر ان کو توبہ کے بعد معافی ملی،

چنانچہ یہود نے پھر اس وعدہ کا ایفا نہ کیا، بلکہ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سے ان کا وعدہ توڑنے کا ذکر کر کے وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّوْرَ سے جوان کو وعدہ توڑنے کی سزا ملی ذکر فرما کر پھر ان کے توبہ کرنے پر ان کی معافی ہوئی، اور لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ کا ساتھ ہی حکم جاری فرما دیا۔

پھر انہوں نے اس وعدہ کو بھی توڑا، تو ان کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے تیسرے جرم کو فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ وَکُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَقَتْلِھِمُ الْاَنْبِیَآءَ کو ان کے خاص جرموں کو ثابت فرما کر کُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ کی تشریح وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا سے بیان فرمایا، اور وَقَتْلِھِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ کی تشریح ان کے اقرار اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ سے فرمائی، اب ان کے قول میں سے تین امور کا انکشاف ہوتا تھا،

(۱) رسل پر ان کا قابو پا لینا جس سے رسول اللہ کی کمزوری اور خداوند کا ان کی امداد نہ فرمانا، تو اس حقیقت کا اللہ تعالٰے نے بھی رد فرمایا،

(۲)۔ دوسری بات عیسٰی علیہ السلام کا فوت شدہ ہونا تو اللہ تعالٰی نے اس کا بھی رد کر کے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت فرمایا۔ اور دونوں امرین کو ہی اپنی قوت علم یزلی کا اظہار فرماتے ہوئے جواب دیا،

پہلے دوسرے نمبر قریب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا : مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ پھر اس خداوند کے انکار میں بھی کسی کو شک گذرے تو اس کو وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ سے منکرین حیات مسیح علیہ السلام کو محض شکی قرار دیا، اور اگر اس ارشاد الٰہی سے بھی کسی کا شک رفع نہ ہو تو ایسے لوگوں کو مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سے منکرین

حیات مسیح علیہ السلام کو جاہل اور بے وقوف ثابت گیا، پھر کوئی جاہل یہ کہتے ہوئے اگر اعتراض کر بیٹھے، کہ نہ صلیب پر چڑھائے گئے، یہود کو محض شبہ ہی گذرا، ان کی جگہ دوسرے شخص کو مشابہ بنایا گیا، تو پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت تو مرے ہی ہونگے، تو رب العزت نے ایسے معترض جاہل کے اس اعتراض کو بھی رفع فرمایا، کہ نہیں میں نے کئی طرق سے سمجھایا، لیکن تم سمجھتے نہیں، وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. یہود نے اس کو قتل نہیں کیا، یقینی امر ہے۔ کہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اور پھر اپنی اس بے پرواہی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ تم اپنے آپ کو رسل پر غالب سمجھتے ہو، اللہ زبردست غالب ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے پنجے سے چھڑا کر آسمان پر اپنی طرف لے گیا۔ تو اس کی یہ قدرت ہے۔ اور اس میں بھی خداوند کی حکمت ہے۔ جس کو تم نہیں سمجھ سکتے، اگر خداوند کریم نے کوئی تمام دنیا سے نرالا کام عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے پھندے سے چھڑا کر نہ کیا ہوتا، بلکہ دوسروں کی طرح ہی موت دی تھی، تو وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا فرمانے کی کیا ضرورت تھی، معلوم ہوا، کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف یعنی آسمان کی طرف بِجَسَدِهٖ اٹھا کر بچالینا اور یہ تمام دنیا سے اچرج کام تھا، جس کی بنا پر وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا فرمایا، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا حیات ورفع الی السماء کا مسئلہ زبردست تھا، اور اس کے منکر عنقریب پیدا ہونے والے تھے، اس کو مقدم واضح فرمایا، بعد ازاں دوسرے ان کے خیال باطلہ کو رد فرمایا، جس سے ان کا فخر ثابت ہوتا تھا، کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر چکے ہیں، ہماری قوت اتنی زبردست ہے۔ کہ ہم رسول اللہ پر قابو پا چکے ہیں، اس میں چونکہ ہتک عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتی تھی، اس واسطے عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کو برقرار ثابت کرنا یہ بھی ضروری امر تھا، اگر نہ جواب دیتے تو عیسیٰ علیہ السلام کی آبرو میں فرق لازم آتا، کہ وہ شاید رسول اللہ نہ ہوں، جن پر کفار نے قابو پالیا اور مسلط ہو گئے کیونکہ سچے رسولوں کے متعلق خدائے

فیصلہ ہے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ تو اس عزت عیسٰی علیہ السلام کو برقرار رکھنے کے اور یہود کو آخیر ذلت کا منہ دکھانے کے لئے آگے فرمایا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کہ یہ تو کہتے ہیں، کہ ہم نے رسول اللہ پر قابو پالیا۔ ہم قوی اور رسول اللہ کمزور، لیکن یاد رکھو، جب عیسٰی علیہ السلام باذن اللہ آسمان سے تشریف لائے، تو ان کی موت کے پہلے پہلے تمام یہودی ان کی تلوار سے ایماندار بنجائیں گے، اسوقت ایک یہودی نظر نہ آئے گا۔ یا ایمان لے آئیگا، یا قتل کیا جاوے گا، یہ ہے جناب ربط قرآنی جس کو وکیل صاحب سمجھ نہ سکے۔ اور قرآن کریم کو بے ربط کہدیا، پھر یہ سوچو، کہ اگر ان کے آنے سے پیشتر ہی کوئی یہودی باقی نہ رہے۔ بلکہ ایماندار ہو جائیں، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ تو لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنی کا مصداق کیسے درست ہوگا، جب پہلے ہی تمہارے خیال کے مطابق ایماندار ہو چکے، تو لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ یعنی ضرور ایمان لائیں گے، اس کے ساتھ فرمان الٰہی کیسے درست ہوگا، ان کے نزول من السماء کے پہلے کافر ہونگے، تب ہی لَيُؤْمِنَنَّ کے مصداق بنیں گے۔ سمجھ تمہاری مرزائیت کے پردے میں ملبوس، اور کلام خداوندی کو بے ربط کہدینا یہ کیا عقلمندی ہے یاد رکھو، قرآن خداوندی صحیح اور اس کا تمام کلام باربط اور اس کے فرمان کے مطابق حیات عیسٰی علیہ السلام پر ایسے ہی ایمان لاؤ، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قرب قیامت عیسٰی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ان کی تشریف آوری کے بعد کوئی یہودی نظر نہ آئیگا، لیکن مرزائی کو یہ مشکل ہے۔ کہ اگر اس آیۃ کریمہ پر ایمان لے آوے، تو مرزا صاحب کا دعوٰی جھوٹا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہود موجود ہیں، اور مرزا صاحب مدعی عیسٰی مسیح گذر بھی چکے، لیکن یہودیت دنیا سے نہ اٹھی، معلوم ہوا، کہ بفرمان الٰہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ سے عیسٰی علیہ السلام ابھی تشریف ہی نہیں لائے۔ مرزائی صاحب نے مرزا صاحب کی جعلی عیسویت کا دامن پکڑ لیا، قرآن کریم کو بے ربط کہ کر پس پشت ڈالدیا، لیکن قرآن کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو نہ چھوڑ

سکا، ہائے شومی قسمت مرزائی۔ آجتک آریہ جو قرآن واسلام کا قدیمی دشمن چلا آرہا ہے۔ ان میں عربی دان بھی اچھے قابل ہیں، لیکن وہ قرآن کریم کی بے نظیری معلوم نہ کرسکے اور نہ کہہ سکے۔ جس کو قدنی دماغ نے اختراع کیا ہے۔ تُوبُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اَنَا بِہٖ جِعُوْا قَبْلَ اَنْ تُعَذَّبُوْا۔

"مرزائی": مولوی صاحب تمہارے اس معنی بیان کرنے میں قرآنی اختلاف نظر آتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم اختلاف سے مبرا ہے، دیکھو اس آیت کے ماقبل اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا کہ یہ تھوڑا مانیں گے بلکہ مانیں گے ہی نہیں، لیکن یہاں کہدیا کہ سب ایمان لائیں گے۔

"محمد عمر": مرزائی صاحب جب دیکھنے والے کی آنکھ میں بیماری ہو، تو اس کو ایک ایک کے دو دو نظر آتے ہیں، مرزائی کا دماغ، پھر خدا کی سچی کتاب میں اس کو اختلاف نظر نہ آئے تو مرزائی کاہے کا ہوا (بلکہ مانیں گے نہیں) یہ کونسے جملے کے معنی کئے ہیں، خیر یہ جملہ مرزائیہ ہی سہی، فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یہ اس وقت کا واقعہ بیان فرمادیا، واقعی اس وقت تھوڑے ہی ایمان لائے تھے، اور تھوڑا ہی ایمان لائے تھے، اور یہودیت کا ابتدا سے آخیر قیامت تک اگر سب کا توازن کیا جائے، تو وقت نزول مِنَ السَّمَاءِ عیسیٰ علیہ السلام پر تمام بھی ایمان لے آئینگے، تب بھی جمیع کے لحاظ سے اکثریت حالت کفر پر مرچکے ہوں گے، اسوقت جو موجود ہونگے، وہ بلحاظ جمیع کے قلیل ہی ہونگے، اور اس آیت فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا نے لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کے معنی کو صاف کردیا، کہ یہ آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کی مؤید ہے۔ تب ہی توجیع کے لحاظ سے فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا کی تطبیق درست ہوگی، تو لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کا مصداق اس وقت یعنی قرب قیامت سب کے ایماندار ہونے کا ہوگا، تو قلت کی قید بلحاظ جمیع ہے۔ تو اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کا جو لفظی ترجمہ ماقبل گذر چکا ہے صحیح ہے اور مرزائیہ نے غلط سمجھا ہے۔

"مرزائی": اس معنی کے غلط ہونے میں ایک اور دقت بھی ہے۔ خداوند تعالےٰ

عیسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ کہ میں تیرے متبعین کو یہود پر قیامت تک غلبہ دونگا۔ اور پھر فرماتا ہے، وَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ کہ ہم نے ان میں قیامت تک بغض وعداوت ڈالدی، اور وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فرمایا۔ اب ذرا سوچو کہ اگر سب اہل کتاب ایمان لے آئیں، اور سب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبع ہو جائیں، تو پھران پر تا قیامت غلبہ کیونکر؟ اور ان میں بغض وعداوت کیسی؟ پس ماننا پڑے گا، کہ یہ معنی غلط ہیں۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب معنی کی غلطی ثابت کر رہے ہو یا قرآن کریم کو متعارض ثابت کرکے مرزائیت کے پودے بنا رہے ہو، کچھ سوچ کر تو بات کرو، سننے والے مومن ہیں ہندو نہیں ہیں، کہ قرآن کریم کا تعارض سنکر بغلیں بجائیں گے، یہ مومن ہیں، یہ تو تعارض ثابت کرنے والے کی سفاہت کو تشت از بام رکھ دینگے۔ تم بیچارے عربی عبارت کو کیا جانو، پہلی بات تو یہ ہے، کہ پہلی آیت وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا میں جاعِلُ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ یعنی میں نے ابھی تیرے متبعین کو فوقیت دی نہیں، فوقیت دونگا، کب؟ جب وہ متبع ہونگے۔ ابھی تو وہ متبع ہوئے ہی نہیں، تو فوقیت کیسے؟ فوقیت تو اتباع سے مشروط ہے۔ ابھی تو وہ اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں، اسی کفر کے باعث ہی تو اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ متحقق ہے، جب عیسیٰ علیہ السلام لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے مطابق آسمان سے تشریف لائیں گے۔ اور ان یہودیوں کو مسلمان ومتبع بنائیں گے، تو پھر اتباع کی وجہ سے فوقیت بھی متحقق ہوگی، اور اَلْقَیْنَا صیغہ ماضی ہے، ان کی آپس میں بغض وعداوت کفر کی وجہ سے زمانۂ ماضی سے متحقق ہو چکی ہے۔ معلوم ہوا، کہ بغض وعداوت کا تحقق کفر کو مستلزم ہے، نہ اتباع کو جب قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے یہودیوں کا کفر دور ہو جائیگا، تو بغض وعداوت بھی ساتھ ہی ختم ہو گئی کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط کا انتفا لازم کے انتفا کو

مستلزم ہے۔

باقی رہا تمہارا کہنا، اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ جو اَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ میں مذکور ہے، تو یہ بھی محاورہ ہے مثلاً متکلم کہہ رہا ہے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا تو کوئی بے سمجھ سوال کر دے کہ تم نے پہلے کہا ہے، جَاءَ نِی الْقَوْمُ میرے پاس تمام قوم آئی تو تم نے اِلَّا حرف استثنا استعمال کر کے زید کو قوم سے علیحدہ کیوں کر دیا، لہذا تم نے جھوٹ بولا، کیونکہ تمہاری کلام میں تعارض ہے۔ تو کوئی منصف عربی دان کہے گا، ارے بیوقوف، متکلم کی مرضی، اگر اس نے قوم سے ایک زید کو مستثنیٰ کر دیا، تو تعارض نہیں کہلا سکتا۔ یہ متکلم کی مرضی پر موقوف ہے، جو نہیں آیا، اس نے اس کو قوم سے خارج کر دیا، تو یہ سچی بات تھی، اس واسطے اس نے سچ کہدیا جھوٹ تب ہوتا جب تمام قوم سے ایک زید نہ آتا اور متکلم صرف جَاءَ نِی الْقَوْمُ کہدیتا، جب اس نے مطابق واقعہ جو شخص قوم سے نہیں آیا اس کو قوم سے اِلَّا زَیْدًا کہکر مستثنیٰ کر دیا۔ تو یہ جھوٹ نہیں، جب جھوٹ نہیں تو تعارض نہیں، اب ایسے ہی اگر اَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ہی فرمان الٰہی مذکور ہوتا اور لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ مذکور نہ ہوتا اور یہودی قرب قیامت ایمان لے آتے تو فرمان الٰہی میں فرق لازم آتا لیکن اگر رب العزت نے قرب قیامت وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کے یہودیوں نے متبع ہو جانا تھا۔ تو ان کو کفار کی سزا اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ سے بسبب ترک کفر اور اتباع عیسیٰ علیہ السلام سراہا اور عداوت و بغض کی سزا کو دور کرنے کا وعدہ فرمالیا، اور جو فریق ثانی متبعین سے بغض و عداوت رکھنے والا ہوگا، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے مقابلے میں ذلیل ہوگا اور متبعین کو آخر اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فوقیت عطا کرنے کا وعدہ بھی دیا، اور ان کے ہاتھوں ان کے مبغضین اور عادین کو قتل کرا دیگا۔ جب قیامت تک ان میں بغض و عداوت ہوگی، تب ہی تو اتباع کرنے والوں کو فوقیت عطا ہوگی اور اگر بغض و عداوت ہی نہ ہو تو فوقیت

کن پر ثابت ہو گی، اور جب ان کے متبع ہونیکی وجہ سے ان کو فوقیت حاصل ہو گی، تو اللہ تعالیٰ متبعین کے مقابلوں میں مبغضین اور عدوین کو ان کے ہاتھوں تباہ و برباد کر دیگا، اور محض عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ہی رہ جاویں گے علاوین یا مبغضین مثلثین معدوم ہو جاوینگے، تو اس آخری واقعہ کو رب العزة نے وَاِن مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ سے ممتاز فرمادیا، تو بانی سے آخیر قرب قیامت کسی کو بسبب ایمان ممتاز بنالینا یہ اس کی مرضی ہے، نہ جھوٹ ہے نہ تعارض، کیونکہ جیسے ہونا تھا اور کرنا تھا، صاف صاف واضح فرمادیا، اب مرزائیوں کی عقل، اگر کذب یا تعارض معلوم کرے تو یہ نظر مرزائیت میں فرق ہے نہ کہ کلام الٰہیہ میں، لہٰذا وَاِن مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ کے معنی صحیح ثابت ہوئے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے قرب قیامت تشریف لاوینگے، تو اس وقت یہ تمام نام کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کہلانیوالے تثلیث کو چھوڑ کر توحید کے قائل ہو جائیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ سمجھنے لگ جائیں گے، یہ ہے قرآنی مطلب کا ربط جس کو تم نے تعارض سمجھ لیا تھا، میں تو یہی کہو نگا کہ قرآن کریم کو صحیح سمجھ لو، وقت ابھی باقی ہے، ورنہ قرآن کریم ہی قیامت کو تمہارے برخلاف ٹھکیگا۔

• مرزائی: مَوۡتِهٖ میں ہ کی ضمیر کی بجائے دوسری قرأت میں ھم کا لفظ آیا ہے، جو جمع ہے اور جس سے صرف اہل کتاب ہی مراد لئے جا سکتے ہیں، عن ابن عباس رض وَاِن مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ قال هي في قرأة أبي قبل موتهم۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابی بن کعب کی قراۃ میں موتہ کی جگہ موتہم آیا ہے۔ تو تمہاری دلیل رہ گئی، ۱۳۵

محمد عمر: پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبل موتہم فرمایا، یہ ان کی اپنی قرأت نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے فرمایا، کہ یہ ابی کی قرأت ہے۔ اور جن کے نزدیک قبل موتہم قراۃ ہے، وہ اس کا

مطلب بھی یہ بیان کرتے ہیں، کہ عِنْدَ الْمَوْتِ یعنی ہر یہودی کی موت کے قریب قبل تمہیں قبل کے معنی وہ لینے پڑیں گے، جو تمہارے لئے مضر ہیں اور جو معنی تم مراد لیتے ہو، اس کے سخت خلاف ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں تو تم ابیؔ کی قراۃ ثانی کو مدنظر رکھتے ہو، جس سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی، اب فقیر عرض کرتا ہے، کہ کیا جو مروجہ قرآن کریم جس قرأت سے اب لوگ پڑھ رہے ہیں، اس سے تمہارا انکار ہے، یعنی قَبْلَ مَوْتِهٖ جو اس وقت قرآن مجید میں جملہ موجود ہے، کیا اُس پر تمہارا ایمان نہیں؟ قرآن کریم کے اس جملہ کو چھوڑ کر دوسری قرأت کی طرف رغبت کرنا اور بہانے تلاش کرنا یہ صاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے حیاتِ مسیح علیہ السلام واضح ہے۔ جس کی وجہ سے اب تم بہانے تلاش کر رہے ہو دوسری قرأت کی طرف رستہ تلاش کر رہے ہو، اور آیت قرآنی کا انکار کر رہے ہو۔

تیسرا جواب۔ جب تم نے سوچا کہ اب اس آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے تو حیات مسیح ونزولہ من السماء قرب قیامت پر ایمان لانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو دوسری قرأت کو تلاش کیا، جب اُس کے روات کو ضعیف ثابت کیا گیا، تو تم تلملائے۔ لیکن فقیر گذارش کرتا ہے، کہ ابیؔ کی قرأت اگر مرفوع ہوتی یا ثقات سے مروی ہوتی، تو اس کو مروجہ قرآن میں درج کیوں نہ کیا جاتا، اگر نہیں کیا گیا، تو اس کا ضعف بیّن ہے۔ اور اگر تم نے پھر بھی دوسری قرأت ہی کی رٹ لگائی ہے۔ تو پھر بھی اس جملہ سے تمہارا مسئلہ وفات مسیح تو ثابت ہو نہیں سکتا، پھر تمہیں اس کے مقابلہ میں ایسی ہی دوسری قرأت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو باسند ثقات سے مروی ہے۔ جس کو فقیر پہلے باب التفسیر میں عرض کر چکا ہے۔ اس ضعیف کے مقابلہ میں وہ مرفوع قرأت تمہارے لئے طوعاً وکرہاً حجت ہوگی، جو حیات مسیح علیہ السلام سے قرب قیامت تشریف لانے کو بلاتاویل ثابت کر رہی ہے۔

تسلیم کرنی پڑے گی، وہ بھی تو دوسری ہی قرأت ہے، ورنہ ہر بات میں تمہاری ہٹ دھرمی اور ہر ضعیف کو قوی اور ہر قوی کو ضعیف سمجھنا تمہارا مذہبی شعار واضح ہو گا۔

آؤ! اس قرآن کریم کی آیت وقرأت کو تسلیم کر کے ایمان درست کر لو۔ اور دہکتے ہوئے جہنم سے بچ جاؤ، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ہ

چوتھا جواب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُبیؓ کی قرأت کو نقل فرمانا زیادہ مستند ہے یا ان کا اپنا عقیدہ اور خود ان کا قرآن کو سمجھنا، تمہارے نزدیک زیادہ معتبر ہے یا نہ، ہر صورت تم ماننا پڑیگا، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن دانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض عالی اور دعا سے ہے، اس واسطے ان کی قرأت ہمارے لئے حجت تامہ ہوگی، اور ان کی جو قرأت ہے وہ عرض کر دیتا ہوں، خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ

ابن جریر ۶ / ۱۴

حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس قولہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی اِنَّهٗ سَيُدْرِكُ اُنَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ حِيْنَ يُبْعَثُ عِيْسٰى (علیہ السّلام) لَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ کے متعلق آپ مراد لیتے تھے، کہ جب عیسیٰ علیہ السلام بھیجے جاوینگے تو اہل کتاب سے بعض لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی عنقریب ملاقات کرینگے۔ تو ان کے ساتھ ایمان لاوینگے، اور قیامت کو وہ ان پر گواہی دینگے۔

کیوں جناب! اب فرمایئے قرأت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ معتبر ہے یا جو تم کسی کی ضعیف قرأۃ نقل کر رہے تھے،

ثابت ہوا۔ کہ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی قرأۃ بروات ثقات قَبْلَ مَوْتِهِمْ کے مقابلہ میں مستند ہے، جو اس وقت قرآن کریم میں مکتوب ہے، جو حیات

مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کو ثابت کر رہی ہے، اور یہ بھی ثابت کر رہی ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی نشانی یہ ہے، کہ اس وقت تمام یہود و نصاریٰ مومن ہونگے، تثلیث کا قائل ایک بھی نظر نہ آئیگا، جیساکہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہونگے،

اب اے فرقہ قدنی! اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہی اعتماد تھا، تو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر دوبارہ تشریف لانے پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ یاد رکھو قیامت کے میدان میں بوقت حساب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رستہ تمہارے گلے میں ہوگا۔

"مرزائی" - اس متنازعہ فیہا آیت میں دو ضمیریں ہیں، ایک بہ کی اور دوسری بہ کی۔ ان دونوں ضمیروں کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف ہے، کسی کا تعین خاص نہیں، لہذا تمہارا صرف بہ کی تخصیص کرنا یہ حجت نہیں ہوسکتا۔ (۳۵۱)

"محمد عمر" - میرے خیال میں تمہیں قرآن بھی چھوڑ دینا چاہیئے، کیونکہ اس میں بھی ایک فرقے کو اختلاف ہے، وحدانیت الہیہ کو بھی ترک کردو، کیونکہ ایک فرقہ تثلیث کا قائل ہے، بوجہ اختلاف دونوں کو ترک کردو، مرزا صاحب کو ہی خدا مان لو، بات ختم ہوجائے۔ اور اگر اسی قانون پر عمل شروع ہوجائیگا تو تمہیں مرزا صاحب کو بھی چھوڑنا پڑے گا، کیونکہ تمہارے بھی مرزا صاحب کے متعلق اختلاف شدید ہے، کوئی نبی مان رہا ہے وہ بھی مرزائی ہے اور کوئی مجدد مانتا ہے وہ بھی مرزائی، اور اسی اختلاف کو تم قرآن پر استعمال کرتے ہو تب ہی بعض مسلمان لوگ یہ تو کہہ ہی دیتے ہیں، کہ میاں مرزائی بھی قرآن کو ہی مانتے ہیں، مسلمان ہی ہیں نہ۔

اور پھر مرزا صاحب کا خود کلام مختلف فیہ ہے، مرزا صاحب کا کوئی ایسا کلام کوئی مرزائی ثابت نہیں کرسکتا، جس میں اختلاف نہ ہو، مرزا صاحب کو تو تم نے تناقضی اختلاف ہونے کی بناپر بھی نہ چھوڑا، لیکن قرآن کریم کی موجودہ اور مروجہ قرأت وعبارت کو کسی ایک کے معمولی اور ضعیف غیر حقیقی پیش کرنے سے

قرآن کو چھوڑ دیتے ہو، یہ تمہارا قرآن پر ایمان صحیح ہے؟ کیا آجتک کسی امتی نے اس قرأت کو چھوڑ کر دوسری قرأت کی اشاعت کی یہ جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کبار کو جمع کر کے اس قرآن کریم کو جمع فرمایا، جسمیں آجتک نقطہ کا فرق نہ پڑا، اگر آج تم مرزائی قرآن کریم کو مختلف فیہ ثابت کردو تو تم کو بھی ایک آیت سنا دینی کافی سمجھتا ہوں، فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ۔ اگر تم ساڑھے تیرہ سو سال کے مروجہ قرآن پر جیسا کہ دوسرے مسلمان ایمان لائے ہیں، ایمان لاتے ہو تو تم ہمارے ساتھی، ورنہ تمہارا راستہ اور ہمارا تو صرف اسی قرآن والا ہے اور ہمارے لئے یہی قرآن، اسی قرأت، اسی عبارت سے حجۃ، نہ تمہارا یہ قرآن، نہ تمہارے واسطے یہ حجت، ہم اپنے اس مروجہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، تم اپنے مرزا صاحب کے تذکرہ یا حقیقۃ الوحی پر ایمان رکھو، جب تمہیں اس قرآن میں اختلاف نظر آتا ہے تو بھائی تم اس قرآن کو دیکھو ہی نہ، دیکھ کر کیوں اپنی نظر کو اختلاف میں ڈالتے ہو، حقیقۃ الوحی والی نظر ہی رہنے دو، نہ ہمیں اس قرآن میں اختلاف نظر آتا ہے اور نہ ہم اس کو چھوڑتے ہیں، جب قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ لکھا ہے، تو بموجب قاعدہ عربیہ چونکہ ماقبل حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر ہے اور آگے بِهٖ کی ضمیر کو عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع کیا اور ضمیر کا مرجع حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے، ہم تو بھائی قرآن کی عبارت صریحہ کے قائل ہیں، کسی کے ایچ پیچ میں آکر کسی غیر مذکور کی طرف ضمیر کو راجع کرنے کو تیار نہیں، جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ماقبل نہ کسی اور کا ذکر ہے اور نہ کوئی اور مرجع بن سکتا ہے۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

"مرزائی"۔ آیت متنازعہ فیہا کے آخر میں وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا کا جملہ ثابت کر رہا ہے، کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن گواہ ہونگے، یعنی گواہی ان کے خلاف دینگے اگر وہ سب مان جائینگے تو گواہی کیسی؟ اس گواہی کی ضرورت کیا، کیونکہ گواہی کی ضرورت تو ہمیشہ انکار کے

بعد ہوتی ہے، قیامت کے ساتھ گواہی کو مخصوص کرنا بتاتا ہے، کہ مسیح دنیا میں نہیں گئے گا، ورنہ کہنا چاہئے تھا، کہ وہ دنیا میں آکر گواہی دیگا، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے نون ثقیلہ کے معنی حال کے بھی کئے ہیں۔

"محمد عمر" ـ رب العزۃ نے جن والنس کو اپنی نافرمانی کے باعث دنیا و عقبیٰ میں سزا دینے کا حکم سنایا ہے، جیسا کہ عام ارشاد ہے، لَهُمْ خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ جیساکہ نیکی کرنے والوں کو دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں سے سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی جب مثلثین کے جرائم کو اور ان کو بار بار معاف کرنے کے انعام کا ذکر فرمالیا، اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پران کے غلبہ پانے کی بڑ کو توڑا اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت پیش فرمایا، پھر ایسے منکرین اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے دنیا و عقبیٰ میں ان کے کفر کے سبب سے اُن کو سزا کا حکم فرمانا تھا، پہلے چونکہ تمام انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں ان کے مخالفین پر انہیں انبیا علیہم السلام کو ہی مسلط فرماتا رہا ہے۔ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں چونکہ تمام ہی مخالفین تھے، اسی لئے آپ کی زندگی عموماً جنگلوں میں گذری، تو آخر جوان کے ساتھی بنے تھے انہوں نے بھی اُن سے دھوکا کیا، اور ان کا قبضہ کفار کے ہاتھ دینا چاہا، اب اگر اللہ تعالیٰ منکرین کو تباہ کرتے ہیں، تو بھی مناسب نہ تھا، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنا چکے تھے۔ اور اگر ان کا بدلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تو پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مغلوبیت ہی رہتی، اور لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ کا قانون ٹوٹتا تھا، تو ان دشمنان عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کو انہیں کے ہاتھوں ذلیل کرنا مقصود تھا، تو ان کو قیامت کی علامت مقرر فرماکر آسمان پر اُٹھالیا، اور قرب قیامت آسمان سے اُن کے اتارنے کا وعدہ فرمالیا، تو ان یہود اور نصاریٰ پر عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا مسلط فرمائیگا کہ حضرت عیسیٰ قرب قیامت تشریف لاکر جو ان کی مخالفت پر ہی مصر ہوگا، اور دجال کا ساتھ دیگا۔ اس کو آپ تہ تیغ کرینگے، اور آپ کے مخالفین کی دنیا سے اتنی صفائی ہوگی، جس کی وضاحت

رب العزۃ نے وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے فرمائی، یعنی کوئی اہل کتاب (جو ان کا دشمن ہوگا نہیں رہیگا یا قتل کیا جائیگا اور اگر نظر آئیگا) تو سوا ایمان دار کے اور کوئی نہ ہوگا، جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ سمجھ لیگا، اور ان کی عزت کریگا۔ یہ دنیاوی سزا، قتل یہود و نصاریٰ کی بدعملیوں کی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو دنیا میں ملے گی، چنانچہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے دشمنوں کو ان کے باطل مذہب کی بربادی دنیاوی سزا سنائی گئی، اور آگے قیامت کی سزا کا حکم بھی سنانا قانونِ خداوندی تھا، تو قانون کا اجراء یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا۔ اخروی سزا سنائی کہ دنیا میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے تمہیں سزا ملیگی، اور ذلیل کیا جاویگا، اور عقبیٰ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تم پر بھگتیں گے، وہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کی بریت کسی صورت سے نہ ہوگی، یہ جو تمہارا خیال ہے کہ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی یہ غلط ہے۔ تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ تمہیں دنیاوی اخروی سزا میں گرفتار کیا جائیگا، یہود و نصاریٰ کو چونکہ سزا پہلے عیسیٰ علیہم السلام کی مخالفت پر ملنی ہے۔ اس واسطے آخرت میں جب تک ان پر بھگتیں گے نہیں، تب تک سزا کے مستوجب کیسے ہو سکتے ہیں،

اور تم مرزائی بیچاروں نے اُلٹ بیان کر دیا۔ کہ جب تمام ایمان لے آئینگے تو سزا کس لئے، جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے جو دجال کا ساتھ دینگے جیسا کہ تم پہلے تسلیم کر چکے ہو، ان کو اخروی سزا بھی تو سنائی جانی تھی اور ان کو دنیا میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنا ان کے اعمال دنیاوی کی سزا اور عقبیٰ میں بھی وہ سزا کے مستوجب ہوئے، اور ان کی اخروی سزا کا دار و مدار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت پر موقوف ہے، اسی واسطے یہ معنی قَبْلَ مَوْتِہٖ کے صحیح ہونگے تاکہ قبل از سزا اخروی سنانے کے اُن کو دنیاوی سزا سنائی جائے، کیونکہ اُن کا دنیاوی تسلط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیاوی ذلت ثابت کرتا تھا، تو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں ہی یہود و نصاریٰ

پر مسلط ہونے کا وعدہ فرمایا، تاکہ صداقتِ عیسٰی علیہ السلام ثابت ہوجائے۔ اور فرمایا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قربِ قیامت تشریف لاکر سوائے اپنے متبعین کے کسی کو نہ چھوڑینگے، ان یہود ونصارٰی کو بری طرح مٹائیں گے۔ جو ایمان لاکر اُنکا ساتھ دیگا۔ دنیا میں نجات پائیگا، باقی سب مثلثین کو بزورِ تلوار نابود کر دینگے۔ اور قیامت کے میدان میں سرکاری وکالت کرکے اُن پر بھگتیں گے، اور وہ تمام قیامت کو بھی عذاب الٰہی جہنم کا ایندھن ہونگے۔ دنیا میں وکیل صاحب فرماتے ہیں، کہ اگر دنیا میں دوبارہ آنا تھا، تو یہ کہنا چاہیے تھا، کہ دنیا میں اگر گواہی دینگے، بھلا یہود ونصارٰی کے واسطے دنیا میں گواہی کی کیا ضرورت، دنیا میں وہ تو خود حاکم ہونگے، حاکم خود فیصل ہوتا ہے، جو سزا وجزا دینے کا حق رکھتا ہے، وکیل صاحب حکام گواہی نہیں دیا کرتے، میرے خیال میں آپنے بھی سفارشی وکالت ہی سنبھالی ہوئی ہے، تو یہ کہنا کہ دنیا میں اگر گواہی دیتے یہ تمہارا نتیجہ نکالنا غلط ہے، رُسل قیامت کے دن خداوند تعالٰی کے روبرو گواہ بنکر کھڑے ہونگے، نہ دنیا میں، کیونکہ اس وقت حکومت الٰہی ہوگی، اور رسل سرکاری گواہ ہونگے، اور دنیا میں رسل حاکم واحد کی حیثیت رکھتا ہے، اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو تمہارا شہادت میں پیش کرنا ہمارے واسطے حجت نہیں تمہارے واسطے ہونگے، کیونکہ تم نے اُن کے کہے ہی مذہب کی بنیاد رکھی ہے، کیسی بھولی باتیں بناتے ہو، مولوی ثناء اللہ نے لکھا ہے، مولوی ثناء اللہ تمہارے لئے قرآن کا منزل ہوگا، میں قرآن کی آیات بیّنات پیش کرتا ہوں، وکیل صاحب مولوی ثناء اللہ کا قانون پیش کرتے ہیں، قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کرو، جو لام تاکید با نون ثقیلہ کو حال کے معنی استعمال کرنے کا سبق دے، ورنہ خلاف قرآن حال کے معنی کرنا یہ شیوہٗ مرزائیت ہے، نہ اسلام کا،

لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ کا تمہیں علم ہے، کہ معنی استقبال کے ساتھ فعل کو خاص کردیتا ہے۔ اور یہ صیغہ استقبال عیسٰی علیہ السلام کے قربِ قیامت تشریف لانے کو قرآن کریم کا جملہ لَتُؤْمِنُنَّ ثابت کررہا ہے۔ اگر تم مرزائی قربِ قیامت تک باقی رہے، تو تمہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام انشاء اللہ درست کر دینگے اور جو نہ درست

ہو گا، اس کا علاج یہود و نصاریٰ والا کرینگے، اللہ خدا کے دربار میں قیامت کو اسپر گواہی بھی دینگے، دنیاوی و اخروی دونوں عذابوں میں بوجہ انکار حیات مسیح بن مریم علیہما السلام مرزائی گرفتار ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کا جواب

"مرزائی" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو لوگ اس آیت کے ماتحت ترجمہ پیش کرتے ہیں، وہ معتبر نہیں، کیونکہ اصول شاشی میں لکھا ہے۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاةِ هُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ۔

پس اہل اصول اور محدثین کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضؓ ثقہ راوی ہیں، اور ان کی روایت درست ہے، مگر ان کا اپنا خیال اور قول ہرگز حجت نہیں۔

چنانچہ اسی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور اجتہاد درج ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وَمَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ وَالشَّیْطٰنُ یَمَسُّهٗ حِیْنَ یُوْلَدُ الخ۔ کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں، فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو، حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اجتہاد قطعی طور پر غلط ہے، کیونکہ حضرت مریم علیہما السلام کی والدہ کی مندرجہ بالا دعا حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد کی ہے، اور حدیث میں جس مس شیطان کی نفی ہے وہ وقت ولادت کی ہے، پس جس طرح ابوہریرہ رضؓ کا اس آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری غلط ہے۔ اسی طرح ان کا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری بھی غلط ہے اور ناقابل اسناد۔ ۳۵۶ ف پ

"محمد عمر" پہلے تو اصول شاشی کی عبارت کو لکھ کر وکیل دوست نے دھوکا دیا ہے، اس کے ماقبل کی عبارت کو ہضم کر گئے۔

اصول شاشی

ثُمَّ الرَّاوِیْ فِی الْاَصْلِ قِسْمَانِ مَعْرُوْفٌ بِالْعِلْمِ وَالْاِجْتِهَادِ کَالْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ

۷۵

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ ۔
وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ ھُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظَۃِ الْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِھَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ؓ۔

پھر (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے راوی کی اصل میں دو قسمیں ہیں، پہلی قسم جو اجتہاد اور علم کے ساتھ مشہور ہیں، جیسا کہ خلفاء اربعہ اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسری قسم راویوں سے جو مشہور ہیں، حافظے اور انصاف میں نہ اجتہاد اور فتوای میں مثل ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی،

اب اس عبارت سے مرزائی صاحب کی عدالت مصنوعہ پر غور کرنے سے مرزائی صاحب کے اجتہاد کا پول کھل جاتا ہے، کہ تم نے جو کہا ہے کہ اصول شاشی میں لکھا ہے، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حجت نہیں، یہ بات کیسی ایمان سے بعید ہے۔ کہا اصول شاشی کی تحریر کا مطلب کہ خلفاء اربعہ وَمَنْ مَعَھُمْ اجتہاد وعلم میں مشہور ہیں، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ حافظے اور انصاف میں مشہور، یہاں تو شہرت کی بات ہو رہی ہے۔

لیکن مرزائی صاحب اپنے مطلب کا کچھ اور اندازہ لگا رہے ہیں۔ کہ ابوہریرہؓ زیادہ اس لئے اجتہاد میں مشہور نہیں چونکہ آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ احادیث صحیحہ کا اتنا ذخیرہ موجود ہے اور علم قرآن پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اتنا حاصل کر چکے ہیں، کہ وہاں اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں اور اور باقی خلفاء اربعہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث صحیحہ اخذ کرتے ہیں، اس واسطے ان کو اپنے اجتہاد سے احادیث مرویہ بالواسطہ سمجھنے کی ضرورت تھی، گو جو اشارات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلاواسطہ حاصل تھیں۔ وہ بطور تقلید بیان فرمادیتے اجتہاد کی زیادہ ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کے حافظے اور عدل کے قائل تھے، کیونکہ یہ انعام ابوہریرہ رضؓ کو ذخیرہ احادیث وعلوم قرآنیہ سمجھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوئے کیونکہ اعلیٰ اور مضبوط شے کے لئے اعلیٰ اور مضبوط برتن کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کا ارشاد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیت قرآنی کا تلاوت فرمانا یہ ان کے اپنے اجتہاد کا نتیجہ نہ ہوگا۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آپ کو ایسے سمجھایا ہوگا، تب ہی اپنے ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیت قرآنی تلاوت فرمادی، ورنہ بقول تمہارے اگر تسلیم کیا جائے کہ آپنے اپنے اجتہاد سے آیت پڑھ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھی ہوگی، تو حتمی طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ' کے عدل میں فرق لازم آئیگا، اور بقول تمہارے یہ ثابت ہوگا، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ' معاذاللہ عادل نہ تھے، بلکہ نقل میں اپنی رائے کے دخیل ثابت ہونگے، تو مرزائی صاحب نے نہ صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' کے اجتہاد پر ہی اعتراض کیا، بلکہ آپکے عدل کو بھی ٹھکرادیا، جب عدل گیا، تو حافظ بالکل ہی مفقود، جسکی غلطی مرزائی بھی تیرہ سو سال کے بعد نکال بیٹھا، تو مرزائی صاحب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ' کے اس عطیہ کا جو آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھا، یعنی عدل اور حافظ دونوں کا منکر ہوگیا اعاذنا اللہ منہ'۔

مرزائی صاحب کا حدیث کا حدیث مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کا آیت کی تلاوت کرنا اور اس کو اجتہادی فتویٰ سمجھنا یہ مرزائی صاحب کے جملہ مرزائیہ سے تصور کیا جاویگا، اور اپنی تائید میں مرزائی صاحب ہیر پھیر کر کے پیش کرتے ہیں، اصول شاشی کو تم بیچارے کیا سمجھو، کیا اصول شاشی والے نے کہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کی غلطی نکالی ہے؟ جیسا کہ تم نے منہ بھر کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کو کہدیا ہے، کہ انہوں نے یہ غلطی کی وہ غلطی کی۔ غلط ہو دماغ مرزاج کا۔ جس کا حکیم بھی دماغی مرض میں مبتلا، لیکن غلطیاں نکالے اس عادل وعالم کی، کہ جس کو عقل کل کی طرف سے عدل وعلم بلا واسطہ عطا ہوا۔ نَحْنُ نَتَّبِعُ مَا نَرَىٰ ... اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَادِلًا وَّعَالِمًا لَاشَکَّ فِیْہِ۔

خداوند کریم تمہیں ہدایت دے تم نے قرآن اور حدیث کو استہزا بنایا ہوا ہے۔ محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے واسطے، کہ مرزائی قرآن وحدیث کے قائل

ہیں، حالانکہ یہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں، تمہارے سامنے قرآن کریم کی آیت آجائے تو تم اس کو ہیرا پھیری کر کے بدلاتے ہو۔ اور ایمان لانے کے لئے تم ہرگز توجہ نہیں کرتے، بلکہ محض ٹھکرانے کے لئے ستائیں بائیں کرو گے، آج تک تم سب وفات مسیح کی ایک آیت صریحہ پیش نہیں کر سکے، کہ جس سے وفات مسیح ناصری ثابت ہو۔ اس سے وفات مسیح ناصری کو ثابت کرنا بھلا یہ کوئی ماننے کی بات ہے۔ کہ جس آیت کا مسیح علیہ السلام سے تعلق ہی نہیں تم اس پر ہیر پھیر لگا کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو، اور جب حیات مسیح کے متعلق آیات صریحہ پیش کی جاویں، جن میں رب العزۃ عیسٰی علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور وہاں اُن کو رزق دینے اور پھر ان کے متعلق قرب قیامت زمین پر تشریف لانے کے صریح ارشاد موجود ہیں، لیکن مرزائی اپنے مخالف پاتا ہے تو وہ ان آیات آلٰہیہ کو یوں بیدردی سے اور بے اعتنائی اور فاخرانہ طور پر ٹھکراتا ہے کہ آریہ بھی قرآن کریم سے ایسا برتاؤ کبھی نہیں کر سکتا اور احادیث صحیحہ کو جو صحیح اور مرفوعہ ہوں، جس کا ترجمہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بیان کیا ہو، تو اس کو بہانہ بنا کر مرزا غلام احمد صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایسا انکار کرتا ہے۔ اور تمسخر سے کام لیتا ہے۔ کہ چکڑالوی بھی اس کے سامنے ہیچ ہے، چکڑالوی بھی حدیثوں کا سرے سے انکار ہی تو کر دیتا ہے۔ مخالف ہو یا موافق حدیثوں کا تمسخر تو نہیں اڑاتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو معاذ اللہ بے سمجھ اور حدیثوں کے مفہوم کو سمجھنے سے مرزائیوں کی طرح قاصر تو نہیں گردانتا۔ خداوند کریم ان مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے اسلام کو محفوظ رکھے۔

مرزائیو! ذرا کان دھر کر پیش کیا کی سنو کہ وہ صحابی جس کو میرے آقا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست علم لدنی سے تعلیم فرمائی، اس کو کیسے ٹھکراتا ہے، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث تو صحیح ہیں، لیکن مجتہد نہیں۔ چونکہ یہ قول ان کا ہے، اس لئے معتبر نہیں، ہائے ہائے افسوس وہ اصحابی جو تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم اور احفظ ہو۔ اس کو

یوں ٹھکرایا جائے، جن کے متعلق ارشاد ہے۔

(ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی طاقت)

بخاری شریف ۱/۲۲

عن ابی سعید المقبری عن ابی هریرة قال قلت یا رسول الله انی اسمع منك حدیثا کثیرا انساه قال ابسط رداءك نبسطته نغرف بیدیه ثم قال ضمه نضممته فما نسیت شیئا بعد۔ ابی سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرمایا ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے حدیثیں بہت سنتا ہوں، اور بھول جاتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ تو میں نے چادر بچھائی تو آپ نے اپنے دونوں دست پاک سے چلو بھر کر ڈالے پھر فرمایا (سینے سے) ملالو، تو میں نے اس کو ملالیا تو بعد اس کے میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔ جس کو میرے آقا نے اپنے دونوں دستِ پاک سے چلو بھر کر علوم نبوی سے سرفراز فرمایا ہو، مرزائی اُس کو کہے، کہ معاذ اللہ حدیث کا ناقل تو ہے، لیکن حدیث کے سمجھنے کی عقل نہیں رکھتے۔ خداوند اس اعتقاد سے بچائے۔ اور اس کلام سے مسلمان کے کانوں کو محفوظ رکھے، اور پھر اپنی طرف سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی زیادتی نہیں فرمائی۔ بلکہ حدیث کی مطابقت میں آیت تلاوت فرمائی، چونکہ مرزائی صاحب کے سامنے حیات مسیح ناصری علیہ السلام ثابت ہوتا تھا، اس لئے ایسے جلیل القدر اصحابی جس نے اس مسئلہ میں قرآن و حدیث پڑھ دیا، اس کو ٹھکرا دیا، امام بخاری اگر بے سند قول پیش کر دیں جیسا کہ ان کو پہنچا ہے، تو مرزائی اس کو جیسے مرضی ہو سنا لے، لیکن استاد الحدیث صحابی جس کو تمام اصحاب بھی اعلم اور احفظ تسلیم کریں، لیکن چونکہ انہوں نے مرزا صاحب کی مرضی کے خلاف حیات و نزول مسیح کی حدیث صحیحہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی، اور جو آیت کریمہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھی ان کو اکٹھا بیان فرما کر حدیث کی تائید فرمادی

تومرزائی نے اپنے عقیدے سے خلاف پاکر آیت وحدیث کو ہی ٹھکرادیا، اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد ہے، مرزائی کے لئے حجت نہیں، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ بیان لَيُوشِكَنَّ اَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ۔ قریب ہی ہے تم میں عیسیٰ بن مریم تشریف لاوینگے۔ یہ قول ابوہریرہ ہے؟ یا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یہ قول ابوہریرہ ہے؟ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایمان بالحدیث رکھنے والوں کے واسطے اور ایمان بالقرآن رکھنے والوں کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفیہ بیان کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف آوری کے متعلق سُنا تھا صحیح بیان فرمادیا، اور بعد ازاں ایمان بالحدیث رکھنے والوں کو فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا ثابت ہے۔ بلکہ اگر اس حدیث کی تائید قرآنی چاہتے ہو، تو صرف اتنے جملے سے تطبیق حدیث کی قرآنی آیت سے فرمائی، کہ (فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ) اے حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو! اگر تمہارا حدیث پر جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کو ثابت کررہی ہے، ایمان ہے تو اگر چاہو کہ قرآن کریم سے اس کا ثبوت بھی مطابق ہو، تو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ پڑھ لو، تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کی تائید قرآنی بھی تمہیں حاصل ہوجائے، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرزائی کے عقیدہ کا پاس نہیں کیا، اس لئے حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفیہ بیان کو روایت کرکے ملزم اجتہاد ہو گئے، معاذ اللہ، اور اس کی تائید میں آیت فرقانی کا مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھے ہوئے کو بیان فرمادیا اور اختیار دیدیا۔ فرمادیا فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ۔ اگر تم چاہو، تو اس حدیث کے مطابق پڑھ لو، اشارہ کردیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم لدنی جو کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکا تھا، اور آپ کو علم تھا، کہ ایک فرقہ مرزائیہ پنجاب میں پیدا ہوگا جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

کے معنی بگاڑینگے، اس لئے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماکر ساتھ ہی ایمانداروں کے لئے فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ بیان فرماکر حدیث شریف کی تائید قرآنی بھی فرمادی۔ حدیث کو بھی بیان فرمادیا اور آیت کا مطلب بھی سمجھادیا، کیوں نہ ہو، آخر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی حاصل تھی، آپ کے عطا کردہ علم کے عالم تھے، مرزائی عقیدہ وفات مسیح کے قدنی ڈھونگ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی،

اب مرزائی سوا اس کے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تطبیق پر تو انگشت نمائی نہ کرسکا کہ مرزائی بدظن ہو جائیں گے کیونکہ ایک طرف آیت قرآنی ہے اور ساتھ ہی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سرے سے ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی معاذ اللہ بے سمجھ کہہ دیا۔ اعاذنا اللہ منہم۔ یہ ثابت ہوگیا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی حدیث کو جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق قرآنی فرمائی ہے، وہ صحیح ہے، جس کا جواب مرزائی نہیں دے سکا، سوا اس کے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھکرادے، مرزائی وکیل کے ٹھکرانے سے ان کو نہیں ٹھکرایا گیا بلکہ ان کے بیان کردہ قرآن وحدیث کو ٹھکرایا گیا ہے۔ مسلمان خوب سمجھتا ہے۔

بھلا وکیل صاحب یہ تو فرمائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر مقرر فرمایا، اُن کو یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ مجتہد نہیں ہیں، کیوں ایسے شخص کو گورنر مقرر کرتا ہوں، جس کا اجتہادی توازن ہی درست نہیں، سنیئے،

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی وسیاسی طاقت

اصابہ ۷/۲۰۶

اِنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ اَبَاهُرَیْرَةَ عَلَی الْبَحْرَیْنِ فَقَدِمَ بِعَشْرَةِ آلَافٍ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِسْتَأْثَرْتَ بِهٰذِهِ الْاَمْوَالِ فَمِنْ اَیْنَ لَكَ قَالَ خَیْلٌ اَنْتَجَتْ وَاَعْطِیَةٌ تَتَابَعَتْ وَخَرَاجُ رَقِیْقٍ لِیْ فَنَظَرَ فَوَجَدَهَا كَمَا قَالَ ثُمَّ دَعَاهُ لِیَسْتَعْمِلَهٗ فَاَبٰی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین

پر گورنر مقرر فرمایا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار پیش کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ مال تو نے کہاں سے لیا ہے تو بھی ان مالوں کے ساتھ لبریز ہوگیا ہے۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑیوں نے بچے دئے۔ اور زائد مال بڑھ گیا۔ اور میرا اخراج بہت تھوڑا تھا حضرت عمر نے پڑتال کی تو حضرت ابوہریرہ رض کے مطابق ارشاد ثابت ہوا۔ پھر حضرت عمر رض نے حضرت ابوہریرہ کو ملازمت کے لئے بلایا۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔

کیوں جناب؟ یہ ہے حضرت ابوہریرہ رض کا اجتہاد اور سیاست جس کو حضرت عمر رض بھی تسلیم کر گئے۔

اصابہ ۷/۲۰۴

أسْأَلُكَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمِيْن. فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى فَقَالَ سَبَقَكُمْ بِهَا الْغُلَامُ الدَّوْسِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی، اے اللہ میں سوال کرتا ہوں ایسے علم کا جو بھولے نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین پھر ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی اُس علم کا سوال کرتے ہیں، جو بھولے نہیں، تو آپ نے فرمایا تم سے غلام دوسی سبقت لے گیا۔

آہ! اے اُمت مرزائیہ جس کے متعلق آقائے کونین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سَبَقَكُمْ بِهَا الْغُلَامُ الدَّوْسِيُّ کا نوید دیں کہ تمام صحابہ کرام سے ابوہریرہ رض علمی سبقت لے گیا، جو کسی اور کو عطا نہیں تو تم اُس کی علمی شان کا انکار کرو، تو تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عطیہ پر مرزائیت کو مقدم سمجھا ہے۔

اے امت مرزائیہ! تم مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھتے ہو، کہ ہم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فرمان کو بالاتر سمجھتے ہیں، اگر تمہارا دعوی یہ صحیح ہے تو اس مسئلہ حیات عیسٰی ابن مریم علیہما السلام اور ان کا آسمان سے دوبارہ تشریف لانے پر ایمان لے آؤ، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ٹھکرانے والوں کو ٹھکرا دو، اگر حوالہ مکمل دیکھنا ہو، تو مکمل پاکٹ بک احمدیہ نیا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۲ء کو دیکھو، ورنہ نفیر تو تمہارے اس دعوای کو مرزائیت میں شمار کرے گا۔

تفکّر و تدبّر!

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی طاقت)

اصابہ
۷
۲۰۶

كَانَ يُسَبِّحُ كُلَّ يَوْمٍ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ تَسْبِيْحَةً

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے،
کیوں جناب کوئی تو اپنی جماعت کا ایسا دکھاؤ، چلو اپنے کمیت
میں کوئی ایسا دکھا دو، وَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں مروان آیا، تو اس نے کہا شفاك الله نہیں اللہ شفا دے، تو ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّ لِقَاءَكَ فَاَحْبِبْ لِقَائِيْ فَمَا بَلَغَ مَرْوَانُ يَعْنِيْ وَاسْطَ السُّوْقِ حَتّٰى مَاتَ۔

اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں، تو میری ملاقات کو محبوب بنالے، مروان ابھی بازار کے درمیان نہیں پہنچا، کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وصال ہوگیا،

کیوں جی! اس کو کہتے ہیں مستجاب الدعوات، یہ نہیں کہ مرزا صاحب نے تمام عمر میں جو کہا ایک بھی پوری نہ ہوئی اور بعد میں تاویلات سے موعودہ امر کو سچا کرنے کی کوشش کی گئی، ورنہ کوئی مرزائی مرزا صاحب کی تمام عمر کی کسی بات کو سچ ثابت کردے تو ایک سچ کا ایک صد روپیہ انشاء اللہ انعام بطور گیارھویں پیش کیا جاویگا۔ اس کے حلق میں اُترے یا نہ، مرزا صاحب کی صداقت کا نمونہ آئندہ اسی کتاب میں انشاء اللہ مذکور ہوگا،

پھر مرزائی دوست نے اصول محدثین کا نام لیا اور کسی ایک کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں قرآنی آیات صریحہ موجود، احادیث صحیحہ موجود، انشاء اللہ العزیز عنقریب مذکور ہونگی، سینکڑوں اقوال آپ کے مؤید اور پھر حیات مسیح علیہ السلام کی آیات کا ہی صرف انکار نہیں کیا، بلکہ دوسرے مقام کی آیات سے بھی انکار کر دیا۔

پھر کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے قرآن مجید میں اور بھی اجتہادی غلطی ہے۔ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یہ حدیث بخاری شریف میں دو جگہ مذکور ہے۔

بخاری شریف ۱/۴۸۸ ۲/۶۵۲

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطٰنُ یَمَسُّهٗ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطٰنِ اِیَّاهُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کوئی بچہ نہیں پیدا ہوتا مگر اس کو شیطان چھیڑتا ہے، جب پیدا کیا جاتا ہے تو چیخ کر پکارتا ہے، شیطان کے چھیڑنے سے اس کو سوائے مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے، پھر فرماتے تھے ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ اور پڑھو تم اگر چاہو وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اس آیت کریمہ کو بھی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تطبیق دی ہے، خود وکیل صاحب کی سمجھ میں آیا نہیں، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ بے سمجھ قرار دے دیا، اب فقیر وکیل مرزائیت کو ثابت کرتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے جو تطبیق دی ہے وہ صحیح ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ کوئی ایسا بچہ نہیں جو پیدا کیا گیا ہو۔ تو معلوم ہوا، کہ بچے کو بعد از پیدائش شیطان چھیڑتا ہے تو بچہ چلاتا ہے۔ ہر صورت بعد از ولادت شیطان کا چھیڑنا اور اس کا چلانا ثابت ہوا، اور بعد از ولادت اسی وقت ہی والدہ مریم علیہا السلام نے مابہ الامتیاز تفریق سے تانیث کو ملاحظہ فرماتے ہی اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فرمادیا، جو فرمان الٰہی فَلَمَّا وَضَعَتْهَا سے ثابت ہے، کہ وضع حمل ہوتے ہی پہچان تانیث کرتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی سے اپنی فراست

بیان فرماتے ہوئے حکمت خداوندی کا اقرار فرماکر دعا فرمادی وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ شیطان کو چھیڑنے کا موقعہ ہی کب ملا، مریم علیہا السلام کی ولادت پر ہی تو دعا پڑھ دی، اور دعا کو اتنی وسعت دی، کہ ان کی اولاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مس شیطانی سے پناہ رحمانی سے سرفراز فرمایا، یہ ان کی کرم نوازی ہے، کہ ان کی اولاد کو بھی شیطانی مس سے نجات دلائی، ورنہ ہمیشہ دعا بروقت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ قرآن پڑھنے کے وقت بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھی جاتی ہے، جب قرآن شریف کھول کر جہاں سے شروع کرنا ہو، کھولا جائے، ایسے ہی بیت الخلا میں بایاں پاؤں پہلے داخل کرکے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد جب پردہ پھاڑ کر بچہ کو نکالا جاتا ہے۔ تب ہی تو شیطان چھیڑتا ہے اور مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے پردہ کو پھاڑتے ہی ـــــ اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ دیا، بس آپ کے پڑھنے کی ہی برکت سے حضرت مریم علیہا السلام پناہ خداوندی میں ہوئیں اور شیطان مس نہ کرسکا، بلکہ ہمیشہ کے واسطے مریم علیہا السلام اور ان کے لڑکے عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک بھٹکنے سے باز رہا۔ اور اگر بقول مرزائیہ مریم علیہا السلام کو مس شیطانی ہو چکا ہوتا، تو آپ کی والدہ ماجدہ کا بعد از مس شیطانی آعوذ پڑھنا کس کام کا، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جو ڈاکٹر بعد از مرگ مریض تریاق مرض لاکر میت کے منہ میں ڈالے، تو لوگ اس کو بیوقوف کہیں گے، ایسے ہی اگر میت کے ورثا ڈاکٹر یا حکیم کو بعد از مرگ میت کے منہ میں دوا ڈالنے کو کہیں اور کہیں کہ پیسے ہم نے دینے ہیں، تو دوا منہ میں ڈالدے تو حکیم ڈاکٹر ایسے لوگوں کو بیوقوف سمجھتا ہوا اُن سے متنفر ہو کر چلا جائیگا، اور باوجود ان کے قیمت دوا ادا کرنے کے وہ کبھی میت کے منہ میں دوا ڈالنے کی کوشش نہ کریگا، چنانچہ بعد از مس شیطانی کے مریم علیہا السلام کے لئے مریم علیہا السلام کی والدہ کے آعوذ پڑھنے کو مرزائی کہیں، تو ایسے قائلین کو عقل سے مستثنیٰ سمجھا جائیگا،

مرزائی صاحب یہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی تطبیق جو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث شریف مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا کو پڑھ کر قرآن کریم کی آیت کریمہ سے اس کی تائید فرمائی، تو تم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غلطی کا فتویٰ جڑ دیا اور اپنے اجتہاد کو تم نے مقدم سمجھا، اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فرمان الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ کیا جس کو خداوند کریم ہدایت والے ثابت کرے اور جن کے رُشد کو رب کریم سراہیں تم اُن کو بے رُشد کہو۔ ارے جو تمام مخلوق کے راشدین اور ارشد کے اپنے دست رحیمانہ سے راشدین بنائے گئے ہوئے ہوں اور ان کے راشدین ہونے کی سند ان کو رب العزۃ نے فرمادی ہو، تم ان کو معاذ اللہ بے رشد کہو اور تم خود بارشد کہلاؤ۔ خداوند تمام مسلمانوں کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ کے رشد کی ہدایت دے اور مرزائیات وَمَنْ تَبِعَهَا سے محفوظ رکھے۔ میں کہونگا کہ خداوند مسلمانوں کو مرزائی کی ہوا بھی نصیب نہ فرمادے تاکہ متعدی مرض کا اثر نہ ہو جائے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وامّتہ کا جواب تحت اسی آیت کے ملاحظہ ہو۔ ۳۵۹

"مرزائی"۔ کہل کے معنی مجمع البحار میں ۳۰ سے ۵۰ سال کی عمر کے ہیں، بقول تمہارے جب وہ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے تو تین سال انہوں نے کہل میں بھی کلام کرلیا، واپس لانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم تو احادیث صحیحہ کی بناپر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے، لہذا اُن کا کہل کی عمر میں بھی کلام کرنا ثابت ہوگیا۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب کو سُوجھتی اُلٹی ہی ہے، جس کتاب سے استدلال پیش کروگے، فقیر اسی کتاب سے انشاء اللہ العزیز جواب پیش کریگا، کیونکہ جیسا کہ دائی کا کام ہے کہ کسی سایہ دار درخت کو سلامت نہ رہنے دینا، بلکہ تمام شاخیں اور ٹہنیاں کاٹ کر بوڑ کو سر کرانا اور صاحب درخت کے نقصان کا اُسے کوئی خیال نہیں ہوتا، سو یہی اصول مرزائیہ کا ہے، آیت ہو یا حدیث یا کوئی قول بزرگ تم نے اس کو کانٹ چھانٹ کرکے اپنے فریق کو راضی کرلینا، ایمان رہے یا نہ۔ تم نے تو محض بات کہدی، فقیر پورا حوالہ پیش کرتا ہے۔

بیان فرماتے ہوئے حکمت خداوندی کا اقرار فرماکر دعا فرمادی وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ شیطان کو چھیڑنے کا موقعہ ہی کب ملا، مریم علیہا السلام کی ولادت پر ہی تو دعا پڑھ دی، اور دعا کو اتنی وسعت دی، کہ ان کی اولاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مس شیطانی سے پناہ رحمانی سے سرفراز فرمایا، یہ ان کی کرم نوازی ہے، کہ ان کی اولاد کو بھی شیطانی مس سے نجات دلائی، ورنہ ہمیشہ دعا بروقت ہؤا کرتی ہے، جیساکہ قرآن پڑھنے کے وقت بھی اَعُوْذُ بِاللہِ پڑھی جاتی ہے، جب قرآن شریف کھول کر جہاں سے شروع کرنا ہو، کھولا جائے، ایسے ہی بیت الخلا میں بایاں پاؤں پہلے داخل کرکے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھا جاتا ہے۔

ایسے ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد جب پردہ پھاڑ کر بچّہ کو نکالا جاتا ہے، تب ہی تو شیطان چھیڑتا ہے اور مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے پردہ کو پھاڑتے ہی ــــــ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ دیا، بس آپ کے پڑھنے کی ہی برکت سے حضرت مریم علیہا السلام پناہِ خداوندی میں ہوئیں اور شیطان مس نہ کرسکا، بلکہ ہمیشہ کے واسطے مریم علیہا السلام اور ان کے لڑکے عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک بھٹکنے سے باز رہا، اور اگر بقول مرزائیہ مریم علیہا السلام کو مس شیطانی ہو چکا ہوتا، تو آپ کی والدہ ماجدہ کا بعد از مس شیطانی اعوذ پڑھنا کس کام کا، اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ جو ڈاکٹر بعد از مرگ مریض تریاق مرض لاکر میّت کے منہ میں ڈالے، تو لوگ اس کو بیوقوف کہیں گے، ایسے ہی اگر میّت کے ورثا ڈاکٹر یا حکیم کو بعد از مرگ میّت کے منہ میں دوا ڈالنے کو کہیں اور کہیں کہ پیسے ہم نے دینے ہیں، تو دوا منہ میں ڈالدے تو حکیم ڈاکٹر ایسے لوگوں کو بیوقوف سمجھتا ہؤا اُن سے متنفر ہوکر چلا جائیگا، اور باوجود ان کے قیمت دوا ادا کرنے کے وہ کبھی میّت کے منہ میں دوا ڈالنے کی کوشش نہ کریگا، چنانچہ بعد از مس شیطانی کے مریم علیہا السلام کے لیۓ مریم علیہا السلام کی والدہ کے اعوذ پڑھنے کو مرزائی کہیں، تو ایسے قائلین کو عقل سے مستثنیٰ سمجھا جائیگا۔

تیسرا جواب یہ ہے، کہ خداوندکریم کی حکمت کاملہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بجسدہٖ چڑھا چکی اور اس کی تدبیر بے نیازی کا ان کو قرب قیامت آسمان سے اُترنے کا حکم جاری کر چکی تو تم کون خداوند علیم وحکیم سے بڑے مدبر ظاہر ہوئے ہو، جو اس کی حکمت کاملہ کو فضول کہہ رہے ہو، میرے خیال میں خدائی حکمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرب قیامت آسمان سے اُترنے کو فضول کہنے والوں کا دماغ ہی ان کے اپنے آقا کی سنّت پر محمول سمجھنا چاہیئے، یہ تمہاری مکمل پاکٹ بک احمدیہ کا لفظ بہ لفظ جواب ہے۔ جس پر تمہیں ناز ہے۔ اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ حق پر کون ہے؟ اور باطل پر کون؟۔ تم نے کسی کی قبر میں نہیں جانا اور نہ کسی نے کسی کا مجیب ہی بننا ہے۔

اور پھر رقم طراز ہیں، کہ ہم تو حدیث پر عامل بنکر عیسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰ سال کی عمر گذار کر فوت ہو چکنے کے قائل ہیں، سُبحان اللہ کیوں نہ کہو، اگر اتنی ملمع سازی نہ کرو، تو سرکاری عدالتوں میں جھوٹی حلفیں اُٹھا کر مقدمے کیسے جیتو، چونکہ یہ پیشہ تمہارا نادیدی ہے، اس لئے ہم تمہیں ایسی باتوں میں معذور گردانیں گے، بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ حدیث کہ ۱۲۰ سال کی عمر گذار کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ہے کہاں؟ ایسی منقطع باتیں فقیر کے سامنے پیش کرتے ہو، اس کی تحقیق عنقریب احادیث کے بیان میں انشاء اللہ مذکور ہوگی، ۳۳ سال کی صحیح اور مرفوع حدیثوں کو پس پشت ڈالنا یہ مرزائیت کا ہی حوصلہ ہے جو محمل ہے، مسلمان یہ گوارہ نہیں کرسکتا۔

"مرزائی"۔ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ پڑھ کر تم جو کہتے ہو، کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی مرہم لگائی گئی یہ غلط ہے، کیونکہ کف عن کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔ کیا جنگوں کے موقعہ پر کبھی کوئی مسلمان زخمی یا شہید نہیں ہوتا تھا، پس درحقیقت کف ید سے مراد حقیقی فتح سے کفار کو روکنا مراد ہے، یعنی کہ کافر مسلمانوں پر فتح نہیں پاسکتے۔ صفحہ ۳۶

مجمع البحار ۳ / ۲۳۶

اَلْكَهْلُ مِنَ الرِّجَالِ مَنْ زَادَ عَلٰى ثَلٰثِيْنَ سَنَةً اِلَى الْاَرْبَعِيْنَ وَقِيْلَ مِنْ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِيْنَ اِلَى الْخَمْسِيْنَ کہل آدمیوں سے وہ شخص ہے جو تیس سال سے زائد ہو چالیس سال تک، اور بعض نے کہا ہے کہ تینتیس سال سے پچاس تک۔ اور آگے ایک اسی مقام پر عبارت ہے جس میں وکیل صاحب نے طفرہ سے کام لیا۔

اِذَا اُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ فِیْ صُوْرَةِ ابْنِ ثَلَاثٍ وَثَلٰثِيْنَ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تینتیس برس کے لڑکے کی عمر میں ہونگے،

کیوں جناب! یہ ہے تمہارا پیش کردہ مجمع البحار کا حوالہ، جس میں تم نے چھانٹ سے کام لیا، اگر صاحب مجمع البحار محمد طاہر صاحب نے تیس ۳۰ سال سے چالیس ۴۰ سال تک معنی کہولت کے بیان کئے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی تو بیان فرمایا، کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو جس شکل وعمر میں تشریف لے گئے تھے، آسمان سے اسی تینتیس ۳۳ سال کی عمر وشکل میں زمین پر تشریف لائیں گے۔ باقی رہا تمہارا اعتراض کہ کہولت کا زمانہ ۳۰ سال سے ۴۰ سال تک تو تمہارے نزدیک ہے، تو تین سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گذار لئے، لہذا کہلاً کا زمانہ بھی عیسیٰ علیہ السلام گذار چکے ہیں، اب اُن کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلی بات تو تمہاری تحریر سے یہ ثابت ہوئی کہ تم مرزائی آیت قرآنی کہلاً کے منکر ہو، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے۔ کہ کہل کا عطف ہے مہد پر، اگر مہد کے زمانہ میں الی اٰخرہٖ عیسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمائی ہے۔ تو کہل کے زمانہ میں بھی جبتک پورا الی اٰخرہٖ کلام نہ فرمالیں گے عطف درست نہ ہوگا، جو اہل علم وایمان کے واسطے واضح امر ہے، کہ عطف ومعطوف کا حکم یکساں ہوتا ہے،

دوسرا جواب۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام نے کہل کا کچھ زمانہ ہی گذارنا تھا، تو اللہ تعالیٰ نکرہ پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ مقید کر کے معرفہ بنا دیتے، تاکہ خصوصیت بعضی کا استعمال نکرے کے عموم کو توڑ دیتا ہے اور تمہیں مفید رہتا، اب محض کہلاً کو مطلق بیان کرنے سے تمہارا مقید کرنا یہ تمہاری کم علمی کا ثبوت ہے۔

تَطْهِيْرًا فرمایا ہے، اور اہل بیت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ہیں، کیا ان کی بھی تطہیر ہوئی؟ تو ان کو یزیدیوں کے ہاتھوں جسمانی طور پر کوئی گزند نہیں پہنچا، قرآن پاک کو تم لوگ کیا سمجھتے ہو، معلوم ہوا، کہ تطہیر کے معنی جسمانی طور پر لینا خلاف اسلوب قرآن ہے۔

"محمد عمر"۔ واہ سبحان اللہ! خداوند اگر عقل دے تو مرزائی نہ بنائے۔ کیونکہ ما بقیت بھی کافور ہو جاتی ہے، تطہیر سے تطہیر کو تو چسپاں کر دیا، لیکن میرے یار نے یہ نہ سوچا، کہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا میں تطہیر عیسوی کا صلہ کفار ہیں یعنی کفار سے پاک کرنا بالکلیہ مقصود ہے۔ اور اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ میں تطہیر کا صلہ رجس ہے، یعنی اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے رجس سے پاک کرنے کا بالکلیہ وعدہ فرمایا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں کی زکوٰۃ کو منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پلیدی سے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بالکلیہ پاک رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اب تم بتاؤ کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اللہ تعالیٰ نے کونسی پلیدی کو دور نہیں فرمایا، امام حسین علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا لیکن وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا کے فرمان کے مطابق بیعت فاسق کی پلیدی کو بھی گوارہ نہیں فرمایا، جیسا کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے وعدے کے مطابق اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پلیدی سے بالکلیہ محفوظ رکھ کر آیت تطہیر کی تکذیب نہ ہونے دی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار سے تطہیر کا وعدہ فرمایا اور پورا کیا، اور بالکلیہ روح بمعہ جسم کفار سے پاک رکھا، اور ان کے قبضے میں نہ جانے دیا۔ تو جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو روح بمعہ جسم آسمان پر لیجانیکا قائل نہ ہو، وہ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا کا منکر ہے اور مکذب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سچا رہا اور اللہ تعالیٰ نے بفرمانِ خود عیسیٰ علیہ السلام کو روح بمع جسم آسمان پر اٹھا کر کفار سے پوری تطہیر فرمائی۔ خداوند سچا، اس کی کلام سچی وہی غالب اور غالب

وکلا کا کام دراصل کتاب تیار کرنا ہوتا ہے۔ مقصد واقعہ کے مطابق ہو یا نہ؟ مقدمہ جیتے یا نہ؟ موکل کہدے کہ میرا وکیل خوب بولتا تھا، پیسے کھرے ہوگئے۔

"محمد عمر"۔ یہاں بھی وکیل صاحب نے کسی موقعہ کی بات کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ اس آیت کریمہ میں جس وقت کے احسان کو اللہ تعالیٰ نے جتایا ہے۔ وہ واقعہ بطن نخلہ کا ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہاں جماعت کرا رہے تھے، تو بنو ثعلبہ اور بنو محاربہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تمام کو قتل کا ارادہ کر لیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس احسان کو یاد دلا رہے ہیں۔ اسوقت کوئی واقعہ قتل یا کوئی زخمی ہوا ہے، قسم ہے تمہیں بابائے قادیان کی مسیح بنانا، اگر نہیں تو ثابت ہوا، کہ تمہارے معنی محض نیچ کرنا مطلب خداوندی کو بدلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر یہ احسان جتایا ہے اس وقت کفار کے ہاتھوں کو ایسا روکا کہ قتل تو بجائے خود کوئی مسلمان زخمی بھی نہ ہونے دیا، جب كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ کے معنی واضح ہو گئے تو ایسے ہی حضرت عیسیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھوں سے ایسا بچایا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر کسی کو جرأت نہ ہوئی، کہ دست اندازی کر سکے، مار پیٹ تو کجا ان کے قبضہ میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہونے دیا، بلکہ زندہ بجسدہ آسمان پر اٹھا لیا، اگر اس پر صحیح اعتقاد نہ رکھا جائے۔ بلکہ تمہاری طرح عیسیٰ علیہ السلام پر زخموں اور ضرب شدیدہ کے قائل ہو جائیں، تو اِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ آیت کریمہ کی تکذیب لازم آئیگی، اگر خدا کی سچی کتاب پر ایمان ہے، تو آؤ اور حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے قائل ہو جاؤ۔ تاکہ اس آیت پر بھی تمہارا ایمان ثابت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کا انکار کر کے مرہم مرزائیہ کے قائل نہ ہو جاؤ۔

"مرزائی"۔ تم نے جو وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے یہ سمجھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خداوند نے اس آیت میں کفار سے پاک کرنے کا وعدہ کیا اور کامل طور پہ یہودیوں کے ہاتھوں سے بچاؤ نگا، کا وعدہ کیا، تو اس سے حیات مسیح اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر بجسدہ جانا ثابت ہوتا ہے یہ غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی شان میں وَيُطَهِّرَكُمْ

کے بعد بھی ان کے بندہ ہونے سے کریگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کریگا، تو اللہ تعالے قیامت کے دن اسب کو اپنی طرف اکٹھا کریگا یعنی حساب لیگا جو آیت کے دوسرے جملے وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا سے واضح ہے، کہ اے فرقہ یہود، جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے اترینگے اور اپنی عبودیت کا اقرار کرینگے تو تم ان کی عبودیت کا انکار نہ کرنا ورنہ دنیا میں تو وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے عیسیٰ علیہ السلام ان کو درست کر لینگے اور منکرین عبودیت کو تہ تیغ کرینگے اور آگے فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا فرمایا، کہ قیامت کو میں تمام مثلثین کو جمع کر کے بدلہ لونگا، تو دوسرے جملے وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُسْتَنْکِفِیْن عبودیت مُسْتَنْکِفِیْن کو ان کی آمد ثانی دنیاوی کے موقعہ سے دنیا میں ہی قبل از وقت ڈانٹ کر عیسیٰ علیہ السلام کے استنکاف اول کو بھی دنیاوی ثابت کر دیا، تاکہ استنکاف قرب قیامت بوقت نزول من السماء کو ئی مریض استنکاف اخروی نہ سمجھ بیٹھے، جس کی تکذیب مرزائی کر رہا ہے اور نفی تاکید بلن جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ استقبال میں زندگی بسر کرنا صاف صاف عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت سے زمانہ مستقبل میں نہ انکار کرنے کا ثبوت دے رہا ہے، چونکہ اس جملہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لانے کے بعد کے عمل زندگی کو بیان کر دیا ہے، اب مرزائی کو ترجمہ قرآنی بدلنے کی جب کوئی گنجائش نہ ملی تو دوسرے مقام کی آیت جس کا اس آیت سے کوئی تعلق ہی نہیں، جو قیامت کے متعلق چسپاں کر دی، کہا چونکہ وہ بیان قیامت کے روز کا ہے، لہٰذا یہ بھی قیامت کے روز کا ہی ہے، لیکن یہ نہ سوچا، کہ اہل علم جب آیت کے آخری جملے فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا جزا کو دنیا کے متعلق دیکھ لیگا تو شرط اور متعلقہ شرط کی عبارت ضرور زمانہ استقبال دنیا کا ہی سمجھے گا، تو مرزائی کی علمیت پر مضحکہ اڑائیگا اور اس آیت کا ماقبل بھی لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ نے دنیا کی ملکیت یکتائی ثابت کر کے یہود کو توحید کا سبق سکھایا ہے اور جو دنیا میں ہی لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ کا حکم جاری فرما کر اِنْتَهُوْا سے تثلیثی عقیدہ سے یہود کو منع فرمایا اور پھر لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ سے دلیل پیش کی، کہ تم تثلیث

رہینگے، مغزی سب مٹ جائیں گے۔

"مرزائی"۔ آیت قرآنی لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ میں بے شک حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کا عبد ہونے سے نہ کبھی پہلے انکار کیا اور نہ کبھی خدا کی عبادت کرنے اور کرانے سے قیامت کے دن منکر ہونگے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط تو مسیح اس کے جواب میں کہینگے مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ غرضیکہ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ والی آیت میں جس عدم انکار از عبادت کا ذکر ہے وہ قیامت کے دن ہوگا۔ جیساکہ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود اس کا ذکر بالتفصیل کر دیا۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب نے استدلال خوب بنایا ہے، مطابق ہو یا نہ ہو، اس سے کیا غرض، آیت کا انکار غرض وکالت ہے۔ آیت قرآنیہ سے جو صحیح سمجھ کر اس پر ایمان لانا مرزائیہ کی غرض نہیں، آپ فرماتے ہیں کہ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ کا معنون قیامت کو ہوگا نہ کہ قرب وقبل قیامت، جیساکہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ میں یوم قیامت مراد ہے۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ آیت کریمہ کے دو جملے ہیں، سنیئے۔

نساء ۶/۲۲ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ اور دوسرا جملہ ہے وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو بوقت انزال آیت علم تھا کہ مرزائیہ نے اس کو قیامت پر محمول سمجھنا ہے، اس واسطے اس نے ساتھ ہی دوسرا جملہ دنیا کا سنا دیا، تاکہ پہلے جملے میں کوئی صرف قیامت پر ہی محمول نہ کرلے فرمایا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ، ہرگز نہ انکار کرینگے مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے ہونے سے اور نہ مقرب فرشتے۔ یعنی قرب قیامت جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترینگے تو غلیشیوں کے مقابلہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرینگے انکار نہ کرینگے اور ساتھ ہی خلاف کرنے۔ الٰہ یعنی تینوں کے مجموعے کو خدا ماننے والوں کو ڈانٹ دیا کہ جو شخص اس کے آسمان سے اترنے

"محمد عمر- حدیث شریف اذا نزل فیکم ابن مریم میں نزل مجرد از باب ضرب یضرب ہے، جس کے معنی اترنے کے ہیں، تم نے ایک مثال بھی اس باب سے پیش نہیں کی، اس لئے تمہارا یہ نقض وارد نہیں ہو سکتا، اس متنازعہ باب کے علاوہ تمہاری پیش کردہ چار آیتوں میں انزال باب افعال ہے اور پانچویں آیت میں تنزیل باب تفعیل ہے، لہٰذا تمہاری پیش کردہ آیات حجت نہ ہو سکیں، اور تم خود بھی اقرار کر چکے ہو کہ نہیں نزل میں مغالطہ لگا اور نزل کی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے، لہٰذا نہیں نزل میں مغالطہ نہیں لگا تم مرزائیت کے کنوئیں میں گر کر اس نزل والی حدیث صحیح کو چھوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر بن گئے ہو،

اب تمہارے پیش کردہ مصدر پر سوالات کا نمبروار جواب عرض کر دوں۔

جواب (۱) - قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم

انزال کا ذکر مفعول اول یعنی قرآن کریم ہے، جس کا انزال آسمان سے ہوا جس کا انکار مرزائی نہیں کر سکتا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا انزال از سماوات معراج جسمانی سے مرزائی کو جواب دے رہا ہے۔ اور آپ کا روح بھی حتی اعلیٰ علیین میں تھا۔ جو مرکز مخلوق میں تشریف لا کر جلوہ افروز ہوئے، رسل کے ارواح چونکہ اعلیٰ علیین سے حتماً تشریف فرما ہوتے ہیں، اس لئے ان پر لفظ انزال مستعمل ہوتا ہے۔

جواب (۲) وانزل لکم من الانعام ثمنیۃ ازواج۔ اور اتارے اس نے تمہارے لئے چار پایوں سے آٹھ نسیں۔

مرزائیہ کا اصول ہے۔ خداوند کے کلام کو الٹ پلٹ کرنا۔ فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ کیا تمہارا مرزائیہ کا خداوند کے کلام پر یقین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر تم مرزائیوں پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ تمہارا یہ مذہبی شعار ہے، اور اگر ہے تو خداوند پر یقین کر لو کہ واقعی اس نے آٹھ ازواج ضرور نازل فرمائے ہیں، تب ہی تو آیت نازل ہوئی ورنہ معاذ اللہ کذب باری لازم آئیگا اب متقدمین سے مشورہ لیں۔ کہ کیا ان کو بھی یہی کچھ آئی اور ان کا بھی خداوند کریم پر ایسے ہی ایمان تھا یا:؟

کے قائل نہ رہو، کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو وہ بھی اپنی عبودیت سے انکار نہ کریں گے، تو اس آیت کریمہ لَن یَّسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ کو رب العزۃ نے بیان فرما کر تثلیثیوں کو شرمندہ فرمایا ہے کہ تم ان کو خدا سمجھتے ہو لیکن جب وہ قرب قیامت تشریف لا دینگے تو وہ بھی اپنی عبودیت کا اقرار کرینگے، تو تمہارے پلے کیا رہے گا، لہٰذا تم ابھی ابھی درست ہو جاؤ، فرمایا فَاسْتَعْوا باز آجاؤ، وکیل صاحب میں بھی تمہیں یہی مشورہ دونگا کہ یہ حکم تمہیں بھی ڈرا رہا ہے کہ فَلَسْتَعْوا تم بھی آیات قرآنی کی غلط بیانی سے رُک جاؤ، نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زد میں تم بھی نہ آجاؤ، میں تمہیں دوستانہ مشورہ پیش کر رہا ہوں،

حل سوالات مرزائیہ براحادیث صحیحہ

"مرزائی" - حدیث کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ میں مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ تو آیا نہیں، ہاں دو لفظ ہیں، جن سے ہمارے دوستوں کو مغالطہ لگا ہے، ایک نَزَلَ اور ایک ابن مریم نزول کے معنی آسمان سے اُترنا نہیں، دیکھو قرآن میں

(۱)۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ (طلاق ع ۲)۔
کیا آپ آسمان سے آئے تھے۔

(۲)۔ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ

(۳)۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ۔ اور ہم نے لوہا نازل فرمایا،

(۴)۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

(۵)۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا۔ (اعراف ع ۳)۔
ہم نے لباس نازل فرمایا۔

خزانے موجود ہیں، کیونکہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہر شے ہے، اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ہ جب کسی چیز کا اللہ ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو فرما دیتے ہیں کُنْ یعنی ہوجا تو ہوجاتی ہے، اور دوسرا جواب وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۔ دنیا کی ہر شئی کی حیات پانی پر موقوف ہے، اور وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کے فرمان سے پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے تو ہر شئے کا اصل سماء ثابت ہؤا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمان خداوند کی کلام پر بلا دلیل ایمان رکھتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز آسمان سے نازل فرماتے ہیں اور ہر چیز کا اصل آسمانوں میں ہے،

"مرزائی" ۔ تم نے یہ کتنی بری بات کہدی، کہ ہر چیز کا اصل آسمان میں ہے کیا کفر کا اصل بھی آسمانوں میں ہے ۔

"محمد عمر" ۔ ہاں واقعی کفر کا معنون اصل ابلیس ہی ہے اور وہ آسمانوں کا باشندہ تھا، بعد میں آسمان سے اُتارا گیا، ایمان کا اصل بھی آسمان ہے جو بعد از سوال انشاء اللہ عرض کردونگا۔

جب پکا ہؤا کھانا آسمان سے اُتر سکتا ہے تو اس سے اور زیادہ اشکال آسمان سے اترنے میں کونسا ہوگا، اگر یہ اشکال نہیں رہا تو کیا ہر شئی کا آسمان سے اترنا ممکن ہے۔

جواب (۵) ۔ واقعی لباس بھی آسمان سے نازل ہؤا، جب جنت میں شیطان نے حضرت آدم کو دھو کا دیا، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

طٰهٰ ۔ ۱۶/۷ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۔

تو آدم علیہ السلام جنت سے اس حالت میں اتارے گئے کہ بعض انجیر کے پتے آپ کے ستر کو ڈھانپتے تھے، اور ساتھ ہی جنت سے کچھ میوہ جات وغیرہم کے بیج اور جنت کے پتے بھی رب العزۃ نے دے دیئے، جو آدم علیہ السلام نے ہند میں آکر بو دیئے، جس کا حوالہ اصل موجود ہے۔

تفسیر خازن ۶/۵۶	اِنَّ اُصُوْلَ هٰذِهِ الْاَصْنَافِ خُلِقَتْ فِی الْجَنَّةِ ثُمَّ اُنْزِلَتْ اِلَی الْاَرْضِ۔

بے شک ان اقسام کی نسلیں جنت میں پیدا کی گئیں، پھر زمین کی طرف اتاری گئیں،

تفسیر کبیر ۷/۲۳۳	اِنَّهٗ تَعَالٰی خَلَقَهَا فِی الْجَنَّةِ ثُمَّ اَنْزَلَهَا اِلَی الْاَرْضِ وَقَوْلُهٗ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ اَذْکَرٌ وَّ اُنْثٰی مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالضَّاْنِ وَالْمَعْزِ وَالزَّوْجُ اِسْمٌ لِکُلِّ وَاحِدٍ مَعَهٗ اٰخَرُ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ اقسام کو جنت میں پیدا فرمایا، پھر ان کو زمین کی طرف نازل فرمایا، اور اللہ کا فرمان ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ خواہ مذکر ہو یا مؤنث اونٹ اور گائے اور بھیڑ اور بکری سے اور زوج ہر ایک پر استعمال ہوتا ہے جس کا ساتھی جوڑا ہو،

جواب (۳)۔ تمہارا استدلال وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ اور ہم نے لوہے کو اتارا تو واقعی اللہ تعالیٰ نے لوہے کو آسمان سے نازل فرمایا۔

طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۱۲ تاریخ طبری ۱/۸۵	ثُمَّ اُنْزِلَ عَلَیْهِ بَعْدُ الْعَلَاةُ وَالْمِطْرَقَةُ وَالْکَلْبَتَانِ پھر آدم علیہ السلام پر آسمان سے لوہے کے تین اوزار آتارے گئے، آہرن اور ہتھوڑا اور سنی، حق تو یہ تھا، کہ تم خداوندی کلام پر بلا عذر ایمان لے آتے۔ تمہارا دماغ تسلیم کرتا یا نہ، لیکن تمہارا دماغ مرزائی ہونکہ قرآن سے منحرف ہے، اس لئے تمہیں،

قرآن پر ایمان لانے سے مانع ہے۔ اب تو حدیث شریف سے جو جو ہتھیار آسمان سے نازل ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہو گئے، اب قرآن اور حدیث سے لوہے کا آسمان سے اترنا ثابت ہو گیا، اب بھی تم اگر اِنْزَالٌ مِنَ السَّمَاءِ تسلیم نہ کرو تو تمہیں مرزائیت کی مار ہو، اس سے زیادہ یہ کہوں گا کہ خداوند تمہیں ہدایت دے۔

جواب (۴)۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

مسلمانوں کا تو واقعی اس آیت کریمہ پر ایمان صحیح ہے کہ اللہ کے پاس ہر شے کے

درخت اور دیواروں کو خوشبودار بنا دیا۔

تاریخ طبری 1/۸۶ — اِنَّ مِنَ الثِّمَارِ الَّتِیْ زَوَّدَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ اُھْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ ثَلَاثِیْنَ نَوْعًا عَشَرَۃٌ مِنْھَا فِی الْقُشُوْرِ وَعَشَرَۃٌ لَھَا نَوًی وَعَشَرَۃٌ لَا قُشُوْرَ لَھَا وَلَا نَوًی۔

بے شک بعض پھلوں سے جو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنے کے وقت زادِ راہ عطا فرمائے وہ تیس۳۰ قسمیں ہیں۔ دس۱۰ اُن میں سے چھلکوں والے اور دس۱۰ اُن میں گٹھلیوں والے اور دس۱۰ ایسے کہ جن میں نہ گٹھلی نہ چھلکا، تو کپاس بھی ان پھلوں سے ہے، جنکے باہر چھلکا ہے، لہذا لباس کا بھی اُتارا جانا آسمان سے ثابت ہؤا، تو یہ ہے۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا کا مفصل جواب، اور اگر کسی جواب کو بھی تسلیم نہ کرو، تو جو لباس پتوں کا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے، اُن کے نزول کا تو تم کسی طرح بھی انکار نہیں کرسکتے، ہاں البتہ مرزائیت مانع ہو تو ممکن ہے۔

یہ تو ہے تمہاری پیش کردہ پانچ استدلات کا جواب۔ اب نَزَلَ میں جو تم نے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم سے تو قیامت تک پیش نہیں کرسکتے، البتہ فقیر پیش کرتا ہے۔ بلکہ اس کے ہر باب کی مثال قرآن کریم سے سنیئے:۔

(نَزَلَ از قرآن شریف)

(۱)۔ بنی اسرائیل ۱۵/۱۱	وَبِالْحَقِّ نَزَلَ
(۲)۔ شعراء ۱۹/۱۱	نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ
(۳)۔ عنکبوت ۲۱/۶	وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
(۴)۔ حدید ۲۷/۲	وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

البدایہ والنہایہ ۱/۸۰
تاریخ طبری ۱/۸۵

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ وَنَزَلَ مَعَهُ بِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَبِقَبْضَةٍ مِّنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ نَبَثَهُ فِي الْهِنْدِ فَنَبَتَتْ شَجَرُ الطِّيْبِ هُنَالِكَ.

آدم علیہ السلام ہند میں اُترے اور آپ کے ساتھ حجرِ اسود بھی اُتارا گیا اور ایک مشت جنت کے پتوں کی، تو آدم علیہ السلام نے اُن کو ہند میں بکھیر دیا تو اس جگہ خوشبودار درخت اُگے۔

البدایہ والنہایہ ۱/۸۰
مستدرک ۲/۵۴۴

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حِيْنَ اَهْبَطَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَى الْاَرْضِ عَلَّمَهُ صَنْعَةَ كُلِّ شَيْءٍ وَّزَوَّدَهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ.

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین کی طرف اُتارا تو آپ کو ہر شے کی صنعت سکھائی، اور جنت کے فروٹ کا زادِ راہ عطا فرمایا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا، کہ ہر شے کی صنعت بھی سکھائی، چونکہ کپاس وغیرہ کا نزول بھی آسمان سے ہوا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے جنت کے ہونے پر اس کو کپڑے کی شکل میں تیار کرکے پہنا، تو اللہ تعالیٰ نے اس احسان کو جتایا کہ تمہارے لئے میں نے لباس آسمان سے اُتارا۔ اگر کپاس وغیرہ کا بیج آسمان سے نازل نہ ہوتا، تو ہم آج لباس سے محروم رہتے۔ چونکہ لباس کا اصل جنت سے ہے، اس واسطے قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا فرمایا۔

طبقات ابن سعد ۱/۱۰

فَاُهْبِطَ آدَمُ عَلٰى جَبَلٍ بِالْهِنْدِ يُقَالُ لَهٗ نَوْذُ وَاُهْبِطَتْ حَوَّاءُ بِجُدَّةٍ فَنَزَلَ آدَمُ مَعَهٗ رِيْحُ الْجَنَّةِ فَعَلِقَ بِشَجَرِهَا وَاَوْدِيَتِهَا

آدم علیہ السلام ہند کے جبل نو ذ پر اُتارے گئے اور حوا علیہا السلام جدہ میں اُتاری گئیں۔ تو آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت کی خوشبو اتری تو اس نے ہند کے

(نُزِّلَ)

(۱۸)۔ انعام	۷/۴	وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
(۱۹)۔ حجر	۱۴/۱	وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ
(۲۰)۔ فرقان	۱۹/۳	وَنُزِّلَ الْمَلٰۤئِكَةُ تَنْزِيْلًا
(۲۱)۔ زخرف	۲۵/۳	وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ
(۲۲)۔ محمدؐ	۲۶/۱	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(نُزِّلَتْ)

(۲۳)۔ محمدؐ	۲۶/۳	لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ

(نَزَّلَهٗ)

(۲۴)۔ بقرہ	۱/۱۲	فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللهِ
(۲۵)۔ نحل	۱۴/۴	قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ

(يُنَزِّلُ)

(۲۶)۔ بقرہ	۱/۱۱	بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۤءُ
(۲۷)۔ اٰل عمران	۴/۱۶	بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

(ینزل)

سورۃ	حوالہ	آیت
(۵)۔ سباء	٢٢/١	وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ
(۶)۔ حدید	٢٧/٢	وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

(نزّل)

سورۃ	حوالہ	آیت
(۷)۔ بقرہ	٢/٢١	ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
(۸) اٰل عمران	٣/١	نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
(۹)۔ نساء	٥/٢٠	وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
(۱۰)۔ اعراف	٩/٨	مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ
(۱۱)۔ اعراف	٩/٢٤	إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ
(۱۲)۔ فرقان	١٨/١	تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ
(۱۳)۔ عنکبوت	٢١/٦	وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
(۱۴)۔ زمر	٢٣/٣	اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ
(۱۵) زخرف	٢٥/١	وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ
(۱۶)۔ محمدؐ	٢٦/٣	ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ
(۱۷)۔ ملک	٢٩/١	قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

(۴۳) روم	۲۱/۵	وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ

(نَزَّلْنَا)

(۴۴) بقرہ	۱/۳	وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔
(۴۵) نساء	۵/۷	اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔
(۴۶) انعام	۷/۱	وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ۔
(۴۷) انعام	۸/۱	وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
(۴۸) حجر	۱۴/۱	اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
(۴۹) نحل	۱۴/۱۲	وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
(۵۰) بنی اسرائیل	۱۵/۱۱	لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔
(۵۱) بنی اسرائیل	۱۵/۱۲	وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔
(۵۲) طٰہٰ	۱۶/۴	وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔
(۵۳) شعراء	۱۹/۱۱	وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ۔
(۵۴) ق	۲۶/۱	وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا۔
(۵۵) دھر	۲۹/۲	اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا

(۵۶) بقرہ	۱/۱۱	اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

(۲۸)۔ مائدہ	۷/۱۵	هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ
(۲۹)۔ انعام	۷/۱۴	قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً
(۳۰)۔ انعام	۷/۹	أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا۔
(۳۱)۔ اعراف	۸/۴	وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا۔
(۳۲)۔ انفال	۹/۲	وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
(۳۳)۔ نحل	۱۴/۱	يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ۔
(۳۴)۔ نحل	۱۴/۱۴	وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ
(۳۵)۔ حج	۱۷/۹	وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا
(۳۶)۔ نور	۱۸/۶	وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ
(۳۸)۔ لقمان	۲۱/۴	وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
(۳۹)۔ مومن	۲۴/۲	وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا۔
(۴۰)۔ شوریٰ	۲۵/۳	وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ۔

(يُنَزَّلُ)

(۴۱)۔ بقرہ	۱/۱۳	مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ۔
(۴۲)۔ مائدہ	۷/۱۴	وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ۔

(۷۴) انعام	۷/۱۴	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ
(۷۵) انعام	۷/۱۷	اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ۔
(۷۶) "	۷/۱۸	وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔
(۷۷) "	۸/۱۴	وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا۔
(۷۸) توبہ	۱۰/۴	ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔
(۷۹) توبہ	۱۰/۶	فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔
(۸۰) توبہ	۱۱/۱۲	وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ۔
(۸۱) یونس	۱۱/۹	قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ۔
(۸۲) یوسف	۱۲/۵	مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ۔
(۸۳) رعد	۱۳/۲	اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔
(۸۴) ابراہیم	۱۳/۵	وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔
(۸۵) نحل	۱۴/۲	وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔
(۸۶) نحل	۱۴/۳	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔
(۸۷) نحل	۱۴/۴	وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ۔

سورۃ	پارہ/رکوع	آیت
(۵۸) بقرہ	۲/۲۰	وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ
(۵۹) بقرہ	۲/۵	وَاِذَا قِیْلَ لَہُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ
(۶۰) بقرہ	۲/۲۶	وَاَنْزَلَ مَعَہُمُ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ۔
(۶۱) بقرہ	۲/۲۹	وَمَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ۔
(۶۲) آل عمران	۳/۱	وَاَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ۔
(۶۳) آل عمران	۳/۱	ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ۔
(۶۴) آل عمران	۴/۱۴	ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً۔
(۶۵) نساء	۵/۹	وَاِذَا قِیْلَ لَہُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔
(۶۶) نساء	۵/۱۴	وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ۔
(۶۷) نساء	۵/۲۰	وَالْکِتَابَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ۔
(۶۸) نساء	۶/۲۳	لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ
(۶۹) مائدہ	۶/۷	وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ۔
(۷۰) 〃	〃	وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔
(۷۱) 〃	〃	وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ
(۷۲) 〃	〃	فَاحْکُمْ بَیْنَہُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔
(۷۳) 〃	〃	وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ

حوالہ		آیت
(۱۰۳) فتح	۲۶/۳	فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔
(۱۰۴) نجم	۲۷/۱	مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔
(۱۰۵) طلاق	۲۸/۲	قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔

اُنْزِلَتْ

حوالہ		آیت
(۱۰۶) آل عمران	۳/۶	وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ مِنْ بَعْدِهٖ۔
(۱۰۷) توبہ	۱۰/۱۱	وَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ۔
(۱۰۸)	۱۱/۱۴	وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا۔
(۱۰۹) قصص	۲۰/۹	وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ۔

اَنْزَلْتُمُوْهُ

حوالہ		آیت
(۱۱۰) واقعہ	۲۷/۲	ءَاَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ۔

اَنْزَلَهٗ

حوالہ		آیت
(۱۱۱) نساء	۶/۳	اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ۔
(۱۱۲) فرقان	۱۸/۱	قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
(۱۱۳) طلاق	۲۸/۲	ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ۔

سورت	پارہ/رکوع	آیت
(۸۸) نحل	۱۴/۸	وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۸۹) بنی اسرائیل	۱۵/۱۲	قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
(۹۰) کہف	۱۵/۱	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔
(۹۱) طٰہٰ	۱۶/۲	وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۹۲) حج	۱۷/۸	اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۹۳) مومنون	۱۸/۲	وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَةً۔
(۹۴) نمل	۲۰/۱	وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۹۵) لقمان	۲۱/۳	وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔
(۹۶) فاطر	۲۲/۴	اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۹۷) زمر	۲۳/۲	اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۹۸) سجدہ	۲۴/۶	قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَةً۔
(۹۹) شوریٰ	۲۵/۲	وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتٰبٍ۔
(۱۰۰) شوریٰ	۲۵/۲	اَللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ۔
(۱۰۱) جاثیہ	۲۵/۱	وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ۔
(۱۰۲) فتح	۲۶/۱	هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(۱۲۹) حجر	۱۴/۲	فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۱۳۰) حجر	۱۴/۶	کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ۔
(۱۳۱) نحل	۱۴/۶	وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ۔
(۱۳۲) نحل	۱۴/۸	وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ۔
(۱۳۳) بنی اسرائیل	۱۵/۱۲	وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ
(۱۳۴) کہف	۱۵/۶	وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
(۱۳۵) طٰہٰ	۱۶/۱	مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی۔
(۱۳۶) طٰہٰ	۱۶/۶	وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔
(۱۳۷) انبیاء	۱۷/۱	لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ۔
(۱۳۸) انبیاء	۱۷/۴	وَهٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰهُ۔
(۱۳۹) حج	۱۷/۱	فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ
(۱۴۰) حج	۱۷/۲	وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ۔
(۱۴۱) مومنون	۱۸/۱	وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ۔
(۱۴۲) نور	۱۸/۱	سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا
(۱۴۳) نور	۱۸/۱	وَاَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ۔

اَنْزَلْنَا

(۱۱۴) بقرہ 1/6 — فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ ۔

(۱۱۵) بقرہ 1/12 — وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۔

(۱۱۶) بقرہ 2/19 — اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ ۔

(۱۱۷) نساء 5/16 — اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۔

(۱۱۸) نساء 6/24 — وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔

(۱۱۹) مائدہ 6/7 — اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ ۔

(۱۲۰) مائدہ 6/7 — وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۔

(۱۲۱) انعام 7/1 — وَ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ۔

(۱۲۲) اعراف 8/7 — فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ

(۱۲۳) اعراف 9/20 — وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۔

(۱۲۴) انفال 10/5 — وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ

(۱۲۵) یونس 11/10 — فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۔

(۱۲۶) یوسف 12/1 — اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ۔

(۱۲۷) رعد 13/6 — وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۔

(۱۲۸) ابراہیم 13/1 — كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(۱۵۹) قدر	۳۰/۱	اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔

اُنزِل

(۱۶۰) بقرہ	۱/۱	وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔
(۱۶۱) بقرہ	۱/۱۲	وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ
(۱۶۲) بقرہ	۱/۱۵	قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ
(۱۶۳) بقرہ	۳/۴۰	اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔
(۱۶۴) آل عمران	۳/۸	وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔
(۱۶۵) آل عمران	۳/۷	یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ۔
(۱۶۶) آل عمران	۳/۹	قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ۔
(۱۶۷) آل عمران	۴/۲۰	وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ۔

نمبر و سورت	پارہ/رکوع	آیت
(۱۴۴) نُور	۱۸/۴	وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ۔
(۱۴۵) نُور	۱۸/۶	لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ۔
(۱۴۶) فرقان	۱۹/۵	وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔
(۱۴۷) عنکبوت	۲۱/۱	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ۔
(۱۴۸) رُوم	۲۱/۴	اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ۔
(۱۴۹) لُقمان	۲۱/۱	وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔
(۱۵۰) یٰسین	۲۳/۲	وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ۔
(۱۵۱) ص	۲۳/۳	كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ۔
(۱۵۲) زمر	۲۳/۱	اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔
(۱۵۳) زمر	۲۴/۴	اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ۔
(۱۵۴) دُخان	۲۵/۱	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔
(۱۵۵) مجادلہ	۲۸/۱	وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ۔
(۱۵۶) حشر	۲۸/۳	لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ۔
(۱۵۷) تغابن	۲۸/۱	فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا۔
(۱۵۸)۔ نبأ	۳۰/۱	وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔

(۱۸۱) یونس	۱۱/۲	وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔
(۱۸۲) ہود	۱۲/۲	لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ ۔
(۱۸۳) ہود	۲/۱۲	فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ۔
(۱۸۴) رعد	۱۳/۱	وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔
(۱۸۵) رعد	۱۳/۳	اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۔
(۱۸۶) رعد	۱۳/۱۰	وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔
(۱۸۷) رعد	۱۳/۵	وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔
(۱۸۸) فرقان	۱۹/۳	وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ ۔
(۱۸۹) عنکبوت	۲۱/۵	وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ۔
(۱۹۰) سبا	۲۲/۱۱	وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۔
(۱۹۱) ص	۲۳/۱	ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۔

سورت	پارہ/رکوع	آیت
(۱۶۸) نساء	۵/۹	اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔
(۱۶۹) نساء	۶/۲۳	لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔
(۱۷۰) مائدہ	۶/۹	وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۔
(۱۷۱) مائدہ	۶/۱۰	وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۔
(۱۷۲) مائدہ	۶/۷	وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ ۔
(۱۷۳) مائدہ	۷/۱۱	وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ۔
(۱۷۴) انعام	۷/۱	وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۔
(۱۷۵) انعام	۷/۲۰	قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔
(۱۷۶) انعام	۷/۱۰	وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔
(۱۷۷) انعام	۷/۸	اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۔
(۱۷۸) انعام	۷/۸	لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ۔
(۱۷۹) اعراف	۸/۹	كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔
(۱۸۰) اعراف	۹/۱۹	وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ ۔

برین عقل و دانش بباید گریست

نوٹ:۔ بیہقی اور ان عیسیٰ لم یمت کا جواب ذکر احادیث سے ملاحظہ ہو۔

"**مرزائی**"۔ یہ جو تم یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِیْ حدیث بیان کرتے ہو، اگر اس کو صحیح مانا جاوے تو کون سید الفطرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو اکھاڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے ساتھ دفن کریگا۔

"**محمد عمر**"۔ معلوم ہؤا، کہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یدفن معی فی قبری کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے، صحیح ہے، اس پر وکیل صاحب کو کوئی جرح قدح کی گنجائش نہیں رہی معلوم ہؤا کہ، حدیث شریف تو صحیح ہے، البتہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو استہزاء کیا گیا ہے، کہ کیا آپ کی قبر کو اکھاڑ کر ساتھ دفن کیا جائیگا، مرزائی صاحب کے اس کلام سے ظاہر ہؤا، کہ جو کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرزائی صاحب کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو استہزاء سے اڑاتے ہیں، اور غلط ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں، میرے خیال میں تمہیں مومن و مسلمان کہلانے سے عار ہونی چاہیئے، بلکہ آریہ یا عیسائی مذہب اختیار کرنا چاہیئے، کیونکہ کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایسا وطیرہ ان کا کام ہے۔ اب تم سوچو، کہ تم کون ہو، جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام باطلہ کو ہیر پھیر کر کے قرآن اور حدیث سے زیادہ معتبر سمجھتے ہو اور تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح اور قرآنی آیات کو کتنی مخالفانہ روش سے ٹھکرا رہے ہو، اس انصاف کو تمہاری مرزائیت پر ہی چھوڑتا ہوں، میرے دوست وکیل صاحب کی نظر دور کی کمزور ہے، اس واسطے حدیث شریف کے پہلے الفاظ آپ کو نظر آجاتے ہیں، لیکن آخری جملہ دیکھنے سے بیچارے عاری ہیں، وکیل صاحب کو کمزوری نظر سے معذور سمجھونگا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث یوں ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا

(۱۹۲) زمر ۲۴/۶ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔
ان تمام ۱۹۲ آیات میں نزول کے معنی اُترنے کے ہیں۔

"مرزائی"۔ کنز العمال کی حدیث (جلد ۷، صفحہ ۱۸۰) لَتَنْزِلَنَّ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اَرْضًا یُقَالُ لَھَا الْبَصْرَۃُ۔
میری اُمت کا ایک گروہ ایک ایسی زمین میں اُتریگا جس کو بصرہ کہا جاتا ہے،

اُمتِ محمدیہ کے نزول کا جواب

سُبْحَانَ اللہ! وکیل صاحب کی شاید دُور کی نظر کمزور ہے، اس لئے نزدیک نزدیک ملاحظہ فرلیتے ہیں، دُور نظر نہیں آتا، کیونکہ اس حدیث کے آخیر میں لکھا ہے، (وَسَنَدُہٗ لَیِّنٌ) اور اس حدیث کی سند نرم ہے۔
لہذا یہ حجت نہ ہوئی، کوئی مرفوع اور صحیح حدیث تو حجت میں پیش کرتے،
"مرزائی"۔ دجال کے لئے بھی نزول کا لفظ آیا ہے، لہذا لفظ نزول سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ ضرور حضرت مسیح آسمان سے آویں،
یاتی المسیح من قبل المشرق وھمتہ المدینۃ حتی ینزل دُبُرَ اُحُد۔
اور بخاری میں ہے، ینزل بعض السباخ دجال مدینہ کی زمین شور میں اُتریگا، موجود ہے۔
"محمد عمر"۔ وکیل صاحب نے ایک لفظ اُترنے کو لے لیا، یہ نہ دیکھا کہ نزول کا تعلق کس سے ہے؟ اور کہاں سے ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ بعد میں مرزائی اس عبارت کو بگاڑنے کی کوشش کرینگے، اس لئے آپ نے پہلے یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فرمایا کہ دجال مشرق کی طرف سے آویگا، شاید اصطلاح مرزائیت میں لفظ مِنْ قِبَلِ مَشْرِق سماء پر بھی مستعمل ہو،
دوسری ایک اور عرض ہے، وکیل صاحب ماشاء اللہ ایسے زکی الطبع ہیں، کہ گھوڑے سے اُترنے، آسمان سے اُترنے اور پہاڑ سے اُترنے کو یکساں شمار کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہی نہیں، اب مدعی کا دعوٰی باطل ہے اور جب تشریف لائیں گے تو انشاء اللہ العزیز بمطابق فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفین عیسوی روضۂ اطہر میں آپ کے ساتھ ہی ہوگی؛

اب قابل غور امر یہ ہے، کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں یا ایک طرف: توہین امر ہے۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہیں اور صاحبین رضی اللہ تعالےٰ عنہما ایک طرف، تو ثابت ہوا، کہ مابین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور مابین قبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو مقام خالی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خالی ہے، جس مقام کو اتصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور اتصال صاحبین رضؓ بھی حاصل ہے، اور تاویل مرزائیہ غلط ثابت ہوئی

(و)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام اکھٹے اٹھائے جاوینگے، یہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہا ہے۔ جو ذی شعور سے مخفی نہیں، پاس دفن ہونا اور قیامت کو اکٹھا اٹھایا جانا یہ مرزائی شکن دلیلیں ہیں، وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

"مرزائی" - اس حدیث کے ظاہری معنی لینے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب رد کرتا ہے، کہ حضرت عائشہ نے خواب دیکھا، کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں، تو میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے بیان کیا، پس جب آنحضرت ؐ فوت ہوئے اور حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں مدفون ہوئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہا، کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے، جو سب سے بہتر ہے، آنحضرت صؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر و عمرؓ فوت ہوئے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے گویا حضرت عائشہ کے خواب کے مطابق تین چاند حجرہ میں گر چکے۔ اب اگر حضرت عیسیٰ بھی مدفون ہوں، تو حضرت عائشہ کا خواب غلط ہوتا ہے۔

"محمد عمر" - اس کے کئی وجوہات ہیں۔

اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر ینگے عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف، پھر نکاح کرینگے، اور آپ کی اولاد ہوگی۔ اور زمین میں ۴۵ سال قیام فرمائینگے، پھر فوت ہوئیں گے، پھر میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہونگے، میں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دونوں ایک مقبرے سے کھڑے ہونگے، اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان ہونگے۔

اس حدیث پاک سے پانچ امور کو مختصراً خاص طور پر عرض کرتا ہوں۔

(۱)۔ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول الی الارض کو بیان فرمانا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کو صراحتہً ثابت کرتا ہے، کیونکہ زمین کے مقابلہ میں آسمان ہی ہے، قرآن کریم میں زمین کے مقابلہ میں تقابل سماوی ہی مذکور ہے، اگر کوئی شخص ارضی وسماوی تقابل کو تسلیم نہ کرے تو منکر قرآن ہے۔ تو اس جملہ الی الارض نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض کو ثابت کردیا۔

(۲)۔ آپ کا فرمان کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لاکر نکاح کرینگے اور ان کی اولاد ہوگی، اور پینتالیس (۴۵) سال زمین پر قیام فرمائینگے، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء جسمانی کو ثابت کررہا ہے، نزول عیسوی کو محض روحانی خیال کرنا قرآن اور حدیث کو پس پشت ڈالنا ہے۔

(۳)۔ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَمُوْتُ پھر مرینگے (یعنی بعد از نزول من السماء الی الارض) یہ حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بین دلیل ہے۔

(۴)۔ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدفن کو قبل از وقت بیان کرکے جعلی اور اصلی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تفریق کو واضح کردیا، کیونکہ معیت نبوی باطل کو نہیں ہوسکتی، اور بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب آجتک ایسے نہیں ہؤا تو معلوم ہؤا کہ ابھی

"مرزائی" ۔ مسلم شریف کی روایت ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْہُ ۔ میری خصوصیت یہ ہے ۔ کہ میں پہلا انسان ہونگا جس کی قبر قیامت کے دن پھاڑی جاویگی ، اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کی قبر میں ساتھ ہی مدفون ہوں ، تو جس وقت آنحضرتؐ کی قبر پھاڑی جاوے گی ، تو وہ بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جاوینگے ،

"محمد عمر" ۔ اس پیش کردہ حدیث شریف نے تمہارے سابقہ اعتراض یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِیْ کے استدلال کا بھی صاف رد کر دیا ، کہ اس کے معنی بھی مَعِیَ فِی قَبْرِیْ کے فِیْ مَقْبَرَتِیْ ہیں ، کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے مقبرے میں آپ کے پاس ہونگے ، کیونکہ اس حدیث سے واضح ہے کہ پہلے میری قبر پھاڑی جائیگی اور میں قبر سے اٹھونگا ، اور جیسا کہ خود مشاہدہ شاہد ہے ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جگہ خالی ہے ۔ لہٰذا تمہارا یہ استدلال بھی غلط ثابت ہو گیا ، اور یہ تمہارے دماغ کا مغالطہ ہے ، اس کی مثال یوں سمجھئے ، کہ اگر ایک گھر سے ایک آدمی فوت ہو جائے ۔ اور اس کو دفن کیا جائے ، تو کوئی مرزائی کہدے کہ اور کوئی گھر میں سے ہی نہیں ، اگر ہوتا تو وہ ساتھ کیوں نہیں فوت ہوا ، اور قبر میں ساتھ کیوں نہیں گیا تو عقلمند لوگ کہینگے ۔ کہ یہ عجیب بیوقوف ہے ، کہ جس کو موت کا حکم ہوا ، اُس نے ہی مرنا تھا ، اس کے ساتھ تمام کو مدفون ہونے کا حکم لگانا یہ عقل انسانی سے بعید ہے ، ایسے ہی بروز محشر جس کو پہلے ارشاد الٰہی ہوگا ، وہ ہی اُٹھ سکتا ہے ، دوسرا پاس ہی پڑا ، ہے تو بغیر حکم کیسے اُٹھ سکے گا ، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ سب سے پہلے میری قبر پھاڑی جائے گی ، اور پہلے میں ہی قبر سے اُٹھونگا تو دوسرا بغیر حکم الٰہی کیسے زندہ ہو سکتا ہے ۔ اور اُٹھ سکتا ہے ۔ مرزائی صاحب تو ہر جگہ اپنے مطابق ہی حکم لگاتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب کی نبوت جب بغیر حکم ہے تو شاید قبور سے بھی کوئی بغیر حکم اُٹھ سکیگا ، بھائی ہمارا تو عقیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق ہی ہے چونکہ آپ کو ہی پہلے حکم ہوگا ۔ اسواسطے آپ ہی سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے اُٹھائے جائیں گے ۔ کوئی دوسرا اور دوسرے کے نہ اُٹھائے جانے

(۱)۔ پہلا یہ کہ اِس خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کوئی کلمہ حصر نہیں فرمایا، اگر تم حصر مُراد لو، تو یہ تمہاری زیادتی سمجھی جائے گی۔

(۲)۔ دوسرا جواب یہ ہے، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رَاَیْتُ ثَلَاثَۃَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِیْ حُجْرَتِیْ میں نے دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں، جس سے یہ بات صاف ظاہر ہے، کہ آپ کی رویت میں آپ کے سامنے چونکہ تینوں کا وصال ہو کر آپ کے حجرہ شریفہ میں داخل ہونا تھا، اس لئے آپ نے اپنی رویت کا واقعہ خواب بیان فرمایا، نہ کہ اپنے حجرہ کا کل حصر جو تم نے سمجھا ہے، آپ کا اپنی رویت کو مقدم کرنا آپ کی رویت کے لوازمات کا ہی مبین ہے، اگر اپنے کلام میں آپ حجرے کو مقدم فرمائیں، تو بھی تمہارے مطلب کو گنجائش ہوتی، اب تو تمہارے ہی اس پیش کردہ خواب سے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ثابت ہو گئی، چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے زمانۂ رویت میں اِن تینوں کا ہی وصال ہونا تھا عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانۂ رویت میں وصال ہونا ہی نہ تھا، بلکہ آپ کے فرمان کے مطابق قرب قیامت ہونا تھا، تو آپ کو اُن کی رویت نہ حاصل نہ اُن کی موت، تو ان کو اپنی رویت میں گرے ہوئے کیسے دیکھتیں، جنہوں نے آپ کے سامنے گرنا تھا، اُن کی خواب آئی، اور یہ خواب حیاتِ مسیح علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہے۔ اور سچی ہے، اور حدیث متنازعہ فیہ کے خلاف بھی نہ ثابت ہوئی، کیونکہ اس میں رویت کا انحصار ہے نہ حجرے کا،

اور سنیئے! یوسف علیہ السلام نے فرمایا، اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُہُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ ہ حالانکہ آپ کی حکومت تمام اہل مصر و متعلقہم پر بھی تھی، تو یوسف علیہ السلام کا اُن کو خواب میں نہ دیکھنا یا نہ بیان کرنا یہ باقی کی نفی نہیں کرتا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ذکر نہ کرنا اُن کے دہاں مدفون ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔

کرتا رہا ہے، ایسے ہی شاید سچے انبیاء کرام کا حال بھی ہو، وکیل صاحب نے نہ کسی سچے نبی کی اطاعت کی، اور نہ اُن کو کلام صادقین کا علم، وکیل صاحب بیچارے کیا جانیں کہ کلام انبیاء علیہم السلام کی قدر خداوند کریم کے نزدیک کیا ہے، حالانکہ فقیر چیلنج کرتا ہے، کہ اگر کسی مرزائی کو ہمت ہے تو انعام حاصل کرے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر سے ایک کا ہی واقعہ دکھا دے، کہ کسی نبی علیہ السلام نے کسی موت ہا و یہ کا چیلنج دیا ہو اور پورا نہ ہوا ہو، آئیے فقیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔

ابوداؤد ۲/۸

قال انس قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاجَاوَزَ اَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُخِذَ بِاَرْجُلِهِمْ فَسُحِبُوْا فَاُلْقُوْا فِیْ قُلَیْبِ بَدْرٍ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے، اور اپنا دست پاک زمین پر رکھا، اور کل یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنا دست پاک زمین پر رکھا، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک کی مقررہ جگہ سے کسی ایک نے بھی تجاوز نہ کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو شروع کیا۔ تو انکے پاؤں سے گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈال دیا گیا۔

کیوں جناب! یہ ہے ہمارے آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ، آپ کے کئی ایسے واقعات ہیں، لیکن بخوفِ طوالت نمونہ ایک ہی عرض کرتا ہوں، جب پہلے جیسا آپنے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوا، تو آئندہ بھی انشاء اللہ مطابق فرمان ہو کر ہی رہے گا، آپنے فرمایا کہ دجّال کو حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام

سے دوسرے کہ عدم مدفون کا فتویٰ دینا یہ قدنیات سے ہے نہ ایمانیات سے، اور عیسیٰ علیہ السلام آپؐ کے بعد روضۂ اطہر سے اٹھائے جائیں گے۔

"مرزائی" - ترمذی میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں پہلا انسان ہوں کہ جس کی قبر پھاڑی جائے گی، پھر میرے بعد ابوبکرؓ اور اس کے بعد عمرؓ اس کے بعد جنت البقیع کے باقی مومن۔ اگر بقول شما حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے مقبرے میں ہوتے تو کم از کم تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہی ان کا ذکر آجاتا، جب نہیں، تو ثابت ہؤا، کہ وہاں حضرت مسیح کے دفن ہونے کی کوئی صورت نہیں،

"محمد عمر" - ترمذی شریف میں خود ترمذی نے اسی حدیث کے اختتام پر لکھا ہے وعاصم بن عمرؓ العمری لیس عندی بالحافظ عند اھل الحدیث، یعنی تمہاری پیش کردہ اس حدیث مذکورہ بالا میں عاصم بن عمر العمری ہے جو تمام محدثین کے نزدیک حافظ الحدیث نہیں، جس سے وکیل صاحب نے چشم پوشی سے کام لیا، لہٰذا وکیل صاحب کا آخری جملے سے اغماض اور اس حدیث موضوع کو صحیح حدیث کے مقابلہ میں پیش کرنا وکیل صاحب کی کمزور نظری کے باعث وکیل صاحب کو معذور سمجھو انگا، ملاحظہ ہو ترمذی شریف مناقب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ۔

"مرزائی" - ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیسرے دن قبر میں نہ ہونگا، تو مسیح کا مصداق صحیح نہ ہؤا،

"محمد عمر" - یہ مرزائیات سے ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں،

"مرزائی" - تم لوگ ایک حدیث کو پیش کرتے ہو۔ مَا تُوُفِّیَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ۔ نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ تو اب اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آجائیں، تو کیا وہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے اندر جا کر فوت ہونگے،

"محمد عمر" - وکیل صاحب اپنے مرزا صاحب پر ہر ایک کو قیاس کر لیتے ہیں کہ جیسا کہ مرزا صاحب کسی کو موت ہا دیہ کا چیلنج دیں تو خدا مدد ضرور ان کے خلاف

اس بات کو تم بہت جلد بھول گئے، اور اب خود ہی اقرار کر لیا کہ حدیث شریف صحیح میں یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ کے آگے اُن کے اُٹھنے کا ذکر بھی آیا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی قبر سے اُٹھائے جائیں گے۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان سے، تو ثابت ہوا، کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھائے جائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور پھر وکیل صاحب نے عبارت کے مطلب بیان کرنے میں بڑا ہیرا پھیری سے کام لیا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کوئی جگہ ہی نہیں، وکیل صاحب جناب کی سمجھ میں فرق آگیا، اگر عبارت سمجھ میں نہ آئے تو بیان ہی نہیں کرنی چاہیئے، تاکہ لوگ مذاق نہ اُڑائیں۔

بھلا یہ تو فرمائیے، کہ اگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جگہ خالی چاہتے ہو، تو یُدْفَنُ مَعِیَ کے کیا معنی کرو گے، مَعِیَ کا مصداق تب ہی ہوگا، کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب ہوں اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ ایک جانب ہوں، چنانچہ جگہ بھی ایسے ہی خالی ہے، جس کی زیارت تمہیں نصیب نہیں۔ تو بمطابق سیاق و سباق و مشاہدہ یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ کے معنی ہونگے، کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ دفن کئے جائیں گے، میری قبر کے متصل، اگر فی کے معنی قرب کے نہ لئے جاوینگے، تو مَعِیَ کا لفظ غلط ثابت ہوگا، مَعِیَ کے لفظ سے صاف واضح ہو رہا ہے، کہ معیت کی شرح فِیْ قَبْرِیْ سے اِتِّصَال قَبْرِیْ ثابت ہے، اور قرآن کریم سے اس کی مثال پیش کرتا ہوں، سنیئے۔

(۱)۔ نمل $\frac{19}{2}$ | وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝
اور داخل فرما تو مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک بندوں میں۔

اب وکیل صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ ذرا یہ تو فرمائیے کہ فی عِبَادِكَ

باب لُدّ میں قتل کرینگے تو انشاء اللہ العزیز، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرب قیامت آسمان سے تشریف لائینگے تو دجال کو ضرور بابِ لُدّ میں ہی قتل کرینگے۔ اور اسلام کا شاہی اصول ہے۔ کہ جو بادشاہ اسلامی مدینہ طیبہ پر فتحیاب ہوتا ہے، تو وہ مجاورین سے روضۂ اطہر کی کنجیاں لیکر اندر جاتا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ملک کو فتح کرتے ہوئے دجال کو باب لُدّ میں قتل کرکے مدینہ طیبہ پہنچیں گے تو شاہانہ اصول کے مطابق روضۂ اطہر کی حاضری کے لئے اندر تشریف لے جائیں گے، تو ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ویقین کامل ہے، کہ آپ کے فرمان کو سچا کرنے کے لئے خداوند کریم ان کو اندر ہی فوت کرینگے اور جو آپ کے روضۂ اطہر میں آپکے اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جگہ خالی موجود ہے، جو زائرین جالی پاک کے نشانات سے دیکھ کر آتے ہیں، اور سلف وخلف نے بھی آپ کے مزارات کے نقشہ کو سپرد کرتے ہوئے مابین جگہ خالی دکھائی ہے وہیں اس میں مدفون ہونگے۔ یعنی بہرصورت فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انشاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا، اور اب یہیں مرزا صاحب کو اس ترازو پر رکھنا چاہیئے۔ کہ برابر اترے ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو پھر کیوں فافہم۔

"مرزائی"۔ اسی حدیث یَدُ فَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ میں آگے فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں، کہ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبروں کے درمیان ہوگی جا ہیئے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر وعمرؓ کی قبروں کے درمیان کوئی جگہ موجود نہیں،

"محمد عمر"۔ کیوں جناب وکیل صاحب لوگوں کا کہنا سچا ہے یا نہ؟ کہ دروغ گو را حافظہ نباشد تم نے ص۳ میں ایک موضوع حدیث پیش کی تھی، کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھولی جائیگی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور پھر ساتھ ہی تم نے اعتراض کیا تھا، کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہوتے تو کسی نمبر میں ان کا بھی ذکر اٹھلانے میں نہ آتا؟ جب نہیں آیا، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساتھ مدفون ہی نہ ہونگے،

قصص ۲۰/۸	نَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ، پس نکلا اپنی قوم کے سامنے مع اپنی زینت کے،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ ان آیات میں فی کے معنی ظرفیت کے کروگے؟ اگر نہیں تو فقیر عرض کرتا ہے، ہمارا کام کہدینا ہے یارو، تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو، اب تو حدیث متنازعہ فیہ کے معانی بھی واضح ہوگئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہی متصل مدفون ہونگے، اور ساتھ ہی اُٹھینگے،

"مرزائی"۔ مولوی صاحب قبر سے مراد روحانی حالت ہے، اور یہی يُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ کے معنی ہیں، سنو، قرآن مجید میں ہے، قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ، ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ اس آیت سے معلوم ہوا، کہ ہر انسان خواہ اس کو درندے کھاجائیں یا سمندر کی مچھلیاں کھاجائیں، قبر میں ضرور جاتا ہے، تو ثابت ہوا، کہ قبر ایک حالت بعلانی کا نام ہے، اور یہی معنی يُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ کے ہیں،

"محمد عمر" میرے دوست وکیل صاحب بیچارے علم عربی سے تو بالکل کورے ہیں، البتہ عربی اُردو سے واقفیت ہو، تو کوئی بعید نہیں، وکیل صاحب ایک ہوتا ہے مشتقات کا استعمال باصطلاح شرعی تو قبر بایں معنی وجود فی الخارج نہیں رکھتی اور دوسرا مستعمل ہوتا ہے اسم علم، اب دونوں کے استعمال کے ساتھ قرینے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اب حدیث ملاحظہ ہو، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان يُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ میں قرینہ دفن کس کو چاہتا ہے، اور اگر رُوح کے لئے دفن ہے، تو قبر سے بھی حالتِ روحانی مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ فِیْ قَبْرِیْ مفعول مَعَهٗ ہے يُدْفَنُ کا اور جب رُوح کے لئے دفن نہیں تو مفعول کے معنی بھی آپ وہی لے سکتے ہیں، جو فعل سے متعلق ہوں، دفن کا تعلق ہے جسم سے اور جسم کا تعلق ہے اس قبر سے، جس معنوں کا عنوان بحیثیت علم استعمال ہوتا ہے، جسکی جمع قبور آتی ہے ملاحظہ ہو،

قبر از لغت

(۱) المصباح المنیر ۲/۱۴۸ | اَلْقَبْرُ مَعْرُوْفٌ وَالْجَمْعُ قُبُوْرٌ۔

الصّالِحِینَ میں فی موجود ہے، اس کا کیا مطلب کروگے، کہ صالحین کے وجود میں داخل کردے، نہیں، بلکہ قرب وصلی مراد ہے، اور اس سے زیادہ واضح ہے یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِی اس میں معی نے فی کے معنی کو بھی اظہر من الشمس کر دیا، کہ قبر کے اندر نہیں، بلکہ قبر عیسیٰ علیہ السلام کا قبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اتصالی ہے، تو جیسا کہ فِی عِبَادِکَ میں فی موجود ہے اور معنی دخول فی الذات نہیں، ایسے ہی فِی قَبْرِی میں فی موجود، لیکن دخول فی الذات مراد نہیں تو اس کے معنی ہونگے، کہ دفن کئے جاوینگے عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میری قبر کے متصل، یعنی فی بمعنی اتصال۔

(۲) عنکبوت ۲۰/۱ وَالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصَّالِحِینَ ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ضرور داخل کرینگے ہم انکو صالحین میں،

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا، کہ فی قرب کے لئے، یعنی تصاحب کے لئے بھی آتا ہے۔ اور قرآن افصح کلام ہے، جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں فی قرب کے معنی میں یعنی مصاحبت کے لئے مستعمل ہو رہا ہے، دوسرا کون ہے، جو فی کو صرف ظرفیت کے لئے ہی محدود سمجھے، اور تصاحب اور ظرفیت کی تفریق نہ کرے۔ اور قرینہ سے بے بہرہ رہے

وکیل صاحب آپنے کم از کم نحو میر ہی پڑھی ہوتی، تو اس میں شرح مأتہ عامل مولوی غلام رسول صاحب کے اشعار پر توجہ مبذول فرماتے، تو ایسی غلطی میں کبھی نہ آتے، سنیئے۔ ع

بہر تعلیل و تصاحب ہم بود بہر قیاس

کیوں جناب! فی تصاحب کے لئے آیا یا نہ؟ یہ علم نحو کا قاعدہ ہے، لیکن تم بے چارے کیا سمجھو،

اب ایک مثال قرآنی جس میں فی تصاحب کے لئے یعنی معیت کے لئے استعمال ہوتا ہے، عرض کردوں اور محض بوجہ طوالت تین مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں

تحقیق قبر از قرآن کریم

توبہ ۱۱/۱۱ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ - آپ اس کی قبر پر نہ کھڑے ہوویں،
کیوں جناب مرزائی صاحب؟ روحانی قبر ہے یا ظاہری قبر، کو ہان جیسی،

حج ۱/۱۷ وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ
اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھادیگا قبروں والوں کو،
یہاں قبور کے معنی روحانی قبور لو گے۔

"مرزائی" - یہاں فی القبور میں کیا معنی مصاحبت کے کرو گے۔

"محمد عمر" - مرزائی بیچارے علم سے عاری ہوتے ہیں، تمہارے اختیار نہیں، تمہاری یہ عادت ہے۔ کسی حرف کی جو خاصیت ایک جگہ ثابت ہو، بس اسی کو ہی ہر جگہ مقرر سمجھتے ہو، حالانکہ حروف کے کئی کئی خواص ہوتے ہیں۔ فی کے کئی خواص ہیں، ظرفیت کے لئے بھی آتا ہے، جیسا کہ اس مقام پر فقیر نے یہ تو عرض نہیں کیا، کہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہی نہیں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں، کہ تصاحب کے لئے مختص ہے۔ بلکہ ظرفیتہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے، اور تصاحب کے لئے بھی، جیسا کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ میں، باقی ان حروف کے خواص کا پتہ قرینہ خود ظاہر کر دیتا ہے، جیسا کہ فقیر نے پہلے بھی عرض کر دیا ہے، کہ فَادْخُلِیْ فِیْ مغل سے فِیْ عِبٰدِیْ میں فی کا خاصہ مصاحبت اور معیت قرائن کا موجود ہونا اور مرزائی کا انکار کرنا اور مرزائیت مرض کیوجہ سے حدیث شریف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلنا مقصود ہے۔ خداوند ہر مسلمان کو ہدایت نصیب فرماوے اور ان کے طفیل مرزائیوں کو بھی ہدایت دے، اب قبر کے معنی کا جھگڑا اڑا دیا، جس کو بچے بھی جانتے ہیں، اس سے کیوں گریز ہے، اب اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ میں قبور کے معنی روحانی کرو گے۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔

(۳) الانفطار ۱/۳۰ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ -
اور جب قبریں اکھاڑی جائیں گی۔

قبر مشہور ہے اور جمع قبور ہے۔

(۲) المنجد (۶۳۶) اَلْقَبْرُ — مَدْفَنُ الْاِنْسَانِ جمع قُبُوْر۔
قبر انسان کے دفن ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں،
جمع اس کی قبور ہے۔

(۳) القاموس المحیط ۲/۱۱۲ — (القبر) مَدْفَنُ الْاِنْسَانِ جمع قُبُوْر
قبر انسان کے دفن ہونے کی جگہ جمع قبور،

(۴) مفردات راغب ۳۹۸ — اَلْقَبْرُ مَقَرُّ الْمَیِّتِ۔
قبر میت کے ٹھہرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

تحقیق قبر از احادیث

(۱)۔ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا۔
اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ،
کیوں جی؟ یہاں روحانی قبریں مراد ہیں یا اونٹ کے کوہان جیسی ایک بالشت زمین سے بلند مجسّمے کا نام قبر ہے، جو مسلمان کے مدفن کے باہر زمین کے اوپر ہوتی ہے۔

(۲)۔ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا۔
میری قبر کو بُت نہ بنانا۔

(۳)۔ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا
میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا، (کیونکہ تم ان کے آداب سے ناواقف تھے، لیکن اب تمہیں واقفیت ہو گئی) تو (اب) تم ان کی زیارت کیا کرو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہاں روحانی قبریں مراد ہیں، کچھ تو سمجھو کہ عبارت کے سیاق و سباق سے قبر کا مجسمہ مراد ہے یا حالتِ قبر مراد ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، لہذا اس کے حامل و عالم بھی ہم ہی ہو سکتے ہیں۔ تمہارے لئے تو مرزا غلام احمد صاحب کا کلام ہی کافی ہے، جس کو اُلٹ پلٹ کر کے تم نے گیند بنایا ہوا ہے، ایک طرف سے کسی نے پکڑا تو دوسری طرف لڑھک گئے، اور اگر اس طرف سے کسی نے پکڑا تو تیسری طرف کروٹ پلٹ گئے۔ اور ایسے ہی تم قرآن وحدیث کو بنانا چاہتے ہو، لیکن یاد رکھو، جب تک مسلمان دنیا میں موجود ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی کو مرزائی ہو یا غیر قرآن وحدیث کو تغیر و تبدل نہ کرنے دیگا، اور جب دنیا میں مسلمان نہ رہیگا تو خداوند تعالیٰ قرآن کریم کو بھی دنیا سے اُٹھالیگا، صرف نااہل کے ہاتھ میں نہ رہنے دیگا۔

"مرزائی"۔ اگر آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام آجائیں، تو کیا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے۔ جب تک کہ وہ مرکر آنحضرت کی قبر میں مدفون نہ ہوجائیں۔

"محمد عمر"۔ کیوں نہ ہو، مرزائی ہوکر پھر بھی اگر وہ ایسی بات نہ کرے۔ تو مرزائی کاہے کا، خواہ وکیل ہی کیوں نہ ہو۔ میں تو یہ کہونگا کہ خداوند اگر کسی کو انسان پیدا کرے، تو مرزائی نہ بنائے۔ وکیل صاحب رقم طراز ہیں، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تم ایمان نہ لاسکو گے۔ بلکہ روضۂ اطہر میں دفن ہونے کے بعد تمہیں ان کی حقانیت کا علم ہوگا، تب ایمان لاؤ گے۔ نہیں وکیل صاحب انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا عیسیٰ علیہ السلام پر ہم مسلمانوں نے ایمان لانا ہے، اس لئے اُن پر ایمان لانے کی فکر ہمیں ہے۔ نہ مرزائیوں کو۔ جب ہمارے خداوند نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کے تمام علامات وصفات ابتداءً فرمادئے ہیں۔ تو ہم ان کو کیسے بھول سکتے ہیں۔ جب آپ آسمان سے تشریف لائینگے، تو دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہونگے، اس فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو ہم مسلمان بلاتاویل فوراً سمجھ لینگے، کہ واقعی عیسیٰ بن مریم تشریف لائے ہیں، اور بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مقام نزول بلاتاویل: تحریف دمشق کا شرقی سفید مینار ہوگا، جواب بھی تیار ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز قبل از نزول من السماء مکمل تیار ہی ہوگا۔ جبکہ وہ آسمان سے اُتریں گے۔ نہ یہ کہ بعد از فوت مرزائی چندہ سے

"مرزائی" - اور جو لوگ جانوروں کی غذا ہو جاتے ہیں، یا جل کر راکھ ہو جاتے ہیں، وہ قبور سے کیسے اٹھائے جائیں گے۔

"محمد عمر" - اس دن تمام دریا خشک ہو جائیں گے، پہاڑ برابر ہو جائیں گے، باقی صرف زمین ہی زمین ہوگی، جس کو پھیلایا جائیگا، جتنے خاکستر زمین میں مل چکے ہونگے، ظاہر ہونگے۔ جانور جنکو بربنا کر پھینکینگے وہ بھی تو زمین میں ہی ہونگے۔ ان کے متعلق ارشاد الٰہی ہے، اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا۔ جب زمین بلائی جائیگی اپنی جنبش سے اور زمین اپنے بوجھ نکال دیگی۔ اور انسان (کافر) کہیگا زمین کو کیا ہؤا؟

اس آیت کریمہ سے ثابت ہؤا، کہ خواہ کوئی انسان جانوروں کی غذا ہو چکا ہو، ہندو جلا کر راکھ بنا کر دریا میں بہا دیا گیا ہو، میدان حشر میں اس کو اللہ تعالیٰ زمین سے ہی بلا کر نکالیں گے۔ اس ماجرے کو دیکھ کر کافر متعجب ہوگا، کہ جنکو جانور کھا چکے تھے، خاکستر بن کر پانی میں بہہ چکے تھے، آج اُن کو بھی زمین نکال رہی ہے اس کو کیا ہو گیا، دریا تو وہاں خشک ہونگے، سمندر معدوم ہوگا۔ محض زمین ہی زمین موجود ہوگی۔ جو ہر شے کو نکال لیگی۔ اور یہی مطلب ہے، ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ کہ پھر مارا اُس نے اس کافر کو تو صاحب قبر جو بنا دیا، اس نے اُس کو، یعنی کافر کو جانور کھا چکے ہیں۔ لیکن وہ صاحب قبر ہو چکا، مٹی میں مل چکا، اور میدان حشر میں وہ بھی اپنی قبر سے اٹھایا جائیگا۔

کیوں جی مرزائی صاحب؟ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ کے معنی درست ہوئے یا نہ؟ اور قبور کا وجود بھی موجود فی الخارج ثابت ہوگیا۔ اب ایمان لانا یا نہ لانا تمہارا کام ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے تمہارے سوال کا جواب قرآن کریم سے مکمل طور پر حل کر دیا گیا۔ اور متنازعہ فیہ حدیث میں یُدْفَنُ کا لفظ قبر کے معنی کو واضح کر رہا ہے جو ہر ذی شعور سے مخفی نہیں۔ اور یہی قبر مومن کے لئے جنت بھی ہوگی، اور کافر کے لئے جہنم۔ تو ثابت ہؤا، کہ یہاں قبر زمانی مراد نہیں بلکہ قبر مکانی مراد ہے۔ تم مرزائی بیچارے کیا سمجھو قرآن و حدیث کو، یہ قرآن کریم ہمارے آقا پر نازل ہؤا ہے۔ اس لئے اس کو ہم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی حدیث پاک

بھی جھوٹے ثابت ہوں، کہ جس شخص میں کوئی صفت عیسوی موجود نہ ہو، محض دعوای نزول من السماء ہو اور ولادت قدنی ہو، صرف دعوای عیسیٰ بن مریم کہلانے کا ہے حقیقۃً غلام احمد بن غلام مرتضیٰ ہو، مینارہ دمشقی نہ ہو، پہلے تعمیر نہ ہو، بعد میں چندے سے تعمیر کیا جائے، مقام دفن روضہ مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو، قادیان ہو، اس کا ساتھ کوئی مسلمان قرآن اور حدیث پر ایمان رکھنے والا تو نہیں دیسکتا، البتہ مغربی تہذیب اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں،

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نشان صداقت صرف مدفن روضۂ اطہر ہی ہو، تو تمہارا کہنا درست ہوسکتا ہے، کہ ان کو روضۂ اطہرؐ میں دفن ہونے کے بعد اُن پر ایمان لاؤ گے، جب اُن کی آسمان سے تشریف آوری سے تا وصال روضۂ اطہرؐ اُن کے سینکڑوں اوصاف وعلامات واعمال صحیحہ مذکور ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے متنبہ کر دیا ہے، تو ہم مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے آسمان سے اُترتے ہی انشاء اللہ تعالیٰ اُن کا ساتھ دینگے اور روضۂ اطہرؐ میں اُن کے مدفون ہونے کے بعد بھی یہی کہیں گے کہ یہ روضہ اطہرؐ میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف ہے، اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معنون تمام دنیا دیکھے گی، اور کشمیر کی قبر کا مدعی منہ چھپاتا پھریگا، یا اپنے ایمان کو درست کرلیگا۔ تم نے جو ایک ہی علامت مدفن فی الروضۃ ہونیکی بیان کرکے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مسلمان تمہارے پھندے میں نہ آئیں گے، میں کہتا ہوں، کہ تمہیں تو اس کی بھی سمجھ نہ آئی۔ اگر اس کی ہی سمجھ آجاتی تو قدنی جال میں کبھی نہ پھنسے رہتے، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مدفن قادیان کو دیکھ کر ہی سمجھ جاتے، لیکن تمہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ علامات عیسوی دنیا وی کی سمجھ نہ آئی۔ تو صحیح مدفن کے فرمانے سے کب ہدایت ہوگی۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۔

"مرزائی"۔ اگر حدیث میں عیسیٰ بن مریم سے مسیح ناصری مراد لیتے ہو، تو پھر اس حدیث سے ثابت ہؤا، کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا، یُدْفَنُ مَعِیَ کہ وہ آنحضرت کے ساتھ ہی دفن کر دیئے گئے گویا آنحضرت نے فرمایا کہ

تیار ہوگا۔ پھر تیسری پہچان یہ ہوگی، کہ عیسیٰ علیہ السلام کالباس دو زرد چادریں ہونگی، کوٹ، پاجامہ، پگڑی، بوٹ وغیرہ سے بری ہونگے۔ مراق اور ذیابیطس کی قدرتی مصنوعات سے نہ ہونگی، وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا ہم تمام سے خوبرو ہونگے، بھینگے، کانے، لولے، لنگڑے نہ ہونگے، مفلوجیت، سلسل البول، مراق، خارش وغیرہ سے بری ہونگے۔ مختصراً علامات عیسوی کو بیان کیا ہے، جن سے وہ فوراً پہچانے جائینگے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی علامات ہیں، میں کہتا ہوں عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے ملائکہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے دو زرد چادریں پہن کر تشریف لائینگے، تو کوئی ایسا مسلمان نہ ہوگا، جو اُن کا ساتھ نہ دیگا، دو زرد چادریں ہماری پہچان کے لئے ہی تو پہنے ہونگے۔ یہ تو علامات ہیں اُن کی آمد کے، ان کی زندگی کے مکمل علامات انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب مذکور ہونگے اور جو خداوند تعالیٰ نے ان کی زندگی کا کارنامہ بیان فرما دیا، اسی ایک کو بیان کردینا کافی سمجھتا ہوں۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جعلی مدعی بھی پیدا ہونے تھے، اس لئے اس عالم الغیب نے ان کی پیدائش کا مفصل بیان، اُن کی زندگی کے کارنامے اُن کے رفع سماوی اور نزول من السماء کا پورا واقعہ اور بعد از نزول من السماء کے پورے عمل اور شکل و اطوار کو قرآن کریم میں بیان فرما دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی تفصیلی علامات ان کے مقام نزول، اُن کی ہیئت کذائیہ اور تفصیلات زندگی، مقام وصال اور بعثت اُخروی تک تفصیلاً بیان فرمایا۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لاویں، تو دعویٰ بادلیل ہوں، ان کو مسیح عیسیٰ بن مریم ماننے میں میری امت کو کوئی دقت نہ ہو۔ جیسا کہ کسی مسافر کو کوئی بھیجنے والا راستے کا مکمل نقشہ دیدے، تو اس کو راستہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، ایسے ہی علم غیبی آپ کو خداوند کریم کی طرف سے حاصل تھا، کہ میری امت میں جعلی مسیحیت کا دعویٰ شائع ہوگا، تو آپ نے ہمارے مسلمانوں کے ہاتھ اُن کے نزول سے تا حین مکمل نقشہ عطا فرما دیا، اور ان کے مقام وصال کو بھی بیان فرما دیا، تاکہ جعلی عیسیٰ کے متبعین اُن کے مرنے کے بعد اپنے جعلی عیسیٰ کی صداقت کو پیش کریں تو

اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ جو آپ کی پشت مبارک پر تبلیغ کا بوجھ تھا، جلدی دُور فرمادیا۔ تاکہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی انبیاء علیہما السلام کی طرح تبلیغ کا زیادہ بوجھ نہ اُٹھانا پڑے۔ لیکن مرزائی کہتا ہے، کہ اس بوجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ ہونا چاہیئے تھا جب اس کو گوارہ نہیں۔ تو تم کون ہو۔ اور اگر اُس نے اس بوجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیا، تو مرزائی نالاں ہے، کہ یہ بوجھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں ڈالا، ہمارے غلام احمد پر کیوں نہیں ڈالدیا۔ اُس کی مرضی جو چاہے، جسے چاہے عطا کر دے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے، اس واسطے آپ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال تھا، لہٰذا رب العزت نے بوجھ تبلیغ کو آپ کی ذات سے ہلکا فرمادیا۔ ایک سابقہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر رکھ کر قرب قیامت نازل فرمائیں گے۔ تاکہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی بوجھ کو غلامی میں بجالائیں۔ اسی لئے خَلَتْ کا لفظ رب العزت نے استعمال فرمایا، کہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام گذر چکے ہیں، کوئی وصال سے کوئی رفع سماوی سے، ایسا مشترک لفظ استعمال فرمایا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو بھی ثابت فرمادیا اور حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھی شامل کر لیا، اب کوئی اعتراض کرے تو خداوند پر کرے، اگر کوئی کج طبع معیت کے معنی معیت زمانی مُراد لے تو یہ ایمانداری پر مبنی نہیں، کیونکہ اگر آپ کی معیت زمانی ہوتی۔ تو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانہ میں مَوْجُوْد عَلَی الْاَرْض ہونا مرزائیوں کو تسلیم کرنا پڑیگا اور یہ کسی طرح ثابت نہیں، اور نہ کوئی مرزائی دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عیسیٰ موجود عَلَی الْاَرْض تھے، اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر دیکھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر موجود ہونے کی اطلاع دی، اور اگر مرزائیوں کی اس بے ربط سراغ کو سُن بھی لیا جائے۔ تو یہ مشاہدے کے خلاف ہے: اور مرزائی مذہب اور مرزا صاحب کے تمام ڈھونگ کا پول ثابت ہو جائیگا کہ جب تمہارا نذخاتُ

دنیا میں اگر کسی انسان کو اتنا لمبا زمانہ زندہ رکھتا، تو یقیناً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے، آپ سے زیادہ خدا کو اور کون پیارا ہے؟ جیساکہ خداتعالےٰ نے فرمایا، افَانْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ کہ خداتعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرسکتی، کہ آنحضرت تو فوت ہوجائیں اور آپ سے پہلے انبیا اتنا عرصہ زندہ رہیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا، کہ یاد رکھو، کہ جب تم مجھ کو دفن کر رہے ہوگے تو اسی وقت یہ ثابت ہوجائیگا، کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں رہا، وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کم از کم اس وقت تو مانو گے کہ عیسیٰ بھی زندہ نہیں، گویا عیسےٰ میرے ساتھ ہی دفن ہوجائیں گے (فافہم ایہا العاقلون)۔

"محمد عمر"۔ یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ سے ثابت ہؤا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جب آسمان سے قرب قیامت اتر ینگے، تو ان کا مدفن روضہ اطہر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، کسی اور جگہ دفن نہیں کئے جائیں گے، اگر ایسا نہ ہؤا تو وہ حضرت عیسیٰ نہیں ہونگے جعلی مال ہوگا، اور جس شخص کو ترجمہ کرنے میں مضارع اور ماضی کی تفریق کا علم نہیں وہ اگر گمراہ نہ ہو، تو پھر کون ہو اور خداوند تعالےٰ حاسد کی شر سے بچائے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رزق زیادہ عطا فرماوے تو حسد نہ کرنا چاہیئے، اگر اولاد زیادہ دے تو حسد نہ کرے، اگر عمر لمبی دے تو بھی حسد نہ کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزۃ نے قُوَّتِ عَظِیْمَہ بخشی، کہ تھوڑے عرصے میں اپنے اسلام کا ایسا پرچم لہرایا، جو بڑی بڑی عمر تبلیغ کرنے والے بھی آپ سے پیچھے رہ گئے، چنانچہ نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد الہٰی ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ اور ضرور بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف تو وہ ان میں ساڑھے نوسو سال رہے معلوم ہؤا، کہ عمر کا لمبا ہونا اولیت نہیں، اور ہمیشہ اصول ہے، کہ جتنی شے اعلیٰ ہوگی تھوڑی ہوگی مثلاً یکتا موتی، یا قوت یا سونا اور ہیرا وغیرہ وغیرہ اور جو شے دیر تک نظر میں رہے تو نظروں سے گرتا جاتی ہے اور اگر تھوڑی دیر وہ کر نظروں سے اوجھل ہوجائے، تو اس کی محبت اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ اور دوست و دشمن کی تفریق نظروں سے اوجھل ہونے سے ہی ہوتی ہے، ایسے ہی رب العزت نے آپ کو تبلیغ کا تھوڑا وقت دیکر وَرَفَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ

رسالت کا ذکر ہی نہ چھیڑینگے تو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ میں کیا خلاف ہو سکتا ہے ، اگر علاقہ کے مجسٹریٹ کو گورنر مہاجرین کے لئے عارضی طور پر اپنا سیکرٹری مقرر کر لے تو سوال کوئی اعتراض کا حق نہیں رکھتے ، تو تم کون ہو اعتراض کرنیوالے اور نہ ہی علاقہ مجسٹریٹ کو اپنے عہدہ سے برطرف سمجھا جائیگا . البتہ معترض کو لوگ سفاہت کی طرف منسوب کرینگے اور ضرور کہیں گے کہ گورنر اپنی پاور سے جسکو چاہے عارضی طور پر کام لے سکتا ہے ، کسی کو حق اعتراض کا نہیں ، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے ہی مقرر ہو کر آئے اور اپنی ڈیوٹی رسالت کو پوری کر چکے اور رسول جس کو خداوندکریم کی طرف سے اجازت مل جاتی ہے وہ چھینی نہیں جاتی ، اور جب وہ اپنی مقررشدہ ڈیوٹی رسالت کو بھگتیا لیتے ہیں تو ڈیوٹی سے فارغ ہو جاتے ہیں نہ کہ عہدۂ رسالت سے علیحدہ کیا جاتا ہے . تو اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گورنر کا وزیر دفاع غرب قیامت مقرر فرما دیا . تو آپ معترض ہونیوالے کون ہیں ؟ جیسا کہ کسی فوجی کیپٹن کو ڈیوٹی سے فارغ کیا جاتا ہے ، تو اس کی پنشن مقرر کی جاتی ہے کہ جب کسی موقعہ پر ضرورت پڑے تو گورنمنٹ بُلا کر عارضی طور پر لگا سکتی ہے ، اسکو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور لوگ اس کو کیپٹن صاحب کے نام سے ہی پکارتے ہیں . حالانکہ وہ اپنی ڈیوٹی کو پورا کر کے فارغ ہوتا ہے ، کیپٹن کے بلتے اور پاس بھی اس کے پاس ہوتا ہے اور جس عہدہ پر اُسکو عارضی تعینات کیا جاتا ہے اس عہدہ کا ذمہ دار بھی کہلاتا ہے ، بعینہٖ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کے قانون سے بنی اسرائیل کی رسالت کی ڈیوٹی سے بھی فارغ ہیں ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام گورنر نہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم گورنر جنرل کے آخری وزیر دفاع ہیں ، محمدی رسول یا محمدی نبی نہیں ، یعنی آپ کے کسی علاقہ کے گورنر نہیں ۔

"مرزائی" ۔ امت محمدیہ کو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کا ارشاد ہوا ہے ، اب اگر ایک عیسیٰ بن مریم بھی نہ بن سکے ۔ تو فرمان بے معنی بنتا ہے ، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو بھی ناقص ٹھہرانا پڑے گا ، کیونکہ آپ کی قدوسیت ایک مسیح بھی نہ بنا سکی ۔

"محمد عمر" ۔ وکیل صاحب خداوندکریم نے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ فرمایا ، کہ تم سب اُمت سے بہتر ہو ، اسکے اول مخاطبین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کو سب امت سے بہتر ہونے کا خطاب مل گیا ، اگر اُن سے کوئی درجہ نبوت کو نہ پہنچ سکا ، اور نہ ظلی نبی بن سکا ، تو اب کون ہو سکتا ہے . یعنی جب خیر امت نبی نہیں ، تو شتر امت نبی کیسے کہلا سکتی ہے ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

پر ایمان ہے، تو مرزا صاحب کیسے پیدا ہو گئے، جب خلقت میں رب العزت نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شامل رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے تشریف لاوینگے اور نکاح کرینگے اور انکی اولاد بھی ہوگی، پھر میرے روضۂ اطہر پر تشریف لاوینگے، مجھے سلام کہیں گے میں اس کا جواب دونگا، پھر میں فوت ہونگے اور میرے روضۂ اطہر میں ہی دفن ہونگے، اسی واسطے صیغہ مضارع مجہول یُدْفَنُ فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زمانۂ آئندہ میں دفن کئے جاوینگے، لیکن مرزائی بیچارہ کمزوری نظر سے معذور ہو کر اعتراض کرتا ہے۔

"مرزائی"۔ (حضرت مسیح ناصری امت محمدیہ کا موعود نہیں ہو سکتے) کیونکہ جس پر ایک مرتبہ وارد ہو جائے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا محال۔

"محمد عمر"۔ قرآن کریم کے معانی اُلٹ کر بیان کرنا یہ بھی مرزائیت کا ہی حصہ ہے، اس آیت کریمہ کا ماقبل چونکہ مرزائی کے خلاف تھا چھوڑ دیا اور جملے کے ایک حصہ کو لیکر جیسے چاہا بدل دیا اب ماقبل سے سنئے، اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو مرنے کے وقت اور اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو اُن کی نیند میں جنکو موت نہیں آئی، پھر جانوں کو روک بھی لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہو اور بھیج دیتا ہے اوروں کو وقت مقررہ تک۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے پوری آیت جس سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو رہی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کو یہ قدرت ہے کہ جسکی موت کا وقت پورا بھی ہو چکا ہو اس سے بھی اللہ کریم موت کو روک لیتا ہے یہ اس کا قانون ہے جو ذات میعاد زندگی جسکی ختم ہو چکی ہو اس سے موت کو روک لیتا ہے کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی ان کو مرزائی مارنا چاہتا ہے تو وہ اس کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ اس آیت سے تو حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوئی جسکو وکیل صاحب نے اُلٹ بیان کیا ہے۔

"مرزائی"۔ اگر مسیح ناصریؑ امت محمدیہ یا ساری دنیا کے نئے رسول ہو کر آئیں تو پھر قرآن کے الفاظ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کاٹ دینا چاہیئے۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب اگر ہمارا دعویٰ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے لئے اپنی رسالت کی اشاعت کیلئے تشریف لاوینگے پھر تو تمہارا اعتراض ہو سکتا تھا کہ بنی اسرائیل کا رسول امت محمدیہ کے خلاف قرآن ہے جب امت محمدیہ میں وہ اشاعت قرآن وحدیث مصطفویؐ کے لئے تشریف لاوینگے اور اپنی

پھر طبیعت میں اگر خون کی زیادتی ہو، تو انسانی رنگ خواہ کوئی بھی ہو، سفید یا گندمی یا سیاہ اس میں سے سُرخی ضرور نمودار ہوگی، اور اگر صفرا کا غلبہ ہے، تو رنگ انسانی زردی مائل ہوگا، خواہ آدمی کوئی رنگ رکھتا ہو، سفید یا گندمی یا سیاہی مائل، لیکن بوجہ صفرا زردی ضرور چھائی ہوگی، علیٰ ہذا القیاس اگر سودا کا غلبہ ہو، تو خواہ کسی رنگ کا انسان ہو، اس کے بدن پر سیاہی چھائی ہوگی، اور ایسے ہی اگر بلغم کا غلبہ ہو، تو رنگ سفیدی مائل ہوگا، عیسٰی علیہ السلام کے متعلق جب ایک حدیث شریف میں مذکور ہے، کہ اُن کا رنگ گندم گون ہوگا اور دوسری حدیث میں اَحْمَرُ یعنی بہت سُرخ تو دونوں کو یکجا کرنے سے متحد ہوئے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رنگ گندم گون سُرخ ثابت ہؤا، جو ہر انسان پر واضح ہے، کہ ایسے رنگ کا انسان ہو سکتا ہے، وکیل صاحب آپنے اُن میں کونسا تبائن معلوم کیا، یا تضاد، اگر فی الواقع ثابت ہوتا تھا، تو ذرا تفصیل کر کے تو ثابت کرتے، جیسا کہ فقیر نے دونوں کا اتحاد ثابت کیا ہے، اختلاف تب ہوتا، کہ جب ایک حدیث میں مذکور ہوتا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رنگ سیاہ ہوگا، دوسری حدیث میں ہوتا، کہ اُن کا رنگ سفید ہوگا، پھر تو البتہ بات کہنے کی تھی، جب گندم گوں سُرخ رنگ فرمایا، تو ہماری اصطلاح میں ایسے مرکب رنگ کو تو نثر لوزی رنگ کہا جاتا ہے، اور اس ملک کی اصطلاح بھی عام فہم ہے، آپ شاید ولایتی ہونے کی وجہ سے کوئی اور اصطلاح وضع فرمائیں، لیکن ہر صورت دونوں حدیثوں میں رنگ کا اتحاد ہے، باقی رہا بالوں کے متعلق، تو پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت علیہ السلام کے بال گھنگر یالے ہونگے اور دوسری حدیث میں ذکر آیا ہے، کہ لمبے، کندھوں کے مابین تک ہونگے، وکیل صاحب اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ گھنگر یالے بال کندھوں کے درمیان تک پہنچ سکتے ہیں، یا نہیں، وکیل صاحب یہ بات کسی جاہل سے ہی دریافت کر لیتے، کہ بھائی ایک حدیث میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے گھنگر یالے بالوں کا ذکر آتا ہے، اور دوسری حدیث میں ان کی لمبائی کندھوں کے درمیان تک لکھی ہے، تو جاہل کیا، اجہل بھی آپ کو سمجھا دیتا، کہ گھنگر یالے بال پُشت تک لمبے بھی

رُوحانیت میں فرق نہیں آسکتا. کیونکہ خدا کا کام ہے نبوت عطا کرنا. کسی نبی کو یہ قوت نہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی بنا سکے، یہ خدا کا کام ہے. لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی لغو ثابت ہوا. کیونکہ اگر ہمت ہے تو خداوند پر اعتراض کرو، کہ تو نے نبوت کا دروازہ کیوں بند کیا، تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کر سکتے. اور نہ ہی تمہیں آپکی ہمت ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ نے ثابت کر دیا کہ ہم تمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی اُمت ہیں، اس میں کوئی نبی نہیں ہوگا. اگر ہوتا تو امتی ہونے کے ساتھ ہی علیحدہ نبوت کا خطاب بھی شامل ہوتا، اگر نہیں، تو ثابت ہوا کہ ہم تمام قیامت تک جتنے پیدا ہونے والے ہیں، امت ہی کہلا سکتے ہیں، نبی نہیں. جو نبی کہلائے وہ آپ کی امت سے خارج اور جو آپ کی امت سے خارج وہ اسلام سے خارج. اور جو اسلام سے خارج وہ جہنم کا ایندھن بن گیا.

"مرزائی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح ناصری کا جو حلیہ بیان فرمایا ہے. وہ بالکل متضاد اور متبائن ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والے مسیح اور ہیں، اور مسیح ناصری اور ہے، چنانچہ آنحضرت فرماتے ہیں، فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ، پھر آنے والے موعود کے متعلق فرمایا فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ کَاَحْسَنِ مَا یُرٰی مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ عِنْدَہٗ بَیْنَ مَنْکِبَیْہِ رَجِلُ الشَّعْرِ. معلوم ہوا کہ مسیح دو ہیں،

"**محمد عمر**". تعصب بری بلا ہے، عقل بھی چھین لیتا ہے، بھلا یہ تو فرمائیے. کہ پہلی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ کی صفت بیان فرمائی. اَحْمَرُ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان سے قرب قیامت تشریف لاوینگے، تو ان کا رنگ سرخ ہوگا، اور دوسری حدیث میں آدَمُ کا لفظ آیا. یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی ہوگا. کیں صاحب بیچارے انسانی صفات سے بھی بے بہرہ ہیں. اتنا پتہ نہیں، کہ تباین تضاد، تناقض کیا ہوتا ہے. صرف نام ہی سنا ہوا ہے، حمرت آدمی کے بدن کی صفت نہیں؟ بلکہ رنگ کی صفت ہے یعنی صفت الصفت ہے، کیونکہ آدمی کا رنگ یا سفید ہوگا، یا گندمی یا سیاہ،

ہیں، پہلے بیچارے عیسائی اس گورکھ دھندے کا شکار تھے، اب مرزائی بھی اس مصیبت کا شکار ہو گئے۔ نہ یہ خود سمجھ سکیں اور نہ سمجھا سکیں، جو ہر ذی شعور سے مخفی نہیں، تمہارا کہنا کہ دونوں ایک وجود ہیں، غلط ہے عقلاً بھی اور نقلاً بھی، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب مذکور ہو گا۔ وکیل صاحب آپ نے ایک ایسی حدیث سے استدلال پیش فرمایا جس میں خود ہی پھنس گئے، امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتے کرتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا خود ہی اقرار کر لیا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات نہیں، تو آخر امت میں تشریف لانا کیسے درست ہو گا، وعیسیٰ ابن مریم آخرھا۔ کیسے ثابت ہو گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دلائل سے تو تمہیں یقین ہے، لیکن حجاب مرزائیت تمہارے لئے مانع ہے، اور پھر وکیل صاحب استدلال میں ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں عیسیٰ بن مریمؑ کا صاف ذکر ہے، جس کا مرزائی خود منکر ہے: مسیح کا لفظ اس میں ہے ہی نہیں، لہذا وکیل صاحب میرے سے ہی اپنے دعوای کا استدلال ہی مخالف پیش کر رہے ہیں، میں تو وکیل صاحب کو معذور ہی سمجھوں گا۔ اور تمہارا کہنا کہ اگر امام مہدی عیسیٰ بن مریم سے علیحدہ ہوتے تو ان کا ذکر علیحدہ ہوتا، آئیے اسی حدیث کی پوری عبارت آپ کو دکھا دوں، جس میں امام مہدی کا ذکر بھی ہے۔ سنیئے۔

کنز العمال ۷/۱۸۷ — لَنْ تُهْلِكَ أُمَّةٌ أَنَا فِي أَوَّلِهَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي آخِرِهَا وَالْمَهْدِيُّ فِي أَوْسَطِهَا۔

ہرگز نہ ہلاک ہو گی ایسی امت جس کے ابتداء میں میں ہوں اور اس کے آخر میں عیسیٰ بن مریم اور مہدی اس کے مابین ہو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ مہدی کا ذکر آیا یا نہ؟ اگر انصاف کی ایک رتی یا ایک چاول بھی رکھتے ہو۔ تو تمہیں ضرور ایمان لانا چاہیئے، کیونکہ تمہاری منہ مانگی مراد تمہیں مل گئی ہے۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ذکر علیحدہ اور امام مہدی علیہ السلام کا ذکر علیحدہ اور صاف ہے۔ اور جس کتاب کا تم نے ذکر کیا، اسی سے ہی تمہارا جواب دیا گیا۔

ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کو نہ کٹایا جائے، تو اُن کو کوئی مانع نہیں، ممکن ہے، بھلا ان دونوں حدیثوں میں کوئی بھی اختلاف ہے؟ جس نے وکیل صاحب کو اشکال میں ڈالدیا، اور آپ کو اختلاف معلوم ہونے لگ گیا، بجائے اصل بات تو یہ ہے، کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانا مرزائی یقینی سمجھتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا ہے، کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی صحیح موجود ہیں۔ اختلاف کا عذر محض نہ ماننے کا بہانہ ہے، ورنہ ان احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ مبارک کا اتحاد ہے، کسی شخص کی نظر میں تضاد نہیں، اگر کسی مرزائی کو نظر آتا ہے تو بالتفصیل واضح کرے،

مسیح اور مہدی ایک نہیں، دو ہیں

"مرزائی"۔ مسیح اور مہدی ایک ہیں، اس لئے کہ آنحضرت نے جہاں آخری زمانے کے مصلح کا ذکر فرمایا، وہاں پر صرف مسیح کا ذکر آتا ہے اور مہدی کا ذکر تک نہیں، فرماتے ہیں: کَیْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا۔ اگر حضرت امام مہدی کوئی علیحدہ وجود ہوتے تو ان کا بھی ذکر فرماتے، پس معلوم ہوا، کہ دونوں ایک وجود ہیں،

"محمد عمر"۔ توحید کے قائل یعنی صرف ایک خدا کو ماننے والے بھی لوگ موجود ہیں، جنکو مسلمان کہا جاتا ہے، اور تثلیث کے قائل بھی موجود ہیں، وہ عیسائی نام سے موسوم ہیں، جو اقانیم ثلاثہ سے مرکب ایک خدا سمجھتے ہیں، آج مرزائیوں کو دیکھا اور سُنا، کہ تثنیہ کے قائل ہیں، یعنی دونوں کا ایک وجود ہے، پہلے ہم مسلمان صلیبیوں کو مذاق کیا کرتے تھے، کہ تین کا ایک تین بھی ہو اور ایک بھی، یہ ایک ایسا معمہ ہے، جس کو آج تک نہ عیسائی خود سمجھ سکے اور نہ کسی دوسرے کو سمجھا سکے، کیونکہ اعداد تین اور عدد ایک میں تباین ذاتی ہے، مجموعہ اعداد ثلاثہ من حیث ھی واحد نہیں کہلا سکتا، اور واحد بالذات ثلثۃ کا مصداق نہیں، چونکہ مرزائیت عیسائیت سے ماخوذ ہے، اس واسطے ایک درجہ ان سے کم رہے، کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں ایک

بیان کی ہیں، مستقل ان کا نام امام مہدی نہیں، جنکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی، اس کا نام محمد اس کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور سید ہوگا، مغل نہیں ہوگا، اور اگر یہاں مہدی کا لفظی ترجمہ نہ سمجھو گے تو تمہیں کئی مہدی تسلیم کرنے پڑینگے، سنیئے۔

ابن ماجہ ۵
ترمذی شریف ۲/۹۲

سَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِیْ اِخْتِلَافًا شَدِیْدًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ ۝

میرے بعد تم جلدی سخت اختلاف دیکھو گے، تو تم پر میری سنت اور خلفاء الراشدین المہدین کی سنت لازمی ہے۔

کیا یہاں ہر ایک خلیفہ امام مہدی کا عین کہا جائے گا، یا علیحدہ علیحدہ وجود سمجھو گے، کچھ سوچ کر تو بات کرتے،

معلوم ہؤا۔ کہ مہدی کا لفظ لغت میں کئی جگہ مستعمل ہؤا ہے، تو لغت کی اور جگہ لفظ مہدی کا صفاتی استعمال ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل مقرر کردہ اسم سید محمد بن سید عبداللہ شاہ صاحب امام مہدی کے مسمّی کو معدوم نہیں کرسکتا، اور نہ ہی لغوی مہدی کے استعمال سے کوئی امام مہدی علیہ السلام کے مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ امام مہدی سید محمد بن سید عبداللہ شاہ صاحب بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پیدا ہونگے اور ایسے ہی عمل کرینگے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق فرمایا، مرزائی صاحبان کا چونکہ ہر بات کو اُلٹ سمجھنا اور بیان کرنا اُن کا بنیادی عقیدہ ہے، لہذا ان کو اس میں بھی معذور سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترمذی شریف ۲/۱۰۷

اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَا اَحْمَدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)

میرا نام ہی محمد ہے اور میرا نام ہی احمد ہے، یعنی میرے ایک وجود کا نام ہی محمد اور احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات واحدہ کے اِسْمَیْنِ شَرِیْفَیْنِ اللہ تعالےٰ نے

"مرزائی" - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو مہدی بھی قرار دیا ہے جیسے فرمایا۔ یُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ يَلْقَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَهْدِيًا وَحَكَمًا عَدْلًا۔ عیسیٰ بن مریم جو امت کے موعود ہیں، وہ امام مہدی ہی ہونگے۔

"محمد عمر" - وکیل صاحب آپ تو عیسیٰ بن مریم کے قرب قیامت تشریف لانے کو اچھی طرح جانتے ہو، صرف تعزئہ بازی میں اپنی ہٹ پر اڑے ہوئے ہو، جو تم نے پہلے حدیث پیش کی۔ اس میں بھی صاف عیسیٰ ابن مریم آخر ہا کہ اس امت کے آخیر عیسیٰ بن مریم تشریف لائیں گے، اور اس مذکورہ بالاحدیث میں بھی حیات عیسیٰ بن مریم کے صاف الفاظ موجود ہیں، اور ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے۔ یلقی صیغہ مضارع کا ہے، جو زمانہ استقبال کی ملاقات کو ثابت کر رہا ہے پورا ترجمہ تم نے کیا ہی نہیں، کہ ایسا نہ ہو، کہ امام مہدی کے انکار سے کہیں حیات عیسیٰ بن مریم اور ان کا قرب قیامت امت کے آخیر میں آسمان سے تشریف لانا ثابت ہو جائے، لیکن کوئی عقل کا اندھا اور ایمان سے خالی ان حدیثوں کو دیکھ پڑھ کر انکار کردے تو کرے، لیکن تھوڑے سے شعور و ایمان رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ حدیث صاف حیات عیسیٰ علیہ السلام اور آمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہے، حدیث تم نے پڑھی ہے، لیکن ترجمہ تمام عبارت کا نہیں کیا، لہذا فقیر ترجمہ کرتا ہے،

قریب ہے تم زندہ مسلمانوں سے کوئی ملاقات کریگا، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا امام ہوگا۔ ہدایت یافتہ ہوگا، حاکم ہوگا، منصف ہوگا۔

کیوں جناب؟ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی کیسی زبردست حدیث تمہارے ہی وکیل صاحب نے پیش کردی، اب تو ایمان لے آؤ، باقی رہا وکیل صاحب کا فرمانا کہ عیسیٰ بن مریم امام مہدی ہی ہونگے، صراحتہً دھوکا دہی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی چار صفتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں،

(۱) امام (۲) مہدی (۳) حاکم (۴) عادل، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات

عَلٰی مَمَرِّ الْاَعْصَارِ اَنَّہٗ لَابُدَّ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ ظُھُوْرِ رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْبَیْتِ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ وَیُظْھِرُ الْعَدْلَ وَیَتْبَعُہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَیَسْتَوْلِیْ عَلَی الْمَمَالِكِ الْاِسْلَامِیَّۃِ وَیُسَمّٰی بِالْمَھْدِیِّ وَیَکُوْنُ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَمَا بَعْدَہٗ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ الثَّابِتَۃِ فِی الصَّحِیْحِ عَلٰی اَثَرِہٖ وَاِنَّ عِیْسٰی یَنْزِلُ مِنْ بَعْدِہٖ فَیَقْتُلُ الدَّجَّالَ۔

تمام اہل اسلام میں یہ مشہور ہے کہ آخیر زمانہ میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک سید کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید کریگا، اور عدل کو ظاہر کریگا اور تمام مسلمان اس کے متبع ہوں گے اور وہ تمام ممالک اسلامیہ پر غالب ہوگا اور مہدی کے نام سے موسوم ہوگا اور اس کے بعد دجّال کا خروج ہوگا، جو ساعۃ ثانیہ کی علامات سے ہوگا اور بے شک اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لادینگے۔

اس عبارت ابن خلدون سے تین امور واضح ہوئے۔

(۱) ۔ آخیر زمانہ میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور،

(۲) ۔ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علیحدہ علیحدہ وجود، امام مہدی علیہ السلام کا قبل از دجّال تشریف لانا اور دجّال کو قتل کرنا۔

(۳) ۔ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا یہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے ابن خلدون جس کے لیے آپ نے تمام احادیث صحیحہ کو ٹھکرا دیا تھا، یہ اس کی تحقیق ہے، اور فیصلہ کی صورت میں اب بھی اگر تم امام مہدی کے وجود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ نہ سمجھو گے تو تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مار اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو بہ تحریر ابن خلدون جمیع اہل اسلام کی جماعت سے خارج ہو جاؤ گے۔ اب تم سوچو کہ اسلام پر ... اہل ہونا ہے یا نہیں۔ اگر امام مہدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق جو صحاح میں وارد ہیں۔ جو ابھی تشریف لائے نہیں ... ... والے ہیں قبل از حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام میں داخل ہو جاؤ ورنہ عیسیٰ علیہ السلام کی ... تمہیں تو درست کریگی۔

نے بھی مقرر فرمائے، تو مرزائی نے ان دو اسماء مقررہ لذات واحدہ کو ایک وجود کے لئے نہ سمجھا، بلکہ ایک مقرر شدہ وجود کے ساتھ ایک دوسرا وجود گرداں کر مقرر کرلیا، کہ نام دو ہیں، تو وجودین کا ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک ہے، تو احمد سے مراد غلام احمد قادیانی کہدیا اگر مرزا غلام احمد قادیانی تمام انبیا علیہما السلام کے نام اپنے لئے جھوٹے مقرر کرلے تو یہاں کئی وجودوں کی ضرورت نہیں، بلکہ ایک مرزا صاحب کے لئے ہی یہ نام پیٹنٹ کرلئے گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کا لفظ کئی وجودوں پر استعمال فرمایا۔ لیکن سید محمد بن سید عبد اللہ علیہما السلام کے لئے امام مہدی کا لفظ پیٹنٹ فرمادیا۔ تو مرزائی نے اس علیحدہ اور مستقل وجود کے پیٹنٹ علم کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شامل کرکے امام مہدی سید محمد علیہ السلام جن کی خوشخبری مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ بیان فرمائی، کو معدوم کرنے کی کوشش کی، بھلا جن مستقل وجود کی اطلاع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور اسم مقرر فرمایا تو وہ کب خطا ہونے والا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہو کر ہی رہے گا، امام مہدی علیہما السلام کی حدیثیں اور بیان مستقل علیحدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان علیحدہ فرمایا، اس کی مثال یوں سمجھیئے۔ کہ کسی کا نام اگر کریم ہو، تو کیا اس کو معاذ اللہ خدا سمجھ لیا جاوے گا، کلا وحاشا تمہارا استدلال ہی غلط ثابت ہوا۔

"مرزائی" یہ جو تم مستقل حدیثیں امام مہدی کے متعلق بیان کرتے ہو، ان کو ابن خلدون نے مجروح کہا ہے، اور صحیح حدیث میں لا مہدی الا عیسیٰ موجود ہے۔ کہ کوئی مہدی نہیں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے موجود ہے، تم پھر بھی امام مہدی کی علیحدہ ہی رٹ لگاتے ہو۔

"محمد عمر"۔ آہ آ، آہ آ، وکیل صاحب ابن خلدون کی طرف پلٹے یا غَیَابَتِ الْجُبِّ میں گر گئے۔ کیونکہ ابن خلدون نے ایک ایسی بات بیان کی ہے کہ جس نے مرزائیت کی جڑ کاٹ کر رکھدی۔

ابن خلدون ص۲۶۰ اِنَّ الْمَشْهُوْرَ بَيْنَ الْكَافَّةِ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ

مسیح کا کام :- یَنْقُصُ الْمَالَ وَلَیُدْعَوَنَّ اِلَی الْمَالِ
مہدی کا کام :- یَقْسِمُ الْمَالَ۔ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ نَبِیِّہِمْ۔ پس معلوم ہوا، کہ مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب نرالا مذہب دیکھا تو بس تمہارا، ایک کو چاہو، تو دو بنا دو، اور چاہو تو دو کو ایک بنالو، تمہارے مذہب مرزائیت میں اتنا سوچنے والا کوئی نہیں، کہ یہ کیا ہتھکنڈا کھیلا جا رہا ہے۔ تم نے تو وکیل صاحب اپنے سابقہ دعویٰ کے برخلاف نزول مسیح کی حدیثیں لکھنی پڑھنی شروع کر دیں سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں یَنْزِلُ بَیْنَ مَھْرُوْدَتَیْنِ. حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد چادروں میں آسمان سے اُتریں گے۔

کیوں جی مرزائیو؟ اب تو تمہارے وکیل صاحب نے کئی حدیثیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کی خود ہی لکھ پڑھ دیں، جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، اب تو نزول مسیح من السماء پر ایمان لا کر مسلمان بنجاؤ۔ کیونکہ وکیل صاحب رقم طراز ہیں، کہ مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی وجود ہے، لیکن تفریق وجودین خود ہی کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس حدیث کا جملہ پڑھ دیا، جو نزول مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہا ہے۔ اور امام مہدی علیہ السلام کے نزول کا ایک جملہ بھی بیان نہیں فرمایا، نہ ہے اور نہ ثابت کر سکتے ہیں۔ تو دونوں میں مطابقت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وجود ایک ثابت ہو سکتا۔ کجا نزول سماوی، کجا خروج ارضی اور کجا لباس عیسیٰ علیہ السلام مَھْرُوْدَتَیْنِ زرد چادروں میں ملبوس اور کجا نطوفی عبائیں یعنی نطوفی جبے۔ ملاحظہ ہو۔

المنجد ۵۰۲ | اَلْعَبَاءَۃُ کِسَاءٌ مَفْتُوْحٌ مِنْ قُدَّامٍ یُلْبَسُ فَوْقَ الثِّیَابِ

وکیل صاحب کو آجتک اس مذہب نے جبّے اور چادر کی تمیز نہیں سکھائی۔ تو امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی تفریق کیسے معلوم کر سکیں۔ جن کے اسماء سے ہی نبوت بیّن ہے۔ اور لباس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ سلیے نفر آپ

لا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی کی روایت کے متعلق ابن خلدون رقم طراز ہیں :-

ابن خلدون
۱
۲۹۹

وَقَالَ الْبَیْھَقِیُّ تَفَرَّدَ بِہٖ مُحَمَّدُ ابْنُ خَالِدٍ وَقَالَ الْحَاکِمُ فِیْہِ اَنَّہٗ رَجُلٌ مَجْھُوْلٌ وَاخْتُلِفَ فِیْ اِسْنَادِہٖ .... قَالَ الْبَیْھَقِیُّ فَرَجَعَ اِلٰی رِوَایَۃِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ وَھُوَ مَجْھُوْلٌ عَنْ اَبَانَ بْنِ عَیَّاشٍ وَھُوَ مَتْرُوْکٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُنْقَطِعٌ وَبِالْجُمْلَۃِ فَالْحَدِیْثُ ضَعِیْفٌ مُضْطَرِبٌ وَقَدْ قِیْلَ فِیْ اَنْ لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ فِی الْمَھْدِ اِلَّا عِیْسٰی۔

اور بیہقی نے کہا ہے، کہ اس حدیث لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی میں محمد بن خالد اکیلا آدمی ہے اور حاکم نے محمد بن خالد کو مجہول کہا ہے اور اس کی اسناد میں اختلاف ہے، بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن خالد کی روایت اور وہ بھی مجہول ہے، ابان بن عیاش سے اور وہ متروک ہے روایت حسن سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ منقطع ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے، مضطرب ہے، اور بعض نے لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی کے معنی بیان کئے ہیں، کہ مہد میں نہیں کلام کرینگے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے۔

کیوں جناب! یہ ہے فیصلہ ابن خلدون کا، تم ایمان لاؤ یا نہ۔ لطف یہ ہے کہ جس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہو، وہی تمہارے خلاف لکھتی ہے، فقیر کے ذمے صرف بیان کرنا ہے۔ ابن خلدون سے بھی ثابت ہوگیا، کہ تمام اہل اسلام کا امام مہدی علیہ السلام کے متعلق اجماع امت محمدیہ ہے، کہ وہ قبل از دجال تشریف لا دینگے، اور بعد از ظہور دجال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اُتریں گے۔

"مرزائی" - دونوں کے ایک حلیہ ہونے سے ظاہر ہے، کہ وجود بھی ایک ہی۔ مثلاً مسیح علیہ السلام کا حلیہ یاد ارجل آدم کاحسن ما یُری من آدم الرجال اور مہدی کا حلیہ آدم ضرب من الرجال۔

مسیح کی حالت نزول۔ بین مھرو دتین۔

مہدی کی حالت نزول۔ علیہ عباءتان قطوانیتان کانہ من بنی اسرائیل

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا نہ فنا ہوگی حتیٰ کہ عرب کا بادشاہ ایک آدمی میرے اہلبیت سے میرا ہمنام ہوگا۔

آیت نمبر۲ سے ثابت ہو رہا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی لئے ابن مریم سے نسب بیان کی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر مس رجل محض والدہ کے بطن سے۔ آیت نمبر۱ بھی ثابت کر رہی ہے، اور ان کی والدہ کا تمام عمر مس رجل سے مبرا ہونا بھی اظہر من الشمس: اضح ہو رہا ہے۔ تو ثابت ہوا، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیحدہ ہیں، اور امام مہدی علیہ السلام کی نسب ان سے علیحدہ ہے، جو حدیث نمبر(۲) سے واضح ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ امام مہدی بنی فاطمہ رضؓ سے ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پہلے ہو چکی، جو ابھی فوت نہیں ہوئے، اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت بھی قبل قیامت انشاء اللہ ہوگی، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، کہ میرے بعد امام مہدی علیہ السلام کو وجود عیسوی میں مدغم سمجھنے والے اور مدعی مہدی بھی پیدا ہوں گے، اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کا نام بھی محمد اور ان کے باپ کا نام بھی عبد اللہ ارشاد فرما دیا تاکہ کوئی شک وشبہ ہی نہ رہ جائے۔ چنانچہ یہ حدیث کئی مقامات پر مذکور ہے۔ مثلاً مسند امام احمد حنبل ۱/۳۷۶، ترمذی شریف ۲/۴۶، کنز العمال ۷/۱۸۶،

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اسم محمد بن عبد اللہ ہونے میں یہ متفق حدیثیں موجود ہیں، جیسا کہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ بن مریم ثابت ہے، اب اسمی اور نسبی امتیاز سے بھی اگر کسی کو دونوں کے وجود میں سمجھنے میں مرزائیت حائل ہو جائے۔ تو یہ تلبیس قرآن وحدیث میں موجود نہیں، بلکہ مرزائی کو اپنے آقا کی تقلید مجبور کر رہی ہے۔ میں اب دنیائے مرزائیت کو چیلنج دیتا ہوں کہ:۔

کو دونوں وجودوں کے علیحدہ علیحدہ رُخ دکھا دیتا ہے۔ سُن لو، ایمان لانا یا نہ لانا یہ تمہارے اختیار ہے یا خداوند کریم کے اختیار ہے۔

مسیحؑ اور مہدیؑ اسلام میں

حضرت مسیح عیسٰی بن مریم علیہما السّلام کی نسب		امام محمد مہدی علیہ السّلام کی نسب	
(۱)۔ تحریم ۲۸/۲	وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا اور عمران کی بیٹی مریم وہ جس نے اپنے رحم کو (رجولیت) سے پاک رکھا۔	(۱)۔ ابوداؤد ۲/۲۴۰ کنز العمال ۷/۱۸۶	عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے امام مہدی میری عترۃ اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوگا۔
(۲) نساء ۶/۲۳	اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور کوئی بات نہیں مسیح عیسیٰ بیٹا مریم اللہ کا رسول ہے۔	(۲)۔ ابوداؤد ۲/۲۳۹	اِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمُ اَبِيْ۔ اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔
		ترمذی شریف ۲/۴۶	وَمَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

نا بطلۃ ۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا، ہاں وہ سچ ہے اور امام مہدی بنی فاطمہ سے ہونگے، سید صاحب کو عوامی بناتے ہو، کچھ شرم کرو۔

کیوں جناب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو امام مہدی علیہ السلام کو بنی فاطمہ سے پیدا ہونا حق اور سچ فرمادیں، اور تم مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہدی قرار دے دو، تو تمہارے عقیدہ کے مطابق تو امام مہدی علیہ السلام بھی گذر چکے، جیسا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تصور کرتے ہو، تو حضرت امام سید محمد مہدی علیہ السلام کا بنی فاطمہؓ سے پیدا ہونیکا کیا مطلب بگاڑ دو گے، کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو۔

اِنعَام

ایک روپیہ نقد انعام اس مرزائی کو دیا جائیگا، جو قبل از ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا نام محمد ثابت کردے، جب نہیں تو حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کا آپ کی امت سے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقل تسلیم کرلو، جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے۔

حُلیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام

ابوداؤد ۲/۲۴۰	اَلْمَھْدِیُّ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ ۔ امام مہدی فراخ ماتھے والے ہونگے اور اونچے ناک والے ۔
کنز العمال ۷/۱۸۶	اَلْمَھْدِیُّ رَجُلٌ مِّنْ وُلْدِیْ وَجْھُہٗ کَالْکَوْکَبِ الدُّرِّیِّ ۔ مہدی میری اولاد کے آدمی سے پیدا ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکنے والے ستارے کی طرح ہوگا۔
کنز العمال ۷/۱۸۷	قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اِمَامُ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ قَالَ مِنْ وُلْدِیْ اِبْنُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً کَاَنَّ وَجْھَہٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ فِیْ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ

مبلغ پچاس ۵۰ ہزار روپیہ نقد انعام

اُس شخص کو دیا جائیگا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام محمد بن عبداللہ قرآن اور حدیث سے دکھا دے، ورنہ خدا سے ڈرے جس نے ہر ایک سے اپنے ذرہ ذرہ فرمان کا حساب لینا ہے۔

"مرزائی"۔ بعض حدیثوں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے امام مہدی کا ہونا ثابت ہے، لہٰذا تعارض حدیثین سے حکم ساقط ہوگیا۔

"محمد عمر"۔ سبحان اللہ! مرزائی صاحب تعارض تب ہوتا، جب ایک حدیث سے وجودِ مہدی کا ثبوت ملتا اور دوسری حدیث سے اس کا عدم ثابت ہوتا، تم بیچارے تعارض کو کیا جانو، باقی رہا آپ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کا فرمانا، تو یہ صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبائن، امام مہدی علیہ السلام کی ولادت جانبین سے ہوگی، جیسا کہ عوام الناس انسانوں کی ہوتی ہے، کیونکہ برخلاف پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے جب تک زوجین جمع نہ ہونگے، ولادت مہدی علیہ السلام نہ ہوگی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کی دونوں نسبوں کا ذکر فرمایا، کہ امام مہدی علیہ السلام بنی فاطمہ اور بنی عباس کے وصل سے پیدا ہوں گے، تاکہ امام مہدی علیہ السلام کی نسب جہتین سے صحیح ثابت ہو جائے، اور عربی گھوڑی پر گدھا یا الکہ حجر کا پیدا ہونے والی نسب کی نفی کا ثبوت دیدیا۔ فافھم۔

امام مہدی علیہ السلام کا علیحدہ وجود حق ہے

مستدرک جلد ۴ ۵۵۷	اُمّ سلمۃ تقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یذکر المھدی فقال نعم ھو حق وھو من بنی

(۸)۔ مشرکوں کے کئی شہروں کو فتح بھی کرینگے (حضرت عیسٰی علیہ السلام مکین سماوی و ارضی، روئے زمین کے کافر بادشاہ کو باب لُد کے درمیان قتل کرکے قابض ہونگے،

(۹)۔ حضرت سلطان الاولیا کے سر کے بالوں کا ذکر نہیں اور (حضرت مسیح علیہ السلام کے سر کے بال لمبے کندھوں کے درمیان لٹکے ہونگے۔

(۱۰)۔ حضرت شاہ صاحب قوماً سادات سے ہونگے اور حضرت عیسیٰ السلام بنی اسرائیل سے ہیں،

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ان عشرہ امور کے مجموعہ احادیث شریف سے سید امام محمد مہدی شاہ صاحب بن عبداللہ شاہ صاحب کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ، جو ثابت ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُن کے بعد قرب قیامت علیحدہ اُن سے علیحدہ ثابت ہے، وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا حُلیہ

بخاری شریف ۱/۴۸۹

فَقَالَ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ۔

تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی) میانہ قد، بہت سُرخ رنگ والے گویا کہ حمام سے نکلے ہیں۔

(ایضاً)

وَأَرَانِي اللَّيْلَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً۔

خداوند نے خواب میں مجھے رات کعبے کے پاس دکھایا، تو اچانک ایک آدمی گندم گون رنگ والا تمام گندم گون آدمیوں سے بڑا خوبصورت دکھائی دیتا تھا، لمبے بالوں والا، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے۔ آپ کے سر سے

خَالٍ اَسْوَدُ عَلَيْهِ عَبَايَتَانِ قَطْوَانِيَّتَانِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَمْلِكُ عَشَرَ سِنِيْنَ يَسْتَخْرِجُ الْكُنُوْزَ وَ يَفْتَحُ مَدَائِنَ الشِّرْكِ۔

عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہوگی) تو اس دن لوگوں کا امام کون ہوگا، آپ نے فرمایا میری اولاد سے چالیس سالہ جوان ہوگا جس کا چہرہ چمکنے والے ستارے کی طرح ہوگا اور اس کے دائیں رخسارہ پر سیاہ تل ہوگا، اور اس کے اُوپر دو قطوانی جبے بنی اسرائیل کے آدمیوں جیسے ہونگے، دس سال حکومت کریگا، خزانے نکالے گا، اور مشرکین کے شہروں کو فتح کریگا۔

اس حدیث شریف سے دس مسائل ثابت ہوئے۔

(۱)۔ سید امام محمد مہدی علیہ السلام اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشوا ہونگے یعنی پیران عظام کی جماعت سے ہونگے۔ لیکن (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر رسول ہونگے)۔

(۲)۔ چالیس سالہ جوان ہونگے، لیکن (حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول تینتیس برس کے ہونگے)۔

(۳)۔ پیر محمد مہدی شاہ علیہ السلام بن عبداللہ کا رُخ انور ستارے کی طرح چمکے گا، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چہرہ مبارک گندم گون ہوگا۔

(۴)۔ حضرت قدوۃ السالکین سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کا امتیازی نشان دائیں رُخسارہ مبارک پر سیاہ تل ہوگا، لیکن (وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روئے مبارک صاف تازہ دُھلا ہؤا ہوگا)۔

(۵)۔ زبدۃ العارفین امام محمد مہدی علیہ السلام کی لباسی خصوصیت (دو قطوانی جبے بنی اسرائیل کی طرح اوڑھے ہونگے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدیمی لباس دو زرد چادریں ہونگی)۔

(۶)۔ حضرت امام طریقت سید محمد مہدی علیہ السلام کی خلافت دس سال تک ہوگی، (حضرت ابن مریم علیہما السلام کی حکومت چالیس سال ہوگی۔

(۷)۔ حضرت خلیفۃ اللہ المہدی علیہ السلام زمین سے خزانے نکالیں گے، اور لوگوں میں تقسیم کرینگے، (حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں رزق عام ہوگا، صدقہ لینے والا کوئی نظر نہ آئیگا)۔

بے شک میری اُمت میں محمد مہدی پیدا ہو گا۔

(۲)۔ کنز العمال ۷/۱۸۶	اَلْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محمد مہدی فاطمہ کی اولاد میری عترۃ سے ہو گا۔
(۳)۔ کنز العمال ۷/۱۸۹ مستدرک ۴/۵۵۸ ابن ماجہ ۳۰۹ مسند امام احمد حنبل ۳/۲۱	یَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِی الْمَهْدِیُّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں محمد مہدی پیدا ہو گا
(۴)۔ کنز العمال ۷/۱۸۸	یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ فِیْ اُمَّتِیْ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد مہدی میری امت میں ظاہر ہو گا۔
(۵)۔ ترمذی شریف ۲/۴۶	اِنَّ فِیْ اُمَّتِی الْمَهْدِیُّ یَخْرُجُ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک محمد مہدی میری امت میں سے نکلے گا۔
(۶)۔ ابوداؤد ۲/۳۹	یَبْعَثُ اللهُ رَجُلاً مِّنِّیْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ مبعوث فرماوے گا اللہ تعالٰی میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو۔
(۷)۔ ابوداؤد ۲/۲۴۱	قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَنَظَرَ اِلٰی ابْنِهِ الْحَسَنِ یَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ

النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ... یَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّكُمْ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف

پانی کے قطرے گر رہے تھے۔

کیوں جی وکیل صاحب۔ تم دونوں کی رنگت ایک کہہ رہے تھے۔ حالانکہ حدیثوں میں دونوں کے حُلیے علیحدہ علیحدہ موجود ہیں، جو ثابت کئے گئے۔ اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ضرور سنئے:۔

امام المحدثین حاکم صاحب مستدرک ۴/۵۴۴ پر نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کا باب علیحدہ مقرر فرمایا ہے۔ ایسے ہی کنز العمال ۷/۱۸۶ پر خروج المھدی کا باب لکھ کر امام مہدی علیہ السلام کے خروج کی حدیثیں بیان فرماتی ہیں اور کنز العمال ۷/۲۰۲ پر نزول عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا باب مقرر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی حدیثیں علیحدہ درج فرمائی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ترمذی شریف میں ۲/۴۶ پر مَا جَاءَ فِی الْمَھْدِی علیحدہ لکھا ہے اور اسی صفحہ پر باب مَا جَاءَ فِیْ نُزُوْلِ عِیْسیٰ بن مریم علیحدہ تحریر کر کے حدیثیں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں۔ اور ابن ماجہ ص ۳۰۹ پر خروج المھدی کا باب خصوصاً علیحدہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر دجال فتنہ میں قاتل دجال ہونے کی حیثیت سے باب علیحدہ مقرر فرما دیا۔

جب تمام متقدمین محدثین لسنتہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام محمد مہدی شاہ صاحب علیہ السلام کے اوصاف علیحدہ بیان کریں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف علیحدہ بیان فرمادیں۔ اُن کا نسب علیحدہ ان کا نسب علیحدہ لیکن تم مرزائی دو کو ایک ہی تصور کرتے ہو اگر دونوں میں علیحدگی نہ ہوتی، ایک ہی وجود ہوتے، تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک کوئی تم سے پہلے بھی ایک آدمی کہتا، اور اگر ایک ہی وجود ہوتے تو محدثین کو علیحدگی ابواب کی کیا ضرورت تھی؟ بس تو مرزائیوں کو اس میں مغالطہ سمجھو لگا، کیونکہ غیرنبی کو نبی قرار دینا ان کی دیرینہ عادت میں داخل ہے۔

حضرت امام سید محمد مہدی شاہ علیہ السلام سادات امتِ محمدیہ میں پیدا ہو کر ظاہر ہونگے

(۱)۔ کنز العمال ۷/۱۸۶ اِنَّ فِیْ اُمَّتِی الْمَھْدِیْ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ابْنُ مَرْيَمَ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم ضرور بالضرور عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔

(۲)۔ بخاری شریف ۱/۴۹۰

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ ۔

بے شک ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا کیا ایمان ہوگا، جب عیسیٰ بن مریم تم میں اتریں گے۔

(۳)۔ مسلم شریف ۱/۸۷

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ضرور قریب ہی تم میں عیسیٰ بن مریم اتریگا۔

(۴)۔ کنز العمال ۷/۲۰۲

لَيَهْبِطَنَّ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے۔

(۵)۔ ایضاً

يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِىْ دِمَشْقَ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس اتریں گے

(۶)۔ مستدرک ۲/۵۹۵

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَهْبِطَنَّ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ضرور اتریگا، عیسیٰ بیٹا مریم کا۔

نگاہ اُٹھا کر فرمایا، کہ میرے اس بیٹے کو سید کے خطاب سے بولایا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام رکھا، اور عنقریب اس کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا، جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم ہوگا۔

اس حدیث سے ثابت ہؤا، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب سے پیدا ہونے پر ایمان تھا۔

(۸)۔ کنز العمال ۷/۱۸۶

وَإِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَائْتُوهَا فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللهِ الْمَهْدِي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم سیاہ جھنڈیوں کو خراسان کی طرف سے دیکھو، کہ آرہی ہیں، تو تم ان کا استقبال کرو، کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ المہدی ہوگا۔

(۹)۔ کنز العمال ۷/۱۸۹

لَيَبْعَثَنَّ اللهُ رَجُلًا مِنْ عِتْرَتِي۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ مبعوث کریگا ایک آدمی میری اولاد سے۔

(۱۰)۔ ابو داؤد ۲/۲۴۰

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ مہدی میری عترت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے)

(۱)۔ بخاری شریف ۱/۴۹۰
(۲)۔ ترمذی شریف ۲/۴۶

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَيَنْزِلَنَّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی سُن لیا، اب بھی اگر تمہاری تسلی نہ ہو، تو تمہیں خدا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ سے تسلی دے

رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت بوقت نزول من السماء

مسلم شریف ۲/۴۰۱ — ترمذی شریف ۲/۴۷

إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْذَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب بھیجے گا اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کو تو عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس دو زرد چادروں میں ملبوس دو فرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر۔

کیوں جناب وکیل صاحب! اب فرمائیے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو فرشتوں کے سہارے کیوں اتاریں گے۔ تاکہ آپ کا نزول من السماء ثابت ہو جائے۔ اور ملائکہ کے پروں پر ہاتھ رکھنے کی قید بھی اسی واسطے لگائی، تاکہ ملائکہ کی اس سماوی پرواز سے بھی ثابت ہو جائے، کہ ملائکہ اپنے پروں کے پرواز کی بل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے لائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم لدنی حاصل ہے، کہ میرے بعد ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ارضی تصور کریں گے اور ذی شعور بھی کہلائیں گے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی ہیئت کذائیہ کو بیان فرماتے ہوئے آپ کے پرواز کا کوئی آلۂ ارضی کا ذکر نہیں فرمایا، یا آلۂ ہوائی کا ذکر نہیں کیا، تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ارضی کی طرف ذہن منتقل نہ ہو، حالانکہ یہ بھی ممکن ہے، کہ ملائکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے الوداع کر کے کسی ہوائی طاقت کے سپرد کر دیں۔

(۷)۔ مسند امام احمد حنبل ۲/۴۳۷، مستدرک ۲/۵۹۵

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رُوْحَ اللّٰہِ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ نَازِلٌ

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ روح اللہ عیسیٰ بن مریم تم میں اُترنے والے ہیں،

اِس حدیث سے مطلب واضح ہوگیا عیسیٰ بن مریم جو روح اللہ پہلے پیدا ہو چکے ہیں، وہی پھر اُمتِ محمدیہ میں بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُترنے والے ہیں، اور سنئے۔

(۸)۔ ابو داؤد ۲/۲۴۵

یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ عیسیٰ بن مریم دمشق کے سفید شرقی مینار پر اُتریں گے،

(۹)۔ ابن ماجہ ۳۰۸

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم نہ اُتریں گے۔

(۱۰)۔ مشکوٰۃ شریف ۴۸۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اتریں گے۔

(۱۱)۔ کنز العمال ۷/۲۴۸

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعِنْدَ ذَالِکَ یَنْزِلُ اَخِیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اس وقت (قرب قیامت) میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اُتریں گے۔

کیوں جی مرزائی صاحب! اب تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے۔

(حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بعد از قیام سلطنت)

کنز العمال ۷/۱۸۶ — مستدرک ۴/۴۶۵ — ترمذی شریف ۲/۴۶ — ابن ماجہ ۳۰۹

اَلْمَهْدِيُّ يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ تِسْعًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی نکلے گا، زندگی گذارے گا پانچ سال یا سات سال یا نو سال۔

کنز العمال ۷/۱۸۹ — وھکذا فی المستدرک ۴/۵۵۸

يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِي الْمَهْدِيُّ اِنْ قَصُرَ عُمْرُهٗ فَسَبْعَ سِنِيْنَ وَاِلَّا فَثَمَانٌ وَاِلَّا فَتِسْعُ سِنِيْنَ۔

ان دونوں حدیثوں کی پہلی حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متفقہ فیصلہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سلطنت ارضی بعد نزول من السماء چالیس سال ہوگی۔ اور دوسری دونوں حدیثوں سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی میعاد سلطنت پانچ سے نو سال ہے، جیرنگ یعنی ابتداء دسویں سال تک مہدی کی سلطنت کا اختتام ہوگا، ثابت ہوا پھر فوت ہو جائیں گے۔

کیوں جناب وکیل صاحب! احادیث صحیحہ سے باتفاق رائے سید امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میعاد سلطنت کے قیام میں بھی بون بعید ہے، لیکن تم مرزائیوں کا دماغ کس قدر ضلالت میں مستغرق ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام

جو زمین تک پہنچا دے ، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ کے ذریعے طے فرماتے ۔ تو بھی بدلیل بذا ذہن میں نزول ارضی ہی سماتا ، بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے پرواز سماوی کے آلہ خصوصی فرشتے کو زمین تک متعین فرمایا ۔ تاکہ نزول من السماء الی الارض حق الیقین کے درجہ سے کم نہ ہو ، یہی وجہ ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سماوی کو مدلل کر کے وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ فرمایا ۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سننے کے بعد بھی کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض کے متعلق شک ہو ، تو اس کا ایمان بلاشک فی الشک ہے ، اور وہ قرآن و حدیث سے منحرف ہے ۔

آیئے ! حضرات مرزائیہ حیات مسیح اور نزول من السماء الی الارض کے قائل ہو جاؤ ۔ تمہاری ہی تسلی کے لئے رب العزة حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملائکہ کو جو معین سماء ہیں ، ارسال فرما دینگے ، لیکن پھر بھی اگر تمہاری تسلی نہ ہو ، تو تمہیں خداوند ہدایت نصیب فرمائے ۔ اور حجاب مرزائیت تمہیں ذرا سی ہی فرصت دے ۔ تاکہ حق و باطل کی تمیز کر سکو ۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۔

بعد از نزول مِنَ السَّمَاء قیامِ ارضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کنز العمال $\frac{۷}{۱۹۷}$ ، " $\frac{۷}{۲۰۲}$ ، $\frac{۷}{۲۰۳}$

ابو داؤد $\frac{۲}{۲۴۶}$

البدایہ والنہایہ $\frac{۲}{۹۹}$

فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَتَوَفّٰى فَيُصَلِّىْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بعد از نزول من السماء) پھر زمین میں چالیس سال قیام فرمائینگے ، پھر فوت ہونگے تو انپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نماز جنازہ پڑھینگے ،

امام مہدی علیہ السّلام کے زمانے کی مالی حالت

کنز العمال ۷/۱۸۸ — کنز العمال ۷/۱۸۹ — وفی المستدرک هکذا ۴/۵۵۸

تَنْعَمُ اُمَّتِیْ فِیْ زَمَانِهٖ نَعِیْمًا لَمْ یَنْعَمُوْا مِثْلَهٗ قَطُّ اَلْبِرُّ مِنْهُمْ وَالْفَاجِرُ یُرْسِلُ السَّمَاءُ عَلَیْهِمْ مِدْرَارًا وَلَا تَدَّخِرُ الْاَرْضُ شَیْئًا مِّنْ نَبَاتِهَا وَیَکُوْنُ الْمَالُ کُدُوْسًا یَقُوْمُ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَهْدِیُّ اَعْطِنِیْ فَیَقُوْلُ خُذْ۔

امام مہدیؑ کے زمانہ میں میری امت مالدار ہوگی، اتنی مالدار کہ ایسے کبھی مالدار نہ ہوگی، نیک و فاسق کی حالت یکساں ہوگی، ان پر آسمان ایسی موسلادھار بارش برسائیگا، اور زمین اپنے تمام نباتات کو ذخیرہ نہ رکھے گی، (بلکہ ہر قسم کے پھل لگائے گی اور مال ڈھیروں لگا ہوگا) سائل امام مہدی علیہ السّلام کو کھڑا ہو کر سوال کریگا تو کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے۔ تو امام مہدی علیہ السّلام فرمائینگے لیلے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی نسبت مالدار ہوگی۔ اور بعد کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ اس سے بھی فراخ آنیوالا ہے اور مال ڈھیروں لگا ہوگا، جیسا کہ آج کل منڈیوں میں غلہ کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔ تو سوالی بھی ڈھیر دیکھ کر آ کھڑا ہوگا۔ تو امام محمد مہدی شاہ صاحب فرمائینگے لیلے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ حضرت امام محمد مہدی شاہ علیہ السّلام کے زمانہ میں کشائش رزق ہوگی۔ جو پہلے ایسی کشائش کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ لیکن سوالی بھی موجود ہونگے۔ معلوم ہوا، کہ یکساں کشائش رزق نہ ہوگی۔ یعنی اتنا غنی نہ ہوگا۔ کہ غریب نایاب ہو۔ امارت بھی ہوگی۔ اور غرباء بھی ہونگے۔ لیکن للاکثر حکم الکل کے لحاظ سے عمومیت رزق ہوگی، کیونکہ آپ کے زمانہ میں مانگت بھی موجود ہوں گے، جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ اور بھی سن لیجئے:۔

ترمذی شریف ۲/۴۶ — کنز العمال ۷/۱۸۶ و ۷/۱۸۸

فَیَجِیْءُ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَهْدِیُّ اَعْطِنِیْ اَعْطِنِیْ قَالَ فَیَحْثِیْ لَهٗ فِیْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ یَحْمِلَهٗ۔

مہدی علیہ السلام کے فرق کو نہیں پہچاننے نہیں دیتا اور فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرانا سکھاتا ہے، اور سنیئے:۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا تسلّط بغیر تلوار ہوگا

کنز العمال ۷/۲۶۱ | وَتَدْخُلُ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ وَاَهْلُ الْحَرْبِ وَالرُّوْمُ وَغَيْرُهُمْ فِيْ طَاعَتِهٖ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ۔

اور داخل ہونگے عربی اور عجمی اور حربی اور رومی اور ان کے سوا مہدی کی اطاعت میں بغیر جنگ کے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ تمام روئے زمین کے انسان حضرت سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کی اطاعت میں بلا جنگ ہی داخل ہونگے، ان کو جنگ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی نہ یہ کہ وہ جہاد کو ہی معاذاللہ حرام کہدینگے، جیسا تم نے سمجھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہِ الصّلوٰۃُ والسّلامُ کا تسلّط تلوار سے ہوگا

ترمذی شریف ۲/۴۸ | یَقُوْلُ یَقْتُلُ ابْنُ مَرْیَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو باب لُد میں قتل کرینگے۔

تو اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ آپ قاتل دجال ہونگے،

ابو داؤد ۲/۲۴۴ | یُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَی الْاِسْلَامِ ۔۔۔ وَیُهْلِكُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ جنگ کرینگے لوگوں کو اسلام پر ۔۔۔ اور اللہ تعالےٰ آپکے زمانہ میں سوائے [illegible] تمام دینوں کو مٹا دے گا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ

عیسیٰ علیہ السلام) اتنا مال بہائینگے کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا،
اس حدیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کے زمانے سے زیادہ مالدار ہوں گے کہ اُن کے زمانے میں مانگت موجود ہونگے، لیکن زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں دینے والے ہی ہونگے لینے والا کوئی نظر نہ آئیگا،

کیوں جی وکیل صاحب! اگر تمہیں کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ مہدیت میں لوگوں کے اِعْطِنِيْ اِعْطِنِيْ پکار کر اپنی ناداری کا ثبوت دینا اور زمانہ عیسوی کے لَا يَقْبَلُهٗ اَحَدٌ کا بین امتیاز نظر نہ آئے، تو تمہاری نظر و ایمان کا قصور ہے، نہ کہ حقیقت پوشیدہ ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام سے امتیازی عمل

(۱)۔ مسلم شریف ۲/۴۰۱، ترمذی شریف ۲/۴۷، ابن ماجہ ۳۰۶، مشکوٰۃ شریف ۴۷۳

فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کرینگے حتیٰ کہ باب لُد میں اس کو پالیں گے تو قتل کرینگے اُس کو،

(۲)۔ ابو داؤد ۲/۲۴۵ فَيُدْرِكُهٗ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو باب لُد کے پاس پائینگے تو اُس کو قتل کرینگے۔

(۳)۔ کنز العمال ۷/۲۰۲ لَيَقْتُلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ ۔

ضرور قتل کرینگے عیسیٰ بن مریم دجال کو باب لُد میں

کیوں جناب وکیل صاحب! یہ ہے بڑا امتیازی عمل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو قاتل دجال ہونگے۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین پر قرب قیامت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آئیگا سوالی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس تو کہے گا اے مہدی مجھے دے، اے مہدی مجھے دے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی علیہ السلام اس کو اتنا عطا کرینگے، کہ جتنا وہ اپنی طاقت کے مطابق کپڑے کی گٹھڑی بنا کر اٹھا سکتا ہو،

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا، کہ محمد مہدی شاہ صاحب لوگوں کو مال گٹھڑیاں باندھ باندھ کر لٹائیں گے لیکن پھر بھی مانگنت آپ کے زمانے میں اعطنی اعطنی سے سوال کرینگے۔ اور ان کے بعد زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا،

"**مرزائی**" حضرت امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر ہوگا؟

"**محمد عمر**" جی ہاں! حدیث پاک میں موجود ہے۔ سنیئے:۔

کنز العمال $\frac{7}{188}$ یا عم النبی ان اللہ تعالٰی ابتداء الاسلام بی و سیختمہ بغلام من ولدک وھو الذی یتقدم عیسیٰ ابن مریم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے نبی کے چچے (عباس) اسلام میرے ساتھ شروع ہوا، اور عنقریب اس کو ختم کریگا۔ تیری اولاد سے ایک لڑکا اور وہ وہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئیگا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا، حضرت امام محمد مہدی شاہ صاحب علیہ السلام بفرمان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں ظاہر ہونگے،

زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مالی حالت

بخاری شریف $\frac{1}{409}$ ترمذی شریف $\frac{2}{46}$ ابن ماجہ ۳۰۸، مشکوٰۃ شریف ۴۷۹ کنز العمال $\frac{7}{202}$

ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت

وکیل صاحب کیسے سادہ لوح ہیں، کہ کسی کو حاتم کہنے سے وہ تشبیہ الفاظی ہوتی ہے، یا دونوں کا وجود بھی ایک ہی ہو جاتا ہے، کبھی تو وکالت کو بالائے طاق رکھ کر ایمان کی بات سوچ لیا کرو۔

لہذا سید امام محمد مہدی شاہ صاحب یعنی بنی فاطمہ و بنی العباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے خاندان سے بمطابق فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مخبر صادق پیدا ہونگے، اور وہی پہلے حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام ضرور آسمان سے بمطابق فرمان الہٰی وارشاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر قرب قیامت تشریف لادینگے، اور باب لُد کے قریب دجال کو ضرور قتل کرینگے، یہ حقیقت ہے، مجاز نہیں، اصل ہے نقل نہیں، دونوں حقیقۃً موجود فی الخارج ہونگے، ظل نہیں، ان دونوں کا منکر یا جعلی یا مکذب قرآن وحدیث ہے۔ قرآن وحدیث سچے ہیں پونے ۱۴ سو سال سے جو امت محمدیہ نے سمجھا ہے وہی سچ ہے، اس کے علاوہ سب ایجاد بطل ہے۔

ابن مریم خواہد آمد قسم حق
بر زمیں نازل شود او از طبق
ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم
آسماں سے نازل ہوگا لاجرم

وکیل صاحب حضرت قبلہ دینۃ السالکین اور فخر الاولیاء حضرت نعمت اللہ صاحب کے کلام پر اگر ایمان ہے تو سوانحمری مصنفہ معراج دین میں یہ شعر ملاحظہ فرمالیجئے ؎

مہدیٔ وقت عیسیٰ دوران
ہر دو را شہسوار مے بینم

اور سنیئے! نعمت اللہ صاحب نے تو تمہارے مرزا صاحب کا نقشہ کھینچ دیا، فرمایا ؎

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد
سازند از دل خود تغیر فی القرآنہ

احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء اور انکے اعمال

حدیث (۱)۔ بخاری شریف

$\frac{1}{490}$

(باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام)
حدثنا اسحٰق ان یعقوب بن ابراھیم
ثنا ابی عن صالح عن ابن شھاب ان سعید

تشریف لاکر یہ تمام کام کرینگے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صیغے استقبال کے استعمال فرمائے۔ اور ان سے قبل حضرت سید امام محمد مہدی شاہ صاحب علیہ سلام خلیفۃ اللہ بھی اپنی اس مذکورہ ڈیوٹی کو بھگتا ئیں گے جس کی تکمیل حضرت عیسیٰ علیہ سلام آسمان سے تشریف لاکر فرمائینگے۔ یہ ہے متبائنین اور فرق وجودین جس میں تم نے غلط بیانی کرکے دونوں کو آسانی سے ہی ایک کرکے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی جو فقیر نے اس کو مسلمانوں کے سامنے اظہر من الشمس بیان کر دیا۔ اب فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔

پھر تم نے آگے لکھا ہے۔ تشابہ صفات کی وجہ سے ایک شخص کا نام دوسرے کو دیا جاتا ہے سبحان اللہ وکیل صاحب! مثل مشہور ہے ؎

دروغ گو را حافظہ نباشد

ایک ہی صفحہ میں دو متضاد باتیں۔ پہلے فرماتے ہیں کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہے۔ پھر کہدیا کہ ایک کا نام تشابہ صفات کی وجہ سے دوسرے کو دیا جاتا ہے۔ کچھ سوچ کر تو بات کرتے۔ اور پھر تم قانون بھی ایسا گھڑ لیتے ہو۔ جو عقلاً نقلاً محال ہو۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے رؤف و رحیم فرمایا۔ اور اپنی صفات بھی رؤف رحیم بیان فرمائیں۔ تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ الٰہ کہ سکو گے۔ کیسی بھونڈی باتیں گھڑتے ہو۔ جو کلیہ ایجاد کرتے ہو۔ میرے یار انشاہی پڑتا ہے۔ اور تمہارا دلیل پیش کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انتن صواحبات یوسف فرمایا۔ تو یہ تو ہے برائے تمثیل۔ تمہارا برائے تمثیل بیان کرنا اسلام کے خوف ہوگا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ دھبہ آئیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیو تم جہان کی بیبیوں جیسی نہیں ہو کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو۔ اور پھر لَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ سے ان کے بدلنے سے بھی منع فرمادیا۔ ثابت ہوا کہ آپ کا انتن صواحبات یوسف یہ دو صفات تشبیہاً ہیں غیر میں سے کو بھی جزئیات میں شمار کرلو گے۔ تم ایمان درست کرلو۔ پھر ہم نے تمہیں پیش کر دیا کہ کس کو خطاب کیا جارہا ہے کہ تو حاتم ہے۔ یا ابو حنیفہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک کو دوسرے کا نام دیا جاسکتا ہے۔

صاحبان قرآنی آیت و حدیث بخاری شریف مرفوع کو محض مرزا صاحب کی اتباع میں ٹھکرا دو تو یہ اسلامی اصول کے برعکس ہے۔

حدیث (۲) بخاری شریف $\frac{1}{۴۹۰}$ حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شھاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم تابعہ عقیل۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح تم ہوگے (ایمان لاؤ گے یا نہ؟) جب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور تمہارے امام بھی ہونگے۔

حدیث (۳) مسلم شریف $\frac{۲}{۴۰۱}$ اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم علیہ السلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ ثم یاتی عیسیٰ قوم قد عصمھم اللہ منہ فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ فبینما ھو کذالک۔

حدیث (۴) مسلم شریف $\frac{۲}{۴۰۳}$ فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کانہ عروۃ ابن مسعود۔

پس بھیجے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو عروہ بن مسعود کی مانند ہونگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی حدیثوں کو کتاب الایمان میں مذکور فرماتے ہیں، تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کا مسئلہ مسلمان کے ایمان کی جزو خاص ثابت ہو جائے۔

حدیث (۵) مسلم شریف $\frac{1}{۸۷}$ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا

بن المسیب سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْحَرْبَ وَیُفِیْضَ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا ؁

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (قسم کھائی کہ امر واقعی ہے مجازی کنایتی نہیں) ضرور بہت جلد اتریگا تم میں ابن مریم بحیثیت حاکم (نہ پیغام رسالت لیکر اور نہ محکوم ہوکر) بحیثیت منصف ہونگے، (نہ تاویل بناکر، نہ ظلی، نہ بروزی، نہ سفارشی) صلیب کو توڑ دیگا (کیونکہ ان کی تشریف آوری سے معاملہ صلیب غلط ثابت ہوگا، حقیقت آجائیگی، بناوٹ چھپ جاوے گی، یعنی بجائے صلیبی عزت کے عام لکڑی شمار ہوگی) خنزیر کا نام ونشان مٹ جائے گا (کیونکہ ان کے کھانے والے اور پرورش کرنے والے بواسطۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونگے) اور جنگ بند کردینگے (کیونکہ دشمن اسلام کوئی نظر نہ آویگا سب مؤمن بھائی بھائی ہونگے) مال کو عام کردینگے حتیٰ کہ کوئی اس کو قبول نہ کریگا (یعنی زکوٰۃ کو قبول کرنے والا کوئی نظر نہ آئیگا، سب مالدار ہونگے) حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا (کیونکہ مالوں میں اتنی کثرت ہوگی) پھر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر تمہارا دل چاہے تو اس حدیث کو وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا ؁ پڑھ کر تطبیق دے لو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو پہلے ہی مشہور ہیں جنکو ہر مؤمن جانتا ہے اُن کے اترنے اور اُترکر ان کے اعمال واقوال کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دیدی، اور اس حدیث شریف کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیات مسیح علیہ السلام کی آیت قرآنی کے ساتھ تطبیق بھی دیدی، اب تم مرزائی

حدیث (۹) مسلم شریف ۱/۸۷ محمد بن حاتم بن میمون ثنا یعقوب بن ابراهیم ثنا ابن اخی ابن شهاب عن عمه اخبرنی نافع مولی ابی قتادة الانصاری انه سمع ابا هریرة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔

حدیث (۱۰) مسلم شریف ۱/۸۷ حدثنی زهیر بن حرب قال حدثنی الولید بن مسلم قال نا ابن ابی ذئب عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هریرة وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب تدری ما امامکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم عز وجل وسنة نبیکم۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب تم میں عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔

حدیث (۱۱) مسلم شریف ۱/۸۷ حدثنا الولید بن شجاع وهارون بن عبد الله وحجاج بن الشاعر قالوا نا حجاج وهو ابن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبد الله یقول سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیمة قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله علی هذه الامة۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے تھے، کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ

لیث ح و حدثنا محمد بن رمح قال حدثنا اللیث عن ابن شھاب عن ابن المسیب انہ سمع اباھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ و یفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہی ضرور اتریںگے تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم بن کر، باقی ترجمہ گزر چکا ہے،

حدیث (۶) مسلم شریف ۱/۸۷ وحدثناہ عبد الاعلیٰ بن حماد وابوبکر بن ابی شیبۃ و زھیر بن حرب قالوا نا سفیان بن عیینۃ خ وحدثنیہ حرملۃ بن یحییٰ قال انا ابن وھب قال حدثنی یونس ح وحدثنا حسن الحلوانی وعبد بن حمید عن یعقوب بن ابراھیم بن سعد قال انا ابی عن صالح کلھم عن الزھری بھذا الاسناد وفی روایۃ ابن عیینۃ اماما مقسطا وحکما عدلا۔

حدیث (۷) مسلم شریف ۱/۸۷ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث عن سعید بن ابی سعید عن عطاء بن میناء عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔

حدیث (۸) مسلم شریف ۱/۸۷ حدثنی حرملۃ بن یحییٰ قال انا ابن وھب قال اخبرنی نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری ان اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

قطرات پانی بال گرتے ہونگے، تو جنگ کریگا لوگوں کو اسلام پر، پھر صلیب کو توڑ دیگا، اور خنزیر کو قتل کر ڈالے گا، اور جزیہ کو چھوڑ دیگا۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں اسلام کے سوا تمام دینوں کو مٹا دیگا۔ اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریگا، تو زمین میں چالیس سال رہائش کریگا، پھر فوت ہوگا، تو اس پر مسلمان نماز پڑھینگے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس حدیث شریف نے تو مرزائیت کا نام ونشان مٹا دیا، کہ آپ نے فرما دیا، کہ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی سچا نبی ہے ہی نہیں، اب تمہارے مرزا صاحب کہاں سے آگئے۔

"مرزائی"۔ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ سے ماقبل مراد ہے؟ پ

"محمد عمر"۔ تمہارا کہنا غلط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بَیْنِیْ کو مقدم فرمایا، اور بَیْنَہٗ کا مؤخر ذکر فرمایا، تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے اگر بعد مقدم کو بیان کرنا مقصود ہوتا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، تو آپ بَیْنَہٗ وَ بَیْنِیْ فرماتے، لیکن جب آپ نے بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ فرمایا، تو تاخیر عیسوی کو ثابت فرما دیا، پھر آگے نَازِلٌ فرما کر مطلب صاف کر دیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی اترنے والے ہیں، ان کے نزول کا فعل ابھی وقوع میں نہیں، وقوع ہونیوالا ہے۔ پھر ان کی علامات کو بیان فرما کر ان کے پہچاننے کی تاکید فرمائی۔ پھر ان کے اترنے کے بعد ان کے تمام زندگی کے مختصر کمالات کا ذکر فرمایا، پھر زمین میں ان کے صحیح قیام کی میعاد بیان فرمائی پھر ان کے فوت ہونیکا ذکر کر کے ان پر مسلمانوں کے جنازہ پڑھنے تک ذکر فرما دیا، اب بھی اگر مرزائی کو یقین نہ آئے، تو میں تمہیں اس شعر کا معنون سمجھو نگا ؎

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

ایسی واضح حدیث اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء سے روگردانی کرنا یہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے۔

حدیث (۱۴) ترمذی شریف ۲/۴۶ حدثنا قتیبۃ حدثنا اللیث عن ابن شھاب عن سعید بن المسیّب عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

حق پر لڑائی کرتے رہیں گے، قیامت تک غالب رہیں گے۔ آپ نے فرمایا تو اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، تو اس حصہ فرقہ کا امیر کہیگا، تشریف لائیے اور ہمیں نماز پڑھایئے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائینگے کہ نہ، کیونکہ اس امت کی عزت ہے کہ بعض تمہارا بعض پر امیر ہے۔

حدیث (۱۲) ابوداؤد ۲/۲۴۵ حدثنا صفوان بن صالح الدمشقی المؤذن نا الولید نا ابن جابر حدثنی

یحییٰ بن جابر الطائی عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن النواس بن سمعان الکلابی قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ..... وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما ..... ثم ینزل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق فیدرکہ عند باب لد فیقتلہ۔

حدیث (۱۳) ابوداؤد ۲/۲۴۹ حدثنا ھدبۃ بن خالد نا ھمام بن یحییٰ عن قتادۃ عن عبد الرحمن

بن آدم عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس بینی وبینہ یعنی عیسیٰ نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا، میرے درمیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا، اور ضرور اترنے والے ہیں۔ پھر جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا، آدمی ہے۔ (صورت نہیں)، میانہ قد کا، سُرخی اور سفیدی کی ملاوٹ اس کے رنگ میں ہوگی، وہ زرد چادروں میں ملبوس ہونگے، آپ کے سر مبارک سے بغیر پانی ڈالنے کے ہی

فرمایا، کہ وہ آسمان کو حکم کریگا کہ بارش برسے، تو برسنی شروع ہو جائیگی، اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرمادیگا۔ تو آپ اتر ینگے دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس دو زرد چادروں میں ملبوس ہونگے، اور دو فرشتوں کے پروں پر اپنی دونوں تلیاں رکھ کر۔

حدیث (۱۸) ابن ماجہ ۳۰۸

حدثنا علی بن محمد ثنا عبد الرحمٰن المحاربی عن اسماعیل بن رافع ابی رافع عن ابی زرعة الشیبانی یحییٰ بن ابی عمرو عن ابی امامة الباھلی قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... اِذْ نَزَلَ عَلَیْهِمْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذَالِكَ الْاِمَامُ یَنْکُصُ یَمْشِی الْقَهْقَرٰی لِیَتَقَدَّمَ عِیْسٰی یُصَلِّیْ فَیَضَعُ عِیْسٰی یَدَهٗ بَیْنَ کَتِفَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ تَقَدَّمْ ...... فَیَکُوْنُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ اُمَّتِیْ حَکَمًا۔

حدیث (۱۹) ابن ماجہ ۳۰۸

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة بن عیینة عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُّقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضَ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

حدیث (۲۰) ابن جریر ۳/۱۰۰

حدثنی المثنی قال ثنا اسحق قال ثنا ابن ابی جعفر عن ابیه عن الربیع فی قوله الٓمّٓ اللہ لا اله الا ھو الحی القیوم قال اِنَّ نَصَارٰی اَتَوْا رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَاصَمُوْا فِیْ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ...... قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاَنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ قَالُوْا بَلٰی۔

بلاشک نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق مخاصمہ کیا، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے نہیں

لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَنْزِلَ فِيْكُمْ اِبْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ

هٰذا حديث حسن صحيح۔

حدیث (۱۵) ترمذی شریف ۲/۴۸

حدثنا علی بن حجر نا الولید بن مسلم و عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر دخل حدیث احدہما فی حدیث الاٰخر عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن یحییٰ بن جابر الطائی عن عبد الرحمٰن بن جبیر عن ابیہ جبیر بن نفیر عن النواس بن سمعان الکلابی قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ...... اِذْ هَبَطَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ بِشَرْقِيِّ دِمَشْقَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ بَيْنَ مَهْرُوْذَتَيْنِ الخ۔ بعد از دجال اس وقت اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس الخ۔

حدیث (۱۶) ترمذی شریف ۲/۴۸

حدثنا قتیبۃ نا اللیث عن ابن شہاب انہ سمع عبید اللہ بن عبد اللہ بن ثعلبۃ الانصاری یحدث عن عبد الرحمٰن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف قال سمعت عمی مجمع بن جاریۃ الانصاری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ۔

حدیث (۱۷) ابن ماجہ ۳۰۶

حدثنا ہشام ابن عمار ثنا یحییٰ بن حمزۃ ثنا عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر حدثنی عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر حدثنی ابی انہ سمع النواس ابن سمعان الکلابی یقول ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدَّجَّالَ ...... فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرُ ...... اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرماتے ہوئے

حدیث (۲۳) مستدرک ۲/۵۹۵ اخبرنی ابو الطیب محمد بن احمد الحیری ثنا محمد بن عبد الوھاب ثنا یعلی بن عبید ثنا محمد بن اسحٰق عن سعید ابن ابی سعید المقبری عن عطاء مولیٰ ام حبیبۃ قال سمعت ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیھبطن عیسی ابن مریم حکما عدلا واماما مقسطا ولیسلکن فجاً حاجاً او معتمراً او بنیتھما ولیأتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیہ یقول ابوھریرۃ ای بنی اخی ان رأیتموہ فقولوا ابوھریرۃ یقرئک السلام ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے بحیثیت حاکم عادل امام منصف اور ضرور مکے کی سڑکوں پر چلیں گے حج یا عمرہ کی نیت سے یا دونوں کی اکٹھی نیت کریں گے اور میرے روضۂ اطہر پر بھی ضرور تشریف لاوینگے حتی کہ مجھے السلام علیکم کہیں گے۔ اور میں ضرور اُن کو وعلیکم السلام کہونگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے میرے بھتیجے جب تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو تو کہنا تمہیں ابوہریرہ سلام کہتا تھا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن اس سند سے بخاری ومسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس کو کہتے ہیں ایمان۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کو کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا مضبوط ایمان تھا، کہ بھتیجے کو پیغام دے رہے ہیں، کہ اگر تمہارے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں تو میرا سلام کہدینا اور تم ایسے بھی مسلمان کہلانے والے موجود ہو، جو کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ کو ٹھکرا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع میں قرآن وحدیث اور تمام صحابہ کرام واجماع امت کو پُشت دے رہے ہو۔

حدیث (۲۴) مستدرک ۲/۵۹۵ اخبرنا ابو عبد اللّٰہ محمد بن عبد اللّٰہ بن دینار العدل ثنا السری بن خزیمہ والحسن بن الفضل قالا ثنا عفان بن مسلم ثنا ھمام ثنا قتادۃ عن

کہ ہمارا رب زندہ ہے جس کو موت نہیں، اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ انہوں نے عرض کیا، کہ ہاں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ تم کہو آچکی، اب تمہارا یقین کریں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

حدیث (۲۱) ابن جریر ۳/۱۸۳ حدثنی المثنیٰ قال ثنا اسحٰق قال ثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ انی متوفیک قال معنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور بے شک وہ تمہاری طرف رجوع کرنے والے ہیں، قیامت کے پہلے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں کہ ان عیسیٰ لم یمت۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں، لیکن تم کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ مر چکے ہیں، تو تمہاری اس بناوٹ کو کون کلمہ گو مسلمان کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تسلیم کر سکتا ہے۔

حدیث (۲۲) ابن جریر ۳/۱۸۴ حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمۃ عن ابن اسحٰق عن محمد بن مسلم الزھری عن حنظلۃ بن علی الاسلمی عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیھبطن اللہ عیسیٰ ابن مریم حکما عدلا واماما مقسطا۔

ابن جریر کی جن جن احادیث پر وکیل صاحب نے جرح کی ہے اُن احادیث ابن جریر کے رواۃ پر فقیر پہلے بحث کر چکا ہے، اور ان کو ثقات سے ثابت کر چکا ہے۔ صـ ماقبل ملاحظہ ہو۔

بھی تمام انبیاء اللہ کی مسلمہ بات کے منکر ہو بیٹھے، اور یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نہیں ہے، بلکہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حدیث (۲۶) مستدرک ۴/۴۷۸ اخبرنی الحسن بن حکیم المروزی ثنا احمد بن ابراھیم الشاذوری ثنا سعید بن ھبیرۃ ثنا حماد بن زید عن الیوب السختیانی علی بن زید بن جدعان عن ابی نضرۃ قال اینا عثمان بن ابی العاص یوم الجمعۃ ...... فقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ...... فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ علیہ الصلوٰۃ والسلام عند صلوٰۃ الفجر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے پس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نمازِ فجر کے وقت اُتریں گے۔

حدیث (۲۷) مسند امام احمد حنبل ۲/۴۳۷ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یحیٰی عن ابن ابی عروبہ قال ثنا قتادۃ عن عبد الرحمٰن بن آدم عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ لِعَلَّاتٍ دِیْنُھُمْ وَاحِدٌ وَ اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ لِاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ الخ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا، تمام انبیا علیہم السلام علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے، ان کی مائیں مختلف ہیں، اور میں تمام لوگوں سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے درمیان اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (ابھی) اترنے والے ہیں۔

حدیث (۲۸) مسند امام احمد حنبل ۲/۵۱۳ قال عبد اللہ حدثنی ابی ثنا روح ثنا محمد ابن ابی حفصۃ عن ابن شھاب عن حنظلۃ بن علی الاسلمی عن

عبد الرحمٰن بن اٰدم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: انّ روح اللہ عیسٰی بن مریم نازل فیکم ...... ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح اللہ عیسیٰ بن مریم تم میں اُترنے والے ہیں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حدیث (۲۶) مستدرک ۲/۳۸۴
ابن ماجہ ۳۰۹
مسند امام حنبل ۱/۳۷۵

حدثنا ابو بکر احمد بن سلیمان الفقیہ ببغداد ثنا الحسن بن مکرم ثنا یزید بن ھارون انبأ نا العوام بن حوشب عن جبلۃ بن سحیم عن مؤثر بن غفار عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما اسری لیلۃ اسری با النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ...... فتراجعوا الحدیث الٰی عیسٰی ...... قال وذکر من خروج الدجال فاھبط فاقتلہ۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج سیر کرائے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے آپ ملاقی ہوئے تو تمام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بات ڈالدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے نکلنے کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ پھر میں اتروں گا اور دجال کو قتل کروں گا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! شب معراج میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام انبیا علیہا السلام کی مجلس میں فرمایا، کہ میں اُتر کر دجال کو قتل کروں گا۔ تمام انبیا علیہم السلام نے جو انبیاء اللہ تھے، کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس اترنے کا انکار نہ کیا، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، کہ مرزا غلام صاحب قادیانی چونکہ جماعت انبیاء اللہ میں داخل نہ تھے، اور کون داخل ہونے دیتا، اسی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کا انکار کر بیٹھے۔ کہ مجھے جماعت انبیاء اللہ میں شامل کیوں نہ کیا گیا۔ اور مرزا صاحب کی اقتداء میں مرزائی بیچارے

ضعیف ثابت ہوئی، دوسری بات یہ ہے، کہ یہ بے سند قول ہے۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب ہم اگر حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کردیں، تو وہ بے سند ہے، لیکن بخاری کے قول ابن عباس إِنِّيْ مُمِيْتُكَ جس پر تمام ملت مرزائیہ کا زور ہے، اس کی سند کا نام نشان ہی نہیں، اُس قول بے سند کو با اسناد معتبرہ حدیثوں سے بالاتر سمجھو اور جو با اسناد حدیثیں پیش کی جاویں ان کو بے سند کہدو، فقیر نے جتنی پہلے حدیثیں پیش کیں ہیں، تمام کے اسناد ساتھ ساتھ بیان کئے ہیں، اور پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اقوال بھی جتنے درج کئے ہیں، وہ تمام با اسناد ہیں۔

بھلا وکیل صاحب تمہیں اپنے پا پائے تا دیانی کی قسم ذرا فقیر کی پیش کردہ با اسناد حدیثوں کو بھی ملاحظہ فرماؤ اور جو آپنے اپنی پاکٹ بک احمدیہ میں "وفات مسیح از احادیث" سُرخی لکھ کر از صفحہ ۳۱۹ تا صفحہ ۳۲۲ میں حدیثیں درج فرمائی ہیں، توازن تو فرماؤ، حدیثوں کی سندیں تو کجا تمہارے تمام باب میں نہ کہیں بخاری شریف کا نام و نشان نہ مسلم شریف کا نہ ترمذی شریف کا نہ ابوداؤد کا نہ ابن ماجہ کا، یعنی مسلمانوں کی کتب احادیث متداولہ سے تمام باب ہی محروم ہے، یعنی "وفات مسیح از احادیث" وکیل صاحب کا سُرخی لکھنا ہی رو رہا ہے۔ کہ وکیل صاحب اس باب میں ایک تو حدیث لکھ دیجئے۔ لیکن ان تمام کتب احادیث میں کہیں وفات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی حدیث ہو تو بیچارے لکھیں جب ہے ہی نہیں تو لکھیں کہاں سے؟ کہیں لکھ دیا کہ فلاں محشی نے لکھا ہے۔ کہیں لکھ دیا ہے کہ فلاں محشی نے یوں لکھ دیا ہے۔ لہذا حدیثوں سے وفات مسیح ثابت ہوگیا، وکیل صاحب کیسے بھولے میاں ہیں، اور ان کے جال میں پھنسنے والے بھی بیچارے ایسے سادہ لوح ہیں کہ نہیں کہتے، کہ تم نے کس بیدردی سے حیات مسیح علیہ السلام کی احادیث صحیحہ کو اپنی پاکٹ بک میں صفحہ ۳۴۱ تا صفحہ ۳۸۶ ٹھکرا دیا ہے۔ تو کم از کم ان کے مقابلے میں کسی کتب متداولہ سے جس سے مسلمان حدیثیں سُن کر اور پڑھکر مسلمان کہلاتے ہیں، وفات مسیح علیہ السلام پر ایک حدیث صحیح تو پیش کردو کوئی اپنے مذہبی وطیرہ کے مطابق ہی ہیرا پھیری کرکے ہی لکھ دیتے، لیکن ان میں تو وفات مسیح علیہ السلام پر کسی مرزائی کو گنجائش ہی نہیں، سب سے حیات مسیح علیہ السلام اور نزول

اِبی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیھلن عیسی بن مریم بفج الروحاء بالحج او العمرۃ او لیثنیھما جمیعاً

حدیث (۲۹) کنزالعمال ۷/۱۸۷ لن تھلک امۃ انا فی اولھا عیسی بن مریم فی اٰخرھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہ ہلاک ہوگی ایسی امت جس کے اول میں میں ہوں اور اس کے آخیر میں عیسیٰ بن مریم۔ اس حدیث کو خادم صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

اب اگر آخیر قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے پر ایمان نہ لایا جائے، تو فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعیسی ابن مریم فی اٰخرھا کی تکذیب لازم آتی ہے۔

حدیث (۳۰) عن ابن عباس ...... قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فعند ذالک ینزل اخی عیسی بن مریم من السماء علی جبل افیق اماما ھادیا وحکما عدلا ...... یقتل الدجال۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس اسوقت اُترے گا میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے جبل افیق پر امام بنکر، ہدایت دینے والا منصف آگے چل کر فرمایا، کہ دجال کو قتل کریگا۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ دجال جب لوگوں کو کافر بنائیگا تو اس کے ستہ باب کے لئے میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے تو دجال کو قتل کر ڈالینگے۔

اے امت مرزائیہ! اس حدیث پاک نے تو تمام بخاری مسلم، ترمذی، ابوداود وغیرہم کی حدیثوں کی تائید کی کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء ہوگا نہ کہ پیدائشی جیسا کہ تم نے اُلٹ پلٹ کر رکھا ہے جس کی وضاحت پہلے گذر چکی ہے۔

"مرزائی" صاحب کتاب نے اس حدیث کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے، اور ابن عساکر کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالہ نافعہ میں ضعفاء میں لکھا ہے۔ لہٰذا

کہنا کہ اختلاف مکانی ہے، تو یہ بھی اختلاف نہیں، جیسا کہ کہا جاوے کہ فرشتہ لاہور میں اُترا، اور پھر کہا جاوے کہ شاہی مسجد کے مینار پر اُترا، تو اس میں لاہور کا واقف کبھی اختلاف نہ کہیگا، البتہ نا واقف کہہ سکتا ہے، ایسے ہی پہلی حدیثوں میں آیا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس ہوگا، اور دوسری حدیث میں آگیا کہ جبل افیق پر تو کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، لہذا ان تمام احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء الی الارض قرب قیامت ثابت ہؤا، اور ان کا امتیازی عمل دجال کو باب لُد میں قتل کرنا بھی، اور اس پر تمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کہلانے والوں کے واسطے باحادیث صحیحہ جزو ایمان ثابت ہؤا ہے

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو
تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

اب آگے حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ بھی نزول من السماء الی الارض ملاحظہ ہو،

مرزائیوں کے وفاتِ مسیح کی حدیثوں کے جوابات

"مرزائی" - مولوی صاحب تم نے بھی حدیثیں کافی لکھی ہیں، لیکن ہمارے مذہب کی بھی حدیثیں سُن لیجئے، جو ہماری مکمل احمدیہ پاکٹ بک کے ص۳۱۹ میں درج ہیں، اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دیجئے۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ حاشیہ ابن کثیر جلد ۲۔ الیواقیت والجواہر، جلد ۲، ص۲۲۔

طبرانی کبیر۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ

من السماء ہی ثابت ہوتا ہے، اور ثابت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تشریح ہوگی باقی
رہا ان حدیث مذکورہ بالا کی سند تو علامہ علاؤ الدین کا یہ اصول ہے، کہ جس حدیث
کی سند میں ضعف ہو، اس کو آخیر میں واضح فرما دیتے ہیں، جیسا کہ کنز العمال کے
کئی مقامات پر درج ہے، تو ان کا اس حدیث کو ضعیف نہ لکھنا یہ اس کے قوی ہونے
کی دلیل ہے، یا تم مرزائی کسی کتاب ماسبق سے اس کا ضعف ثابت کر دو، ورنہ تمہارے
انکار سے روایت ضعیف نہیں کہلا سکتی، باقی رہا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کا لکھنا تو افسوس ہے وکیل صاحب بعض عبارت کو چھوڑ کر ایک جگہ عبارت کا
لکر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہو۔ حالانکہ شاہ صاحب نے پہلے
ہی ارشاد فرمایا ہے جو تم نے بھی لکھا ہے، طبقۂ رابعہ ہیں، "احادیثے کہ نام ونشان
آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود، ومتاخران آنرا روایت کردہ اند" یعنی طبقہ رابعہ
میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابن جریر اور ابن عساکر اور ابن حبان نے ایسی حدیثیں
بیان کریں کہ جن کا نام ونشان قرون سابقہ میں معلوم نہ ہو، اور متاخرین سے یہ
لوگ اس کو بیان کریں۔ تو وہ ضعیف سمجھی جائے گی، حالانکہ حدیث متنازعہ فیہا
تمام کی تمام حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بخاری شریف وتمام باقی احادیث
کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ان کا دجال کو باب لُد میں قتل
کرنا تمام احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ کوئی نئی بات نہیں، البتہ اس حدیث
شریف میں نزول کی شرح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے من السماء سے فرمائی ہے
جس کو مرزائی ہیر نہ سکا، سرے سے حدیث کا ہی انکار کر بیٹھا، بھلا مرزائی
صاحب تمہارے مرزا صاحب کی کلام کو تو شرم پت اور ملا وامل اور جھنڈا
سنگھ وغیرہم بیان کریں، تو سبحان اللہ کہہ کر بوسے دو اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
کو جسے آج تک متقدمین نہ متاخرین سے کسی نے ضعیف تک نہ کہا ہو، اس کو پس
پشت ڈالدو، اور بہانہ بناؤ، شاہ صاحب سے یہ بہانہ تمہارا درست نہیں، اور نہ
اس بہانہ سے معاذ اللہ حدیث منسوخ ہو سکتی ہے۔

باقی رہا تمہارا کہنا کہ یہاں جبل افیق کا لفظ تمام حدیثوں کے خلاف ہے، تو
یہ بھی غلط ہے، کیونکہ نزول من السماء اس حدیث شریف سے ثابت ہوگیا اور تمہارا

ہے۔ اور الیواقیت والجواہر کے ورق کو بھی اگر خادم صاحب نہ پلٹتے تو بہتر تھا۔ اگر پلٹا ہے تو نصف پلٹا اور باقی چھپالیا، ملاحظہ ہو، اسی صفحہ پر آگے چل کر عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمادیا۔ سنو۔

الیواقیت والجواہر ۲/۲۲ کون عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَا یَحْکُمُ بِشَرْعِ نَبِیِّہِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ قَبْلَ رَفْعِہٖ ۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زمین کی طرف اتریں گے تو اپنی اُس شریعت کے ساتھ جو اُن کے چڑھنے کے پہلے تھی فیصلہ نہ کریں گے، آگے فرمایا، وَاِنَّمَا یَحْکُمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ بُعِثَ بِہٖ اِلٰی اُمَّتِہٖ ۔ اور کوئی بات نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے فیصلہ کریں گے جو آپ کی امت کی اسی شریعت کے ساتھ بھیجے جاویں گے اور یہ تو بتاؤ کہ اِس حدیث موضوعہ کا راوی کون ہے۔ کس صحابی نے اِس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور کس محدث نے اس کو روایت کیا ہے، کیونکہ یہ بیان کنندہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو موجود نہ تھے، آخر کس حدیث کی کتاب سے انہوں نے نقل کیا۔ اس کا کوئی اصل نہیں، اگر ہے تو بیان کرو، جس میں نہ کوئی روایت کنندہ کا نام ہو، نہ منقول عنہ کا حوالہ ہو، وہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

"**مرزائی**" ۔ اس کا راوی تو کوئی کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا۔

"**محمد عمر**" ۔ تو معلوم ہوا، کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ قول موضوعہ ہے۔ اور ایسے موضوعہ اقوال کو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں صحیح سمجھنا یہ تمہارے دین کا اصول ہے، ہمارے اسلام میں تو یہ اصول حدیث کے خلاف ہے جس کی وضاحت گذر چکی ہے۔

باقی رہا تمہارا اعتراض کہ شرح فقہ اکبر میں علی قاری نے لو کان عیسیٰ حیا لکھا ہے۔ لیکن تمہارے مسلمانوں نے اس کی بجائے لو کان موسیٰ حیا بنادیا حالانکہ یہ اصولاً عبارتاً غلط ہے۔ تو تمہارا یہ کہنا تب صحیح ہو سکتا تھا کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح کا بیان کرتے اور اس میں اس کو دلیل ٹھہراتے، جب بیاں

ہوتا، ایسے ہی فقہ اکبر مصری میں مُلا علی قاری نے بھی لکھا ہے، لو کان عیسیٰ حیا مادسعہٗ الاتباعی۔ لیکن تمہارے مسلمانوں نے غداری سے کام لیتے ہوئے لو کان موسیٰ حیا لکھا ہوا ہے، جو تمہاری دیانتداری کا ثبوت دے رہا ہے، حالانکہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں، بلکہ یوں تحریر ہے، یجتمع علیہ السلام بالمھدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد اقیمت الصلوٰۃ بیشیر المھدی بعیسی باالتقدم فیمتنع معلابان ھذہ الصلوٰۃ اقیمت لک فانت اولی بان تکون الامام فی ھذا المقام ولقتدی بہ لیظھر متابعتہ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لو کان عیسیٰ حیا ما وسعہ الاتباعی۔ اب دیکھ لیں کہ متابعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے یا موسیٰ علیہ السلام کی اور کس کا بیان ہے۔ اور دلیل کیا ہے اور موسیٰ اور عیسیٰ کے لفظ میں غلطی کس نے لکھی ہے۔ لہذا اس ہندوستانی ایڈیشن میں عیسیٰ کی بجائے موسیٰ لکھنا یہ تمہاری خیانت ہے۔

"**محمد عمر**"۔ خادم صاحب! اس عنوان "وفات مسیح از احادیث" لکھ کر اور الیواقیت والجواہر کے حوالہ جات اور علی قاری کی کلام کے ہیرا پھیری سے کلام کو مزین کرنے سے مرزائیت کا پول کھل گیا ہے، کہ تمام اکابرین مرزائیہ کی زور دار حدیثیں انہی ہیرا پھیری پر ہی موقوف ہیں، مرزائیت کی امداد بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، دارمی وغیرہم کتب متداولہ سے کسی نے نہ کی، تمہاری اس تحریر سے ہی الحمدللہ ثابت ہو گیا کہ کتب احادیث مشہورہ میں حیات مسیح ونزولہ من السماء ہی ثابت ہے ان کتب میں وفات مسیح علیہ السلام نہ صراحۃً نہ کنایۃً نہ اشارۃً نہ حقیقۃً کسی طرح بھی ثابت نہیں، اور تمہارا ان سے حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث صحیحہ کو ٹھکرانا محض مرزائیات سے ہے، ان میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق بغیر حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے اور کوئی صورت نہیں، اور ان احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان یہ گوارہ نہیں کر سکتا، کہ اپنے ذہن کو مرزائیت کی اتباع میں محض تعصبانہ طور پر الیواقیت والجواہر یا فتح البیان وغیرہ کی طرف منتقل کرے اور نہ اصول حدیث ہی اس امر کا متقاضی ہے، بلکہ خادم صاحب بھی اس کا اقرار پہلے کر چکے ہیں۔ ابن کثیر کے متعلق تو تفسیر پہلے مفسرین کے باب میں وضاحت سے بیان کر چکا

عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے اور دجال کے جنگ کے لئے چڑھائی کریں گے تو ایک ہی ضرب سے دجال کو قتل کر ڈالیں گے اور دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کے وقت گھلنے لگیگا، جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے، (تو آگے جو تم نے لکھا ہے وہ تمام واقعہ ہے) آخیر میں لکھا ہے جو تم پھر ہضم کر گئے وَقَدْ وَرَدَ اَنَّهٗ يَبْقٰى فِى الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ وَيُصَلِّىْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَيَدْفُنُوْنَهٗ عَلٰى مَا رَوَاهُ الطَّيَالِسِىْ فِىْ مُسْنَدِهٖ - اور حدیث ابوداؤد طیالسی کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندہ رہیں گے؟ پھر مریں گے اور اُن پر مسلمان نماز پڑھیں گے اور اُن کو دفن کریں گے۔

کیوں جناب: علی قاری حیات مسیح کو ثابت کر رہے ہیں یا وفات مسیح کو۔ اگر وفات مسیح کو ثابت کرتے تو تمہارا لو کان عیسیٰ صحیح ہوتا اور جب حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اعمال نزولی کو بیان کیا جا رہا ہے، اور اُن کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی اتباع ثابت کی جا رہی ہے، تو لو کان موسیٰ ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو تشریف لائیں گے تو اتباع کریں گے ہی لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِىْ یہ تو ہیں عیسیٰ علیہ السلام، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو اُن کو بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا، ادھر تہمت لگاتے ہو کہ ہم نے لفظ کو بدلا دیا ہے۔ اور حقیقت کو واضح نہیں کرتے کہ ہم نے مصری مطبع میں بھی خود سازش سے کام لیا ہے، حدیثوں میں تو سفارش چل نہ سکتی تھی، بزرگوں کے رسالوں میں داؤ لگایا کچھ خدا کا خوف کرو اور آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ جو حیات مسیح علیہ السلام و نزولہ من السماء کو صراحتہً ثابت کر رہی ہے روگردانی نہ کرو۔ اور بزرگان دین کی بھی جس کتاب کو دیکھو گے سوائے حیات مسیح علیہ السلام کے اور کچھ ثابت نہ ہوگا خواہ کتنا ہی داؤ کیوں نہ چلاؤ، کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ پر علی الاعلان صاف نہائی ہوئی ہے۔

کر رہے ہیں حیات مسیح علیہ السلام کا اور دلیل دے رہے ہوں، وفات مسیح کی، تو یہ مرزائیہ کا وطیرہ ہے۔ ان سے یہ بعید امر ہے۔ سنیئے تم نے خود لکھا ہے۔ اور ترجمہ بھی کیا ہے کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یَجْتَمِعُ عِیْسٰی علیہ السلام بِالْمَھْدِیِ رضی اللہ تعالٰی عنہ تمہارا ہی ترجمہ ہے۔ پاکٹ بک کے صفحہ ۳۲ پر کہ حضرت عیسٰی مہدی کے ساتھ مل گئے، علی قاری رحمت اللہ نے تو مرزائیت کے تمام اصولوں کو ہی کاٹ کے رکھ دیا، کیونکہ تم مہدی اور عیسٰی علیہ السلام کو ایک ہی تصور کرتے ہو، انہوں نے دو وجود ثابت کر دئے۔ اور دونوں کی ملاقات ثابت کر دی۔ اور اس کے پہلے خادم صاحب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کھا کر ڈکار گئے، جو آپ نے فرمایا ہے۔ : نُزُوْلُ عِیْسٰی علیہ السلام مِنَ السَّمَاءِ (حَقٌّ کَائِنٌ) کَمَا قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَاِنَّہٗ اَیْ عِیْسٰی علیہ السلام لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اَیْ عَلَامَۃُ الْقِیَامَۃِ وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ اَیْ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ نُزُوْلِہٖ عِنْدَ قِیَامِ السَّاعَۃِ فَیَصِیْرُ الْمِلَلُ وَاحِدَۃً وَھِیَ مِلَّۃُ الْاِسْلَامِ الْحَنِیْفِیَۃِ ...... فَتَرْتِیْبُ الْقَضِیَّۃِ اَنَّ الْمَھْدِیَ یَظْھَرُ اَوَّلًا فِی الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ ثُمَّ یَأْتِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَیَأْتِی الدَّجَّالُ وَیَحْصُرُہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْحَالِ فَیَنْزِلُ عِیْسٰی مِنَ الْمَنَارَۃِ الشَّرْقِیَّۃِ فِیْ دِمَشْقَ الشَّامِ وَیَجِیْءُ اِلٰی قِتَالِ الدَّجَّالِ فَیَقْتُلُہٗ بِضَرْبَۃٍ فِی الْحَالِ فَاِنَّہٗ یَذُوْبُ کَالْمِلْحِ فِی الْمَاءِ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فَیَجْتَمِعُ عِیْسٰی بِالْمَھْدِیِ وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ الخ۔

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک عیسٰی علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب سے کوئی بھی نہ رہے گا، مگر ان کی موت کے پہلے یعنی عیسٰی علیہ السلام کی موت کے پہلے عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے آسمان سے اترنے کے بعد قریب قرب قیامت، تو دین ایک ہی رہجائیگا اور وہ اسلام حنیفیہ ہے ...... پس قضیہ کی ترتیب یوں ہے، کہ مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ پہلے ظاہر ہونگے حرمین شریفین میں۔ پھر بیت المقدس کو آئیں گے، پھر دجال آئیگا وہ اس کو محاصرہ کریگا تو شام دمشق کے شرقی مینار کے پاس حضرت

کہ علامہ زرقانی نے اس کو رد کرنے کے لئے بیان کیا ہے یا تائید کے لئے، سنئے۔

زرقانی ۱/۳۵ اس حدیث مذکورہ کو بیان فرما کر علامہ زرقانی نے آخیر بیان فرمایا،

كه وَوَرَدَ مَكَثَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فِيْ عِدَّةِ اَحَادِيْثَ مِنْ طُرُقٍ مُّخْتَلِفَةٍ مِنْهَا هٰذَا الْحَدِيْثُ الَّذِىْ اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَهُوَ صَحِيْحٌ وَمِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِىْ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِى الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ...... وَمِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ فِىْ مُسْنَدِهٖ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا فِىْ حَدِيْثِ الدَّجَّالِ فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ عِيْسٰى فِى الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اِمَامًا عَادِلًا وَّحَكَمًا مُّقْسِطًا وَوَرَدَ اَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِىْ نَحْوَهٗ الْاَحَادِيْثُ الصَّرِيْحَةُ اَوْلٰى مِنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ الْمُحْتَمَلِ۔

اور کئی حدیثوں میں مختلف طرق سے وارد ہے، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمین پر قیام چالیس سال ہوگا، جن سے یہ حدیث ابو داؤد کی بھی ہے، اور یہ صحیح ہے اور بعض ان صحیح حدیثوں سے جس کو طبرانی نے بیان کیا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اتر ینگے اور زمین پر چالیس برس رہیں گے اور بعض ان سے جو امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ دجال کی حدیث میں کہ اتر ینگے حضرت عیسٰی علیہ السلام تو دجال کو قتل کرینگے۔ پھر عیسٰی علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندگی بسر کرینگے امام عادل اور حاکم منصف ہو کر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بھی طبرانی میں موجود ہے۔ تو یہ تمام احادیث صریحہ (چالیس میں) اس احتمالی حدیث سے بہتر ہیں،

کیوں جناب خادم صاحب! یہ ہے علامہ زرقانی جس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد نزول چالیس سالہ قیام والی حدیثوں کو صحیح اور مرفوعات اور اتفاقی ثابت کیا ہے اور طبرانی سے بھی بعد نزول چالیس سال زندگی بسر کرنے کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور ایک سو بیس سال والی حدیث کو ان تمام کے مقابلہ میں خبر احتمالی قرار دیا ہے یہ ہے تمہاری پیش کردہ کتاب علامہ زرقانی کی تحقیق اسی حدیث کے متعلق جس کو تم

مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام

اس مرزائی کو دیا جاوے گا، جو مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب سے وفاتِ عیسٰی علیہ السلام کی عبارت دکھا دے، ورنہ بہتان لگا کر مسلمانوں کو دھوکا نہ دو، خدا کے روبرو تمہارا دامن ہوگا اور علی قاری تمہیں مجرمانہ حیثیت سے پکڑے ہونگے۔ اس وقت تمہارے پلے کیا جواب ہوگا؟ توبو، توبہ، توبو۔

تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۵-۱۳۶ سے بھی صاف حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اُترنا ثابت ہؤا، اور اُن کا زمین پر بعد از نزول چالیس سالہ قیام اور پھر فوت ہونا ثابت ہوگیا اور تمہارا اپنی دلیل وفات مسیح شرح فقہ اکبر کی عبارت کو پیش کرنا غلط ثابت ہؤا۔

مرزائی - حج الکرامۃ میں لکھا ہے، کہ طبرانی کی حدیث حاکم نے نقل کی ہے، کہ عیسٰی بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور کنز العمال میں بھی موجود ہے، اور مواہب اللدنیہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے، کہ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔

محمد عمر - خادم صاحب آپ نے حج الکرامۃ ایک وہابی کی کتاب کا حوالہ دے کر اپنی بات کو گھٹایا ہے، کہاں مستدرک اور کہاں طبرانی؟ کیا آپ کے پاس مستدرک نہ تھی، اس کا اصل حوالہ ہی دیتے، لیکن معلوم تھا کہ حاکم پر یہ بہتان ہے۔ حاکم مستدرک ج۲ میں نزول عیسٰی علیہ السلام من السماء کا باب تحریر کرکے نزول عیسٰی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عند صلوٰۃ الفجر کی مکمل حدیث لائے ہیں، جو پہلے گذر چکی ہے، مستدرک سے بدکتے ہیں کیونکہ انہوں نے مرزائیت کی جڑ کاٹ کے رکھ دی ہے۔ اب حج الکرامہ وہابی کی اوٹ میں جھانکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھئے، تمہاری بات کچی ہے، کیونکہ تمہارے اس حوالہ کو پیش کرنے سے بھی پول ہی انشاء اللہ تعالیٰ نکال کر دکھاؤں گا، آپ لکھتے ہیں کہ مواہب اللدنیہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ لیکن اس بات کو آپ واضح نہیں فرماتے

حوالہ بیان کنندہ ہی اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اور ہماری تائید لکھ دیتا ہے، کیوں نہ ہو؟ سچ چھپا نہیں رہتا، جس جگہ چھپاؤ سچ نہیں وہیں نشر کر دیتا ہے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ کنز العمال میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال لکھی ہے، تو یہ بھی خادم صاحب کی سادگی ہے۔ ملاحظہ ہو، اسی حدیث کے آخیر میں لکھا ہے۔

کنز العمال ۶/۱۲۰ ...... وَ فِیْہِ اِنْقِطَاعٌ دیکھا جناب یہ ہے صاحب کنز العمال کا سچ۔ تم حضرت ابن عباس والی حدیث کو جو من السماء کا لفظ ہے، بے سند اور ضعیف کہتے تھے، اگر وہ بھی تمہاری پیش کردہ منقطعہ حدیث کی طرح ہوتی، تو منقطع کہدیتے، اس من السماء والی حدیث میں کسی قسم کا سقم نہیں، اس واسطے بیان نہیں فرمایا، تمہاری اس پیش کردہ حدیث ایک سو بیس والی میں انقطاع تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتی تھی، اس واسطے صاحب کنز العمال نے خود ہی اس کو منقطعہ کہدیا، اب میرے کیا اختیار ہے۔ تم ہاتھ ہی ایسی بات کو ڈالتے ہو، جو تمہیں جھاڑ ڈالتی ہے۔ مجھ پر ناراض نہ ہونا بھائی یہ تحقیق صحیح ہے۔ اور تحریر شدہ ہے، میری اپنی وضع کی ہوئی کوئی بات نہیں ہے، تم ایسی بات کو لکھو ہی نہ جو کچی ہو، کیوں نہیں ایمان کو درست کر لیتے جیسا کہ تمام احادیث صحیح میں اور آیاتِ کریمہ سے واضح ہو چکا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں آسمان پر چڑھائے گئے، اور قرب قیامت تشریف لائیں گے، اور چالیس سال عمر پھر یہاں دنیا میں گذاریں گے اور پھر فوت ہونگے، اور روضۂ اطہر میں مدفون ہونگے۔

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ جلالین میں لکھا ہے، خادم صاحب آنکھیں بند کر کے اپنے مافی الضمیر کے مطابق پڑھ دیتے ہیں۔ کتاب میں ہو یا نہ، دیکھئے۔

جلالین ۴۲ وَلَہٗ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً، جب آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تو ان کی عمر تینتیس برس تھی، آگے فرمایا وَ فِی الشَّیْخَانِ حَدِیْثٌ اَنَّہٗ یَنْزِلُ قُرْبَ السَّاعَۃِ اور بخاری و مسلم نے حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت

نے مرزا صاحب کی اتباع میں حجت سمجھا ہوا ہے ، حالانکہ محدثین نے جن کا تم نام لیتے ہو ، وہ اسی کو باقی کے مقابلہ میں احتمالی کہتے ہیں ، اور پھر فرمایا کہ قَبْلَ رَفْعِہٖ اِلَی السَّمَاءِ وَکَانَ عُمُرُہٗ حِیْنَئِذٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً عَلَی الْمَشْہُوْرِ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر آسمان کی طرف چڑھنے کے پہلے تینتیس سالہ تھی ، یہی مشہور حدیثوں میں مذکور ہے ، یہ تو ہے تمہاری پیش کردہ دلیل جس نے تم کو ہی طمانچہ لگایا ، سیدھے ہوجاؤ یا نہ ، اب کسی اور محدث سے اس حدیث کے متعلق مشورہ کرلو ، سنیئے :-

تفسیر ابن کثیر ۱/۵۸۳	فَاِنَّہٗ رُفِعَ ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً فِی الصَّحِیْحِ وَ قَدْ وَرَدَ ذَالِکَ فِی حَدِیْثٍ فِیْ

صِفَتِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَنَّہٗ عَلٰی صُوْرَۃِ اٰدَمَ وَمِیْلَادِ عِیْسٰی ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً وَّ اَمَّا مَا حَکَاہُ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ بَعْضِھِمْ اَنَّہٗ رُفِعَ وَلَہٗ مِائَۃٌ وَّ خَمْسُوْنَ سَنَۃً فَشَاذٌّ غَرِیْبٌ بَعِیْدٌ وَّ ذَکَرَ الْحَافِظُ اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَسَاکِرَ فِیْ تَرْجَمَۃِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ مِنْ تَارِیْخِہٖ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ اَنَّہٗ یُدْفَنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حُجْرَتِہٖ ۔ تو بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام صحیح روایت کے مطابق تینتیس سال کی عمر میں اُٹھائے گئے اور اہل جنت کے بیان کی حدیث میں یہ مذکور ہے ، کہ جنتی آدم علیہ السلام کی صورت پر اور عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر تینتیس برس کی عمر میں ہونگے اور جس کو ابن عساکر نے بعض سے روائت کیا ہے ، کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے تو اُن کی عمر ایک سو پچاس برس کی تھی ، تو شاذ ہے غریب ہے ۔ بعید ہے ۔ اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عیسیٰ بن مریم کے مضمون میں بعض سلف سے نقل کیا ہے ، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں آپ کے پاس دفن کئے جاوینگے ۔

اور یہ ہے جناب کا حوالہ ابن کثیر کا جنکو ابن کثیر نے خود ہی حل فرمادیا ، کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے ، تو آپ کی عمر تینتیس برس کی تھی اور یہی صحیح مذہب ہے ، اور یہ حدیث متنازعہ تمہارا شاذ ہے ، غریب ہے ، تعجب کی بات ہے کہ صحاح کے مقابلہ میں ایسی حدیث کو پیش کرتے ہو ، جو خود تمہارا

(۲)۔ یہ کہ زمین پر کوئی سو سال سے زائد نہیں، آسمان کا ذکر نہیں فرمایا۔
کیونکہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ موجود تھے، جو اس قانون سے باہر ہیں، یہ جو آپنے دلیل بیان فرمائی ہے، سہواً دلیل بنا بیٹھے، ورنہ یہ تو حیات مسیح علیہ السلام کی دلیل واضح ہے۔
"مرزائی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اللہ کے واسطے ہوا ہے، جس کو اللہ تعالےٰ ہر سو سال کے بعد بھیجتا ہے، جو ہر مومن کے روح کو قبض کرلیتی ہے، مستدرک کی یہ حدیث ہے۔
پس معلوم ہوا، کہ ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجتا ہے، جو ہر مومن کی روح کو قبض کرلیتی ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب اس ہوا سے بچ سکیں گے۔ اس میں زمین آسمان کی قید بھی نہیں،
"محمد عمر"۔ بھلا خادم صاحب یہ فرمایئے، ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ہر مومن کی رُوح کو قبض کرلیتا ہے، تو تمہارے اس عقیدہ سے تو ہر سو سال کے بعد تمام زمین و آسمان کے مومنین فناہ ہو جانے چاہئیں، مومنین تو ملائکہ بھی ہیں، ان کو بھی ہر سو سال کے بعد فنا ہو جانا چاہیئے، حالانکہ آجتک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہر سو سال کے بعد پہلے مومنین کا کبھی خاتمہ ہوا ہو تا، کہ ان کی فونیدگی کے بعد پھر مومنین کی پیدائش کی کوئی نئی صورت اختیار کرنی پڑتی، خادم صاحب یہ احوال سُن لو، کہ جب کوئی مسلمان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے، تو پہلے قرآن کریم کو دیکھتا ہے، اگر کوئی مسئلہ قرآن کریم کا سمجھ میں نہ آئے، تو حدیث پاک سے سمجھتا ہے، اور اگر حدیث قرآن کے خلاف ہو، تو متروک العمل ہوتی ہے۔ سنیئے قرآن کریم میں مذکور ہے۔

عنکبوت ۲۰/۲ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔

اور ضرور ٹھیک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ تو وہ ان میں ساڑھے نو سو سال زندہ رہے۔

اصحاب کہف ہزار ہا سالوں سے غار میں لیٹے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ آپ اُن کو جاگتے ہوئے معلوم کرینگے، حالانکہ وہ

مُتر ینگے،

کیوں جناب ! یہ ہے عبارت جلالین کی جو تمہارے برخلاف بیان دے رہی ہے، خداوند کریم آپ کو ہدایت دے، وَمَاعلینا الا البلاغ المبین۔

"مرزائی" - کنز العمال کی حدیث ہے، مامن منفوسۃ فی الیوم یأتی علیھا مائۃ سنۃ وھی یومئذ حیۃ - آج کوئی جاندار ایسا نہیں، کہ اس پر سو سال آوے، اور وہ فوت نہ ہو، بلکہ زندہ ہو، یعنی سو سال کے اندر ہر جاندار مرجاوینگے، پس حضرت عیسیٰ بھی فوت ہو چکے۔

"محمد عمر" - خادم صاحب کیسے سادہ لوح ہیں، بھلا کوئی ایسی حدیث پیش کرو کہ جس میں لکھا ہو، کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم فوت ہو چکے ہیں، کیسی ادھر ادھر کی باتیں گھڑ گھڑ کر بناتے ہو، اب ایک ایسی حدیث بیان کردی کہ جس کا تعلق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں، اور نہ تمام حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ونشان ہی نہیں، لیکن خادم صاحب دلیلاً پیش فرمارہے ہیں اور جس کو پیش کر رہے ہیں، وہ تمام حدیث نہیں پڑھ رہے، حالانکہ اس کے ساتھ ہی دو مکمل حدیثیں موجود ہیں، سنیئے۔

کنز العمال ۷/۱۶۹	أَقْسَمُ بِاللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ مَنْفُوْسَۃٌ اَلْیَوْمَ یَأْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ ۔

میں قسم کھاتا ہوں، اللہ کی آج زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گذرا ہو۔

کنز العمال ۷/۱۷۰	مَا عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَۃٌ یَأْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ ۔

زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گذر چکا ہو۔

تو یہ ہیں حدیثیں مکمل، جنکو آپ سہواً چھوڑ گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گذرا ہو، اس حدیث شریف سے امرین کا ثبوت ملا۔

(۱) - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام منفوسات کا علم ہے۔

عنصری میں فرق لازم نہیں آسکتا۔

دوسرا جواب:۔ یہ ہے کہ خادم صاحب نے خبر نہیں کہاں سے منطق سیکھی ہے کہ ارواح انسانی اور جسم انسانی کا اجتماع محال ہے، حالانکہ ان میں اتحاد ذاتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کسی سے ایمان چھین لیتا ہے، تو اس کی عقل بھی ساتھ ہی چھین لیتا ہے، مرزائی صاحب فرماتے ہیں، کہ انبیا علیہم السلام کے ارواح کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کی معیت محال ہے۔ پہلے تو تمہیں یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا، کہ جسم عنصری انسانی کے ساتھ ارواح کا تعلق محال ہے، جب اجتماع محال نہیں، تو معیت کیسے محال ہو سکتی ہے۔

وکیل صاحب ذرا سمجھ کر بات کیا کرو، ایسے وفات مسیح ثابت نہیں ہو سکتی، جس کو خالق کل زندہ رکھیں اس کو بندہ کون مارے۔ وہ قادر و قیوم ہے، عالم ارواح میں جسم عنصری کو چاہے تو ٹھہرا لے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ارواح کو چاہے، تو تو مکانی دنیا کا محتاج بنا دے، جیسا کہ تنزل الملائکۃ والروح میں روح زمین پر بھی آتے ہیں، اور پھرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں، لیکن جو قرآن کریم کا انکار کرے اس کا کیا علاج ہے۔ سوا اس کے کہ خداوند کریم اس کو ہدایت دے۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرالا پیدا کیا، نرالا رکھا، نرالا آسمان پر چڑھایا، اس نے نرالا بنا کر ہی ارواح انبیا علیہم السلام میں رکھا، تم انکار کیسے کر سکتے ہو، اور اگر کرو گے بھی تو تمہارے کہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہ ہوں گے، بلکہ قرب قیامت ضرور تشریف لاویں گے۔

"مرزائی"۔ پہلے مسیح علیہ السلام کا حلیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاحمر جعد یعنی سرخ رنگ والے گھنگریالے بال اور مسیح قاتل دجال کا حلیہ فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر۔ یعنی ایسا آدمی ہوگا، گندم گون رنگ، بال اس کے کندھوں پر پڑتے ہیں اور وہ سیدھے بالوں والا ہے، ایک آدمی کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ ثابت ہوا، کہ دو آدمی الگ ہیں مسیح ناصری اور مسیح موعود۔ پس پہلا مسیح فوت ہو چکا اور ... نے والا مسیح امت میں ہے جیسا کہ امامکم منکم سے ثابت ہے۔

سوئے ہوئے ہیں، ان کو بایں قانون اب تک موت کیوں نہ آئی، اب بھی کئی ایسے مومنین موجود ہیں، جنکو سو سال سے اوپر دس یا بیس ۲۰ یا پچیس سال گذر چکے ہیں، ان کو موت اب تک نہیں آئی، حالانکہ تمہارے قانون کے مطابق ان کو سو سال کے اوپر زندہ نہ رہنا چاہیئے، اور وہ زندہ ہیں، جب باقی مومنین پر مشاہدہ سے تم سو سال سے زائد عمر رکھنے والے مومن پر یہ قانون جاری نہیں کر سکتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیسے جاری کر سکتے ہو۔

تیسرا جواب فقیر پہلے یہ بات ثابت کر آیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں تشریف لے گئے ہیں، اور اسی عمر میں اسی حالت میں جیسے غسل کر کے پانی کے قطرات آپ کے سر مبارک سے ٹپکتے تھے، آسمان سے اتریں گے، جیسا کہ عزیر علیہ السلام کا قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ کہ سو سال کے بعد اٹھائے گئے، لیکن اُن کے کھانے نے ابھی تک بُو نہ دی تھی، جس کے متعلق قرآن کریم لم یتسنہ سے شاہد ہے، تو نبی علیہ السلام کو آسمان پر جا کر بوڑھا کیسے کہلا سکتا ہے، نہ وہ اس کی عمر میں شمار ہوتا ہے۔

"**مرزائی**"۔ کنز العمال کی حدیث ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ آدم علیہ السلام آسمان دنیا میں ہیں اور یوسف علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تیسرے آسمان میں اور ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان میں، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری زندہ آسمان پر ہیں، تو کیا باقی انبیاء کو بھی اسی جسم سے زندہ ماننے کے لئے تیار ہو؟ جب نہیں اور ہرگز نہیں تو اکیلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے، کہ آپ سب سے نرالے زندہ ہیں۔

"**محمد عمر**"۔ خادم صاحب وفات مسیح کا مسئلہ مروڑ تروڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بھلا ایسے کیسے ثابت ہو سکتا ہے، منطق لڑاتے ہیں، لیکن آپ کی منطق اُلٹی ہے،

پہلا جواب:۔ خادم صاحب نے یہ نہ سوچا، کہ یہ معراج کا واقعہ ہے، پہلے تو مرزائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر ہیں، تمہارے لئے یہ حدیث حجت ہی نہیں ہو سکتی، اور اگر تم تسلیم کر لو تو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیا علیہم السلام کے پاس صحبت نشین ہوئے ہیں، تو آپ کی جسمانیت دنیاوی میں فرق لازم نہیں آیا ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انبیا علیہم السلام کے ساتھ بیٹھنے میں اُن کی جسمیت

اگر سبط الشعر ہوتا تب تمہارا مطلب نکلتا، رجل فرمایا تو گیلے بال پانی ٹپکتا ہو، تو جعد رجل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، یعنی سبط اور جعد کے بین بین ہو جاتے ہیں، اور ملاحظہ ہو،

مصباح المنیر ۳۲۹ رجل ای لَیْسَ شَدِیْدُ الْجُعُوْدَةِ وَلَا شَدِیْدُ السَّبُوْطَةِ۔

رجل یعنی نہ سخت گھنگریالے اور نہ سخت لمبے ہیں

دو مرزائی دوسرا امتیاز فرماتے ہیں، کہ ایک حدیث میں سُرخ رنگ کا ذکر ہے اور ایک میں گندم گون، سبحان اللہ مرزائی صاحب کو ابھی تک اتنا علم بھی نہیں، کہ گندم گون رنگ میں رنگ کی سُرخی ظاہر ہو سکتی ہے یا نہیں، حالانکہ کئی ایسے آدمی آپ کو نظر آئیں گے، جو گندم گون بھی ہیں اور سُرخ رنگ بھی، ثابت ہوا، کہ جو خداوند کریم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو خطاب کیا وہی ایک ہی وجود جو آسمان پر خداوند تعالےٰ نے اس کو چڑھایا اور قرب قیامت وہی مسیح بن مریم آسمان سے اُتریںگے، اور وہی مسیح بن مریم قاتل دجّال ہونگے۔

قرآن کریم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کے دو وجود فرمائے نہیں، بلکہ ایک فرمایا، اسی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرماتے رہے، اور اسی ایک وجود کے ہی تمام امت محمدیہ قائل ہے، اور وہ ہی ایک وجود مسیح عیسیٰ بن مریم کہلا سکتا ہے، جس کا نام ماں نے رکھا، خدا نے رکھا، لوگوں نے پکارا، نہ کوئی جعلی مسیح عیسیٰ بن مریم ہوا، اور نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے، اور جو خود بخود بننے کا دعوٰی کرے اور بنا دے وہ مفتری ہیں، منکر قرآن وحدیث ہیں، جماعت مسلمہ سے علیحدہ ہیں۔

"مرزائی" - کنز العمال کی حدیث ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالےٰ نے وحی کی، کہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تو پہچانا جائے اور تجھ کو تکلیف دی جائے۔

اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ثابت ہؤا۔

"محمد عمر" - مرزائی صاحب ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا کیا اس سے بھی موت مراد ہو سکتی ہے۔ اس سے تو حیات مسیح اور حضرت عیسیٰ علیہ

"محمد عمر": خادم صاحب تم نے اپنے اختیار میں سب کچھ سمجھ رکھا ہے، خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تم کو کوئی پروا نہیں، مخلوق خدا کو تم نے دیوانے سمجھ لیا ہے، مداری والا جھرل کیا، چاہا تو دو کا ایک بنا کر دکھا دیا اور چاہا تو ایک کے دو بنا دئے۔ اور تماشائیوں نے واہ واہ کہہ دیا۔ نہ کوئی ذی شعور اس مجلس میں جائے اور نہ ایک کو ایک ثابت کرے اور دو کو دو، لیکن پھر بھی کوئی چلتا پھرتا ادھر آ ہی نکلتا ہے، اور ضرور کہتا ہے، کہ جیسا کہ تم نے پیر سید محمد مہدی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مدغم کرنا چاہا تو فقیر نے حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں وجودوں کو علیحدہ علیحدہ صفات واعمال سے دو وجود ثابت کر دئے۔ اور اب تم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جس کا نام اللہ تعالےٰ نے اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرما کر واؤ عاطفہ کا بھی مسیح اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان ذکر نہیں فرمایا، تا کہ کوئی دشمن قرآن دو وجود نہ سمجھے، خداوند تعالیٰ تو مسیح عیسیٰ بن مریم فرما دے، لیکن مرزائی کو دو وجود ہی نظر آتے ہیں، بھائی یہ تمہارا مرزائیو! کا قصور نہیں، مرزائیوں کی نظروں کا قصور ہے، جس کی نظر میں فرق ہو، اُس کو ایک کے دو دو ہی نظر آتے ہیں، یہ بھی ان کی مرض پر دال ہے، اگر دو کا ایک ہی نظر آئے تو وہ بھی نظر کے بھینگے ہونے کی علامت ہے، مرزائی کو اور تو کوئی رستہ نہ ملا، کہہ دیا، کہ ایک حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریالے ثابت ہوتے ہیں، اور دوسری حدیث سے لمبے اور سیدھے، لہٰذا دو وجود ثابت ہوئے حالانکہ خادم صاحب اور ان کے معاونین بیچارے عربی سے اتنے کورے ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ جُعْد گھنگریالے بالوں کی صفت اور اگر اُن کو تر کر کے گیلول گیلوں کو کنگھی کی جاوے تو کچھ لمبے ہو جاتے ہیں، لیکن بالکل سیدھے نہیں ہوتے، اور نہ ہی بالکل گھنگریالے ہی رہ جاتے ہیں، صورۃ رجل بن جاتے ہیں، جب خشک ہو جاتے ہیں، تو پھر شکل جُعد اختیار کر لیتے ہیں، دیکھئے۔

المنجد ۲۵۲	رجل: ای بین السبط والجعد۔ شعر رجل بین الجودۃ والاسترسال

رجل بالکل سیدھے اور گھنگریالے کے بین بین کو کہا جاتا ہے۔

انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ تم نے بھی خدا کو جان دینی ہے، فیصلہ خود کر لو۔
وما علینا الا البلاغ المبین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ بھی حیات مسیح علیہ السلام پر تھا

وصیت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مستدرک ۲/۵۹۵ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَيْ بُنَيَّ اَخِيْ اِنْ رَاَيْتُمُوْهُ فَقُوْلُوْا اَبُوْهُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامُ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ اے میرے بھتیجے اگر تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو تم اُن کو کہنا کہ ابوہریرہ آپ کو السلام علیکم کہتا تھا،

کیوں جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام صحابۂ کرام سے چوٹی کے راوی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ حدیثیں سننے والے ہیں جب وہ منتظر مسیح عیسیٰ بن مریم ہیں، تو ہم مسلمان اُن کے خلاف قرآن وحدیث اور اتباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کے جال میں کیسے پھنسیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے قرآن اور حدیث دان کسے سمجھیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

ابن جریر ۶/۱۲ حدثنی یعقوب قال ثنا ابن علیہ عن ابی رجاء عن الحسن فی قولہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ

السلام کا انتقال مکانی یعنی زمین سے آسمان کی طرف مکان تبدیل کرنے کو رب العزۃ نے حکم دیدیا، یہ حدیث تو تمہارے برخلاف بھگتی ہے، مرزائی صاحب کہاں دوڑ دو گے، لیکن ہم دیانتداری سے کام لیتے ہیں، تمہاری طرح آنکھیں بند کر کے مطلب برآری نہیں کرتے، سرے سے یہ حدیث تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتی یہ تو حیات مسیحؑ کی دلیل ہے۔

کنز العمال ۲/۳۴ اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے۔ وفیہ ھانی بن المتوکل الاسکندرانی قال فی المغنی مجھول۔

پنجابی مثال ہے دکالردانے پرالی توں پچھانے جاندے نے، ایسی مجہول نہ پیش کریں تو مرزائی کیوں کہلائیں۔

"مرزائی" - کنز العمال کی حدیث ہے کہ عیسیٰ بن مریم سیاحی کرتے تھے، جنگل کی سبزیاں کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے تھے، پھر بھلا موت کیوں نہ آوے۔

"**محمد عمر**" - یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح ہونے کی دلیل ہے۔ کہ اُن کو مسیح کیوں کہا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت سیاحی کرتے اور جنگل کی سبزیاں کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے پھر بھلا موت کیوں نہ آوے کس عبارت کا ترجمہ کیا اور بل اللہ شئی کی کو کیوں پس پشت ڈال دیا، یہ ہیں مرزائیوں کی حدیثیں جن سے یہ مذہب مرزائیہ وفات عیسیٰ بن مریم کے قائل ہیں، اور ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ وفات مسیح ثابت کر رہی ہیں یا محض ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر اپنی جماعت کو خوش کیا ہوا ہے، فقیر نے خادم صاحب کی پاکٹ بک کے تمام دلائل مرزائیہ کا جواب حرف بحرف دیا ہے۔ اگر کوئی جواب کے لئے قدم بڑھائے تو ذرا اسی طرح لفظ بلفظ جواب دے، اور اگر جواب نہ ہو، تو امت مرزائیہ کو لازم ہے کہ تائب ہو جائیں،

اب اے امت مرزائیہ ذرا انصاف کی نظر سے غور فرماؤ، کہ حیات مسیح کی حدیثیں جو فقیر نے پیش کی ہیں، وہ حیات مسیح علیہ السلام کو کیسے واضح طور پر بیان کر رہی ہیں، احادیث معتبرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء قرب قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا ہے، اور جو خادم صاحب نے ادھر اُدھر کی باتیں گھڑی ہیں وہ بھی ہم سے مخفی نہیں، اب تمہارے

وسلم سے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ثابت کردیا اب بھی اگر کسی مرزائی کو شک گذرے تو اس کو اللہ ہی ہدایت دے،

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ بھی حیات مسیح علیہ السلام پر ہی تھا جیساکہ ماقبل صہ ۱۵۷ پر مفصل گذرچکا ہے۔ لہذا ثابت ہؤا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ بھی موجودہ مسلمانوں کے مطابق حیات مسیح ناصری علیہ السلام پر ہی تھا، جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔

تمام متقدمین ومتاخرین محدثین کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا

(۱) بخاری شریف ۱/۴۹۰

باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا باب مقرر کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی اور قرب قیامت اور انکی سلطنت کے اعمال کی صحیح حدیثیں پیش کیں، اگر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہوتے تو نزول مسیح علیہ السلام کا باب مقرر کرکے اپنے عقیدہ حیات مسیح کی وضاحت نہ فرماتے، بلکہ وفات مسیح کا باب لکھتے۔ ثابت ہؤا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے

قَبْلَ مَوْتِہٖ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی علیہ السلام وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَحَیٌّ عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اِذَا نَزَلَ اٰمَنُوْا بِہٖ اَجْمَعُوْنَ ۝

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے فرمان کے متعلق کہ کوئی اہل کتاب سے نہیں۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی موت کے پہلے ضرور سب ایمان لے آویں گے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے اللہ کی قسم بے شک وہ حضرت علیہ السلام اب زندہ ہیں اللہ کے پاس اور لیکن جب اُتریں گے اُن کے ساتھ سب ایمان لاویں گے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم خدا کی کھا کر فرماویں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ ہیں، اور تم کہو کہ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے، کیا بانیان اسلام کے عقائد غلط اور تمہارے صحیح، ذرا گریباں میں مُنہ ڈال کر تو دیکھو کہ وکیل صاحب تمہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام لیکر کس گڑھے میں لیجا رہے ہیں، اُنسے کہو ایسی ایک واضح عبارت تو دکھائیں اور سنیئے۔

ابن جریر ۶/۱۲

حدثنا ابن وکیع قال ثنا ابو اسامۃ عن عوف عن الحسن اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال عِیْسٰی وَلَمْ یَمُتْ بَعْدُ

حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے الا لیومنن قبل موتہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔

اے امت مرزائیہ! حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لب مبارک چوسنے والے کندھوں پاک پر سواری کرنے والے تمہیں قرآن کلام خداوندی پڑھ کر قرآنی دلائل سے دعویٰ فرما کر بتلاویں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں تو آج تمہاری اس ایجاد کو ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد کون تسلیم کرے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گزر چکی ہے کہ ان عیسیٰ لم یمت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں۔ تو حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قرآن کریم سے اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علاماتِ قیامت میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کو شامل فرمایا ہے

ابن ماجہ ۳۰۵ | باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج۔

محمد بن عبداللہ حاکم کا عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے پر تھا

(۶) مستدرک ۴/۴۷۸ | نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا۔

ان تمام مذکورہ بالا عبارات سے متقدمین محدثین کا عقیدہ تم کو حیات مسیح ناصری اور ان کے آسمان سے تشریف لانے کو ثابت کرتا ہے۔

متاخرین محدثین کا عقیدہ بھی یہی تھا

شیخ علاؤ الدین علی صاحب کنز العمال کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تھا

(۷) کنز العمال ۷/۲۰۳ | نزول عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ باب تحریر کر کے تمام حدیثیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کی بیان فرمائی ہیں۔

کی حدیثیں کتاب الایمان میں باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تحریر فرما کر ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانا اور اس امت محمدیہ میں ان کی حکومت کا قائم ہونا اور قرب قیامت کفر کو سرے سے مٹا دینا مؤمن کا جزو ایمان ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے پر ایمان نہیں رکھتا اس میں ایمان کا ایک حصہ نہیں ہے اور اس امت کی فضیلت کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائیگا۔ ملاحظہ ہو کتاب الایمان۔

(۲) مسلم شریف ۱/۸۷ | باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکماً بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

وَاکْرَامِ اللّٰہِ ھٰذِ الْاُمَّۃِ ثُمَّ ادھا اللّٰہ شرفًا۔

تو اس عبارت سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس امت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اترنے کو جزو ایمان ثابت کر کے اپنے عقیدہ حقہ اسلامیہ۔ حیات مسیح ناصری بیان فرما دیا۔

حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ہی تھا

(۳) ابو داؤد ۲/۲۴۵ | حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے آسمان سے تشریف لانے کے بعد احادیث صحیحہ سے ان کو قاتل دجال ثابت کیا۔ ثابت ہوا، کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض اور ان کے اعمال حکمیہ کے بھی قائل تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات مسیح ناصری علیہ السلام اور نزول من السماء کا ملاحظہ ہو،

(۴) ترمذی شریف ۲/۴۶ | باب ماجاء فی نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

اور علاماتِ قیامت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی اطلاع فرمائی ہے ۔ دجّال کا نکلنا اور دابۃ الارض کا نکلنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا پس یہ تمام علامتیں حق ہیں ۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے اصل اسلام کے عقائد کی کتاب جس میں صاف صاف قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا حق سچ لکھا ہوا ہے ۔ تم بھی کسی کتاب عقائد سے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دکھاؤ تو سہی اگر تمہارے پاس بھی سچ ہے تو ورنہ خداوند کریم سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی نہ اختیار کرو ۔

(۲) ۔ بدء الامالی شرح لعلی قاری

يَنْزِلُ عيسىٰ عليه السلام مِنَ السَّمَاءِ عَلَى الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ فِي مَسْجِدِ الشَّامِ .... وَنُزُوْلُ عيسىٰ عليه السلام وَقَتْلُهُ لَهُ وَالْإِيْمَانُ بِكُلِّ ذَالِكَ وَاجِبٌ ۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے شام کی مسجد کے شرقی مینار پر اُتریں گے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُترنا اور آپ کا دجّال کو قتل کرنا ان تمام پر مسلمانوں کو ایمان لانا واجب ہے ۔

(۳) مجمع بحار الانوار ج۳ / ۲۳۶

اِذَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فِي صُوْرَةِ ابْنِ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ ۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے تینتیس سال کی عمر کی صورت میں ہوں گے ۔

(۴) ۔ تکملہ مجمع البحار الانوار ۸۵

وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهِ اِلَى السَّمَاءِ ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے چڑھنے کے پہلے نکاح نہیں کیا تھا ۔

کتاب الیواقیت والجواہر ۲ / ۲۲

كَوْنُ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَا يَحْكُمُ بِشَرْعٍ

اے امتِ مرزائیہ! ذرا سی جھاتِ انصاف تو ڈالیئے کہ جب کسی محدث نے وفات مسیح علیہ السلام کا باب نہیں مقرر فرمایا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا باب مقرر فرما کر حضرت عیسیٰ کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے اور حکومت کرنے اور کفر مٹانے کی حدیثیں جمع فرمائیں۔ کیا ان تمام محدثین کے صحیح مذہب کو چھوڑ کر ایک مرزا غلام احمد صاحب کی اتباع میں اپنے ایمان کو رائیگاں کرو۔ تو یہ تمہاری مرزائیت کا حصہ ہے اور کوئی مسلمان گوارہ نہیں کر سکتا۔

"مرزائی"۔ مُردوں کا اِس دنیا میں دوبارہ نہ آنا قرآن کریم سے ثابت ہے، اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا محال ثابت ہوا اور دوبارہ دنیا میں لوٹائے جانے کے کفار ہی خواہشمند ہوں گے۔

"محمد عمر"۔ تمہارے اس استدلال کا حیات مسیح میں پیش کرنا باطل ہے۔ کیونکہ ہم حیات مسیح کے قائل ہیں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی از روئے ادلہ صریحہ قرآن کریم و احادیث صریحہ مرفوعہ سے اور اجماع امت متقدمین سے زندگی بجسدِ عنصری ثابت ہے تو سرے سے آپ کو مردہ کہنے ہی سے اسلام اور قرآن کریم اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان سے خارج ہونا ہے۔

حیات عیسیٰؑ از اقوال بزرگان اسلام

مسلمانوں کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد نسفی ہے۔ عمر نسفی تحریر فرماتے ہیں

(۱) شرح عقائد نسفی ۲۴ وَمَا اَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَيْ مِنْ عَلَامَاتِهَا مِنْ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ وَدَابَّةِ الْاَرْضِ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَنُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَطُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا فَهُوَ حَقٌّ۔

علامہ نودی شارح مسلم شریف کا مسلک

مسلم شریف ۲/۴۰۳ فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کے ماتحت امام نودی رقم طراز ہیں۔

ای ینزل من السماء۔ یعنی اُتارے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان سے۔

کیوں جی مرزائی صاحب! قدمائے شارحین رحمہم اللہ تعالیٰ کو حیاتِ مسیح علیہ السلام کی حدیثیں زیادہ سمجھ میں آئیں یا تمہیں آج چودھویں صدی میں زیادہ سمجھ میں آئیں۔

مسلم شریف ۱/۸۷ (ثم یقول ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ماتحت علامہ نودی فرماتے ہیں۔

ثم یقول ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرء وا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ فیہ دلالۃ ظاھرۃ ان مذھب ابی ھریرۃ فی الاٰیۃ ان الضمیر فی موتہ یعود علیٰ عیسیٰ علیہ السلام ومعناھا ما من اھل الکتب احد یکون فی زمن نزول عیسیٰ علیہ السلام الا امن بعیسیٰ۔

پھر یقول ابوھریرۃ اقرء وا ان شئتم الخ میں دلالت ظاہرہ ہے، اس بات پر کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آیت مذکورہ بالا میں یہ ہے کہ ضمیر موتہ میں عیسیٰ علیہ السلام پر لوٹتی ہے۔ اس کے معنیٰ یوں ہونگے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں کوئی اہل کتاب سے نہ رہیگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیگا آگے فرمایا۔

فان عیسیٰ علیہ السلام علم من اعلام الساعۃ۔
پھر بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامات سے علامت ہیں۔

لِنَفْسِهِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ قَبْلَ رَفْعِهِ وَاِنَّمَا یَحْکُمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے زمین کی طرف نازل ہونگے، اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرینگے۔ جس شریعت پر وہ رفع سے پہلے تھے اور سوائے شریعت محمدی کے اور کسی سے فیصلہ نہ کرینگے۔

کتاب الیواقیت والجواہر ۲/۳۴

فَلَمَّا دَخَلَ اِذَا بِعِیْسٰی علیه السلام بِجَسَدِهٖ عَیْنِهٖ فَاِنَّهٗ لَمْ یَمُتْ اِلَی الْاٰنَ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهِ السَّمَاءِ وَاَسْکَنَهٗ فِیْهَا وَحَکَّمَهٗ فِیْهَا۔

تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے آسمان میں داخل ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عینی کے ساتھ ہیں، پھر بے شک وہ اب تک فوت نہیں ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس آسمان کی طرف اٹھالیا اور اسی آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہرایا، اور اسی میں اس کو حکم دیا۔

(۷)۔ فتوحات مکیہ لمحی الدین ابن عربی ۲/۱۲۵

اِنَّهٗ لَابُدَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَیَحْکُمُ بِسُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور اتریں گے اس اُمت میں آخیر زمانہ میں اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کرینگے۔

یہ ہے حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور فرمان جن کے ارشادات ردّ و بدل کر کے تم مرزائی ہمیشہ ٹریکٹوں، اشتہاروں کی صورتوں میں شائع کرتے رہتے ہو، اور محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان رکھتے ہو تو آؤ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے قائل ہو جاؤ۔

(۱۱) ابن کثیر ۲/۹۲

وَرُفِعَ عِیْسٰی مِنْ رَوْزَنَۃٍ فِی الْبَیْتِ اِلَی السَّمَآءِ۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف چڑھائے گئے۔

مفسر قرآن علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن کا عقیدہ

(۱۲) تفسیر خازن ۱/۲۹۲

وَاِنَّہٗ رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَآءِ

اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے آسمان کی طرف اُٹھالیا۔

ثُمَّ مَکَثَ فِیْ رِسَالَتِہٖ ثَلَاثِیْنَ شَھْرًا ثُمَّ رَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت میں تیس۳۰ مہینے گذارے، پھر ان کو اللہ تعالےٰ نے اُٹھالیا۔

وَیُکَلِّمُ النَّاسَ کَھْلًا بَعْدَ نُزُوْلِہٖ مِنَ السَّمَآءِ وَفِیْ ھٰذِہٖ نَصٌّ عَلٰی اَنَّہٗ سَیَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَیَقْتُلُ الدَّجَّالَ۔

اور لوگوں کو ادھیڑ عمر میں کلام کرینگے آسمان سے اُترنے کے بعد اور اس مسئلہ میں نص (قرآنی) موجود ہے، کہ عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین کی طرف اتریںگے اور دجال کو قتل کرینگے۔

اِن قرآن دانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کی سمجھ قرآن کریم سے آئی لیکن تمہاری عقل میڈ ان انگلینڈ نے اُلٹ سمجھ لیا۔

(۱۳) تفسیر خازن ۱/۳۰

فَاَخْبَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّہٗ رُفِعَ بِتَمَامِہٖ اِلَی السَّمَآءِ بِرُوْحِہٖ وَجَسَدِہٖ جَمِیْعًا

پس اللہ تعالےٰ نے اس بات کی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف مع اپنے روح اور جسم کے تمام کے تمام چڑھائے گئے ہیں

اے فرقہ مرزائیہ! یہ ہے عقیدہ متقدمین اہل اسلام کا جو قرآن کی تفسیر لکھنے

تحقیق حیاتِ مسیح علیہ السلام از مفسرین و مؤرخین

علامہ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مفسرِ قرآن و مؤرخِ اسلام کا عقیدہ

(۸) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۷

ثُمَّ اِنَّهٗ رَفَعَهٗ اِلَيْهِ وَاِنَّهٗ بَاقٍ حَيٌّ وَاِنَّهٗ سَيَنْزِلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْاَحَادِيْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف اُٹھایا اور بے شک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقی ہیں زندہ ہیں۔ اور بے شک وہ عنقریب قیامت کے پہلے اتر یںگے، جیسا کہ اس پر متواترہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں، اور پھر متواترہ حدیثیں لکھی ہیں، جن کے لئے ایسا باب لکھا ہے۔

(۹) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷۸

(ذِكْرُ الْاَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِيْ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ مِنَ السَّمَاءِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاَنَّهٗ يَدْعُوْا اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ)۔

آگے تمام احادیث صحیحہ بیان فرمائی ہیں۔ اور

تاریخ ابنِ کثیر میں یوں باب مقرر فرمایا ہے

(۱۰) البدایہ والنہایہ تاریخ لابنِ کثیر ۲/۹۱

(ذکر رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السّماء)

حضرت ضحاک مفسر قرآن کا عقیدہ

ابن جریر ۲۵/۴۹

حدثت عن الحسین قال سمعت ابا معاذ یقول اخبرنا عبید قال سمعت الضحاک یقول فی قوله وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی خروج عیسیٰ ابن مریم ونزوله من السماء قبل یوم القیامۃ

حضرت ضحاک فرماتے ہیں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کے متعلق یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہما السلام کا نکلنا اور ان کا آسمان سے اترنا قیامت کے پہلے (یہ نشان قیامت ہے)

مؤرخین اسلام کا عقیدہ بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام کا ہے

(۱۶) تاریخ کامل لابن اثیر ۱/۱۱۰

فرفعہ الی السماء من تلک الروزنۃ .... ورفع ولم یمت

چڑھائے گئے اور مرے نہیں

(۱۷) تاریخ طبری ۱/۳۳۲

(۱۸) تاریخ کامل لابن اثیر ۱/۱۱۰

یَتَفَقَّوْنَ عَلَیْهِ وَیَاْتُوْنَ عَلَیْهِ الْعُوْدُ حَتّٰی اَتَوْا بِهِ الْخَشَبَةَ الَّتِیْ اَرَادُوْا اَنْ یَصْلِبُوْهُ عَلَیْهَا فَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَصَلَبُوْا مَا شُبِّهَ لَهُمْ فَمَکَثَ سَبْعًا ثُمَّ اِنَّ اُمَّهٗ وَالْمَرْاَةَ الَّتِیْ کَانَ عِیْسٰی یُدَاوِیْهَا فَاَبْرَاَهَا اللّٰهُ مِنَ الْجُنُوْنِ جَاءَتَا تَبْکِیَانِ عِنْدَ الْمَصْلُوْبِ فَجَاءَهُمَا عِیْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلٰی مَنْ تَبْکِیَانِ فَقَالَتَا عَلَیْکَ فَقَالَ اِنِّیْ قَدْ رَفَعَنِیَ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَلَمْ یُصِبْنِیْ اِلَّا خَیْرٌ وَاِنَّ هٰذَا شَیْءٌ شُبِّهَ لَهُمْ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہ لوگ تھوکتے اور ان پر کانٹے ڈالتے، حتیٰ کہ ایک

میں اور تاریخ اسلام لکھنے میں پیش پیش ہیں۔ اگر تم اس عقیدہ کو اپنے مرزائے قادیانی کی اتباع کی بنا پر ٹھکراؤ۔ تو خداوند تعالیٰ تمہیں ہدایت دے، ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تم اس کے احکام کو ٹھکرانے والے قیامت کو ٹھکرائے جاؤ گے، یہ ہیں قرآن کریم سمجھنے والے۔ تم بجائے مرزائی تعزیرات برطانیہ سمجھنے والے ان کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہو۔ کیا یہ تمام متقدمین، متاخرین معاذ اللہ گمراہ رہے ہیں، اگر اسلام کا خیال رکھتے ہو کچھ تو سوچو۔

"مرزائی" - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ وہ اپنی عمر نبٹا چکے ہیں۔

"محمد عمر" - فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے۔ لیکن پھر عرض کر دیتا ہوں۔ اس کا جواب علامہ ابن کثیر دے چکے ہیں۔

(۱۴) ابن کثیر $\frac{1}{583}$

وَاَمَّا مَا حَكَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ بَعْضِهِمْ اَنَّهُ رُفِعَ وَلَهُ مِائَةٌ وَّخَمْسُوْنَ سَنَةً فَشَاذٌّ غَرِيْبٌ بَعِيْدٌ۔

اور لیکن جس کو ابن عساکر نے ان کے بعض سے بیان کیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو پچاس سال کی عمر میں اٹھائے گئے پس شاذ ہے، غریب ہے۔ اصول محدثین سے بعید ہے۔

ابن عساکر کی یہ بات تو تمہیں بڑی کھٹکی لیکن آگے اس کے لکھا ہے اَنَّهُ يُدْفَنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُجْرَتِهٖ۔

اور بے شک وہ عیسیٰ (علیہ السلام) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے حجرہ میں دفن کئے جاویں گے۔

کیوں جناب وکیل صاحب! جس کتاب کو اٹھاتے ہو وہی تمہارے مخالف ہوتی ہے کیونکہ تم جہاز محمدی کو چھوڑ کر ایسے تنکے کا سہارا لیتے ہو، جو تمہیں سوا ڈوبنے کے اور کچھ نفع نہیں دیتا اور نہ انشاء اللہ دیگا۔ اور نہ دے سکتا ہے۔

کو اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیا ہے، اور کفار سے پاک کر لیا ہے۔ اور لیکن یہ جوان اس کا مثیل ہے اور صلیب دیا گیا اور اس کی جگہ قتل کیا گیا۔ ...... پس تو فلاں جنگل میں آ تو، تو ضرور مسیح سے ملاقات کر لیگی تو حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنگل میں پا لیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کو دیکھا تو آپ کی طرف لپکے اور والدہ پر مُنہ کے بل گرے اور سر کو بوسہ دیا اور ہمیشہ کی عادت کے مطابق دعا دی اور فرمایا، اے ماں حقیقتہً مجھے قوم قتل نہ کر سکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف اُٹھا لیا ہے، اور میری ملاقات کے لئے مجھے اُس نے اجازت دی ہے۔ ...... پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چڑھ گئے (آسمان کو)

(۲۰) تاریخ ابن خلدون ۱/۲۷۳

فَيَنْزِلُ الْمَسِيحُ فَيَحْكُمُ فِي الْأَرْضِ مَا شَاءَ اللهُ تَعَالَىٰ قَالَ وَقَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّ عِيسَىٰ يَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ يَنْزِلُ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ يَعْنِي حُلَّتَيْنِ مُزَعْفَرَتَيْنِ صُفْرَاوَيْنِ مُمَصَّرَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَىٰ أَجْنِحَةِ الْمَلَكَيْنِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ كَثِيرُ خِيلَانِ الْوَجْهِ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ مَرْبُوعُ الْخَلْقِ وَإِلَى الْبَيَاضِ وَالْحُمْرَةِ وَفِي آخَرَ أَنَّهُ يَتَزَوَّجُ فِي الْغَرْبِ وَالْغَرْبُ دَلْوُ الْبَادِيَةِ يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَ مِنْهَا وَتَلِدُ زَوْجَتُهُ وَذُكِرَ وَفَاتُهُ بَعْدَ أَرْبَعِينَ عَامًا وَجَاءَ أَنَّ عِيسَىٰ يَمُوتُ بِالْمَدِينَةِ.

مسیح علیہ السلام اُتریں گے تو زمین میں حکومت کریں گے جو اللہ چاہے گا کہا اُس نے اور حدیث شریف میں ضرور مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید شرقی منارہ کے پاس اُتریں گے۔ وہ دو چادریں پہنے ہوئے اُتریں گے اور فرشتوں کے دونوں پروں پر اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھے ہونگے۔ اُن کے لمبے بال ہونگے گویا کہ وہ حمام سے (غسل کر کے) نکلے ہیں اس وقت اُن کے سر سے پانی کے قطرے

اسی لکڑی پر ہے جس پر انہوں نے صلیب دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور ان کے مثیل کو انہوں نے صلیب پر لٹکا دیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی سات دن ہی قیام فرمایا، پھر اُن کی والدہ معیت اس عورت کے جس کا آپ نے دوا کیا تھا تو اللہ نے اس کو دیوانگی سے تندرست کیا مصلوب کے پاس روتی ہوئی آئیں تو ان دونوں کے پاس حضرت عیسیٰ تشریف لائے تو فرمایا کس پر روتی ہو۔ تو اُن دونوں نے کہا تجھ پر تو آپ نے فرمایا ٹھیک، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اور سوائے بہتری کے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور ضرور یہ (مصلوب) وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرا مثیل بنایا تھا۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے جا چکے ہیں یہودی صلیب پر اُن کو نہیں لٹکا سکے۔ اور ان کا مثیل بھی دار پر لٹکایا جا چکا ہے۔ آئیے اب ابن عساکر سے ہی آپ کی تسلی کرا دیں وحکی الحافظ ابن عساکر....

(۱۹) تاریخ ابن کثیر ۲/۹۴

فَعَمَدَتْ نَحْوَ الْقَبْرِ فَلَمَّا دَنَتْ مِنَ الْقَبْرِ قَالَ لَهَا جِبْرِيْلُ وَعَرَفَتْهُ يَا مَرْيَمُ أَيْنَ تُرِيْدِيْنَ فَقَالَتْ أَزُوْرُ قَبْرَ الْمَسِيْحِ .. فَقَالَ يَا مَرْيَمُ إِنَّ هٰذَا لَيْسَ الْمَسِيْحَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ الْمَسِيْحَ وَطَهَّرَهُ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلٰكِنَّ هٰذَا الْفَتَى الَّذِيْ شُبِّهَ عَلَيْهِ وَصُلِبَ وَقُتِلَ مَكَانَهُ .... فَإِنْ فَقَدْتَهُ فَكَذَا وَكَذَا فَذَاكَ تَلْقَيْنَ الْمَسِيْحَ .... فَوَجَدَتْ عِيْسَى فِي الْغَيْضَةِ فَلَمَّا رَآهَا أَسْرَعَ إِلَيْهَا وَأَكَبَّ عَلَيْهَا فَقَبَّلَ رَأْسَهَا وَجَعَلَ يَدْعُوْ لَهَا كَمَا كَانَ يَفْعَلُ وَقَالَ يَا أُمَّهْ إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَقْتُلُوْنِيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَفَعَنِيْ إِلَيْهِ وَأَذِنَ لِيْ فِيْ لِقَائِكِ .... ثُمَّ صَعِدَ عِيْسَى۔

حضرت مریم علیہا السلام قبر کی طرف تشریف لے گئیں۔ تو جب قبر کے پاس پہنچیں آپ کو جبریل علیہ السلام نے کہا اور آپ اُس کو پہچانتی تھیں، اے مریم کہاں کا ارادہ رکھتی ہو، تو حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا، مسیح کی قبر کی زیارت کو جا رہی ہوں) .... تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا حقیقۃً یہ مسیح نہیں ہے، مسیح

قال لبنی فی البیت موضع قبر فی لستعود القبر نقتی یدفن فیه عیسیٰ علیه السلام۔

اور ابل سیرنے نقل کیا ہے۔ سعد ابن سیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آپنے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جائیں گے۔

پاکٹ بک صہ ۳۲۵ کے جوابات

مرزائیوں کا وفاتِ مسیح علیہ السلام پر غلط استنباط

(۱) "مرزائی" ۔ ہم نے جو پہلے دلائل پیش کئے ہیں اُنکا تو تم نے بالترتیب جواب دے دیا اور ہماری ہر بات کو تم نے بناوٹ ہی ثابت کردیا، خیر اب ائمہ سلف سے کچھ اپنے شبہات کو دور کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارے خادم صاحب نے اپنی مکمل پاکٹ بک کے صہ ۲۲۵ سے صہ ۲۲۹ تک ائمہ سلف کے اقوال پیش کئے ہیں جس سے وفات مسیح ثابت ہوتا ہے، اگر ان کا بھی جواب مفصل دیدو گے تو میں انشاء اللہ ضرور مسلمان ہو جاؤنگا۔ دیگر امام بخاری نے بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول" فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " والی مفصل حدیث اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ درج کرکے اپنا عقیدہ وفات مسیح کا ثابت کر دیا۔

"محمد عمر" ۔ یہ استنباط مرزائیوں کا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں، اگر ان کا عقیدہ وفات مسیح ہوتا، تو جیسا کہ اُن کا طریقہ ہے، وفات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا باب مقرر کرکے اور اس کے ماتحت حدیثیں وفات مسیح کی تحریر فرماتے ہیں۔ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے وفات مسیح کے باب لکھنے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُترنے کا باب مقرر فرمایا، اور اس کے ماتحت حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کارنامے کی حدیثیں

گرے ہونگے اور جب اُن کو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُٹھایا۔ بہت موتیوں سے ملوا والے جھرے کی طرح جس سے چاندی کی باریک ریزے گر رہے ہیں، اور ایک دوسری حدیث میں میانہ قد اور گندم گوں رنگ اور دوسری حدیث میں ہے کہ عرب میں رکت کرینگے، ارادہ کرینگے کہ اس سے نکاح کریں۔ اس سے نکاح کرینگے اور ان کی اولاد بھی اُن سے ہوگی، اور ان کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چالیس سال کے بعد فوت ہونگے، اور مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینے میں فوت ہونگے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

مکتوبات شریف دفتر اوّل حصہ پنجم ۳۷

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمل خواہد کرد۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اُترنے کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق عمل کرینگے

اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانا اور صداقت حنفی مذہب کہ یہ ایک مذہب ہے جو دنیا میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ جس کا توازن صحیح مطابق قرآن وحدیث ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام

ما ثبت بالسنۃ ۵۸ | ونقل اہل التعبیر عن سعید بن المسیب

"**مرزائی**"۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجمع بحار الانوار میں صاف لکھا ہے۔ کہ وہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے،

"**محمد عمر**"۔ خادم صاحب پرانے حوالہ چور مشہور ہیں، نہ کوئی کتاب دیکھے اور نہ کوئی چوری ظاہر کرے۔ لیکن خادم صاحب کوئی چوری نکالنے والا ابھی پہنچ ہی جاتا ہے، سنئے۔

مجمع البحار الانوار ۱/۲۸۶ وَالْاَكْثَرُ اَنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ سَنَةً وَلَعَلَّهٗ اَرَادَ رَفْعَهٗ اِلَى السَّمَاءِ

اور اکثر یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور کہا مالک نے تینتیس برس کی عمر میں مرگئے ہیں، اور شاید مالک کا ارادہ اوپر چڑھنے کا ہو۔

یہ ہے اصل حوالہ مجمع البحار کا، اب خادم صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ صاحب مجمع البحار پر ہے تو انہوں نے تو فرمادیا کہ اکثریت مسلمانوں کی اسی بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، اِلَّا مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ، اور مالک نے کہا ہے کہ تینتیس سال کی عمر میں مرگئے اور شاید ان کا ارادہ بھی اس سے آسمان پر چڑھنا ہی ہو، تو اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ پر ایمان لے آؤ، باقی رہا صاحب مجمع البحار کا کہنا قَالَ مَالِكٌ مَاتَ تو یہ امام مالک کا قول نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر ان کا قول ہوتا تو آپ اپنی کتاب موطا میں درج فرماتے، بلکہ بجائے اس کے

موطا امام مالک ۳۶۸ پر صفة عیسیٰ ابن مریم والدجال کا باب مقرر کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کے صفات اکٹھے بیان فرمائے ہیں، تاکہ ثابت ہوجائے کہ آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے دجال کے زمانہ میں ان کے مقابلہ میں اتریں گے، ورنہ دجال کے ساتھ ان کی صفات کو ایک باب میں بیان نہ فرماتے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا، کہ تمام محدثین کے مطابق ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات مسیح علیہ السلام پر تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعۂ حدیث کو بھی بیان فرمایا جو آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طواف کرتے خانہ کعبہ میں ملاحظہ فرمایا۔ اس دلیل حیات مسیح علیہ السلام کو بھی پیش کرنا آپ کے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام پر دال ہے۔ اور وفات مسیح

صحیح پیش فرمائیں، تو انہوں نے اپنا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا ظاہر کر دیا، اور اگر کوئی اُن کی کتاب سے غلط استنباط کرے تو یہ اُن کا عقیدہ نہیں بن سکتا، اُن کا عقیدہ وہی ہے جس پر انہوں نے باب مقرر کر کے حدیثیں پیش کیں، اگر ایک افواہ بلا سند ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب کر دی تو وہ خبر کا درجہ نہیں رکھتی، بھلا یہ تو بتاؤ، کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تھے کہ انہوں نے ایک ویسی ہی افواہ لکھ دی تو تم نے فوراً حجت بنالی۔ اور جو انہوں نے بخاری شریف میں احادیث صحیح لکھ کر حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کارنامے اور اُنکا قرب قیامت اترنا ثابت کر دیا، تو تم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مسیح علیہ السلام کی ان تمام روایات صحیح کو ٹھکرا کر کہہ دیا کہ جی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی وفات مسیح پر تھا، کیا کوئی مسلمان یہ تسلیم کر سکتا ہے، کہ مرزائی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ائمہ سلف سے شمار کرتے ہیں؟۔ یہ تمہارا کہنا محض مسلمانوں کو دھوکا دہی ہے کہ ہم امام بخاری کو تسلیم کرتے ہیں، اگر یہ واقعی سچ ہے تو

مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کیجئے۔

اور

بخاری شریف سے دکھائیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب وفات مسیح کہیں لکھا ہو۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ٥ اور نعرۂ دعویٰ سے کہتا ہے کہ تم قیامت تک نہیں دکھا سکتے اگر کہیں باب مقرر ہوتا یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی حدیث وفات مسیح علیہ السلام کی بیان فرماتے تو تمہاری پاکٹ بک میں حدیثوں کے بیان میں درج ہوتی، تم تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، تمہارا تو ائمہ حدیث سے کسی نے ساتھ دیا ہی نہیں، جیسا کہ پاکٹ بک صٓ ۳۱۹ تا صٓ ۳۲۲ سے اظہر من الشمس ہے؛ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کی اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کی تحقیق پہلے مفصل گذر چکی ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

"محمد عمر" فقیر نے پہلے ثابت کر دیا ہے، کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات عیسٰی بن مریم علیہ السلام تھا جیسا کہ موطا امام مالکؒ سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی شاگرد کی کسی کتاب میں ممات عیسٰی ثابت نہیں، لہذا ایسے غیر معتبر قول کو جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے کسی نے سنا نہیں، اور نہ اس کی اشاعت ہوئی، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک یہ قول پہنچا تو آپ رد نہ فرماتے تو تمہارا کہنا صحیح ہو سکتا تھا۔ آؤ تو ذرا مرد میدان بنو۔ فقیر

یکصد روپیہ انعام

اس مرزائی کو پیش کرتا ہے، جو یہ بات ثابت کر دے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ قول پیش کیا گیا، یا اس وقت یہ قول شائع تھا، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد نہیں کیا، ورنہ سنیئے فقیر کہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف کردہ مشہور کتاب فقہ اکبر سے حیات عیسٰی بن مریم علیہ السلام ثابت کرتا ہے، جیسا کہ موطا امام مالکؒ سے جو امام مالکؒ کی اپنی مرتبہ کتاب ہے، حیات مسیح ثابت کر چکا ہے۔

عقیدہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حیات عیسٰی بن مریم علیہ السلام پر تھا۔

فقہ اکبر مصنفہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳

وَنُزُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ عَلٰی مَا وَرَدَتْ بِہِ الْاَخْبَارُ الصَّحِیْحَۃُ حَقٌّ کَائِنٌ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حق ہے، ہونہوالا ہے۔ (ابھی اترے نہیں اترنے والے ہیں) جیسا کہ قیامت کی تمام علامات احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حق سچ ہے، ابھی اترے نہیں اترنے والے ہیں، اب تم حنفی مسلمانوں کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم شریف لے کر دھوکا دو، تو

کا مسئلہ تمام موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان نہیں فرمایا۔ تو ثابت ہوا، کہ یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں، اب تم سے فقیر دریافت کرتا ہے، کہ مالک بیالیس مشہور ہیں، تم کیسے ایک امام مالک کی تخصیص کر سکتے ہو۔ دیکھو کتب اسماء رجال۔ لہٰذا ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص غلط اور پھر اُن کا یہ عقیدہ بھی نہیں، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

دوسرا جواب۔ اگر تم ہر صورت ہی تمام باتوں کا انکار کر کے یہی رٹو کہ نہیں یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہی قول ہے، تو یہ بھی حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بات اپنی طرف سے کبھی نہ فرمائی تھی چنانچہ فرمایا۔

المیزان الکبریٰ للشعرانی $\frac{1}{59}$

وَنَقَلَ ابْنُ حَزْمٍ عَنْهُ اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لَقَدْ وَدِدْتُ الْآنَ اَنِّیْ اُضْرَبُ عَلٰی كُلِّ مَسْئَلَةٍ تَكَلَّمْتُ فِیْهَا بِرَأْیِیْ سَوْطًا۔

اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت میں فرمایا کہ جو مسئلہ میں نے اپنی رائے سے لکھا ہو (یعنی جو مسئلہ میں نے اپنی طرف سے بیان کیا ہو، مثلاً قال مالکؒ کہا ہو) تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس میں کوڑے سے سزا دیا جاؤں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کو منسوب کرنا ہی غلط ثابت ہوا، آپ نے قال مالکؒ کبھی کہا ہی نہیں، کیونکہ ان کو علم تھا، کہ تمام عمر میں اور اگر تمام عمر میں کوئی ہے بھی تو آپ نے آخری وقت میں اپنے فرمودہ اقوال پر قلم پھیر دی۔ کہ ان اقوال کو کوئی اعتبار نہ کیا جاوے۔

لہٰذا یہ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی بقول تمہارے مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اقوال کو غیر معتبر ثابت کر دیا، تمہارا یہ استدلال قطعاً بے بنیاد ثابت ہوا۔

(۳) "مرزائی"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام مالک پر انکار ثابت نہیں، لہٰذا ثابت ہوا، کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

مِنَ الْاَئِمَّةِ بِمِثْلِ الْخَبَرِالَّذِیْ قَبِلُوْا۔ .... وَدَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَثْبُتُ بِنَفْسِهٖ لَا بِعَمَلِ غَیْرِهٖ بَعْدَهٗ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث (مذکورہ بالا) میں دو دلالتیں ہیں، ایک حدیث کو قبول کرنا اور دوسری بات یہ کہ جب حدیث ثابت ہو جائے، اس وقت قبول کی جاوے، خواہ تمام اماموں سے کسی امام کا عمل اس پر نہ گذرا ہو، اس حدیث کو جس کو انہوں نے قبول کیا ہے .... اور اس بات پر بھی دلالت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنفسہٖ حجت ہے، ثابت ہے نہ اس کے بعد غیر کے عمل کرنے سے حجت ہو سکتی ہے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرما دیا کہ جو مسئلہ حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو کوئی امام اس کو کہے یا نہ کہے، اُس پر عمل کرے یا نہ کرے اس حدیث پر فوراً ایمان لانا چاہئے، کیونکہ حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود ہی حجت ہے یہ نہیں کہ امام شافعی اس کو کہیں تو حدیث حجت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں، اب مرزائیہ کا کہنا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اس کو نہیں فرمایا لہٰذا ثابت ہؤا، کہ حیات مسیح کا مسئلہ قرآن و حدیث سے بھی ثابت نہیں، تمہارا یہ قانون امام شافعی رحمۃ اللہ کی کلام نے مسترد فرما دیا، اور احادیث صحیحہ سے حیات مسیح علیہ السلام و نزولہ من السماء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا، ان کا سکوت ثابت کر رہا ہے، ورنہ ضرور بحث فرماتے۔ پانچواں جواب، جتنے شوافعین ہیں، تمام پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے سوائے امام بیہقی کے، کیونکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ نے شافعی مذہب کی اتنی صحیح اور زیادہ اشاعت فرمائی ہے، کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ
مصنفہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ
۴

وَقَالَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ مَامِنْ شَافِعِیٍّ اِلَّا وَلِلشَّافِعِیِّ فِیْ عُنُقِهٖ مِنَّةٌ اِلَّا الْبَیْهَقِیَّ فَاِنَّ لَهٗ عَلَی الشَّافِعِیِّ مِنَّةً لِتَصَانِیْفِهٖ فِیْ نُصْرَةِ مَذْهَبِهٖ وَاَقَاوِیْلِهٖ۔

اور امام الحرمین الشریفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شافعی نہیں، مگر اس کی گردن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے سوائے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے، کیونکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ اس کے مذہب اور اس کے اقوال کی امداد

یہ محال ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف احناف کو حیاتِ مسیح عیسیٰ علیہ السلام اور قربِ قیامت ان کے آسمان سے اُترنے کا سبق دے رہی ہے۔ اس کو بھی وکیل صاحب کے تجاہل عارفانہ سے سمجھتا ہوں۔

(۴) **مرزائی** ۔ اچھا مولوی صاحب! امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا عقیدہ تو ثابت ہو گیا کہ حیاتِ مسیح پر تھا، لیکن صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مسئلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام پر تھا۔

محمد عمر۔ جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو گیا، کیا تم مرزائی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کو اُن کا مقلد نہیں سمجھتے؟ اگر ہیں اور ضرور ہیں، تو جوان کا مقلد ہے اس کا عقیدہ بھی حیاتِ مسیح کا ہونا لازمی ہے ورنہ حنفی کہلانے کا حقدار نہیں لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام لازمی ہوا۔

باقی رہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو اس کے کئی جوابات ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات ہی اس طرف رائج نہیں، کیونکہ اس طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین نہیں، جب تک تمام کی تحقیق نہ ہو، جھوٹ کہنا کہ وہ اس مسئلہ میں ساکت ہیں یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہے، دوسرا جواب۔ اگر بالفرض ساکت بھی ہوں تو یہ ثبوت کا اقرار ہے نہ کہ انکار کا، کم از کم اگر تم عوام کی اصطلاح کو بھی پس پُشت نہ ڈالتے اور انصاف سے کام لیتے تو خاموشی رضا پر دال ہے کو نظرانداز نہ کرتے، اور نہ اُس وقت کوئی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا قائل ہی تھا کہ آپ کو اس کے رد کی ضرورت پڑتی، ورنہ ثابت کرو، کہ اسوقت وفاتِ مسیح والے موجود تھے، تیسرا جواب، آپ نے ختمِ نبوت کے مسئلہ کو خوب واضح لکھا ہے، مرزائی اس کے کب عامل ہیں جو تھا: اب۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مقدمہ کتاب الام ص۸

(وقال الشافعی) رحمۃ اللہ علیہ فی ھٰذا الحدیث ولا لتان احدٰھما قبول الخبر والاُخرٰی اَنْ یُقبلَ الخبرُ فِی الوقتِ الّذی یَثبتُ فیہِ واِنْ لَمْ یَمضِ عَمَلٌ مِنْ اَحَدٍ

ہیں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں، کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔

لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب حیاتِ مسیح علیہ السلام کا مسئلہ واضح ہوگیا، تو اب دوسرے ائمہ کرام کی طرف رغبت کرنا مرزائیوں کو بقول مرزا صاحب مرزائیت سے خارج کرنا ہے۔

کیوں جناب تم مرزائی تو قرآن کریم کو چھوڑ گئے، احادیث صحیحہ اجماعیہ کو بھی ترک کر دیا، اب ائمہ کرام پر بہتان لگا کر لوگوں کو دھوکا دینا شروع کر دیا، تا کہ جب اماموں کا نام لیا جائیگا، بات صحیح ہو یا نہ، کون پوچھتا ہے، اماموں کے ماننے والے خود بخود ہمارے متبع بن جائینگے، جناب وکیل صاحب! وہ سادگی کا زمانہ گزر چکا، اب ہر شخص تحقیق کا خواہاں ہے، جب ان کو ائمہ کرام سے محدثین ہوں یا مفسرین قرآن کریم کے مطابق حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے قرب قیامت تشریف لانے کے دلائل مل رہے ہیں تو وہ لوگ ایسی واضحات آیاتِ فرقانیہ کو چھوڑ کر اور احادیث صحیحہ کو ترک کر کے اور اجماع ائمہ کرام کی معیت کو رد کر کے تمہاری مرزائیت کے گورکھ دھندے میں کیسے پھنس سکتے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کی حدیثوں کو پیش کرنا حنبلی مذہب کے عقیدہ حیات مسیح کو واضح کر رہی ہے، اس میں بھی تمہارا داؤ پیچ نہیں چل سکتا، کسی ایسے امام کا نام لیتے جس کی کوئی ذاتی تصنیف نہ ہوتی، اور نہ ہی اُن کے متبعین کی تصانیف شائع ہوتیں، تو ایسے گمنام کی بات شاید تصور میں ہی منظور ہو سکتی، لیکن ائمہ اربعہ کی خود تصانیف موجود، اُن کے متبعین ائمہ محدثین مفسرین و فقہا کے دفاتر موجود، تمام نے بالاتفاق حیاتِ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کو اس زمانے کے لوگوں تک بدلائل پہنچادیا، اور آج تم مرزائی لوگوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہہ دو کہ ائمہ اربعہ بھی حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ میں خاموش ہیں، تو کون ذی ہوش اس بات کو تسلیم کرنے کے واسطے تیار ہے جو ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کی تصانیف کے انبار پڑھ کر یا دیکھ کر یا سُن کر حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر ایمان رکھتے ہیں، عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۔

(۵) مرزائی: جلالین مع کمالین کے حاشیہ بین السطور پر ہے کہ ابن حزم نے ظاہر آیت پر محمول کر کے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی بموتہ کیا ہے اور ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے۔

جو اس کی تصانیف میں ثابت ہے۔

تو ثابت ہؤا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و مذہب کے اتنے حقیقی ترجمان ثابت ہوئے تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی احادیث صحیحہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب حیات مسیح و نـزوله من السماء الی الارض کو ثابت کر دیا۔ جیسا کہ

بیہقی شریف ۹/۱۸۰	ہر اور باقی کئی مقامات پر حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی پرزور حدیثیں آسمان سے اترنے کی درج فرمائیں ہیں جس پر تمہیں بھی انکار نہیں،

لہٰذا ثابت ہؤا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی اسی بنا پر حیات مسیح اور قرب قیامت اُن کا آسمان سے زمین پر تشریف لانا ہی تھا،

چھٹا جواب یہ ہے کہ جتنے مفسرین شوافعین ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، اور جتنے محدثین شوافعین ہیں تمام کا عقیدہ حیاتِ مسیح و نـزوله من السماء پر ہی ہے۔ اُن کا حیاتِ مسیح علیہ السلام کو پرزور بیان کرنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کا اظہار

کتاب الاسماء والصفات للبیہقی صفحہ ۳۰۱	وَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ مِنْ یُوْنُسَ وَ اِنَّمَا اَرَادَ نُزُوْلَهٗ مِنَ السَّمَاءِ بَعْدَ الرَّفْعِ

ساتواں جواب۔ مرزائیوں کے لئے اور ائمہ کرام کہیں یا نہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا صاف صاف عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کا فقہ اکبر میں اظہر من الشمس واضح ہوگیا، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فرمان کے مقابلہ میں باقی اماموں کی طرف توجہ پھیرنا یا پھرانا مرزائیت سے خارج ہونا ہے، سنیئے۔ مرزائی کس کس کا استدلال لے سکتے ہیں۔

ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۱۰۔ مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی	ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے، کہ اگر حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو، تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو، اس پر وہ عمل کریں، اور انسان کی بنائی ہوئی

فقہ پر اس کو ترجیح نہ دیں، اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن

من گھڑت باتیں کسی کے بڑے کی طرف منسوب کرنا یہ اخلاقی شیوہ محض مرزائیوں کا ہی ہے ورنہ ثبوت محال ہے۔

(۸) "مرزائی"۔ حافظ لکھو کے والے لکھتے ہیں۔ یعنی جیویں پیغمبر گذرے زندہ رہیا نہ کوئی، ثابت ہوا کہ حافظ محمد بھی وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔

"محمد عمر"۔ اچھا مرزائی صاحب! ہم حافظ محمد صاحب سے ہی دریافت کر لیتے ہیں۔ کہ تمہارا عقیدہ حیاتِ مسیح ہے یا وفاتِ مسیح۔

تفسیر محمدی منزل اوّل ۳۹۲

تیراں برس عمر مریم دی عیسیٰ شکم جاں آیا
تے ہینبٹھ سن سکندری اندر مریم عیسیٰ جایا
پھر ترییہ برساں دی عمر نبوت آیا وحی الٰہی
فر تیتریہ ۳۳ برساں عمر آسمانی رات فسلا دی آہی
بیت مقدس تھیں تس اللہ طرف آسمان چڑھایا
ترائے سال نبوت دھرتی ایپر خبر سدھایا

توفی معنی قبض کرن تے صحیح سلامت پوری عیسیٰ نوں صحیح سلامت لے گیا آپ حضوری

فر پیش قیامت آء زمین پر چالیس سال گذارے فر مرسی مومن پڑھن جنازہ آکھیا نبی پیارے

کیوں جناب! حافظ محمد صاحب نے تو مرزائی عقیدہ کی جڑ کاٹ دی، تم کہتے ہو، وہ وفاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، اب تو اُن کی زبان ہی سے تم جھوٹے ہو گئے۔

(۹) "مرزائی"۔ حضرت محی الدین ابن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ آخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ ان کا تعلق کسی اور بدن کے ساتھ ہو گا۔

"محمد عمر"۔ یہ حوالہ کس کتاب کا ہے؟

"مرزائی"۔ تفسیر عرائس البیان کا۔

"محمد عمر"۔ تم بھی بس میٹھے میاں ہی ہو، جیسا کسی نے پڑھا دیا، ویسے ہی کہہ دیا۔ سچ ہو یا جھوٹ۔ بھلا اتنی خبر بھی نہیں۔ کہ عرائس البیان حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف بھی ہے یا نہیں، اگر اُن کا یہ عقیدہ ہوتا، تو وہ اپنی کتابوں میں کیوں نہ لکھتے۔ حالانکہ

محمد عمر ۔ یہ کسی مرزائی نے بین السطور لکھا ہوگا، ابن حزم کا اصل حوالہ پیش کرو، انشاءاللہ تعالےٰ اس کا جواب ضرور دیا جائیگا۔

(۶) **مرزائی** ۔ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنے رسالہ ما ثبت بالسنہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ۱۲۵ برس کا لکھا ہے،

محمد عمر ۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تمام عمر لکھی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے، کہ اس میں اختلاف ہے، کیونکہ اپنے دوسرے مقام پر اسی کتاب ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۵ پر لکھا ہے۔ یَبْقیٰ فِی الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ فِی السَّھْوَۃِ الشَّرِیْفَۃِ یُدْفَنُ فِیْہِ عِیْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں، کہ روضۂ اطہر میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس جگہ باقی ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جاوینگے۔

کیوں جناب ؟ یہ ہے عقیدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی روضۂ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونا ہے، نوت ہوئے نہیں، تم نے تعداد عمر کے جھگڑے میں اپنی طرف سے وفات کا مسئلہ بنالیا، بھائی یہ تو مرزائی کے بائیں ہاتھ کا کام ہے،

(۷) **مرزائی** ۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال، حج الکرامۃ وغیرہ میں لکھی ہے۔

محمد عمر ۔ بڑا افسوس ہے، عمر کے حساب میں اُلجھاتے ہو، دکھاؤ تو کہیں انہوں نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوت ہو گئے ہیں، بلکہ انہوں نے حیات مسیح علیہ السلام کو پر زور لکھا ہے۔ گو وہابی ہیں، ہمارے عقیدہ کے برخلاف ہیں، لیکن وفات مسیح کے وہابی بھی قائل نہیں، بلکہ اہل اسلام کے تمام فرقے ابتداء سے آج تک حیات مسیح کے قائل ہیں، کوئی کمزور سے کمزور فرقہ جو اسلام کا دعویدار ہے وہ بھی آجتک وفات مسیح کا قائل نہیں سوائے اس نوزائیدہ فرقہ مرزائیہ کے، لہذا نواب صدیق حسن خان کا نام لیکر وہابیوں کو دھوکا دینے کا داؤ بھی وکیل صاحب کا نہ چل سکا، وکیل صاحب ائمہ اربعہ کے نام کو محض بدنام کرکے باقی وہابیہ یا شیعہ وغیرہما کے بڑوں کا واسطہ دیکر اپنی مرزائیت کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، حالانکہ خدا کے فضل وکرم سے کوئی مرزائی آجتک کسی فرقے کے کسی بانی یا متبع کا عقیدہ وفات مسیح ثابت نہیں کرسکتا اور اِدھر اُدھر کی

کے زمانہ نبوت کا حکم جاری ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ نبوۃ مطلقہ کے ساتھ حالت ولایت میں اُتریں گے، جس شان ولایت میں آپ کے ساتھ کئی محمدی اولیاء بھی شامل ہوں گے تو وہ ہم سے (یعنی امت محمدیہ) سے ہونگے، اور وہ ہمارے سردار ہونگے، تو اس بوجھ کے اٹھانے والے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخر اس امت کا بوجھ اٹھانیوالے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونگے، یعنی نبوۃ کا اختصاص تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قیامت کو دو حشر ہونگے، ایک امتِ محمدیہ کے ساتھ اور دوسرا انبیا و رسل کے ساتھ،

تو اس تمام مذکورہ بالا عبارت حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے ضرور اُتریں گے۔

دوسری بات یہ کہ آپ سابقہ ڈیوٹی نبوت سے ریٹایر ہونگے، لیکن باوجود اس کے ہم ان کو سابقہ نبوۃ سے خارج بھی نہیں سمجھتے، اُن میں عہدۂ نبوت موجود ہوگا، اور ان کا اس امت میں تشریف لانا آخیر میں محض اس اُمت کے ولیوں سے ایک ولی کی حیثیت سے ہوگا، اپنی ولایت کے مظہر ہونگے جس میں دوسرے اولیائے امتِ محمدیہ بھی ان میں شریک ہیں، اپنی نبوۃ کے معلن نہ ہونگے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس امتِ محمدیہ کے ولیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، آپ کے بعد امتِ محمدیہ میں کوئی ولی نہ ہوگا، جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا سوائے ایک سابقہ نبی کے جو اپنی ولایت کو لیکر امتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرینگے،

کیوں جناب! اگر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر نہ ہوتا تو ان کو خاتم الولایت امت محمدیہ کیوں ثابت کرتے،

آؤ! ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین ہونیکا دم بھرنے والو ان کی اتباع میں حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل بنجاؤ، ورنہ اُن کے کسی قول کو آج سے استدلال میں پیش نہ کرنا،

ثابت ہوا کہ تمہارا کہنا کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کا عقیدہ وفاتِ مسیح ہے، غلط ہے، ورنہ اُن کی تصنیفات سے دکھاؤ، تمہاری ایسی مناوٹی باتوں سے ان کا فرمان ثابت نہیں ہوسکتا، از عرائس البیان والے کا بھی یہ عقیدہ نہیں، سنیئے۔

عرائس البیان ۸۴

یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا وعند نزولہ من السّماء کَھْلًا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کلام کرتے تھے بچپن

اس کے خلاف ان کی کتابوں میں عبارتیں حیات مسیح علیہ السلام کی موجود ہیں، معلوم ہؤا، یہ اُن کی عبارت نہیں ہے۔ سنیئے یہ تمہاری من گھڑت بات ہے۔ فقیر انکی اصل عبارت پیش کرتا ہے۔ اگرچہ پہلے بھی اس کو عرض کر چکا ہے۔

فتوحاتِ مکیہ ۲/۴۹

فَإنْ قُلْتَ وَمَنِ الَّذِیْ یَسْتَحِقُّ خَاتَمَ الْاَوْلِیَاءِ کَمَا یَسْتَحِقُّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النُّبُوَّۃِ قُلْنَا فِی الْجَوَابِ الْخَتْمُ خَتْمَانِ خَتْمٌ یَخْتِمُ اللّٰہُ بِہِ الْوِلَایَةَ الْمُحَمَّدِیَّةَ عَلَی الْاِطْلَاقِ فَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَھُوَ الْوَلِیُّ بِالنُّبُوَّۃِ الْمُطْلَقَۃِ فِیْ زَمَانِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَقَدْ حِیْلَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ وَالرِّسَالَۃِ فَیَنْزِلُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَارِثًا خَاتِمًا لَا وَلِیَّ بَعْدَہٗ بِنُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ کَمَا اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ لَا نُبُوَّۃَ تَشْرِیْعٍ بَعْدَہٗ وَاِنْ کَانَ بَعْدَہٗ مِثْلُ عِیْسٰی مِنْ اُولِی الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَخَوَاصِّ الْاَنْبِیَاءِ وَلٰکِنْ زَالَ حُکْمُہٗ مِنْ ھٰذَا الْمَقَامِ لِحُکْمِ الزَّمَانِ عَلَیْہِ الَّذِیْ ھُوَ لِغَیْرِہٖ فَیَنْزِلُ ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ یُشْرِکُہٗ فِیْھَا الْاَوْلِیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ فَھُوَ مِنَّا وَھُوَ سَیِّدُنَا فَکَانَ اَوَّلُ ھٰذَا الْاَمْرِ نَبِیٌّ وَھُوَ اٰدَمُ وَاٰخِرُہٗ نَبِیٌّ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَعْنِیْ نُبُوَّۃَ الْاِخْتِصَاصِ فَیَکُوْنُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَشْرَانِ حَشْرٌ مَعَنَا وَحَشْرٌ مَعَ الرُّسُلِ وَحَشْرٌ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ۔

تو اگر سوال کرے کہ خاتم الاولیاء کا کون مستحق ہے، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ کے حقدار ہیں، تو ہم ضرور جواب دینگے ختم دو ہیں (ایک یہ کہ) اللہ تعالیٰ ولایت محمدیہ کو علی الاطلاق ختم فرمائیگا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو وہ نبوۃ مطلقہ کے ساتھ اس امت کے زمانہ میں ولی ہیں، حالانکہ تحقیق ان کے درمیان نبوۃ تشریعی اور رسالت حائل ہے، تو آخیر زمانہ میں اتر ینگے ولایت کے وارث ہونگے، خاتم الولایۃ ہونگے، اُن کے بعد سابقہ نبوۃ مطلقہ کے رکھنے والا کوئی ولی نہ ہوگا، جیسا کہ تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ ہیں، اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا تمام رسولوں سے اولوالعزم رسول اور خواص انبیاء سے خاص ایک نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے، لیکن اس کی نبوۃ کا حکم اس مقام (نبوۃ) سے زائل ہو چکا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فِی حَدِیْثِ الدَّجَّالِ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقْتُلُهٗ ثُمَّ یَمْکُثُ عِیْسٰی فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اِمَامًا عَادِلًا وَّحَکَمًا مُّقْسِطًا وَرَدَ اَیْضًا مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِیْ فَهٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الصَّحِیْحَةُ اَوْلٰی مِنْ ذٰلِكَ الْحَدِیْثِ الْوَاحِدِ الْمُحْتَمِلِ (زرقانی ۱/۳۵)۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابو یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعًا روایت کی ہے، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں چالیس سال قیام فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چالیس سال ٹھہرنا مختلف طریقوں کی کئی حدیثوں میں مذکور ہے، بعض اُن سے یہ وہی حدیث ہے جسکو ابو داؤد نے بیان فرمایا ہے، اور وہ صحیح ہے، اور بعض اُن سے جسکو طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم اتریںگے تو لوگوں میں چالیس سال قیام فرماوینگے اور بعض اس کے جس کو احمد نے روایت کیا زہد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرمایا آپ نے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندگی بسر کرینگے، اور اگر بطحا کو فرماوینگے کہ شہد بہاوے تو وہ شہد بہاویگی۔ اور بعض اُن سے جس کو امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں دجّال کی حدیث کو بیان فرماتے ہوئے مرفوعًا ذکر فرمایا، کہ اتریںگے عیسیٰ بن مریم تو دجال کو قتل کرینگے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرماوینگے امام عادل اور حاکم منصف کی ڈیوٹی ادا فرماوینگے، اور طبرانی کی حدیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت مذکور ہے — تو یہ تمام احادیث صریحہ اس ایک احتمالی حدیث سے اولیٰ ہیں، یہ ہیں استدلالات تو انہوں نے حیاتِ مسیح علیہ السلام اور ان کی عمر کے متعلق احادیث صحیحہ سے فیصلہ فرمایا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! ایک سو بیس سال والی اور مسلم کی حدیث کو مرجوح اور چالیس سالہ حدیث کو راجح ثابت کرنے کے واسطے علامہ زرقانی نے بیان فرمایا ہے یا جیسا کہ تم نے سمجھا؟ تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد چالیس سالہ قیام ارضی کی حدیثوں کو اولیٰ اور اجماعی ثابت فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس عمر کے حصہ میں تنازعہ ہے، یعنی بعد از نزول سماوی، اُسپر تو بات نہیں کرتے اور پہلی احادیث تینتیس سالہ مرفوعہ اجماعیہ کو چھوڑ کر ایک خبر احادِ نادرہ میں اُلجھتے ہو جس کو فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے، کہ ابن

ہیں اور آسمان سے اُترنے کے بعد کچھ مدت کا زمانہ گزاریں گے۔

(۱۰) "مرزائی" - بعض صوفیائے کرام کا مذہب ہے، کہ مسیح موعود کا بروز کے طور پر نزول ہوگا۔

"محمد عمر" - یہ مرزائیات سے ہے، اس کے آگے لکھا ہے "ایں مقدمہ بنہایت ضعیف است"۔ بروز کا ثبوت سابقہ مسلمانوں کی کسی تصنیف میں نہیں ہے۔ اگر کوئی مرزائی انعام کا خواہاں ہو، تو

مبلغ یک صد روپیہ

اس مرزائی کو دیا جائیگا، جو قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ مسلمہ سے بروزی نبوت کو ثابت کر دے۔ ورنہ مرزائیت سے تائب ہو جاؤ، اور خدا سے ڈرو۔

(۱۱) "مرزائی" - زرقانی کی حدیث ہے، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ سال تھی،

"محمد عمر" - مرزائی صاحب تم لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی اُلجھن میں ڈالتے ہو لیکن وہ بھی تمہارا کام چلتا نہیں، آیئے عمر کے متعلق بھی اس مقام پر تمہاری اُلجھن نکال دیں، حالانکہ پہلے بھی فقیر واضح طور پر بیان کر چکا ہے، جناب مرزائی صاحب کی سرشت جبلی ہے، کہ کچھ بات نقل فرماتے ہیں اور باقی چھپا لیتے ہیں۔ محدثین کا اصول ہے کہ تمام ضعیف خبر احاد وغیرہ کو بیان کرکے آخر اس کا فیصلہ ثقات سے کرتے ہیں، چنانچہ امام زرقانی اقوال مختلف کو بیان کرکے اخیر فیصلہ فرماتے ہیں، وروی ابویعلی عن فاطمۃ مرفوعًا انّ عیسیٰ ابن مریم مکث فی بنی اسرائیل اربعین سنۃً ...... وورد مکث عیسیٰ علیہ السلام اربعین سنۃً فی عدۃ احادیث من طرق مختلفۃ منہا ہذ الحدیث الذی اخرجہ ابوداؤد وھو صحیح ومنہا ما اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسیٰ بن مریم فیمکث فی الناس اربعین سنۃً ومنہا ما اخرجہ احمد فی الزھد عن ابی ھریرۃ قال یلبث عیسیٰ بن مریم فی الارض اربعین سنۃً لو یقول للبطحاء سیلی عسلاً لسالت ومنہا ما اخرجہ احمد فی مسندہ مرفوعًا

اس کو پیٹنا شروع کر دیگا۔ حالانکہ اس کا جواب صحیح ہے۔ ایسے حافظ صاحب نے خداوند کریم کی حیاتِ ابدی کو ثابت کر کے نصاریٰ کا رد کیا، کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو خدا کے لئے حیاتِ ابدی ہے۔ اُن کے لئے بھی موت نہ ہوتی، اور اگر اُن کے لئے موت ہے، تو خدا کے بیٹے نہ بن سکے، تو یہاں حافظ صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کو مستلزم ثابت کیا ہے نہ وقوع موت۔ جیسا کہ تم نے غلط سمجھا ہے، حافظ صاحب نے تو حیاتِ مسیح علیہ السلام بیان کر کے مرزائیت کے بخیے اُدھیڑ دئے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ خادم صاحب اس کانٹے کو کھینچنا چاہتے ہیں، اب وہ کیسے نکلے، اور یہ محاورہ مذکورہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے، خداوند کریم نے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ بے شک آپ بھی میت ہیں اور وہ بھی میت، تو کیا معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میت تھے، اور وہ لوگ بھی میت تھے؟ ہرگز نہیں، خادم صاحب بیچارے تو پنجابی محاورہ کو بھی نہ سمجھ سکے، فقیر نے پنجابی محاورہ سے بھی اور قرآنی محاورہ سے بھی ثابت کر دیا، کہ لزوم کا ثبوت بیان کرنے سے وقوع کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ زمانِ استقبال میں اس کے وقوع کا اثبات ہوتا ہے، ایسے ہی ثابت ہوا، کہ حافظ صاحب نے فرمایا خداوند کو موت نہیں حیات ابدی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے موت ہے۔ یعنی عنقریب آنیوالی ہے، جیسا کہ آنے والے نے کہا آیا جی، یعنی میں عنقریب آنیوالا ہوں، اس سے تو خادم صاحب حیاتِ مسیح ثابت ہو گیا، یہ ہے خادم صاحب کی پنجابی دانی،

(خادم صاحب کھڈاں وچ سر تُنیاں کجھ نہیں بندا، کوئی تاں کم دی گل کرو)۔

(۱۲۱) "مرزائی"۔ ابن جریر میں ہے، کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں،

"محمد عمر"۔ خادم صاحب کتابی چور مشہور ہیں، چنانچہ اس مقام پر بھی ابن جریر کی چوری کی اور اپنا عقیدہ ظاہر فرما دیا۔

ابن جریر ۳ / ۱۰۱ میں مذکور ہے، عن محمد بن جعفر بن الزبیر الحیّ الذی لا یموت وقد مات عیسیٰ وصلب فی قولهم یعنی فی قول الاحبار الذین حاجوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نصاریٰ اہل نجران۔

محمد بن جعفر سے روایت ہے، کہ خدا حی ہے، جس کو موت نہیں، حالانکہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام اُن کے کہنے کے مطابق مر گئے ہیں، اور صلیب دئے گئے ہیں۔ یعنی عیسائیوں کے عالموں کے

کثیر نے اس روایت کو تفسیر ابن کثیر جلد اوّل میں شاذ غریب بعید فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲/۹۵

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وانہ اخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ فلا ارانی الا ذاھب علی راس ستین ھذا لفظ الفسوی نحوحدیث حبیب قال الحافظ ابن عساکر والصحیح ان عیسیٰ لم یبلغ ھذا العمر وانما اراد بہ مدۃ مقامہ فی امتہ۔

اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زرقانی صـ۳۵ پر اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ و یکون ذالک مضافا الی مکثہ قبل رفعہ الی السماء وکان عمرہ حینئذ ثلاثا وثلاثین سنۃ علی المشہور۔ اور یہ مذکورہ (مسلم) کی حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف چڑھنے کی نسبت ہے، اور آپ کی عمر آسمان پر چڑھنے سے پہلے ۳۳ تینتیس سال کی تھی، مشہور حدیثوں سے یہی ثابت ہے۔

کہوں جناب مرزائی صاحب! زرقانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال ثابت ہوئی، یا تینتیس برس کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بعد از نزول من السماء چالیس سال ثابت ہوگئی۔

(۱۲) "مرزائی"۔ حافظ محمد لکھو کے والے نے اپنی تفسیر میں وفاتِ مسیح کے متعلق لکھا ہے۔

جو ہووے نال مشابہ بیٹھا ہوندا شک نہ کائی
زندہ رب ہمیشہ نہ مرسی موت عیسیٰ نوں آئی

"محمد عمر"۔ کلام دہابی کی ہے، اس لئے جواب دینا فقیر کا حق نہیں ہے، لیکن فقیر کو خادم صاحب کے فہم پر ہنسی آتی ہے، کہ بیچارے علم سے ایسے کورے ہیں، کہ پنجابی بھی نہیں سمجھتے، جو بیچارہ پنجابی زبان سمجھنے سے عاری ہے، اس سے عربی دانی کی توقع رکھنا، مرزائیت کو ہی گوارہ ہے۔ پنجابی محاورہ میں جب کسی نوکر کو کوئی بُلاتا ہے، او خالد! تو اس کا نوکر اس کو جواب دیتا ہے آیا جی! ابھی وہ مالک کے پاس پہنچا نہیں ہوتا، لیکن وہ صیغہ ماضی کا یوں استعمال کرتا ہے، جیسا کہ وہ پہلے ہی پہنچ چکا ہے، تو ثابت ہوا کہ جو امر ضروری جانا اس کو صیغہ ماضی ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی نوکر کہدے کہ حضور آؤنگا تو مالک

اٰمَنَّا، پھر انہوں نے اس مثیل مقتول کو دفنایا بھی تو حضرت عیسیٰ کا یقین کر کے، جس کا رد اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ یہ قبر مثیل کی بنائے پھرتے ہیں، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف چڑھا لیا ہے، اور پھر تمام کتب تواریخ میں لکھا ہے، جو تمہارے اسی پیش کردہ صفحہ پر بھی ابن جریر لکھتے ہیں، کہ حضرت مریم علیہا السلام اور وہ عورت جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علاج کیا تھا، ہفتہ کے بعد مصلوب کی قبر پر گئیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کی طرف سے اجازت لیکر اُن کو جنگل میں ملے، کہ یہ قبر میرے مثیل مقتول کی ہے، اُن کو دھوکا لگا ہوا ہے، تو ان کی تسلی ہو گئی، تو جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل کی قبر کو قبر عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے، تو ضرور انہوں نے پتھر کا کتبہ بھی لگایا ہوگا، تو یہودیوں کا کتبہ لکھ کر مثیل کی قبر پر رکھنے سے اور کسی عورت کے کہہ دینے پر کون مسلمان یقین کرتا ہے، جب خداوند کریم فرماتے ہیں، کہ یہودیوں نے جس کو صلیب پر لٹکا کر دفن کیا ہے، یہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام تھا، جو صلیب پر لٹکایا گیا، اور اسی کی قبر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آسمان پر اُٹھا لیا ہے، چنانچہ مرزائی بیچارے بھی ان یہودیوں کی اقتداء میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تلاش کرنے لگ گئے ہیں، کہ یہودیوں نے دفنایا تو تھا خبر نہیں کہاں دفنایا کبھی تو کہتے ہیں کشمیر میں ہے، کبھی کہتے ہیں کہ طبری نے لکھا ہے کہ حجاز میں ایک عورت نے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کا کتبہ کئی مسافروں سے پڑھوایا وہی قبر ہو گی، بھلا ان کچی باتوں سے کون اعتبار کرتا ہے، ایک طرف اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو میں نے اپنی طرف آسمان پر اُٹھا لیا، اور ان کے مرنے سے پہلے جب وہ آسمان سے اُتریں گے تو تمام یہود و نصاریٰ اُن پر ایمان لاویں گے، چنانچہ فرمایا، وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خداوند کریم کے کلام پاک کی ہی تائید فرمائی، آخیر ان کے مدفن کا بھی ذکر فرما دیا، کہ میرے روضہ میں میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جاویں گے،

بھئی مسلمانوں کو تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر یقین آ گیا، کوئی سیدھا ہو، کوئی اُلٹا ہو، مسلمان تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں بدل نہیں سکتا، اب دقت پڑی ہے مرزائی بیچاروں کو، کہ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ اب مرزائیوں کو ایک عورت کا حوالہ یہودیہ والا مل گیا، کہ حجاز میں ہے،

قول سے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا نجران کے نصارٰی سے تھے،
کیوں جناب خادم صاحب! عیسٰی علیہ السلام کا مرنا اور صلیب دیا جانا، اس حدیث کے مطابق ابن جریر نے نجرانی نصارٰی کا عقیدہ بیان کیا ہے، یا اپنا مسلمانوں کا ۔ لیکن تشابہت قلوبہم فرمان الٰہی سے تم مرزائیوں نے اپنی کا عقیدہ وفات مسیح اور صلیب پر لٹکایا جانا اور مریم عیسوی کا عقیدہ گھڑنا اپنا عقیدہ بنالیا ہے۔ محمد بن جعفر نے تو اس مقام پر عیسائیوں کا عقیدہ بتایا ہے نہ مسلمانوں کا،
اب دوسری حدیث اسی صفحہ پر ہے، کہ ان نجرانی نصارٰی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، کہ اِنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاِنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ ۔ بے شک ہمارا رب حی ہے، جو مرتا نہیں اور بے شک حضرت عیسٰی علیہ السلام پر موت آئیگی، اب یہی حدیث اور ماقبل کا قول راوی کہ نجرانی عیسائیوں کا عقیدہ ہے، چونکہ القلب یھوی الی القلب کا قانون سچا ہے، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کو مرزائی نے پس پشت ڈالدیا، اور عیسائیوں کے عقیدہ کو پسند فرمایا، اور کہدیا کہ ابن جریر میں لکھا ہے، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، وہاں تو عیسائیوں کا عقیدہ لکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ یہ ہے جو بعد میں اسی کتاب کے اسی صفحہ سے فقیر نے عرض کر دیا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو موت آئیگی، ابھی آئی نہیں، بھائی ہمیں تو فرمان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم قبول ہے، ہمیں یہ مبارک ہو اور تمہیں عیسائیوں کا عقیدہ وفات مسیح قبول ہے تو تمہیں وہ مبارک ہو، ہمیں رب العزۃ اس دھڑے سے قیامت کو اٹھائیگا اور تمہیں اس دھڑے سے، یہ جوابات پاکٹ بک ص۳۲۷ کے استدلالات مرزائیہ سے دیئے جارہے ہیں، استدلال نمبر ۱۳ ختم ہوا۔ اب سوال نمبر ۱۴ چونکہ ہمارے مذہب کی کتاب نہیں اسواسطے اس کو چھوڑا جاتا ہے۔ اب استدلال مرزائیہ نمبر ۱۵ شروع ہوتا ہے۔

(۱۵) **"مرزائی"** ۔ تاریخ طبری میں ہے کہ مسیح کی قبر پر کتبہ لکھا ہے، کہ یہ قبر عیسٰی رسول اللہ کی ہے۔

"محمد عمر" ۔ خادم صاحب بیچارے تاریخ سے بھی بہرہ ہیں، اور جوابات لینے میں کچے، پہلا جواب تو یہ ہے، کہ پتھر کا کتبہ دیکھنے والی ایک عورت ہے، جس کا کوئی پتہ نہیں، کہ وہ کون تھی؟ کہاں کے رہنے والی تھی، جب قول کے قائل کا ہی علم نہیں تو ایسی افواہ عقلا کے نزدیک غیر معتبر سمجھی جاتی ہے، دوسرا جواب۔ تمام کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے جب عیسٰی علیہ السلام کے شبیہ کو صلیب پر لٹکایا، جس کے متعلق رب العزت نے فرمایا وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ

ٹھکرادے اور جن کا بیان وہ بھی پکے، گو اس کے روات بیان نہیں فرمائے، لیکن ہر صورت تمہاری پیش کردہ جھوٹھ جھوٹھ چوناسو سے تو اولی ہے۔

ایسی مرزائیات کو پیش کر کے جن کا کہیں نام و نشان نہ ہو، خادم صاحب نے اپنی پاکٹ بک کو مزین باالکذب بنا دیا ہے۔

(۱۷) "مرزائی" حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں تمام انبیا علیہم السلام کو میں نے دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا، تو جب دوسروں کی روحوں کو دیکھا تو ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو بھی دیکھا ہو گا۔

"محمد عمر" ۔ اس کا جواب گو پہلے گذر چکا ہے، لیکن پھر عرض کئے دیتا ہوں، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر مرزائی مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے، اور ایک پخ اپنی طرف سے لگا دی، کو شب معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو ہی دیکھا ہو گا، بھلا خادم صاحب کوئی صاحب انصاف دریانت کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو ہی دیکھا ہو گا، یہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کونسی عبارت کا تم نے ترجمہ کیا ہے۔

دوسرا جواب۔ جب تمہارا معراج جسمانی پر ایمان ہی نہیں، تو تمہیں تو یہ اعتراض ہی کرنا نازیبا ہے، یہ اعتراض کرتے وقت تمہیں خود شرم چاہیئے، کہ ہمیں مجیب شرمندہ کریگا، کہ کیا تم مرزائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر ایمان لے آئے ہو، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمع جسم اطہر آسمان میں موجود ہیں، اس میں تمام مرزائیوں کی عقلیں دنگ ہیں اور حیران ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ جسم اطہر کے تشریف لے گئے اور یہ انکار محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کی بنا پر ہے، ورنہ مرزائی کبھی انکار نہ کرتا، اور استدلال کتنا بودا ہے کہ باقی انبیا علیہم السلام کے ارواح کو دیکھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی روح ہی ہو گا، اُلٹا: ملا چڑا یا۔ دماغ کو سیدھا کر کے ایمان نہ لے آئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ہمیں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے ہیں اور قرب قیامت دمشق کے شرقی مینار کے پاس اُتریںگے، اور جب آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں بھی باقی ارواح انبیاء علیہم السلام میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ قرب قیامت آسمان سے اُتریںگے بھی، تو اس سے تو مسلمانوں کا یقین پختہ ہوتا ہے، کہ یہاں بیٹھے عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی خبر دی اور آسمان پر جا کر ملاحظہ فرما کر علم الیقین کو حق الیقین

مرزائی بیچارے حیران ہیں، کہ کس کی بات کو تسلیم کریں،

ہمیں تو بھائی نہ مرزاجی کے کلام پر اعتبار، نہ یہودیوں کے منزوکہ کتبے پر، ہم نے تو بفرمانِ الٰہی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو تسلیم کرلیا، جو قرب قیامت تشریف لادینگے، اور بفرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قبر روضۂ اطہر میں ہوگی،

آؤ مرزائی دوستو! کیوں دربدر بھٹکتے پھرتے ہو، اور مصیبت کے مُنہ میں آئے ہوئے ہو، کہ کس کی بات سچی مانیں، ایک اللہ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سچی مان لو، اور حیاتِ عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے قائل ہوجاؤ، تمہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مصائب سے نجات دیدینگے،

(۱۶) "مرزائی" - طبقاتِ کبیر میں لکھا ہے، کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت ہونے کی یہی رات ہے، اور اسی رات حضرت عیسٰی کی روح آسمان پر اٹھائی گئی تھی، یعنی ۲۷ رمضان کو۔

"محمد عمر" - حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روایت کنندہ اس میں بیان نہیں ہے، تو یہ کلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس کا راوی کوئی نہیں، ایسی جعلی باتوں کو اپنا مذہبی اصل سمجھنا یہ مرزائی کو ہی گوارہ ہے، اس سے مرزائی تو ضرور خوش ہوگا، لیکن مسلمان ایسی باتوں کو مضحکہ سمجھتا ہے، کیونکہ یہ سب بناوٹ اور مرزائیات سے ہے، اس سے بہتر فقیر آپ کو عرض کرتا ہے، ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ ۲ / ۹۵

وَرُوِیَ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ رُفِعَ لَیْلَۃَ الثَّانِیْ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ رَمَضَانَ - وَقَدْ رَوَی الضحاک عن ابن عباس اَنَّ عِیْسٰی لَمَّا رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ جَاءَتْہُ سَحَابَۃٌ۔

اور حضرت علی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام رمضان کی بائیسویں تاریخ کو آسمان پر چڑھائے گئے، اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت بیان کی ہے، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب آسمان کی طرف چڑھائے گئے آپ کو (لینے کے لئے) ایک بادل آیا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! بات تو ہوئی، کہ لکھنے والا بھی ابن کثیر جو کچی بات کو فوراً

تو مرزائیت کا اصولی مسئلہ تو کٹ گیا، تم اجرائے نبوت کے قائل اور اصفہانی صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی سب انبیا علیہم السلام کو مُردہ ثابت کر رہے ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، تو تمہارے لئے یہ قول اصفہانی بھی حجت نہ رہا۔

دوسرا جواب اصفہانی صاحب نے کہا ہے کہ یہاں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ میں سے انبیا مراد نہیں ہو سکتے بلکہ اُن کی اُمتیں یہاں مُراد ہیں، حالانکہ یہ خلاف قرآن کریم ہے۔

پھر اس کا جواب دینے کے لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو پیش کر کے آگے قول حضرت قفال رحمۃ اللہ سے اس کا رَد کر دیا ہے۔ تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو خلاف قرآن سمجھ کر دوسرے کے قول سے رَد فرمایا ہے، لیکن مرزائی صاحب اس قول مردودہ کو اپنے لئے حجت بناتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ مرتبہ مرزائی کو نصیب رہے۔

(۱۹) مرزائی۔ فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کو پاتے تو وہ آپ کی شریعت میں داخل ہوتے۔

"محمد عمر"۔ ٹھیک ہے، لَوْ اَدْرَکَا کا یہ ہے، کہ اگر وہ دونوں آپ کا زمانہ پاتے، تو ضرور آپ کی شریعت میں داخل ہوتے زمانہ ماضی میں، آئندہ جو پائے گا سو ایمان لائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو نبوت زمانہ نہیں پایا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانی رہائش کی وجہ سے نہیں پا سکے، جب اتریں گے تب زمانہ مصطفائی پائیں گے تو ضرور آپ کی شریعت میں داخل ہوں گے۔ آپ ولی اللہ تھے، آپ کو علم تھا، کہ مرزائی اعتراض کریں گے، اسی واسطے لَوْ اَدْرَکَا کا ایسا جملہ ارشاد فرمایا، جو زندہ مُردہ دونوں کو شامل ہو، ورنہ آپ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیًّا والے جملی قول کو کیوں نہ پیش کر دیتے، جب نہیں فرمایا، اور ایسا جملہ بیان فرما دیا جس میں زندہ اور مُردہ دونوں شامل ہیں، تو ثابت ہوا، کہ آپ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے کیونکہ آپ حنفی ہیں۔

آپ حیات مسیح علیہ السلام حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور احناف کا مسلمہ عقیدہ شرح عقائد نسفی وغیرہ میں لکھا ہے، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اس کے خلاف نہیں چل سکتے۔

تمہارا ایسی بناوٹی باتوں سے انشاء اللہ تعالیٰ حنفی کبھی ہو کا نہیں کہا سکتا، حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کا تو عقیدہ فقیر تمہارے سامنے عرض کرتا، لیکن بوجہ طوالت ختم کرتا ہوں، یہ ہے تمہارے (۱۹) نمبروں کا مفصل جواب جو پاکٹ بک صفحہ ۳۲۵ تا صفحہ ۳۳۰ میں، چونکہ استدلال بزرگان کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ اس لئے اُس مقام پر ہی جواب دینا مناسب تھا۔

کے مرتبہ تک پہنچا دیا، اس کی مثال یوں سمجھئے، کہ یہاں کوئی افسر کہدے کہ وزیر اعظم امریکہ گیا ہوا ہے، اور پھر وہی افسر جب امریکہ جائے، اور واپس آکر کہدے کہ میں نے امریکہ میں فلاں انگریز کو دیکھا، فلاں کو دیکھا، فلاں کو دیکھا، محمد علی کو دیکھا، تو سننے والا یقین کریگا، کہ جو اس نے پہلی بات کہی تھی اس نے سچ کہا تھا، لیکن مرزائی دماغ والا فوراً کہ دیگا کہ وہ وزیر اعظم امریکہ کا ہوگا محمد علی نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں تمام امریکن انگریزہی رہتے ہیں، ہمارے وزیر اعظم کی وہاں کیا رسائی، تو ذی شعور جواب دیگا، کہ جیسے میرا وہاں پہنچنا ممکن ہؤا، ویسے ہی اس کا پہنچنا بھی ممکن تھا حالانکہ قائل کی یہ بات سچی ہے۔

لہذا خادم صاحب کا استدلال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے، سوائے اس کے اور کچھ نہیں، ورنہ اگر ہمت ہے تو ثابت کرو، کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، تم ہرگز ثابت نہیں کر سکتے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی تھے، جو عقیدہ پہلے فقہ اکبر میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا گذر چکا ہے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام پر تھا، اور تمام احناف کا ہے، تمہاری اس دلیل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور فرمان خداوندی کی تائید ہوگئی، کہ آپ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو باقی انبیاء کرام علیہم السلام سے علیحدہ دیکھا، اس کی مفصل بحث پیچھے گذر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔

(۱۸) "مرزائی"۔ علامہ اصفہانی کے قول کو امام رازی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے، کہ آپ نے فرمایا، کہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فوت ہو کر زمرہ اموات میں شامل ہو چکے تھے، ثابت ہؤا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

"محمد عمر"۔ خادم صاحب کانٹوں میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، کہ کہیں ہاتھ پاؤں الجھے، لیکن مرتے کو تنکے کا سہارا بھی نہیں مل سکتا، کیونکہ اس کی اجل پوری ہو چکی ہوتی ہے، ایسے ہی جب کسی کو دلیل ایمانی نہ میسر ہو سکے، تو بیچارہ غیر معقول باتوں میں اپنی تحریر کے نمبروں کو پُر کر کے متبعین کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اب اس مقام میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اصفہانی کے قول کو نقل کیا،

پہلا جواب تو یہ ہے، کہ یہ قول بھی تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ اصفہانی نے کہہ دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام بوقت بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمرۂ اموات میں شامل ہو چکے تھے

ان آیاتِ کریمہ فرقانیہ سے ثابت ہوا، کہ تمام جہانوں کے واسطے اب ایک ہی کتاب قرآن کریم کافی ہے، جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھنے سے اُس حقیقی خالق کے سوا اور کسی رب کی طرف مومن کا خیال منتقل نہیں ہو سکتا، ایسے ہی لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نذیر کے پیدا ہونے کی آس ہی نہیں رہجاتی، چنانچہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انعام ۹) پڑھ کر قرآن کریم کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہ رہ گئی، اور نہ انشاء اللہ ہوگی، سوائے فرقہ مرزائیہ کے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب آسمان سے زمین پر تشریف لاوینگے تو وہ بھی اسی رائج مقررہ خدائی قانون قرآن کریم کے ہی عامل ہونگے، کیونکہ قانونِ خداوندی معزز عالمین کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔

سورۃ طٰهٰ ۱۶/۵ — قَدْ اٰتَیْنٰکَ مِنْ لَّدُنَّا ذِکْرًا o مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا o

ضرور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے نصیحت نامہ دیا، جس شخص نے اس نصیحت نامے (قرآن کریم) سے اعراض کیا تو بے شک وہ قیامت کے دن (نافرمانی کا) بوجھ اُٹھائیگا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باین قانونِ خداوندی عامل بالقرآن ہی ہونگے، اور وہ اپنی منزلہ کتاب انجیل کے عمل کو ترک کر کے قرآنی عامل بننے میں نازاں ہونگے، کیونکہ قرآن کریم کی افضلیت، اکملیت اور سالمیت اور انجیل کی اقصریت اور تحریفیت کا نقص اُن کے سامنے عیاں ہوگا اور وہ مرزائیوں کی طرح تو ان سے بعید نہ ہونگے، جو خداوند کریم کی مکمل کتاب کو ترک کر کے مصنوعہ اور محرفہ کتاب کو اپنا معمول بنائیں گے۔

شیر محمد مرزائی کا دوسرا سوال | کیا وہ قرآن کریم کسی دوسرے انسان سے سبقاً سبقاً پڑھینگے یا ان پر خدا تعالےٰ بذریعہ وحی نازل فرمادیگا، اگر کسی اُستاد سے پڑھینگے تو یہ بھی تمہارے عقیدے کے خلاف اور اگر وحی سے نازل ہوگا تو قرآن محمدی رہے گا یا عیسوی یا دونوں کا اور کیا یہ عقیدہ شرعی درست ہے؟ جواب قرآنی ہو۔

"**محمد عمر**"۔ مرزائی صاحب تم بڑے ہوشیار ہو، سوال عقلی اور جواب قرآنی، اگر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیر محمد مرزائی قصوری کے سوالات کے جوابات

شیر محمد مرزائی کا پہلا سوال ۱

قرآن کریم پر سوالات جو شیر محمد صاحب مرزائی نے کئے اُن کے سوالات مفصل دئے گئے۔ اب جو عقلی سوال اُس نے کئے ہیں، اُن کے مفصل جوابات بیان کئے جاتے ہیں۔

جب حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے تشریف لاوینگے، تو جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے، انجیل تو منسوخ ہو چکی ہے، کیا وہ قرآن کریم پر عمل کرینگے؟

محمد عمر ۱ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے تشریف لاوینگے، تو اُن کا معمول قرآن کریم ہوگا، کیونکہ خداوند کریم نے قرآن کریم ایسی کتاب نازل فرمائی ہے کہ اگر تمام انبیا علیہم السلام بھی دوبارہ تشریف لے آدیں، تو اس قرآن مجید کے ہی عامل ہونگے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم ایک فرقے یا ایک علاقے یا ایک قوم کے متعلق نازل نہیں ہوا، بلکہ تمام عالمین کے لئے نازل ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

سورۃ ص ۵ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝
نہیں ہے وہ مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت

سورۃ قلم ۲ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝
نہیں وہ مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت۔

سورۃ تکویر ۱ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ۝
نہیں وہ مگر تمام جہانوں کیلئے نصیحت تم سے جسکا ارادہ ہو استقامت کا،

حٰمٓ سجدہ ۲۴/۵

وَاِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ۔

اور بے شک یہ کتاب اپنی وقعت والی ہے، جس کے آگے سے نہ پیچھے سے باطل کی ملاوٹ نہیں آسکتی،

(کیونکہ دلیل خداوندی ہے)

حجر ۱۴/۱

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

بے شک ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں، تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم میں غلطی محال، تو مرزا صاحب کا قرآن کریم کی آیتوں کا غلط کرکے الہامی دعوای افتراء علی اللہ ثابت ہوا، لیکن تم نے کبھی اپنے گریبان میں منہ ڈالکر سوچا؟ یا اعتراض کیا، کہ یہ محمدی قرآن ہے یا مرزائی قرآن عیسیٰ علیہ السلام پر جھٹ اعتراض یاد آگیا، لیکن مرزا صاحب پر بھی کبھی یہ اعتراض یاد آیا؟ اگر اس اعتراض کی طرف بھی کبھی توجہ کروگے، تو یاد رکھو، پہلے مرزائیت کو ئدہ باد کہنا پڑے گا، پھر بات کرسکو گے،

چوتھا جواب ۔ آیئے نقیر تمہیں سمجھا دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کے ارشاد جو بیوم میثاق ہو چکا ہے، ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (پھر تشریف لاوینگے تمہارے پاس ایک رسول، جو کچھ تمہارے پاس ہو گا ۔ اس کے مصدق ہونگے تو تم اس کے ساتھ ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور امداد کرنا) تشریف لاوینگے، تو کُمْ سے مخاطب تمام انبیائے کرام ہیں، اور جَآءَ کے فاعل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس کی وضاحت رسول کی وحدت نے کی ہے، اور کُمْ کے خطاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل فرمایا، مصدق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مَعَکُمْ نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی گھیر لیا، اور دنیا میں دوبارہ تشریف لاکر آپ کے ساتھ ایمان لاکر لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ کے عامل ہونگے اور وَلَتَنْصُرُنَّہٗ پر عمل کرکے بے ایمانوں کی تباہی کرینگے ۔ تو تمہارے سوال کا جواب نقل وعقل سے واضح کیا گیا، اب تمہارے ایمان پر ڈالتا ہوں، جو قرآن کریم کی آیات صریحہ کو پس پشت ڈال کر اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور اجماع امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کرکے تمہیں وفات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لیجا رہا ہے اور طرح طرح

سوال قرآنی ہے تو جواب بھی قرآنی کی ہوس میں رہو، اور اگر سوال عقلی ہے تو جواب بھی عقلی کا ہی یقین رکھو۔ لیکن فقیر کی یہ فراخ دلی ہے کہ تمہارے تمام سوالات کے جوابات قرآن کریم اور احادیث شریف اور عقل سے بھی مکمل کر رہا ہے، فکر نہ کرد، ایمان لاؤ یا نہ!

پہلا جواب - حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کسی سے سبقاً نہ پڑھینگے کیونکہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہے۔ اور قرآن کریم سے معاذ اللہ بے خبر بھی نہ ہونگے، کیونکہ نبی جاہل نہیں ہو سکتا، بلکہ اللہ تعالےٰ نے جیسا کہ ان کو بلا باپ اپنی قدرت کاملہ سے انسان کامل بنایا اور اپنے مقررہ قانون خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ سے مبرا من اسباب الانسانی پیدا فرمایا، ایسے ہی اپنی قدرت کاملہ سے بلا اقسام وحی رسالت انکو طاقت قرآن خوانی کی عطا کر کے بھیجیں گے، جیسا کہ ایک شخص پاس شدہ اُستاد سے الجبرا وغیرہ پڑھ چکا ہوتا ہے، تو اس کے سامنے اگر کوئی پیچیدہ سے پیچیدہ سوال پیش کیا جاوے تو فوراً حل کر دیتا ہے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وحی الہٰی کی سابقہ تعلیم سے پہلے واقف ہیں، اس واسطے اُن کو قرآن کریم پڑھنے میں نہ اُستاد کی ضرورت ہوگی اور نہ وحی کی۔

دوسرا جواب - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا توریت وانجیل وزبور صحائف ماسبق کے عالم تھے یا نہ؟ اگر تھے تو بذریعہ وحی یا سبقاً کسی سے پڑھے، سبقاً آپ کا پڑھنا محال، کیونکہ آپکی شان میں فرمان خداوندی ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے قانون سے معلم کل بن کر تشریف لائے اور اگر بذریعہ وحی تسلیم کرو، تو تمہارا ہی اعتراض تم پر وارد ہوگا، کہ وہ صحف ان انبیا علیہم السلام کی طرف منسوب ہونگے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، مَاهُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابِي۔

تیسرا جواب - یہ مذکورہ بالا تو ہے حقیقت، اب میں تمہاری بناوٹ کی طرف رجوع کرتا ہوں، کہ تمہارے مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی کئی قرآنی آیات جو بموجب عبارت قرآنیہ غلط درج کی ہیں اور اپنی الہامی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تو کیا تم نے کبھی اپنی عقل سے کام لیا، کہ کیا نعوذ باللہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے غلط آیتیں نازل فرمائی ہیں، یا مرزا صاحب کا دعویٰ ان کے متعلق الہام ہونے کا افترا علی اللہ ہے، قرآن کریم میں غلطی ہونا تو محال، کیونکہ خدائی دعویٰ موجود ہے،

تو ان کی بطالت صاف ہو جاتی ہے، اور کئی دلائل حقہ سمجھنے کا دماغ ہی نہیں رکھتے، بلکہ غیر کی مزدوری کر کے ان کے دماغ پر قوت متخیلہ غالب ہوتی ہے، تو وہ اپنے خیالات میں ہی حیران ہوتے ہیں، اور کَالَّذِیْ اسْتَھْوَتْہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ سے بیچارے معذور ہوتے ہیں، ان کے لئے مجسمہ عنصری کی ضرورت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کو چونکہ علم تھا، کہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اہل حق کے سایہ میں حق بین ہونگے، لیکن بعض کمزور دماغ جو حق و باطل کی تمیز نہ رکھینگے، اصل و نقل میں فرق نہ سمجھینگے جھوٹ اور سچ کو کبھی نہ پرکھ سکھینگے، سفید نام لیکن سیاہ قلب ہونگے، ہاتھ میں قرآنی شمع، لیکن بوجہ عدم بصیرت غیبت الحجب میں گرے ہونگے، اور ایسے لوگ چونکہ قرب قیامت ہی ظاہر ہونے والے تھے، اسواسطے اللہ تعالیٰ نے ایسے کوتہ اندیشوں کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اپنی ڈیوٹی کو ختم کر چکے تھے، بحکم چند سال کے لئے پرائیوٹ ملازمت پر متعین ہونگے، جو اپنے خطاب نبوۃ کی بحالی میں اولیاء محمدیہ میں شمولیت اختیار کر کے حکمرانی چلائیں گے اور وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے اپنے وصال سے قبل ہی قرب قیامت تمام اہل کتاب کے مدعیوں کو کفر و شرک فی التوحید والسی سالۃ سے توبہ کرا کر دین مصطفائی میں داخل فرما دینگے، تو اسوقت سوائے دین محمدی کے مرزائیت، نیچریت، چکڑالویت سب بے نشان ہو جائیں گے۔

اس اسلامی عقیدہ سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق نہیں آسکتا، کیونکہ وہ دنیا میں تشریف لا کر اپنی نبوت کا اعلان نہ فرما دینگے، مفصل بحث ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو، تو حصہ ختم نبوت کو ملاحظہ فرمالیں، آجتک سوائے مرزائی کے ملائکہ کو کسی نے بیکار نہیں کہا، بھلا یہ تو بتلایئے کہ قبل از مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ساڑھے تیرہ سو سال معاذ اللہ جبریل علیہ السلام بیکار ہی رہے، اب مرزا جی تشریف لائے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کی بیکاری کا آپ کو فکر لاحق ہوا، مرزائی صاحب یہ تو فرمایئے کہ انسان لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا تھا تو اسوقت ملائکہ کی بیکاری کا آپ کو کوئی خیال نہ دوڑا، کیا اسرافیل علیہ السلام نے ابھی قرناء پھونکا نہیں۔ ابھی پھونکنا ہے تو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک بیکار ہی رہینگے، نہیں مرزائی صاحب قرآن کریم سے سُن لو۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ رَبِّہٖ۔ کوئی شئے ایسی نہیں، جو اپنے رب کی تسبیح نہ بیان کرے، یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اس آیۃ

کے بناوٹی بہانے سکھاتا ہے، حالانکہ اسلام ایسا ٹیڑھا نہیں۔ جتنا تم مروڑ تروڑ کر مرزائیت کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہو، تمہارا یہ سبق اسلامی نہیں، بلکہ مرزائی گورکھ دھندا ہے جس نے تمہیں اشکال میں ڈال رکھا ہے۔

پانچواں جواب۔ مائدہ ۶/۷

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

ہم نے تورات کو نازل فرمایا، اس میں ہدایت اور نور ہے فیصلہ کرتے تھے اس کے ساتھ کئی انبیاء علیہم السلام جو اسلام لائے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ ایک کتاب خداوندی کے کئی انبیاء کرام علیہم السلام عامل رہے، اور ان کی نبوت میں کبھی فرق نہ آیا، کیونکہ ان کی نبوت جبلی نہ تھی جبلی نبوت کا مدعی متبع کتاب خداوندی نہیں کہلا سکتا، بلکہ وہ اس کتاب کا مکذب ہوتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ ایک کتاب خداوندی کے بلا تلمیذ انسانی کئی انبیاء کرام عامل رہے اور وہ کتاب جس پر نازل ہوتی، اسی کے نام کی طرف ہی منسوب رہتی، یہ ہے تمہارے سوال کا جواب قرآن کریم سے۔ اب تمہارے ایمان جبلی پر نظر ڈالتا ہوں، کہ اس کو بلا چشمہ مرزائیت ملاحظہ فرمائیں، اور انصاف کرو، کہ تمہارے سوال عقلی کا جواب عقلاً و قرآناً تسلی بخش ہوا ہے یا نہیں، وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن ۝

"بشیر محمد مرزائی کا تیسرا سوال" اب اگر بقول آپ کے کوئی نبی نہیں آسکتا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے ختم نبوت میں فرق نہ لازم آئے گا، اور سلسلہ وحی جو ۱۴ سو سال سے جب بند ہے، تو جبرئیل علیہ السلام بیکار ہی بیٹھے ہیں۔ اور زندگی عبث گزار رہے ہیں، ورنہ تمہیں عقائد احمدیہ کی تائید کرکے وحی کی آمد کو کھلا ماننا پڑے گا۔

"محمد عمر" دوست خداوند کی طرف سے نبوت کا دروازہ بند ہے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوۃ کسی کو نہیں مل سکتی، نہ کہ معاذ اللہ پہلے انبیائے کرام نبوۃ سے خالی ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، کہ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ۔ حق کو غالب کرتا ہے اور باطل کو نابود کرتا ہے، اور کسی کو دلائل سے نابود کرتا ہے، جو اُولِی الْاَبْصَار ہوں ان کے لئے دلائل ہی کافی ہوتے ہیں۔

"شیر محمد مرزائی کا چوتھا سوال" | جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو گئے اور امت محمدیہ کی اصلاح میں مصروف ہونگے، تو اس وقت وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ آیت قرآنی کی کیا تشریح ہو گی۔

"محمد عمر" | مرزائی صاحب تم بڑے سادہ لوح ثابت ہوئے ہو، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے تشریف لائے تھے، تو اس وقت کے واقعہ کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ کیا، وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ۔ لیکن جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے خطاب خداوندی وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا نے بنی اسرائیل ہوں یا کوئی اور تمام کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و احکام محمدیہ کے ماتحت ہونیکا اعلان فرما دیا، اب ان کے دوبارہ تشریف لانے سے خداوند کریم کا یہ حکم وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ کو توڑ کر وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کو پھر از سر نو قائم کیسے فرما دینگے، بلکہ کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ میں ہی داخل رہیں گے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ سے اپنی رسالت کو محض اسوقت کے بنی اسرائیل سے مخصوص کرنا مقصود ہے۔ بعد ازاں رفع الی السماء سے ان کا حکم رسولی منسوخ نہ ہوا، اب ان کی تشریف آوری کے بعد ان کے سابقہ خطاب رسالت میں کبھی فرق لازم نہ آئیگا، جیسا کہ ریٹائرڈ گورنر کو اگر بوقت ضرورت بادشاہ وزیر اعظم لگا دے، تو اس کی سابقہ گورنری میں کبھی فرق لازم نہ آئیگا، اور نہ ان کی سابقہ گورنری کی حکمرانی کو کالعدم سمجھا جائیگا، اور اس کے وزیر اعظم مقرر کرنے سے نہ ہی اس کے اعلیٰ افسر سابقہ گورنری کے خطاب میں ہی فرق لازم آئیگا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے نہ تشریف لائینگے، یہ تمہیں دھوکا دیا جاتا ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور حاکم امت محمدیہ کی طرف سے دشمنان امت محمدیہ کو تہ تلوار سر کرنے کے لئے تشریف لاوینگے، اور جھوٹے مسیحیوں کو اپنی مجسمہ موجود فی الخارج دلیل دکھا کر منکرین کو امت محمدیہ میں داخل فرما دینگے، تو وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کے گذشتہ قول عیسوی کو اللہ تعالےٰ نے نقل فرمایا ہے، جس کا حکم وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (سبا ۲۲/۲) سے ختم ہو چکا، اور اگر تم یہ کہو، کہ مرزا صاحب نے اسی کام کو سر انجام دیا ہے، تو یہ غلط ہے ایک تو وہ عیسیٰ بن مریم نہیں، اور نہ ان کے علامات ان میں موجود، نہ ان کا مقام اور نہ ہی نزول من السماء بلکہ قادیان میں پیدائش، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے سمجھنا یہ کسی نے خلاف

کریم میں رب کریم نے تسبیح ملائکہ کو مقدم فرمایا، تاکہ ارضیوں سے سماویوں کی پیدائش اور تسبیح کا تقدم ثابت ہو، اس میں لامکانی کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ ان کا ذکر تمام سے وراء تھا تم مرزائی بیچارے سمجھتے ہو، کہ مرزا صاحب ہمیں تسبیح وصلوٰۃ سے بیکار کر گئے ہیں، تو شاید جبریل علیہ السلام بھی بلا انزال وحی بیکار ہی رہتے ہیں، نہیں نہیں، بلکہ وہ بوقت انزال وحی بھی تسبیح الٰہی سے بیکار نہیں رہ سکتے، اور اس کار سے اعلیٰ اور کوئی کار ہے ہی نہیں، جو اہل اللہ جانتے ہیں اور لغیر اللہ بے خبر و بے کار ہیں۔

پھر ایک اور گذارش ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء اگر تمہیں ختم نبوت میں فرق لازم آنے سے مجبور کرتا ہے، تو تم نے مرزا صاحب کو نبی تسلیم کیوں کیا جواب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پاس خاطر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرزا صاحب کو چھوڑ دو، اور اگر نہیں چھوڑتے تو اس سے تمہارا اصل پول کھل جاتا ہے، کہ تم ختم نبوت میں فرق لازم آنے کی خاطر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے منکر نہیں، بلکہ مرزا صاحب کو جعلی عیسیٰ تسلیم کرنے کے لئے اور مرزا صاحب کے نقلی عیسیٰ کے دعویٰ کو سچا کرنے کی خاطر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول من السماء کا انکار کر کے قرآن وحدیث واصل اسلام کو ترک کر بیٹھے ہو، اور تشتت فی الاسلام کا تم نے شیوہ اختیار کر رکھا ہے، باقی رہا نزول مسیح کو من السماء ہمارا تسلیم کرنا تو یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے، اور ایمانی نوٹ ہے، کہ ہمیں رب العزت نے فرمادیا، کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، آپ خاتم النبیین اور تمام کے لئے کافی ہیں، تو ہم مسلمانوں نے بلا دلائل حکم الٰہی کے سامنے سر خم کر دیا، اور اس نے فرمادیا کہ آخیر زمانہ میں قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر چڑھ چکے ہیں، دوبارہ بلا تبلیغ نبوت تشریف لاد ینگے، تو ہم نے بلا عذر تسلیم کر لیا، کہ یا اللہ تو نے سچ فرمایا ہے، ہم مسلمانوں کو نہ پہلے حکم خداوندی میں دلائل کی ضرورت ہوئی اور نہ حکم ثانی میں عذر خواہاں ہوئے۔ بلکہ جیسا کسی سے ہو سکا اپنے عقل ودلائل کو ان دونوں حکموں پر منطبق کرنے کی کوشش کی، غیر نے تسلیم کیا یا نہ، اگر ہندو اپنے بت کے سامنے بلا دلائل دھکم سر جھکا سکتا ہے، تو ہم مسلمان اپنے حقیقی خالق وحاکم کے حکم کے سامنے اپنے تضاد عقلی کو عذراً پیش نہیں کر سکتے، بلکہ عذر خواہ کی عقل غلط اور حکم الٰہی کو صحیح کہینگے، کسی کے پھسلانے سے مسلمان حکم خداوندی کو نہیں چھوڑ سکتا، خواہ کوئی کتنی ہی ہیرا پھیری سے کام لے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

سورہ محمدؐ ۲۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور ایمان لائے اس پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا ہے اور وہی حق ہے اُن کے رب کی طرف سے۔

ہم تو بھائی قرآن کریم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل مانتے ہیں، اور یہی ہمارا عقیدہ ہے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی قرآن کو منسوب کرتے ہیں، ایماندار خواہ نبی ہو یا ولی کے قرآن کریم پر عمل کرنے سے یا افشا سے اس کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اسی واسطے رب العزۃ نے قرآنی احکام و آیات کو نجماً نجماً نازل فرمایا، اور تیئیس سال میں قرآن کریم کو بارہ سال میں جمع فرمایا، اب اگر کوئی بیک وقت پڑھے یا خداوند کسی کو ایک دفعہ ہی پڑھنے کی طاقت دیدے تو قرآن کریم بغیر تجدید وہی ہے، جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، تو کسی اور کی طرف قرآن کے نزول کو ہم منسوب نہیں کر سکتے، اور یہ قرآن کریم عالمین کے لئے ہدایت ہے، عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی اور، اور جو اپنے آپ کو عالمین میں شمار نہ کرے اس کے لئے قرآن کی ضرورت بھی نہیں،

دوسرا جواب:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت کئی انبیاء کرام تشریف لائے، جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے بھائی علیہ السلام آپ کے زمانہ میں، حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام، ان کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی تجدید کرتے رہے، انہوں نے توراۃ کو نہ کسی سے سبقاً پڑھا، نہ خداوند کریم نے دوبارہ وحی فرمائی، بلکہ خداوند کریم نے ان کو قوت علمی ایسی عطا فرمائی، جو وہ اس کتاب الٰہی توراۃ کو خود بخود اس عطائی علم سے پڑھ لیتے، اور توریت موسیٰ علیہ السلام کی ہی کہلاتی رہی، کیونکہ ان کی طرف نازل ہوئی تھی، اور دوسرے کسی طرف منسوب نہ ہوئی، تم محض افشاء سے مسیح علیہ السلام کی طرف قرآن کریم کو کیسے منسوب کر سکو گے

شیر محمد مرزائی کا چھٹا سوال

کیا وہ جنت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائینگے، جو تعلیم قرآنی کے خلاف ہے، یا ابتک جنت میں ہی داخل نہیں ہوئے، اگر نہیں تو دلیل قرآنی ہو، اگر ہیں تو کوئی بشر عارضہ رہائش جنت میں رکھ سکتا ہی اگر ایسا ہے تو حضرت الیاس کے متعلق تمہارا عقیدہ کیوں نہیں، اور اگر جنت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

قرآن و حدیث تمہارے ذہن میں بٹھایا ہے، ان کی اصلاح امت محمدیہ کے لئے نہ ہوگی، بلکہ امت محمدیہ کی خدمت اور غیر کی اصلاح ہوگی، اور وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کی تخصیص رسالت کو بھی یاد رکھنا، پھر کبھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی رسالت کو امت محمدیہ کے لئے کارگر سمجھ کر کسی کے دھوکے میں نہ آنا، رسالت کی تخصیص بوقت رفع اور خدمت کی تخصیص بوقت ھبوط، اب بھی اگر تم ختم نبوت کے مسئلہ اور وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کو نہ سمجھو، تو تمہیں خدا ہدایت دے۔

اب تم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے رفع اِلَی السَّمَآءِ اور ان کے نزول من السماء کو سمجھنے کے واسطے نہیں باتیں گھڑتے، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ان کے واقعہ کو چسپاں کرنا چاہتے ہو، کبھی آیات قرآنیہ کے معانی کو اُلٹاتے ہو، کبھی ترتیب کو، لیکن مرزا صاحب بنانے سے عیسٰی بن مریم کیسے بن جائیں، حضرت عیسٰی علیہ السلام کفر و شرک کو مٹائیں گے، اور مرزا غلام احمد صاحب نے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین و خنازیر اور حرامزادوں کے خطاب سے نوازا، اور امت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا تفرقہ ڈالدیا، اور ایسا اختلاف کیا کہ نہ ان کے جنازے میں شمولیت نہ اس کے ساتھ رشتہ داری، بلکہ امت محمدیہ کی ایک عورت جوان کی منکوحہ تھی، ان کی محبوبہ محمدی بیگم کے نہ حصول پر اس کو طلاق دیکر علیحدہ کر دیا، اور باقی رشتے مرزائیوں سے ہی حاصل کئے، بعد ازاں امت محمدیہ سے ایک بیوی بھی نہ مل سکی، حالانکہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام امت محمدیہ سے ہی بیوی کرینگے، اور اس سے ہی اولاد ہوگی اور یہاں اس کے خلاف بعد از دعوٰی نبوت امت محمدیہ سے ایک ہی عورت محمدی بیگم کو لینے کی کوشش کی، چونکہ جعلی عیسٰی تھے، اس لئے خداوند کریم نے کامیاب نہ ہونے دیا، حضرت عیسٰی علیہ السلام دعوای نبوت لیکر نہ تشریف لائیں گے، مرزا صاحب نے بتدریج دعوای نبوت کیا، اس کے متعلق زیادہ تفصیل انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔

"بشیر محمد مرزائی کا پانچواں سوال" جیساکہ وہ خود اقرار کرتے ہیں اور قرآن کریم بھی اس پر شاہد ہے، کہ مسیح کو اللہ تعالٰی نے انجیل عطا فرمائی ہے، لیکن برخلاف اس کے آپ ان کو قرآن کریم سے منسوب کرتے ہیں، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں،

"محمد عمر" حضرت عیسٰی علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کے انشاء کے لئے نہ تشریف لا دینگے اور نہ اپنی انجیل کے انشاء کے لئے، بلکہ منکرین کو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف دعوت دینگے، اس لئے وہ دوبارہ تشریف لاکر انجیل کی طرف دعوت نہ دینگے اور قرآن کریم

فرمایا، اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے، کہ مائدہ من السماء کی خواہش بھی جنتی کھانے کی نہ تھی، تاکہ منکرین کو بھی معلوم ہو جائے، کہ قدرتی کھانا بھی بغیر دنیا و جنت و دوزخ کے مہیا ہو سکتا ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! ثابت ہوا، کہ مائدہ جو آسمانوں سے اُتارا گیا وہ کھانا نہ دنیاوی ہے نہ جنتی، بلکہ قدرتی ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جیسے مائدہ قدرتی زمین پر بھیجا گیا، ایسے ہی آسمان ثانی پر بھی قدرتی کھانا ملتا ہے، جس کا باورچیخانہ نہ ارضی ہے، نہ اس کا خزانہ جنت ہے، بلکہ قدرت الٰہی سے مل رہا ہے، کیونکہ زمین سے بھی قدرتِ خداوندی سے ہی آسمان پر تشریف لے گئے اور قدرتِ خداوندی سے ہی انہیں کھانا ملتا ہے، اب تو تمہارے سوال کا جواب تسلی بخش ہو گیا یا نہ: باقی رہا تمہارا کہنا کہ کسی بشر کی عارضی رہائش جنت میں ہوئی، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ قدرتِ خداوندی سے آسمان پر قیام پذیر ہیں، جب دنیا پر پھر تشریف لاویں گے، پھر نکاح کریں گے، اولاد ہو گی، بے ایمانوں کا مقابلہ کر کے مسلمان کریں گے، بعد ازاں وصال ہو گا، پھر انشاء اللہ تعالیٰ ریاض الجنۃ میں قیام پذیر ہوں گے، اس سے تمہارا تمام اعتراض حل ہو گیا لیکن باوجود اس کے پھر بھی فقیر تمہارے شک کو فک کر ہی دیتا ہے، سنیئے جنت میں جتنے جنتی ہیں تمام عارضی ہیں، بلکہ موجودہ جنت بھی عارضی ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے، کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ، ہر شے فنا ہونے والی ہے، سوائے ذوالجلال کے، معلوم ہوا، کہ یہ جنت و دوزخ و ما فیہا سب فنا ہونے والے ہیں، بعد از حشر پھر دوبارہ قیام جنت و دوزخ ہو گا۔ اس میں خلود ہو گا، یہ ہے مطلب خٰلِدِیْنَ فِیْهَا کا اور چوتھا جواب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کو ارواح جنت سے دنیا کی طرف باذن اللہ آتے ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے، تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ، شب قدر میں باذن الٰہی روح اور ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ہیں، جب ان کے اس نزول سے خَالِدِیْنَ فِیْهَا میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا، تو یہاں کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارضی قیام بمعہ جسم جنت میں فرماتے تھے، ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف ۲ / ۲۹۲ — عن جابر بن عبد اللہ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال اُرِیْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَیْتُ امْرَاَةَ اَبِی طَلْحَةَ

نے دنیا میں آنا ہے، تو ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ کے کیا معنیٰ؟

"محمد عمر" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بفرمان الٰہی وَمُطَهِّرُكَ إِلَيَّ وَبَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ آسمان پر زندہ اٹھایا جانا ثابت ہے، کما مضی بیانہ اور بموجب حدیث صحاح آسمان پر تشریف فرما ہیں، جیسا کہ شب معراج میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان ثانی پر جاتی دفعہ بجسدہٖ ملاقی ہوئے۔ بہرصورت میں بمطابق قرآن و احادیث مجھ آسمان میں بجسدہٖ قیام پذیر ہیں، اس کی تفصیل سماوی چونکہ خداوند کریم نے زیادہ ظاہر نہیں فرمائی، اس لئے نقیر زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا، البتہ ان کو خوراک جو ملتی ہے، نہ وہ جنت کی ہے، نہ دنیا کی، مائدہ کی طرح قدرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ دنیا میں ہیں، نہ جنت میں، آسمان ثانی میں قیام پذیر ہیں۔ جہاں تک ہماری عقلوں کی رسائی ہے۔

"مرزائی" ہاں جنت و دوزخ و دنیا کے علاوہ بھی کوئی مقام ہے۔ یا ان کے علاوہ بھی کہیں کھانا مہیا ہوتا ہے۔

"محمد عمر" ہاں جنت و دوزخ و دنیا کے علاوہ بھی مقام ہے، سمٰوات میں ایسے مقامات ہیں، جو دنیا و جنت و دوزخ کے ماسوا ہی ہیں، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیام پذیر ہیں، اور کھانے کے متعلق عرض کردوں، جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ طلب کیا، تو آپ نے رب العزۃ سے دعا فرمائی، تو کھانا آسمان سے نازل ہوا، سنیئے، شمعون نے تمہاری طرح دریافت کیا، کہ حضور ایسے اعلیٰ کھانے کہاں سے آرہے ہیں، چالیس دن ہوگئے ہیں اور پانچ سات ہزار آدمی روزانہ کھانا کھاتے ہیں، یہ اتنا اعلیٰ کھانا کہاں سے آرہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ملاحظہ ہو۔

تاریخ کامل لابن اثیر $\frac{1}{109}$

فَقَالَ شَمْعُوْنُ يَا رُوْحَ اللّٰهِ أَمِنْ طَعَامِ الدُّنْيَا أَمْ مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ فَقَالَ الْمَسِيْحُ لَا مِنْ طَعَامِ الدُّنْيَا وَلَا مِنْ طَعَامِ الْآخِرَةِ إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ خَلَقَهُ اللّٰهُ بِقُدْرَتِهٖ۔

تو کہا شمعون نے اے روح اللہ (یہ مائدہ) کیا دنیا کے کھانے سے ہے یا جنت کے طعام سے، تو مسیح علیہ السلام نے فرمایا، نہ دنیا کے کھانے سے نہ آخرت کے کھانے سے سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ ایسی شے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا

حتمی ثابت کر رہی ہے، مرزا صاحب و ماخلفہ کا ہر پہلو سے انکار کرنا یہ سوائے تکذیب صریحہ کے اور کچھ نہیں،

(نقض)

کیا تم مرزائی حیاتِ مسیح کا اسواسطے انکار کرتے ہو، کہ ختم نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق لازم آتا ہے؟ تو یہ غلط ہے، کیونکہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کیا ہوا ہے، اور اس اعتراض سے محض تمہاری دھوکا دہی ہے، لہذا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء سے انکار کرنا محض مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بنانا مقصود ہے، اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول من السماء پر ہمارا عقیدہ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہے، اور یہ بناوٹ نہیں، بلکہ حقیقت ہے، خواب نہیں، تحریری ثبوت قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت ٹوٹتی نہیں، بلکہ پہلے اُن کی نبوت پر آپ کی مہر لگ چکی ہے، اب نئے سرے سے دوبارہ مہر کی ضرورت نہیں، نبوت وہ مشکوک ہے، جو آپ سے سابق نہیں، اور آپ کی مہر اس کی نبوت پر چسپاں نہیں ہوئی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیا علیہم السلام کی تصدیق کنندہ مہر کو داخل دفتر فرما چکے ہیں، اب نہ وہ دفتر کھل سکتا ہے اور نہ وہ مہر نکل سکتی ہے، اور نہ ہی کسی مدعی نبوت کی تصدیق ہو سکتی ہے، سوائے اس کے کہ کاذبین کی صف میں کھڑا رہے،

آٹھواں سوال کیا اُن کی کتاب قرآن ہوگا، یا انجیل، انجیل تو منسوخ ہو چکی اور اگر قرآن ہوگا تو بکلّی تَوءَمِ ھادِ کے خلاف لازم آتا ہے اور اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک بھی لازم آتی ہے، اب نیا بیان جو ہمارے نزدیک ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیا قرآن کریم میں کوئی نص ہے، اگر ہے تو بیان فرمادیں۔

محمد عمر تم نے سمجھ رکھا ہے، کہ مرزا صاحب کی کتابیں تذکرہ اور حقیقۃ الوحی وغیرہ ہیں، تو شاید انبیائے صادقین کی بھی کتب ایسے ہی ہوں، عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے انجیل نازل ہوئی، اور قرآن اُن پر نازل نہیں ہوا، پھر وہ قرآن کریم کے نازل ہونے سے منسوخ ہو گئی، کتاب قرآن کریم جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمل بعد از نزول من السماء قرآن کریم کے مطابق ہوگا، کیونکہ یہ قرآن ذکرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے اور

ثُمَّ سَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِیْ فَاِذَا بِلَالٌ ۔

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جنت دکھایا گیا، تو میں نے ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا، پھر میں نے اپنے آگے جوتے کی آہٹ سنی تو حضرت بلالؓ تھے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا عارضی قیام جنت میں ثابت ہو گیا، اب تو مرزائیت سے تائب ہو جاؤ، یا حدیث کو پس پشت ڈال دو، جو تمہارا پرانا وطیرہ ہے۔ پہلے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سماوی زندگی کے منکر تھے، اب ٹھیک تم نے اختیار کیا ہے۔

"ساتواں سوال" | کیا ان سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی؟

"محمد عمر" | نہیں ٹوٹتی - کیونکہ آپ کی مصدقہ مہر ان کی نبوت پر لگ چکی ہے، ٹوٹے تب جب نئے سرے سے ان کی نبوت پر مہر چسپاں کرنی پڑے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی، کیونکہ ان کی ڈیوٹی نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکی ہے، اور وہ بامر امت میں تشریف نہ لا دینگے، بلکہ آخر میں تشریف لا دینگے، جو قرب قیامت ہر کام خلاف ہی ہوگا، ان کی نبوت سابقہ ہے، لیکن آمد آخیر میں ہے، بعض جعلی نبیوں و خلفا کی جگت بنکر تشریف لائیں گے تاکہ تمام کاذبین کا کذب اخیر میں نشر ہو جائے کہ تو نے نبوت کو ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ واپس کیوں نازل فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

کنز العمال ۷/۲۰۲ ابن ماجہ | كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا.
کیسے ہلاک کی جائے گی ایسی امت، جس کے اول میں ہوں اور اس کے آخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں،

کیوں جناب اب فرمائیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، کہ میری امت کے آخیر میں حضرت عیسیٰ بن مریم تشریف لا دینگے، عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کو ابن مریم سے خصوصیت دی، تاکہ منکرین کے لئے وضاحت تامہ ہو جائے، کہ عیسیٰ علیہ السلام وہی گذشتہ ابن مریم ہی آخر امت میں ہیں، جن کی نسبت مادری ہی ہے پدری نہیں، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف عنوانات وطرق وطرز معاش دنیاوی کو بیان فرمانا یہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی

غلام مصطفیٰ صاحب کی جائداد کے وارث بنے تو حصہ تب ملا، جب غلام احمد بن غلام مصطفیٰ ہونے کے مدعی بنے، اور حقیقت بھی یہی ہے، اگر یہ بوقت وصول جائیداد تحصیلدار صاحب کو فرما دیتے کہ غلام مصطفیٰ کی جائیداد عیسیٰ بن مریم کے نام درج کردو، تو جدی وراثہ سے محروم رہ جاتے، اس طرف تو غلام احمد بن غلام مرتضیٰ ہونے کی حیثیت سے غلام مصطفیٰ کی جائیداد لے چکے ہیں، اب اپنی طرف سے اپنے نسب و نام کو بدل کر جعلی عیسیٰ بن مریم بننے کی کوشش کر رہے ہیں، تو تحصیلدار حقیقت کے سمجھنے والا عیسیٰ بن مریم کی جائداد کو مرزا غلام احمد صاحب کے نام کبھی درج نہ کریگا، لیکن مرزا صاحب اس حقیقت کو بدلنے والے مسلمانوں کو خنزیر اور کتے اور حرامزادے اور کنجریوں کی اولاد کہہ کر خطاب فرمادیں، کہ تم بکواس بکتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، مجھے جائیداد کیوں نہیں لینے دیتے، اس دعوے کی وہی شخص ہی داد اور صفائی دیگا، جو یا تو مرزا صاحب کی طرف سے وہ بٹی دار ہونے کی خواب دیکھ رہا ہے، یا عقل و فکر کو استعفیٰ دے چکا ہے، تو اس طرفین کے جھگڑے کو سن کر فیصلہ حقہ کرنے کے واسطے تحصیلدار صاحب غلام احمد بن غلام مرتضیٰ یا غلام احمد بن چراغ بی بی کی پیدائش والی کتاب علیحدہ ان کے علاقہ سے منگالیگا اور عیسیٰ بن مریم کی جائے پیدائش کے اور ان کی نسب کے علیحدہ دفاتر تلاش کریگا، جب دونوں کو عکس نقیض پائیگا تو مرزا صاحب کو دفعہ ۴۲۰ میں رکھ کر مستوجب سزا قرار دیگا، اب مشکل تو تمہارے لئے ہے، کہ اگر عیسیٰ بن مریم خدانخواستہ فوت ہو چکے ہوتے، تو تمہارے مرزا صاحب کو کونسی مصیبت پڑی کہ اپنے آپ کو پہلے عیسیٰ بن مریم بنانے کی کوشش کی، پھر مدعی نبوت بنے، اس مرزائی سازش سے بھی صاف ہر ذی عقل پر واضح ہو رہا ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام واقعی بفرمان الٰہی زندہ آسمان پر ہیں، اور قرب قیامت تشریف لائیں گے، جس کی وجہ سے مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی بھی مسلمانوں کو دھوکا دیکر خود اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم جعلی قرار دے کر نبوت کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان کوئی سادگی میں کوئی کسی لالچ میں دام کا شکار ہو رہے ہیں، خداوند ہر ایک کو راہ حق کی توفیق عنایت فرمادیں، یہ پیش کردہ آیت اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ تو مرزائیوں کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمادے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے آپ ہادی ہیں، لیکن مرزائی اس آیت کریمہ کی تکذیب کرتے ہوئے مرزا صاحب کو اپنا ہادی

عالمین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، انجیل محدود وقت محدود دنی کے لئے مقرر تھی، قرآن کریم کے لئے نہ حد زمانی، نہ قومی، ہر زمان اور ہر قوم کے لئے، قرآن کریم نے تمام کو ایک قوم اور تمام زمانوں کا ایک زمانہ قیامت تک کردیا، اور جناب نے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کو فوراً پڑھ دیا۔ لیکن میرے دوست سے آیت کا ماقبل سہواً رہ گیا، کاش اگر ماقبل یاد آجاتا، تو کبھی لغزش نہ کرتے ملاحظہ ہو۔

رعد ۱۳/۱ — اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ - اور کوئی بات نہیں، آپ ہی واحد ڈرانے والے ہیں، اور آپ ہی ہر قوم کے ہادی ہیں، اس سے ایسا مسئلہ ثابت ہؤا، کہ اس نے مرزائی نبوت کی جڑ سرے سے ہی کاٹ کر پھینک دی، جس کا نام نشان نہ ملا، کہ ہر قوم کے ہادی آپ ہیں اور کوئی ہادی پیدا ہو ہی نہیں سکتا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے، تو وہ لِتُبَلِّغَ مَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ کے لئے نہ تشریف لائینگے، بلکہ لِتُبَلِّغَ مَا اُوْحِيَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائینگے، تو ثابت ہؤا، کہ ان کا عمل بھی واحد منذر اور واحد ہادی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء تو قدرت ایزدی کا انکشاف خاص ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بلانسبت پدری تسلیم کرتا ہے، اس کے لئے تو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا قرب قیامت نزول من السماء بھی کوئی بڑی بات نہیں، اشکال تو تمہارے لئے ہے، کہ تمہارے مرزا صاحب عیسیٰ بن مریم بن بیٹھے ہیں، حالانکہ زمانہ جانتا ہے، اپنا پرایا جانتا ہے، کہ مرزا صاحب غلام احمد بن چراغ بی بی ہیں، اب کسی تحصیلدار کے پاس کسی جائیداد کا ورثہ کا غذات در رجسٹرات سرکاری میں عیسیٰ بن مریم کے نام لکھا ہو، تو وہ صاحب انصاف وایماندار تحصیلدار اس تحریرات کے مطابق عیسیٰ بن مریم حقیقی کے نام ہی درج کریگا، لیکن اگر کوئی غیر یعنی غلام احمد بن چراغ بی بی تحصیلدار کی عدالت میں پیش ہو جائے، اور اپنا نام عیسیٰ بن مریم خود بنالے اور کہدے، کہ میں ہی عیسیٰ بن مریم ہوں، اور جو اس کے پڑوسی اس کو پہچانتے ہوں، وہ شہادت دیں، کہ جناب یہ غلط کہتا ہے، یہ تو ہمارے سامنے قادیان میں پیدا ہوئے ان کے والد صاحب نے انکا نام غلام احمد رکھا اور ان کے جننے والی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے، ہمارے سامنے ان کی پرورش ہوئی، عدالت برطانیہ میں یہ کئی مقدمات لڑے، وہاں بھی یہ غلام احمد بن غلام مصطفٰے لکھاتے رہے۔ اور مردم شماری میں اتنا عرصہ یہ غلام احمد بن غلام مصطفٰے لکھاتے رہے ہیں، اپنے والد صاحب

کے نزول من السماء کو ثابت کرنے کے واسطے وَفِیْهَا نُعِیْدُ کُمْ استعمال فرمایا، ورنہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کا حکم ہی کافی تھا،

یاد رکھو، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا اعادہ آسمان سے زمین کی طرف نہ تسلیم کرو گے، تو وَفِیْهَا نُعِیْدُ کُمْ کے مکذب بنجاؤ گے۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب تم نے فِیْهَا نُعِیْدُ کُمْ کے معنی غلط کئے ہیں، دیکھو قرآن کریم میں ہے۔ سَنُعِیْدُ هَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلیٰ، دوسری جگہ ہے، کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ، کیا اس سے نزول سماوی مراد ہے۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب خداوند کریم تمہیں ہدایت دے، اور صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمادے، نفیر نے پہلے ہی عرض کیا تھا، کہ یہاں اعادہ مکانی ہے، اور مکان کی تخصیص رب العزۃ نے زمین سے فرمائی، اور زمین کے مقابلہ میں تغیر مکانی آسمانوں کے سوا کوئی اور نہیں سکتا، اور تمہاری پیش کردہ مثالوں میں پہلی مثال میں اعادہ کیفی ہے جس کی تخصیص سِیْرَتَهَا الْاُوْلیٰ نے واضح کردی اور دوسری مثال میں بھی اعادہ کیفی ہے، یعنی ہٗ کی ضمیر کا مرجع خلق اوّل ثابت کر رہا ہے، تو ان دونوں مثالوں میں مکانیت کا ذکر ہی نہیں، کوئی ایسی مثال قرآن مجید سے پیش کرو جس میں اعادہ مکانی ہو، اور پھر خصوصیت ارضی ہو، تو اس کے مقابلہ میں آسمان ہی آئیگا اور کچھ نہیں، تو ثابت ہوا، کہ وَفِیْهَا نُعِیْدُ کُمْ کی تصدیق کے لئے رب العزۃ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا ہے، اور قرب قیامت ان کو آسمان سے زمین پر اتار کر اعادہ ثابت فرما کر اپنے قانون کو لوگوں کے سامنے پیش کرکے قدرت کاملہ کا اظہار فرمائینگے، منکرین کے لئے حجت کاملہ مسلمہ ہوگی، لہٰذا تمہاری مرضی کے مطابق رجوع من السماء قرآن کریم سے ثابت ہوگیا ہے، جس کی تصدیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لاکر فرمائینگے۔

دسواں سوال

"مرزائی"۔ کیا قرآن کریم میں نئے اور پرانے نبی کا کوئی امتیاز ہے۔ اگر ہے تو کونسی آیت اس پر شاہد ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو، کہ نیا نبی تو آ نہیں سکتا، البتہ پرانا نبی آسکتا ہے، مفصل تشریح فرمادیں، (خاکسار میاں شیر محمد)

"محمد عمر" جی ہاں۔ رب العزت نے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کو پرانا ثابت فرمایا ہے، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نیا نہیں، سب پرانے ہو گئے،

سمجھتے ہیں ۔ تو ان کو ان کے ہی سب کچھ سمجھا دیتے ہیں، لیکن پھر بھی مرزا صاحب کو عیسٰی بن مریم بنی بنائے سے ملاتے نہیں، اور پھر متبع قرآن وحدیث کے بھی مدعی ہیں، کسی کی عورت اگر امرت جل پی کر بھی بسر ہو جائے اور بچے بھی اس طرف لاکھوں کی تعداد دے چکے پھر بھی کہے، کہ میں تو مسلمہ ہوں، اس کا واقف تو بھائی اس کے جوڑے بندھے بچے فوراً ہیش کر کے تمام بلانہ راز فاش کر دیگا، وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۔

"نواں سوال" | مرزائی ۔ آمد ثانی کے متعلق رجوع کا لفظ کیوں نہیں آیا، حالانکہ کتب عرب اور قرآن کریم کی رُو سے رجوع کے الفاظ ہونے چاہئیں ۔ اگر قرآن کریم میں لفظ رجوع ہے، تو تحریر فرماویں ۔

"محمد عمر" | رفع الی السماء کے متعلق قرآن مجید میں صریح نص موجود ہے، وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ؕ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ جس کی شرح پہلے گذر چکی ہے، اور اس کے علاوہ آیات صریحہ جو حیات عیسٰی علیہ السلام کے نزول من السماء پر دال ہیں، ایماندار کے واسطے کافی ہیں ۔ ملاحظہ فرماویں، اور اپنے اعتقاد وضعی کو بالائے طاق رکھ کر محض خداوند کریم کو حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یقین کر کے اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نذیر سمجھ کر آیات مذکورہ کو بغور ملاحظہ فرماویں، تو تمہاری انشاء اللہ تعالیٰ تسلی ہو جائے گی، باقی رہا تمہارا کہنا کہ لفظ رجوع خداوند نے اس مقام پر کیوں نہیں استعمال فرمایا ہے، اگر تمہیں نظر نہ آوے تو کسی کا قصور نہیں، ملاحظہ ہو۔

طٰهٰ ١٦/٢ | مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۔ اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی (زمین) میں ہم تمہارا رجوع کریں گے اور اسی (زمین) سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے ۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ہم تمام کو شامل حتیٰ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی اسی کے ماتحت ہیں، اور فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ کو یہ اعادہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ہے، اور اگر ان کا رجوع نہ تسلیم کیا جاوے، تو فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ کی معاذ اللہ تکذیب لازم آئیگی، اور اعادہ یہاں مکانی ہے ۔ نہ زمانی ہے ۔ نہ کیفی نہ کمی، تو جبتک زمین کے علاوہ دوسرا امکان تسلیم نہ کیا جاوے، اور اس مکان ثانی سے زمین کی طرف اعادہ درست نہ ہوگا، اور وہ زمین کے مقابلہ میں آسمان ہے، جس کے مکیں ہم سے حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں یا معراج وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکین ہونا سو اس کے بھی تم منکر ہو تو فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ تب ہی درست ہو سکتا ہے کہ آسمان کے مکیں حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین میں رجوع فرماویں، عیسٰی علیہ السلام

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول سماوی کا حکم جاری فرما رہے ہیں، تو تم ان کو بقول مرزا صاحب تاویلات باطلہ سے ٹھکرا رہے ہو، لیکن اگر اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب ہوں، غلام احمد بن چراغ بی بی اس حقیقت کا تمہیں بھی یقین ہو چکا ہے اور مدعا میں عیسیٰ بن مریم بننے کا جو تم سے مخفی نہیں، تو تم اس کو اپنا ایمان تصور کر لو، تو اس فیصلہ کو تم اپنے ضمیر سے ہی دیانت کرو، کہ کیسا ہے، سیدھا ہے یا ٹیڑھا، صحیح ہے یا غلط، ہدایت ہے یا گمراہی، اور توازن میں دونوں سے کون معتبر ہو سکتا ہے اور کس کے کلام اور اتباع کو فوقیت لازمی ہے، فَتَدَبَّرُوْا اُسْلُکُ هٰذَا الْاِلٰهٗ سَوَاءَ الصِّرَاطِ۔ وَلَا تَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا۔ فَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۔ خداوند کریم آپ کو ہدایت دے۔

خیالات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

در مسئلہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

مرزا صاحب بھی حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کے قائل تھے ملاحظہ ہو،

براہین احمدیہ ۴۹۸

اور جب غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئیگا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاوینگے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جاویگا، (دین اسلام نہ کہ مرزائیت)۔

"مرزائی"۔ اس کا جواب خادم صاحب نے اپنی مکمل پاکٹ بک صہ۳۹۱ میں دیا ہے، کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ بیان کیا تھا، انہوں نے اپنے عقیدہ کا اظہار نہیں فرمایا، چنانچہ کشتی نوح میں مرزا صاحب کی عبارت نقل کی ہے، کہ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا، لہذا تم نے براہین احمدیہ کی عبارت کو سمجھا نہیں۔

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے نبی ہونے کے متعلق ارشاد الٰہی ہے، یَاَیُّھَا النَّبِیُّ - اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس خطاب نے آپ کے لئے تازہ نبوت کا ثبوت دیا، اور فرمان الٰہی۔

کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَاءِ مَاقَدْ سَبَقَ - طٰہٰ ۱۶/۵

ایسے آپ پر ہم نے پرانے نبیوں کی بعض خبروں کا واقعہ بیان کیا۔

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا، کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پرانے ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے متعلق اطلاع یا واقعہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں بیان نہیں فرمایا اور نہ اس کا ذکر ہی ہے اور نہ احادیث میں ہی اس کا ذکر ہے، اگر ہے تو پرانے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا جو عہدہ گورنری پر فائز ہو کر تشریف لاوینگے — کیونکہ بادشاہت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گورنری حکومت تو ہو سکتی ہے، لیکن بادشاہت یعنی نبوت امت محمدیہ میں محال ہے، کیا کسی بادشاہ کا بادشاہی کرنے کے لئے آنا، یعنی باشاعت خود یہ بھی محال ہے؟ اور پرانے نبی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی آمد والی آیات صریحہ قرآنیہ بیان ہو چکیں، جو ذی شعور و ایمان والے کے واسطے کافی ہیں، وقت تو بیچارے مرزائی کو ہے، جسکے مقتداء مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، جس نے ظلی و بروزی نبی ہونے کا دعوای کیا، جس کا ذکر کسی آیت یا حدیث میں نہیں، مماثلت مسیح ہونے کا دعوای کیا، وہ بھی صلیب دیا جا چکا، اور کسی مثیل کا ذکر ہی نہیں، اب مرزائی بیچارہ مسلمانوں سے مختلف سوالات کر کے الجھن میں ڈالنا چاہتا ہے۔ لیکن بے چارہ اپنے دعوای سمجھنے سے قاصر ہے۔

بشیر محمد صاحب مرزائی! تمہارے سوال صرف دو تھے، اور ہیر پھیر کر کے تم نے دس بنا دئے۔ لیکن فقیر نے تمہارے مقرر کردہ دس سوالوں کا ہی بالترتیب جواب دیا، اور تمہاری منشاء کے مطابق، تم نے بھی خداوند کریم کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے کسی کی اتباع کا تم سے سوال نہ ہوگا اور سوائے قرآن کریم کے کسی کتاب کی پرسش نہ ہوگی، تو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ہے، تو محض فرمان خداوندی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت یقین کرنا۔ جو چاہیں منوائیں، ان کو لائق ہے، اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جیسے وہ فرما دیں، تمہیں یقین سے بلا تردد ایمان لے آنا چاہیئے، اگر فرمان خداوندی اور حضرت

اے مرزائی دوستو! تمہیں تمہاری مرزائیت کی قسم ذرا انصاف سے فرمانا کہ پہلے گذشتہ انبیا علیہم السلام نے بھی کبھی کہا، کہ میرے ملہم نے میرے دل پر غلط القا کیا، یہ میرا قصور نہیں، یہ قصور میرے ملہم کا ہے، میرا " ذہول صرف یہی ہے کہ میں نے اس کی اتباع کرلی، اس غلطی کو نہ سمجھ سکا، آؤ! اگر سچے مرزائیت کے دعوی پر ہی ڈٹنا دھار لیا ہے، تو قرآن کریم کی ایک آیت تو دکھائی کہ جس میں یہ صاف واضح الفاظ موجود ہوں، کہ اے نبی میرا فلاں واقعہ کا الہام یا القا تیرے دل پر غلطی سے یا ذہول سے ہو گیا، واقعہ حقیقۃً یوں تھا، لیکن ذہول سے اس کے خلاف القا کیا گیا، اگر نہیں تو یہ اس کی سادگی نہیں، بلکہ تمہاری از حد سادگی ظاہر ہو رہی ہے، جو مرزا صاحب کے اس کلام کو بقول معترسادگی سے تعبیر کر رہے ہو، اتنا بھی نہ سمجھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں اپنا عقیدہ لکھا اور کسی کے کہے سے سادہ لوح نہیں بنے، بلکہ خود ہی اپنے متعلق فتوی صادر فرما دیا، کہ یہ میری کمال سادگی تھی اور ان کی امت نے آمنا کہا سبحان اللہ کیا خوب! خود ہی مدعی اپنے متعلق اور خود ہی مفتی، پر تھوڑا سا پردہ اندازی سے بھی کام لیا، فرمایا نہ ہول ہو گیا، کیوں جناب اپنا ذہول ہو جائے تو بھی سجدہ سہو سے بریت ہو جائے، اور جہاں سرے سے ملہم ذہولی ہو تو وہ اصل ہی غلط ثابت ہؤا۔ یہ ذہول نہ تھا۔ اگر ذہول ہوتا تو محض ایک ہی طرح پر اکتفا کیا جاتا، جب طرحیں نہ ڈال دیں کہ اگر داؤ نہ چلا، تو سیدھا رخ دکھا دیا جاویگا، جس میں صاف صاف اقرار ہے اور اگر ذرا سا ناخن بھی اڑ گیا، کسی نے بھی ہاں میں ہاں ملا دی، تو اُلٹے رخ والی طرح پیش کر دی جائیگی، اگر محض ذہول ہوتا تو رخ ایک بیان کیا جاتا، دوسرے رخ کی طرح کا اشارہ نہ دیا جاتا، اب اشارات چونکہ ذو معنیین تھے، کوئی مسلمان صاف فتوی اس پر نہیں لگا سکتا تھا جبتک دعوی صاف نہ ہو، پھر بعد از کوئی صاحب یہ نتیجہ اپنے متبعین کو سنائے کہ جی میرا پہلے بھی عقیدہ موجودہ رخ والا ہے، تو صاحب ایمان اس کی طرح کو فوراً سمجھ جائیگا کہ یہ قول تمہارا اس وقت واضح طور پر نہ تھا، اس واسطے فتوی بھی واضح نہ تھا، جب تم واضح ہوئے فتوی بھی واضح ہو گیا، پھر یہ کہنا کہ ہمارے مرزا صاحب نے بھی عوام کا عقیدہ بیان کیا ہے، اپنا نہیں، تو میاں یہی سمجھو لگا، کہ یہ مرزا صاحب کی تحریر کو جھٹلایا جا رہا ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنا عقیدہ تسلیم کر چکے ہیں، گو مرزا صاحب بھی بعد میں انکار کر دیں، تو بھی ان کے انکار سے ان کے پہلے قول کی تکذیب لازم آئیگی جو ذی شعور سے مخفی نہیں، کیونکہ پہلے حیات و نزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا صاحب کا عقیدہ بارہ سال تک مغبوط

"محمد عمر" ۔ مرزائی صاحب اپنی طرف سے اگر فقیر کوئی بات پیش کرے تو شاید آپ کو کوئی مانع در پیش ہو، لیکن اگر مرزا صاحب ہی خود اقرار فرمالیں کہ میں نے براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا اقرار کیا ہے ، اور اُس وقت میرا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تھا ، تو پھر تمہارا کیا خیال ہوگا ۔

"مرزائی" ۔ اگر یہ تحریر مرزا صاحب کی ثابت ہو جائے تو پھر خادم صاحب کا بھی اور مرزا صاحب کے دوسرے اقوال کو بھی سوائے جھوٹ کے کچھ نہ سمجھا جاویگا ۔

"محمد عمر" ۔ سبحان اللہ! ایمان بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے، کہ کسی بڑے سے بڑے کی بات میں بھی اگر کذب ثابت ہو جائے ، اور پھر وہ تاویلات سے اس کو بحال کرنا چاہتا ہے ، تو واقعی ایسے سے کوئی دوسرا صادق المصدق جتنا بہتر ہوتا ہے ، اور ایسے کو ترک کرنا بہتر ہوتا ہے ، سنیئے اب مرزا صاحب کے فرمان سے جگر تھام کر تسلی فرمائیے ۔

اعجاز احمدی ۷

باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا ، مگر میں نے بوجہ اس ذھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا ، حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا ، پس میری کمال سادگی اور ذھول پر یہ دلیل ہے ۔

سبحان اللہ! خادم صاحب آپکے مرزا صاحب کا حیات مسیح کے عقیدے سے پلٹنا تو اہل علم کے نزدیک کیا ہی سادگی کا نمونہ ہوگا ۔ البتہ مرزا صاحب کا یہ کلام اعجاز احمدی والا تو ان کے متبعین کی کمال سادگی کو ظاہر کر رہا ہے جو مرزا صاحب کی مذکورہ عبارت سے " میں نے بوجہ اس ذھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا "۔ کو نہ سمجھ سکے کہ مرزا صاحب کے اس فرمان کی زد کس پر پڑ رہی ہے ، اس عبارت سے صرف مرزا صاحب کا تبدیل کلام ہی ثابت نہیں ہو رہا ، بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کلام سے یہ بھی ثابت کر دیا ، کہ میرا ملہم مجھے تعلیم ذھولی سے مشرف فرماتا ہے ، جو ان کا قول ذھول میرے دل پر ڈالا گیا ہے ، صاف اقرار ہے ۔ اور پھر اپنے ذھول کا بعد میں اقرار کہ مجھ سے بھی حیات مسیح کے متعلق ذھول ہؤا ، کہ میں اپنے ملہم کے غلط الہام کی تصحیح نہ کر سکا ، تو مرزا صاحب نے اپنی امت کو صاف سنا دیا ، کہ میرا ملہم ذھولی غلطی کنندہ ہے ، جس نے میرے دل پر بھی حیات مسیح کے متعلق غلط القا کیا ۔

شبہ نہیں،

مرزاجی کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوا، کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ نزولِ مسیح بن مریم سچا ہے بلا شک وشبہ، لیکن پھر مرزاجی نے مسلمانوں کی جماعت کو ترک کرکے اپنی شلوہ بنت کیوں پسند فرمائی، جو خود اقرار کیا کہ مجھے میرے سابقہ ذہولی ملہم نے اتنا مجبور کردیا کہ مسلمانوں کے اس عقیدہ کو ترک کرکے اور دفات مسیح کا اعلان کرکے خود مسیح بننے کا دعوای کردیا، چنانچہ فرمایا آئینہ کمالات کے اسی صفحہ پر ان الهامی لاغبار ولاتلبیس ولا تخلیط، مجھے میرے الہام نے جس پر سنے کا غبار بھی نہیں، مکر بھی نہیں، اور اس الہام میں قرآنی ملاوٹ بھی نہیں، محض اسی ذہولی ملہم کا کورا الہام ہے، تو پھر مرزاجی نے فرمایا کہ مجھے اپنے الہام قرآن وحدیث کے مطابق والے جو مسلمانوں کا عقیدہ تھا، اس کے درمیان اور میرے الہام ثانی میں مجھے تطبیق دینی مشکل ہوگئی، کہ کونسی شے کو پسند کروں، تو فرمایا فَعَسُرَ عَلَیَّ تَطْبِیْقُهَا وَکُنْتُ مِنَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ ان دونوں کی تطبیق مجھ پر تنگ ہوگئی اور میں حیران ہوکر کالذی استهوته میں شامل ہوگیا، گے فرمایا ثُمَّا قَنَعْتُ بِالنُّصُوْصِ فقط تو میں نے صرف قرآنی آیات پر اکتفا نہ کیا کیونکہ اس میں کوئی گنجائش نہ تھی، مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام واضح تھا، پھر فرمایا لا انی وَجَدْتُ فی الاحادیث الْصَحَة قَلِیْلَةً یَسِیْرَةً مِنْ دُخْنِ الاخْتِلَافِ بِظَاهِرِ النَّظَرِ اس لئے محض قرآنی آیات پر اکتفا نہ کیا کیونکہ حدیثوں میں میں نے تھوڑا سا اختلاف کا دھواں ظاہر نظر میں دیکھا، یعنی بعض ضعیف اور غیر مستند اقوال حیات مسیح کے خلاف بھی سمجھے، تو مرزاجی نے اتنے مصائب کا سامنا کرکے دفات مسیح کا دعوای کیا جب مسلمانوں کو مرزاجی کے اس الہام سے بھی تسلی نہ ہوئی، اور کب ہوسکتی تھی کون مسلمان اس بات کو گوارا کرسکتا ہے، کہ آیاتِ قرآنیہ صریحہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کو ترک کرکے مرزاجی کے الہام کو کون سُنے، تو مرزاجی پھر کچھ ڈھیلے ہوئے فرمایا، کہ حیات و دفات کا مسئلہ فروعی اختلاف ہے، تم اس معمولی اختلاف سے ہمیں کیوں اسلامی دشمن سمجھتے ہو، یہ کوئی بڑی ضروری بات نہیں، چنانچہ اپنا یہ حوالہ پیش کردیا، کہ اس مسئلہ کی مرزائیت میں کیا وقعت سمجھتا ہوں، سنیئے۔

ازالہ اوہام مطبوعہ لاہوری ۱۳۱

اوّل تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جزیا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے، جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں، جس زمانہ تک یہ پیشینگوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہوگیا۔

رہا، ایک دو دن بھی نہیں، مہینہ دو مہینے نہیں بلکہ بارہ سال عقیدہ پر رہے، ملاحظہ ہو۔

کشف الغطاء ۲۸
بارہ سال تک برابر اس پہلی رائے کے برخلاف کوئی رائے ظاہر نہ کی۔ مرزا صاحب کی تائید انکے لڑکے خلیفہ مرزا صاحب نے بھی فرمادی

کلمۃ الفصل ۴۷
حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری آسمان پر موجود ہے اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوگا اور آپ قریباً بارہ برس اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

خادم صاحب اب تم بھی مسلمانوں کو یہ نہ کہنا کہ حیات مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں نصاریٰ سے آیا ہے ورنہ بارہ سال مرزا صاحب کو نہیں نصاریٰ میں شمار کرنا پڑیگا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تو ان کے لڑکے کی بھی تائید ہوگئی، اب بھی تم کہو، کہ مرزا صاحب نے عوام کا عقیدہ لکھا ہے، تو دروغ بر روئے خود گفتن سے زیادہ کیا کہا جائے۔ جب مسلمانوں نے مرزا صاحب کو زیادہ باز پرس کی کہ آپکا پہلا عقیدہ جسپر آپنے بارہ برس تبلیغ فرمائی وہ صحیح ہے یا بعد کا تو مرزا صاحب نے آخیر کچھ پہلو پلٹا اور فرمایا۔

اعجاز احمدی ۷
پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! کونسی کل کو سیدھی سمجھا جائے، یہ بھی مرزا صاحب کا فرمان الہی صحیفہ ہے کہ میرے علم کا ذہول ہے کیونکہ میرے دل پر ذہول ڈالا گیا، اور یہ بھی مرزا صاحب ہی کا کلام ہے کہ میں بارہ برس تک اس سے بے خبر رہا کجابے خبری کا اقرار، کجا علم کا غلط القا، اب تم اس مرزائی گورکھ دھندے کو بجائے اس کے کہ انصاف سے کام لیتے اُلٹا ٹیڑھا کرکے مرزا صاحب کے قول کو ہی سیدھا کرنا چاہتے ہو، لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ لکڑی اگر جبلت میں گانٹھل اور بے ڈھب ہو وہ گھڑائی سے درست نہیں ہوسکتی، خواہ کوئی کیسا ہی کاریگر کیوں نہ ہو، جب اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام ونزولہ من السماء مرزا صاحب کا بھی رہا جسکی تائید ان کے لڑکے مرزائیوں کے خلیفہ نے بھی کردی، اب تم رندے سے صفائی کرنا چاہتے ہو، تو الٹی خرابی لازم آئیگی اور چیڑیں اکھڑینگی، مرزا جی نے جب اپنے خلاف مسلمانوں کا احتجاج صحیح سمجھا تو تسلیم کیا، پھر انکار کیسا؟

آئینہ کمالات مطبوعہ لاہوری ۴۳۸
كَانَ يَقِيْنِيْ بِاَنَّ اِعْتِقَادَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ نُزُوْلِ الْمَسِيْحِ حَقٌّ لَاشُبْهَةَ فِيْهِ وَلَا رَيْبَ
میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد نزول مسیح کے متعلق سچا ہے اس میں کوئی شک

ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسّم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی، اور ضرور تھا، کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو، سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسّم انسان کی طرح اب نازل ہوئی۔ انسان نہیں۔

اب اے فرقہ مرزائیہ تمہارے انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھو گے، یا مرزا صاحب کو، اجتماعِ نقیضین تو محال ہے، ان کے علاوہ مرزا صاحب کی بے شمار بناوٹیں کُتب مرزا صاحب میں موجود ہیں، جن کو بوجہ طوالت بیان نہیں کیا جاتا، چنانچہ ان مذکورہ عبارات سے تم کو بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب یہانتک نہ تو احادیث صحیحہ کو ہی غلط کہہ سکے اور نہ ہی ان کو تسلیم کرنے کی طرف لوٹے، بلکہ ان حدیثوں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں ان کو تاویلات باطلہ سے اپنے پر چسپاں کر لیا جب امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا صاحب کی ان تاویلات باطلہ کو لوگوں کے سامنے طشت ازبام کیا اور مرزا صاحب کی نفسانی خواہش مرزا صاحب کی زبانی واضح ہو گئی، تو مرزا صاحب نے اپنی ہرٹ دھرمی کو نہ چھوڑتے ہوئے اپنی بناوٹ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم الٰہیہ عطائیہ پر برتر ہونیکا دعویٰ کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بے سمجھ ثابت کیا، ملاحظہ ہو۔

ازالۃ الاوہام حصہ دوم ۳۶۴

بہرحال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے۔ کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں .... اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ معلوم ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان جہانتک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو، تو کچھ تعجب کی بات نہیں،

اے مرزائیو! تم سوچو کہ ہم مرزاجی کے اس کلام سے مرزاجی کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دیں یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم الٰہیہ کے اعلم تسلیم کر کے مرزاجی کو جھوٹا سمجھیں، جو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا انکار کر کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اس معاملہ میں بے علم سمجھتے ہوئے خود بناوٹی مسیح اور بناوٹی عیسیٰ بن مریم بنکر سارے لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسا لیا۔ ع

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

جب مرزا جی کو مسلمانوں نے دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ مصطفویہ سے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر یکطرفہ ڈگری دینے کے لئے مجبور کر دیا کہ کوئی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات مسیح کا قائل نہیں ہوا، سوائے تمہارے، تو تم یا تو صاف وفاتِ مسیح کا اپنا عقیدہ ٹھوس ظاہر کرو، اور امتِ مسلمہ سے علیحدہ ہو جاؤ یا حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ صحیح کر کے امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو جاؤ، تو مرزا صاحب نے پھر آیتوں اور حدیثوں کی تاویلیں کر کے اپنے اصلی مقصد کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔

ازالۃ الاوہام ۱۲۹	ایک بڑے کام کے لئے اس دمشق میں اس عاجز کو اُتارا بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء من المسجد الذی من دخلہ کان آمنا فتبارک الذی انزلنی

فی ھذا المقام۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دمشق کی مسجد کے سفید مینار کے پاس حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے، تو مرزا صاحب نے اس حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سمجھتے ہوئے دانستہ باطل بناوٹیں اختیار کیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دمشق فرمایا، مرزا صاحب نے خود مسیح بننے کے لئے قادیان کو ہی دمشق کہہ دیا، اور سنیئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر صلیب کا دنیا سے نام و نشان مٹا دیں گے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں،

لجۃ النور ۱۲	وَاَنْزَلَ مَسِیْحَہُ الْمَوْعُوْدَ لِیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ مسیح خود را از آسمان بر زمین فرود آورد تا صلیب دشمناں را بشکند، اور خدا نے اپنے مسیح کو آسمان سے زمین پر اُتارا تاکہ دشمنوں کی صلیب کو توڑ دے۔

اب مرزا صاحب نے صاف اقرار کیا کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر اُترنا حق ہے جھوٹ نہیں، اور ان کا زمین پر آ کر صلیب کو توڑنا بھی برحق ہے، ان دونوں امروں کو تسلیم کر کے پھر بناوٹ سے کام لیا کہ خدا نے مجھے آسمان سے اُتارا، حالانکہ آسمان سے اُترے نہیں، تم مرزائیوں کو بھی یقین ہے کہ یہ محض بناوٹ ہے، پھر بناوٹ سے کام لیا کہ میں نے صلیب کو توڑا، حالانکہ صلیب کو نیست و نابود نہ کر سکے، پھر اور بناوٹ سنیئے۔

مسیح ہندوستان میں ۸۵	تا وہ شہر جو سچائی کا طالب ہے، اب اُٹھے اور تلاش کرے مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گویا ایک غلطی تھی، تب بھی اس میں ایک راز تھا۔

اور وہ یہ کہ جو مسیحی سوانح کی حقیقت گم ہو گئی تھی، جیسا کہ قبر ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر

○

المجلد الثانی

من کتاب

مقیاس النبوۃ

فی ثبوت

انقطاع النبوۃ

○

الفہ
محمد عمر اچھرہ لاہور

جب مرزا صاحب کا گورکھ دھندا اور بناوٹ ہمارے سامنے اظہر من الشمس ہو گئی تو ہماری تسلی انجیل برناس سے بھی کرا دیتے ہیں،

"مرزائی"۔ مولوی صاحب معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار انکی نفسانی غرض پر مبنی تھا، ورنہ آخیر تک انکی کلام سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت کے بموجب قرآن اور حدیث کے ضرور تشریف لاوینگے اور فرمایئے کہ کیا انجیل برناس بھی معتبر کتاب ہے"

"محمد عمر"۔ تمہارے مرزا صاحب کی اسکے متعلق شہادت پیش کر دیتا ہوں تاکہ تمہاری تسلی ہو جائے،

کشف الغطاء ۲۶
اعجاز احمدی ۲۱

اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برناس بھی ایک بزرگ حواری تھا اور ان کو جتایا گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر گئے۔

(حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام از روئے اناجیل)

انجیل برناس
فصل ۱۱۲
آیت ۱۳

پس اے برناس تو معلوم کر کہ اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے، اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالیگا، اور اس بنا پر مجھکو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچیگا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جاویگا (۱۵)۔ اسلئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالیگا اور بے وفا کی صورت بدل دیگا، یہانتک کہ اسکو ہر ایک یہی خیال کریگا کہ میں ہوں، مگر جب مقدس محمدؐ آئیگا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو دور کریگا۔

انجیل برناس
فصل ۲۱۵ ص ۲۱

پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ کو خطرہ میں دیکھا، اپنے سفیروں جبرائیل اور میخائیل اور رافائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیویں، تب فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا، پس وہ اس کو اٹھالے گئے۔

انجیل برناس
ف ۲۱۶ ص ۲۹

یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا، جس میں سے یسوع اٹھا لیا گیا تھا۔

بائبل متی باب ۲۴

اگر تم سے کوئی کہے مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے۔

تمت

الجزء الاول من الاجزاء الثلاثة

آؤ مرزائی دوستو! اب بھی وقت ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو کافی سمجھو اور جس کا سکہ رائج ہے اُسی کی سلطنت تسلیم کرلو، ورنہ دربار خداوندی میں بغاوت کی سزا کے مستوجب ہو گے، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ہی یوم میثاق سے رب العزۃ نے نبوۃ کو ختم کر دیا ہے لہٰذا آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ ظلی نہ بروزی نہ اصلی پیدا نہیں ہو سکتا، نبوت کا خطاب خداوندی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر ہی ختم ہو چکا ہے، آپ کے بعد نبی کی پیدائش بند ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رحیمی حقیقی کے بعد اگر کوئی بڑی یا نعمانی بگاڑ ہے تو اس کا علاج تلوار عیسوی سے ہی ہو گا جو خداوند تعالیٰ نے فرمادیا ہے، دوسرے بناوٹی نبی کی ضرورت نہیں، کیونکہ آپ بقانون خداوندکریم لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً تمام جہانوں کے نذیر ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیے، جیسا کہ مریضوں کی کثرت بد پرہیزی کی وجہ سے اگر مریض شفایاب نہ ہوں تو ڈاکٹر کا قصور نہیں بلکہ مریضوں کو پرہیز لازم ہو گا اور جو لاعلاج ہو جائے اور مرض متعدی ہو، تو اُسے سول سرجن زہر کی پُڑیا دیکر راہ عدم کی طرف روانہ کر دیتا ہے، جس سے باقی ماندوں کو نجات مل جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اقرار کرائیں گے تو اُن کو تندرستی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دینگے اور جن کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں شک ہو گا اس کا علاج بھی قرب قیامت تلوار عیسوی سے ہو گا۔ اُن کی سابقہ نبوت کی ڈیوٹی چونکہ پوری ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو صفِ انبیا علیہم السلام میں شمار کر چکے، وہ سابقہ انبیا علیہم السلام سے ہوں گے، پھر بھی وہ قرب قیامت اپنی نبوت چلانے یعنی اپنی مَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ کی تبلیغ کے لئے نہ تشریف لا وینگے، جیسا کہ پہلی جلد میں اس کی بحث مفصل گذر چکی ہے اور نہ وہ ختم نبوت کی مہر توڑنے آئیں گے، جیسا کہ مرزا صاحب اور مرزائی کوشاں ہیں۔ بلکہ منکرین ختم نبوت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے اور منکرین الوھیت واحدہ کی تعلیم کے لئے آوینگے اور توحید و رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کے اعتقاد کو درست کرنے کے لئے ہی تشریف لاوینگے، کیونکہ پہلے صرف الوھیت واحدہ کا اور اجرائے نبوت کا اعلان تھا، تو لوگ الٰہی کے مدعی بنے، کیونکہ ذات الٰہ ایک اس کے شریک اِلٰہ انیک اور چونکہ رسالت کا سلسلہ شہر بشہر، علاقہ بعلاقہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلۂ ختم نبوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا مَثِیْلَ لَہٗ وَسَلَامٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَعَلٰی مَنْ صَحِبَہٗ۔

بعض مسلمانوں سے قلیل افراد انگریزی تہذیب اور انگیخت پر ایسے نازاں ہوئے کہ حضرت مُحَمَّدٌ مُصْطَفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساڑھے تیرہ سو سال بعد ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا بیٹھے، جس بنا پر انہیں اُس بے نیاز عزّ وجل نے اُمّتِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا دُور ڈال دیا کہ قادیانی اُمّت مسلمانوں کی اقتدا میں نماز گذارنے سے محروم ہو گئی، یعنی خداوند کریم کے دربار میں بھی امّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش کھڑے ہو کر عبودیت کا منہ نہیں دکھا سکتے اور مسلمانانِ دنیا میں شامل ہو کر اُن کے کسی رشتے میں نامزد نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص اُمّت قادیانی سے مر جائے تو کوئی مسلمان دربارِ خداوندی میں اُن کے لئے دستِ دعا نہیں اُٹھاتا، کیونکہ یہ سزا ہے جو اُن کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ترک کرنے پر ملی۔ اور مرزائیوں نے بیتُ اللہ کے بدلے قادیان کو پسند کر لیا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مسجد غلام احمدی کو برگزیدہ سمجھا اور مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کا اعلان بھی سنایا۔ لیکن وہ اُن کے لئے ہی وبالِ جان بن گئے اور قبر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان سے ناآشنا ہونے کے سبب لَا اَدْرِیْ کہنے والوں کے دھڑے میں شامل ہو گئے۔ میدانِ حشر میں یٰا وَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا پکارتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اُٹھیں گے اور کملی والے کے دامن کو ترستے ہوئے مرزا صاحب سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

یوم میثاق سے ہی اللہ جل شانہٗ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ بند کر دیا

اللہ رب العزۃ عمّ اسمہٗ نے تمام ارواح سے جب اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو تمام مخلوقات سے ارواحِ انبیا و رسل علیہم السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جس میں تمام انبیا علیہم السلام سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم یعنی بس کرنے کا ہر ایک سے اقرار کرایا، چنانچہ اس واقعہ کو اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں بھی بیان فرمایا ہے، تاکہ میثاقی اعلان سے ہر شخص باخبر ہو جائے۔

(۱) - آل عمران ۳/۹ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور جب اللہ تعالٰے نے تمام انبیا علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لیا، جو میں تم کو کتاب اور دانائی عنایت کروں گا، پھر آئیگا تمہاری طرف ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مصدق ہونگے اس شے کے جو شے (میری انعام کردہ) تمہارے پاس ہوگی۔ اس رسول کے ساتھ تم ضرور ایمان لائیو اور ضرور اس کی ہی مدد کرنا، فرمایا رب العزۃ نے کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر تم نے میرا پکا وعدہ قبول کیا۔ تمام انبیا علیہم السلام نے عرض کیا کہ ہم تمام نے اقرار کیا۔ خدا وندکریم نے فرمایا تم تمام انبیا بھی گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ تو جس نبی نے اس کے بعد اعراض کیا تو بھی وہ فاسق ہونگے۔ اس آیۃ کریمہ سے یوم میثاق کے کئی امور ثابت ہوئے:-

عام تھا۔ اس لئے کئی سچے انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں اتنے سچے سودے عام کو چھوڑ کر جھوٹ کو کون قبول کرتا، لہٰذا کسی کو جرأت جعلی نبوت کی نہ ہوتی، جب نبوۃ واحد ہ کا اعلان فرمایا اور آپ پر دروازہ نبوت بندہی کر دیا گیا تو بعد ازاں سچی نبوت کے مقابلہ میں کئی شریک نبوۃ بننے کا کئی عبروں نے اعلان کر دیا، بھلا قرآن کریم واسلام کی اتباع کرنے والا اس کو کب گوارہ کرسکتا ہے، ہاں یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ اگر الٹ چلے، یعنی خداوند اگر عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کا ذکر قرآن کریم میں بیان فرما کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں قرب قیامت نازل کرنے کا دعوی کرے تو مرزائی اس کو تاویلوں سے ٹکرادے اور مرزا غلام احمد جس کا قرآن کریم اور حدیث شریف میں نام ونشان نہیں ایسے شخص غیرنبی کو نبی تسلیم کرلیں اور اپنے اُلٹے دماغوں کو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں سیدھا سمجھیں۔ تو یہ اُن کا سماب العزۃ سے مقابلہ ہے، نہ کہ حق حق وہی ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے اور بس۔

اور یہ ہمیشہ کا اصول ہے، کہ جس شے کا گورنمنٹ کنٹرول کرلے اور اپنی طرف سے اس شے کا ڈیپو مقرر کر دے تو اس شے کی بلیک شروع ہو جاتی ہے، جب وہ شے عام ہو، تو چونکہ بلیک کے بغیر عام دستیاب ہو سکتی ہے، پہلے خدا کی طرف سے نبوت ورسالت عام تھی یعنی نبوت کا دروازہ کھلا تھا تو کوئی جھوٹا نبوت کا مدعی نہ تھا، کھرے عام سونے کو چھوڑ کر پیتل کا زیور کون خریدتا ہے، نبوت کے واحد ڈیپو مقرر ہونے سے پہلے لوگ خدائی دعوای کرتے رہے جب نبوت کا کنٹرول ہو گیا، تو بعد از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی بلیک شروع ہو گئی، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مسئلہ یوم میثاق سے رب العزۃ نے حل کر دیا ہے۔ تاکہ دنیا میں یہ مسئلہ ختم نبوت نیا مسئلہ نہ کہلائے۔ بلکہ قانون میثاقی ہونے کے باعث اجرائے نبوت کا قائل خداوند کا بھی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل اور رسول الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مکذب ثابت ہو جائے، ملاحظہ ہو۔

اور اس رسول اللہ کی آمد کا خطاب تمام رسولوں کو بھی کیا جارہا ہے کہ وہ تمہارا بھی رسول ہوگا، تو اس کی شان رسول الرسل کی ہوگی، کیونکہ رسولوں کی طرف رسول بھیجنے کی خوشخبری دی جارہی ہے، تو رسولوں کا رسول، رسول الرسل مقرر ہوگیا اور رسول الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا کا خطاب آپ کو ہی خدا کی طرف سے ملا ہے۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب تمام انبیاء کے اختتام پر ایک رسول آئیگا، یہ اختتام کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

"محمد عمر"۔ ثُمَّ ثابت کر رہا ہے، ملاحظہ ہو۔

مفردات راغب ۸۹

(ثُمَّ) حَرْفُ عَطْفٍ یَقْتَضِیْ تَاَخُّرَ مَا بَعْدَہٗ عَمَّا قَبْلَہٗ۔

ثُمَّ حرف عطف ہے، جو مابعد کے تأخر کو چاہتا ہے اپنے ماقبل سے۔

ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ حکم الٰہی نے واضح کر دیا کہ تمام انبیاء کے بعد ایک رسول جو تمام انبیاء علیہم السلام سے خصوصیت رکھنے والے ہیں، جن کے متعلق سب کے بعد تشریف لانے کی تاکید خصوصی اسی یوم میثاق والے دن اپنی الوہیت اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے بعد ہو رہی ہے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ باقی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی نبوت کا اقرار عوام سے نہیں لیا گیا، صرف اسی ہستی جسکے آخری نبی ہونے کے متعلق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل سے تاکیداً وعدہ لیا جارہا ہے۔

تو اس آخری نبی کو مَا فَوْقَ الانبیاء، نبی الانبیاء کا رتبہ عنایت فرماکر سب انبیاء و رسل علیہم السلام سے ان کے آخری نبی ہونے کا فیصلہ اسی وقت کر لینا یہ اس امر کا متقضی ہے کہ اس علام الغیوب کو علم تھا کہ اس آخری نبی کے بعد بھی کئی جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہونگے اور ان کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہونگے، لہٰذا اس کے آخری نبی ہونے کا فیصلہ بھی آج ہی یوم میثاق کر لینا چاہیئے، چنانچہ رب العزۃ نے اسی دن تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو آخری نبی کا اعلان سنا دیا کہ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ، پھر تم تمام انبیاء و رسل کے بعد ایک رسول آئیگا، تو غور طلب یہ امر تھا کہ وہ کون تھے؟ جنکے آخری نبی ہونے کا اعلان یوم میثاق ہوا۔ تو تمام مفسرین نے لکھا

(۱) ۔ تمام انبیا علیہم السلام کو خدائی مکتوب کا دنیا میں پہنچانا ۔

(۲) ۔ مکتوب کا پڑھنے سمجھنے والا خود نبی اللہ ہوگا ، جو نبی الہام کو نہ سمجھ پڑھ سکے ، بلکہ سمجھنے پڑھنے کے لئے اپنے اُمتی کا محتاج ہو ، وہ الہام الہام آلہی نہ ہوگا ، بلکہ شیطانی ہوگا اور اس کا مدعی نہ نبی صادق ہوگا بلکہ کاذب کہلائیگا ، جیسا کہ مرزا صاحب کو الہام انگریزی ہو تو اس کے سمجھنے پڑھنے میں اپنی امت کے زبردارں کو دھکے کھانے پڑھتے تھے وہ خود سمجھنے پڑھنے سے قاصر تھے ، تو اللہ تعالیٰ نے ایسے مدعیوں کے واسطے یوم میثاق سے ہی فیصلہ سنا دیا کہ جو شخص کہے کہ مجھے خدائی الہام ہؤا ہے ، لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا ۔ اس کا مطلب تم سمجھاؤ اور مدعی نبوت ہو تو سمجھو کہ ایسا شخص اپنے دعوای نبوت میں کاذب ہے ، کیونکہ میں تمہارے سچے نبیوں کے ساتھ آج ہی فیصلہ کرتا ہوں ، کہ اگر میری طرف سے تمہیں میرا کوئی الہام یا مکتوب پہنچے تو میں تمہیں اُس کے سمجھنے پڑھنے کی سمجھ بھی دونگا ، جو مِنْ کِتَابٍ کے ساتھ وَحِکْمَةٍ کی قید بڑھا کر واضح کر دیا ۔ اور دوسرے مقام پر اس کی وضاحت فرمائی ۔ کہ

نمل ۱۹/۱ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ

کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن القا کئے گئے ہیں کسی کے پڑھانے یا سمجھانے کے محتاج نہیں ، معلوم ہؤا کہ آپ کو خداوند کریم کی طرف سے آیات قرآنیہ کا پہلے القا ہوتا ، پھر جبریل علیہ السلام آیت لیکر نازل ہوتے ، یہ نہیں کہ جبریل علیہ السلام آیت لاکر پڑھاتے یا بعد جبریل علیہ السلام کے جانے کے لوگوں سے آیت کا مطلب دریافت کرتے پھرتے ۔ جبریل علیہ السلام محض آپ سے مسئلہ کے یا حکمی آیت کے سائل بنکر امت کو متنبہ از حکم کرنے کے لئے تشریف لاتے ۔ کیونکہ حاکم کا خود بخود حکم سنانا اتنا زیب نہیں دیتا جتنا سائل کے سوال کرنے سے ۔ تو ثابت ہؤا کہ نبی اللہ اپنے الہام کو خود سمجھتا ہے ، اور مرسلہ وحی میں غیر کا محتاج نہیں ہوتا ۔ آگے فرمایا ۔

(۳) ۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ ۔ پھر تمہارے پاس تمام انبیا علیہم السلام کے بعد ایک رسول اللہ آئیگا کے جملے سے رب العزۃ نے مسئلہ ختم نبوت کا وعدہ تمام انبیا علیہم السلام سے لیا کہ تم تمام انبیا علیہم السلام کے آخر میں صرف ایک رسول آئیگا ۔ یہ وعدہ آلہی تمام انبیا علیہم السلام کو یوم میثاق ختم نبوت کا سبق سکھا رہا ہے کہ جب تم تمام انبیا کرام اپنی اپنی ڈیوٹی اپنے اپنے مقررہ وقت میں نبٹا لو گے ، تو تمہاری ڈیوٹی نبوت و رسالت کے اختتام پر صرف ایک رسول مبعوث ہوگا ۔ جو تمہارا مصدق ہوگا ،

(۲) - باقی تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام کو محض کتاب و حکمت یعنی صحف اور سمجھ کا وعدہ دینا اور ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ جو سب کے بعد رسول آنے والا تھا، اُس کو تمام کا مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ سے نواز کر تاکید ثانوی سے تمام کے سامنے پیش کرنا کہ وہ رسول اس خصوصیت کا مالک ہوگا، کہ جو شے مثلاً نبوت یا رسالت صحف یا دانائی یا معجزات تمہیں میری طرف سے عطا شدہ ہونگی وہ آخری نبی ان تمام کا مصدق ہوگا، یعنی اس کو درجہ مصدق الانبیاء کا حاصل ہوگا، تو نبی الانبیاء کا درجہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے، جس کا قرآن کریم شاہد ہے ۔ مکذب الانبیاء مصدق الانبیاء نہیں کہلا سکتا،

(۳) - ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ کی تیسری تاکید لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ ہے، کیونکہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے بعد از بعثت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اقرار اور ایمان ظاہر فرمایا، تو فرمان الٰہی لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ ۔ کہ اے انبیاء و رُسل تم تمام اس آخری نبی رسول الرسل ہونے اور آخری نبی ہونے اور تم پر اس کے مصدق ہونیکا حلفیہ بیان دو، کہ ضرور بالضرور ایمان لاؤ گے، چنانچہ تمام انبیاء کرام بھی اپنے اس حلفیہ بیان کے مطابق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی رسول الرسل اور آخری نبی ہونے کی اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید اپنے اُمتیوں کو کرتے رہے جو اس امر کی دلیل ہے، کہ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ کی تاکید مع ان کے اوصاف مصدق ہونے کے اور مطاع المرسل و مع معہم کے مصداق بذاتہٖ زمانہ آدم علیہ السلام سے چل کر آخر تک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تسلیم شدہ ہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ظاہر کر رہا ہے، نہ جیسا کہ آج بعد از ہزارہا سال مرزائیوں نے اس مسلم خداوندی و رسل و انبیا علیہم السلام بمع ان کی امتوں کے اور مسلم جن و انس و وحوش و طیور و ملائکہ وغیرہم کو ترک کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی بنا بیٹھے ہیں، اور دوسرے حکم خداوندی وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ کے مدِ مقابل ہو گئے ہیں، حالانکہ تمام انبیا و رسل علیہم السلام نے لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ فرمان خداوندی پر عمل کرتے ہوئے کلمہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پڑھا، اس لئے یقیناً یہ شان مطاع رسل و انبیاء ہونے کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے ۔ نہ کسی اور کی ۔

چوتھی تاکید اکید اور حلفیہ وعدہ انبیا و رسل علیہم السلام سے خداوند ذو الجلال نے وَلَتَنْصُرُنَّهُ سے لیا، کہ اس رسول الرسل آخری نبی اور مصدق و مطاع کی امداد بھی ضرور بالضرور ۔ ...

ہے، کہ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ سے مراد آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، ملاحظہ ہو۔

تفسیر ابن کثیر ۱/۳۷۸

قَالَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَابْنُ عَمِّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيْثَاقَ لَئِنْ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا وَّهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرَنَّهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ الْمِيْثَاقَ عَلٰى اُمَّتِهٖ لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ وَّهُمْ اَحْيَاءٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرُنَّهٗ

فرمایا علی ابن ابی طالب اور ان کے چچازاد بھائی ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہ اللہ تعالٰی نے تمام نبیوں سے کسی نبی کو نہیں مبعوث فرمایا۔ مگر اس سے زبردست وعدہ لیا کہ اگر اللہ تعالٰی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے اور وہ زندہ ہوں تو تم ضرور اس کے ساتھ ایمان لانا اور ضرور اس کی امداد کرنا اور یہ بھی حکم جاری فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت سے پکا وعدہ لے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں اور وہ امتیں زندہ موجود ہوں تو وہ امتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضرور ایمان لائیں اور ان کی ضرور امداد کریں۔

تفسیر کبیر ۲/۴۳۰

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر آئیگے تمہارے پاس رسول جو مصدق ہیں جو تمہارے پاس ہوگا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

ان عبارات سے بھی ثابت ہوا کہ سب کے بعد جو رسول آنیوالا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جیسا کہ حضرت علی ابن ابی اطالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایسے ہی اس آیت کا ترجمہ سمجھا، سیاق کلام بھی اسی بات کا متقاضی ہے، کہ اس سے محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں، کیونکہ

(۱)۔ انبیا کرام و تمام رسل علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لینا جو لفظ میثاق سے واضح ہے۔ کیونکہ میثاق کے لغوی معنی حلفیہ بیان کئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر خازن میں مذکور ہے۔

تفسیر خازن ۱/۳۱۳

وَاَصْلُ الْمِيْثَاقِ فِي اللُّغَةِ عَقْدٌ يُّؤَكَّدُ بِيَمِيْنٍ۔

اور اصل میثاق لغت میں ایسے عقد کو کہا جاتا ہے، جو قسم کے ساتھ مضبوط کئے ہیں،

تحریری آرڈر جاری کرتا ہے، تو فرمایا کہ میں رسول الرسل کو اچانک مبعوث نہ کروں گا، بلکہ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہیں کتابۃً اطلاع دونگا اور اس مکتوب اور مکتوب لہٗ کی سمجھ بھی عطا کرونگا، بعدازاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول الرسل کے درجہ پر فائز کر کے مبعوث کرونگا، کیا تمہیں منظور ہوگا، اگر منظور کرلیا ہے، تو فرمایا ءَاَقْرَرْتُمْ کیا تم ابھی اقرار کر سکتے ہو، کہ ہم تمام کو وہ رسول الرسل منظور ہے، جن کا تشریف لاتے ہی پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم تمام انبیا و رسل علیہم السلام کے اُن عہدوں پر جو میری طرف سے عطا شدہ ہونگے، مثلاً کسی کو کلیم اللہ کا، کسی کو صفی اللہ کا، کسی کو خلیل اللہ کا وغیرہم وغیرہم، تو وہ اُن پہ مہر تصدیق ثبت کرینگے، اور تصدیق کنندہ کی چونکہ ضرورت آخیر میں ہوتی ہے، اسی لئے ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ فرمایا کہ پھر یعنی تم تمام کے بعد وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تصدیق کرنے کے لئے بھیجا جائیگا، کیا تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ان کے مراتب رسول الرسل و آخری نبی ہونا اور تم تمام کا مصدق ہونا اور تمہارا اُن پر ایمان لاکر مطیع ہونا اور ان کا منصور ہونا اور تمہارا اُن کے لئے ہر خدمت بجالانا اگر منظور ہے تو ابھی میرے رُوبرو اقرار کرو، تو تمام نے یوم میثاق آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام موجودہ صفات کا قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا سے دربار خداوندی میں اس مذکورہ حلفیہ بیان کا اقرار کیا، کہ یا اللہ ہم تمام تیرے رُوبرو وَاللہِ بِاللہِ تَاللہِ اقرار کرتے ہیں، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول الرسل کے درجہ پر فائز ہونا ہمیں منظور ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا بھی ہم نے تسلیم کرلیا اور اُن کا ہماری نبوت کا تصدیق کنندہ ہونا بھی منظور، وہ ہمارے مطاع اور ہمیں اُن کی اطاعت منظور، ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم مع اپنی اُمتوں کے اُن کی تشریف آوری پر اُن کی اطاعت اور امداد کرینگے اور ہر خدمت بجالائینگے، یہ اللہ کریم کے پیش کردہ حکم کا جواب قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا سے ختم ہوا۔ پھر ارشاد الٰہی ہے، قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ o رب العزۃ نے فرمایا، کہ اس حلفیہ بیان کے تم بھی گواہ رہنا، اب تم اقرار کر رہے ہو، جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی شہادت بھی لی گئی۔ اور فرمایا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ o میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے

یعنی ایسا نہ ہو، کہ اس آخری نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد بھی تمہاری نبوتوں کی اشاعت ہو، بلکہ ہر نبی و رسول یا ان کی امت کے زمانہ میں وہ تشریف لے آویں، ان کے ہی معاون ہوں، ان کی ذات والاصفات کے، اُن کے دین کے، اُن کی کتاب کے، اُن کی اُمت کے، اُن کے کعبہ کے، اُن کی مساجد کے دامے، درمے، قدمے، کلامے ہر طرح براہِ راست ان کی ہی امداد ہو، کسی اصلی کو چھوڑ کر کسی ظل بروز کو نہ مقرر کیا جاوے۔ اور یہی وعدہ رب العزت نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا، تاکہ آپ حلفیہ بیان سے اس عہدہ ختم نبوت کو سنبھالیں اور رسول الرسل ہونے کا اقرار کریں۔

احزاب ۲۱/۱

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ٥

اور جب ہم نے تمام انبیا کرام سے حلفیہ وعدہ لیا اور آپ سے اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے اُن سے سخت حلفیہ بیان لیا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ رب العزۃ نے اکابرین انبیا علیہم السلام سے جنکے اسمائے گرامی قابل ذکر تھے، ان کے حلفیہ بیان کا ذکر خیر فرمایا، چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء کرام سے حلفیہ بیان لیا گیا تو آپ سے بھی حلفیہ وعدہ لیا گیا، کہ کیا آپ اس عہدہ رسول الرسل و خاتم النبیین ہونے اور تمام انبیا و رسل کے مصدق ہونے اور عالمین کی نبوت اور رسالت کے بوجھ کو اُٹھاتے ہیں، تو آپ نے بھی اقرار فرمایا۔ کہ ہاں، یا اللہ میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس تمام بوجھ کو اُٹھاؤنگا، اور باقی انبیا و رسل جن سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کروایا، اُن سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے اعلان پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اسی یوم میثاق میں اُن سے اس حلفیہ بیان کا اقرار بھی کرایا، فرمایا قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ کیا تم نے اقرار کیا یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مکمل حلفیہ بیان کا ابھی میرے روبرو اقرار کرو، یعنی ابھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں رسول الرسل منظور ہیں، (اقرار کرو کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول الرسل منظور ہیں، دوسرا اقرار) کیونکہ بادشاہ جب کسی حاکم اعلیٰ کو مطیعین پر فائز کر کے بھیجتا ہے، تو اس اعلیٰ افسر کے ان پر حکمران ہونیکا پہلے اس کے ماتحتوں کو

میں خداوند نے اس کو نبوت کا خطاب نہیں دیا، تو آج وہ کیسے نبی کہلا سکتا ہے، کیونکہ جس جس کو نبوت خداوندی عطا ہونی تھی، اس کو تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہی مل چکی - اب آپکے بعد نبوت کا درجہ کسی کے لئے ہے ہی نہیں، تو مدعی جھوٹا سمجھا جائیگا، اس آیت کریمہ کی رُو سے جب مرزا غلام احمد کو ابنیا ورسل کی جماعت میں خطاب نہیں کیا گیا، تو جو آج بعد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا مدعی بنے تو مسلمان کب تسلیم کرسکتا ہے، کیونکہ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ سے جن کو پہلے نبوت عطا ہو چکی تھی، ان کو خداوند نے مخاطب کرکے حلفیہ دعدہ لیا ہے اور انہوں نے ہی اَقْرَرْنَا کا اقرار بھی کیا، مرزا صاحب بعد کے مدعی ہیں، قبل کے نہیں، تو رسول اور نبی بھی نہیں، بلکہ خداوند کریم کی آخری سزا کے مستوجب قرار دیئے جائیں گے۔

"مرزائی": مولوی صاحب ختم نبوت کا منکر کون ہے؟ ذرا سوچیں تو! جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک تشریعی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آنے کا قائل ہو، اور پھر بھی اس کے عقیدے کے مطابق ختم نبوت بدستور رہے۔ یعنی منکر نہ کہلائے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بالتبع ظلی نبوت کا قائل ہو، تو اس کو ختم نبوت کا منکر کہا جاوے، تو کتنی ظلم کی بات ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً نبوت ختم ہے، تو نئے اور پرانے نبی کی تفریق کرنا ایمان کے خلاف ہے۔

"محمد عمر": یہ روسرت یہ اعتراض تمہارا در بدر پھر رہا ہے، اور اس کو تم اپنے مذہب میں مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑا زور دار سمجھتے ہو، حالانکہ تمہارا یہ سوال محض مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت منوانے کے لئے ہے، نہ کہ قرآنی سوال ہے اور نہ یہ خاتمیت محمدیہ کی خاطر ہے، یہ محض تمہارا ہیر پھیر کلامی ہے، جو مقلدین مرزائیت کو دعوکا دے رہا ہے، اور نہ یہ ہمارا عقیدہ بنایا ہوا نہیں، بلکہ حکم خداوندی ہے، حالانکہ ختم نبوت کا مسئلہ یوم میثاق میں خداوند کریم نے حل فرما دیا ہے جبکہ انبیاء کرام ورسل علیہم السلام کو ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ فرمایا یعنی تم تمام کی نبوت ورسالت کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد ایک رسول آئیگا۔ تو اسی دن ختم نبوت کا فیصلہ خداوندی ہو چکا، کیونکہ جس کو نبوت اور رسالت تقسیم ہونی تھی اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تقسیم کرکے بعد ازاں تو نبوت ورسالت کا اجراء ختم ہو چکا آپ کے بعد اور کسی کو نہ ظلی نہ بروزی نہ تبعی نہ متبوع کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی، نہ کہ پہلے انبیاء ورسل علیہم السلام کی نبوت ورسالت معاذ اللہ چھن گئی

ہوں، کہ نہ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کے اعلان کو تسلیم کرنا اور نبوت کے معلن کو جھوٹا سمجھنا، خواہ کسی قسم کی نبوت کا مدعی ہو، اور جیسا کہ تم نے حلف اُٹھا کر وعدہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا کیا ہے، میں بھی تمہارے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول الرسل اور آخری نبی ہونے کا اور تمام رسولوں کے تصدیق کنندہ ہونے کا اور ان کے مطاع ہونے کا اور تمہارا منصور ہونے کا گواہ ہو رہا ہوں، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول الرسل ہونگے، ان کے لئے کوئی رسول یا نبی نہ ہوگا، اور نہ ان کے بعد کسی قسم کے نبی کو پیدا کرونگا، سب نبیوں اور رسولوں کے آخیر ہی مبعوث کرونگا، وہ سب کے مصدق ہونگے، ان کو مصدق کی ضرورت نہ ہوگی، نہ خود میرے مصدقہ نبی ہوں گے، ان کو مطاع ہی پیدا کرونگا، وہ کسی کے مطیع نہ ہونگے، ہر ایک اُن کا خادم ہوگا، وہ کسی کے خادم نہ ہونگے، بعد ازاں تمام انبیاء و رُسل کو یہ حکم سنایا فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ تو جس شخص نے اعراض کیا (رسول الرُسل پر نبوت ختم ہونے سے اس حلفیہ وعدہ کے بعد جاکر) تو یہی وہ فاسق ہیں۔

تو اللہ رب العزۃ نے یوم میثاق انبیا کرام و رسل علیہم السلام کے اس حلفیہ بیان ختم نبوت کو بیان فرما کر بعد میں اعلان عام کر دیا کہ جو شخص اس حلفیہ بیان یوم میثاق کے بعد لو جو شخص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو نبوت کے ختم ہونے کا یقین نہ رکھے گا، وہ مومن یا مسلم تو کجا فاسق کہا جائے گا، یعنی مولائے ذوالجلال کے دربار میں جس صف میں زانی، چور، جواری بدمعاش ہونگے، اسی جماعت میں اس کو شمار کیا جائے گا کیونکہ تمام امتوں کے تمام انبیا و رسل علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لیا گیا اور اس نے اپنے اس پیشوا حقیقی کے وعدہ خلاف کیا، جو اس نے خداوندی دربار میں کیا تھا، لہذا وہ فاسق ہے ختم نبوت کا منکر اجرائے نبوت کا قائل، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے وعدہ میثاق کو توڑنے والا حدِ خداوندی سے متجاوز ہے، اور وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ کے فتوے کا مصداق ہے، اور اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص اپنی نبوت کا دعوای کرے، تو وہ جھوٹا ہے، کیونکہ یوم میثاق وہ انبیا کرام و رسل علیہم السلام کی جماعت

بِالقتال کا حامی نہیں، بلکہ جہاد بالقلم کا حامی ہوں، تو میم غین کے متعلق حکم صادر فرمادے کہ یا تو اپنے اس کاروبار کو چھوڑ دے ورنہ تو باغی سلطنت قرار دیا جائیگا۔ تو وہ کہے کہ تم بڑے ظالم ہو، کہ سابقہ بادشاہ عین کو حبس دائمی کا حکم صادر نہیں فرماتے اور میں جس نے آج تک کسی مُلک پر حکمرانی کی ہی نہیں، تو میرے عمل کو تو بغاوت پر محمول کرتا ہے، تو میم غین کو ضرور جواب دیگا، کہ تو شاطرانہ چال میرے ساتھ کھیلتا ہے، عین گو سابقہ شاہ رہا ہے، لیکن اب وہ میری سلطنت میں باغیوں کو درست کرنے کا کام کر رہا ہے، اور سلطنت یا خطاب سلطانی کا خواہشمند نہیں، اور تم میری سلطنت کے ایک فرد ہو کر میرا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے ہو، اور محض اپنی چال سے حکمرانی اور سلطانی کے خواہشمند ہو، اور کبھی جانشین کے مدّعی بھی بن جاتے ہو، یہ بغاوت نہیں تو اور کیا ہے، تو میم غین کے اس عُذر یا بہانے سے غین کو چھوڑ کر عین کو کبھی گرفتار نہ کریگا، اور نہ ہی غین کے اپنے اعمال سے باز آنے پر اس کو بحالہ رہنے دیگا، بلکہ اس کو بمعیت ناسقین جیل خانے میں حبس دائمی کی سزا دیگا، بعینہ یہی حال آپکے مرزا غلام احمد صاحب کا ہے کہ غلامی کے دھوکے میں نبوۃ کے عہدہ کو سنبھالنے کی کوشاں رہے، بلکہ دعوای نبوّۃ کا اظہار بھی کرتے رہے، اجرائے نبوّت کا علی الاعلان دروازہ کھولدیا، جیسا کہ اُن کے متبعین کا یہی حال ہے، حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو رب العزّت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونیکی مجسمہ دلیل نازل فرمادینگے، جو یہ قرب قیامت زمانے کو دلیل دینگے، کہ میں باوجود یکہ سابقہ سچا نبی ہوں، لیکن زمانہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہونے کی وجہ سے میں سابقہ نبی اپنی نبوّت کا معلن نہیں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہونے کو فخر سمجھتا ہوں - یہی میری صداقت کی دلیل ہے - اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدّعی نبوّت بنا - وہ جھوٹا جعلی نبی تھا، اور اس کے متبعین بھی جھوٹے، جنکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کا خیال نہیں، اور وہ آپ کی ختم نبوّت کو توڑنا چاہتے ہیں، اور وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ کے مرتکب ہیں اور اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کی سزا کے مستوجب ہیں -

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ رب العزّت نے یوم میثاق میں ہی نبوّت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا اور فیصلہ کلی فرمادیا۔ اور ختم نبوّت کا اقرار بھی تمام انبیاء ورسل علیہم

جو تم دھوکا دے رہے ہو، جنکو نبوت اور رسالت کا مصداق بناکر نبی و رسول بنانا تھا۔ وہ ہٹ چکے، ان کی نبوت و رسالت کی ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے، یعنی ان کی نبوت و رسالت بعد از بعثت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چل نہیں سکتی، نہ کہ اُن کا گذشتہ خطاب بھی اُن سے چھن گیا ہے، اب کوئی سابقہ نبی آبھی جائے، تو وہ تشریعی نہیں کہلا سکتا، کیونکہ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شریعتوں کو منسوخ کردیا ہے، سابقہ نبی کا نبوت سے خلا بھی نہیں اور اجراء بھی نہیں جیسا کہ اگر ایک آیت دوسری آیت کے حکم کو منسوخ کردے تو آیتِ سابقہ بحیثیت کلام الٰہی ہونے کے کلام خداوندی ہی کہلائیگی، اور اس کی تلاوت بھی مومنین کرتے ہیں، لیکن بموجب آیت ثانیہ ناسخہ اس کا حکم منسوخ ہوچکا، اس سابقہ آیت کا حکم جاری نہیں ہوسکتا۔ تو تمہارا کہنا کہ تشریعی نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تسلیم کررہے ہو، یہ غلط ہے؛ کیونکہ جب اُن کی شریعت قرآن کریم نے منسوخ کردی تو اب اُن کی نبوت کا عنوان باقی ہے، نہ اُن کی شریعت یا اُن کا صاحب شریعت کہلانا باقی ہے، پہلے وہ صاحب شریعت تھے اب نہیں، جب اُن کی شریعت کا ہی بقا نہیں، تو صاحب شریعت کیسے؟ مثلاً ایک مثال مشہور ہے کہ کسی نے کسی سے سوال کیا کہ تم کون ہو، تو مجیب نے جواب دیا کہ میں زمیندار ہوں، سائل نے کہا کتنی زمین کے مالک ہو، تو مجیب بولا کہ زمین تو دے چکا ہوں، اب تو محض وار ہی وار ہوں، پھر تمہارا کہنا کہ بنی اسرائیل کے نبی کے آنے کے تم قائل اور امت محمدیہ سے نبی پیدا ہونے کے قائل کیوں نہیں، تو بھائی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کے قائل نہیں، کیونکہ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ میثاقی وعدہ مانع ہے، اور آپ سے سابقہ انبیاء و رسل کا ہم انکار نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی بعد میں پیدا ہوکر سابقین کا ظل بنے تو نہ ہم ایسے کے قائل ہیں، کیونکہ امت محمدیہ میں نبی پیدا ہو سکتا ہی نہیں، یہاں تو جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت و نذارت لازوال مل چکی ہے، تو زوالی بشارت و نذارت امت محمدیہ میں باعث ذلت ہے، تمہارے سوال کے جواب میں فقیر ایک مثال پیش کرتا ہے، مثلاً الف و نون و عین وغیرہم بادشاہ ہوں تو تم نے آکر تمام کے ممالک کو فتح کردیا تو پھر ان نون والف وعین سے ایک عین مَ کی سلطنت میں بلا اسلحہ پھر رہا ہے، بلکہ میم کی سلطنت کے باغیوں کی اصلاح کرے اور میم کی سلطنت میں ہی ایک غین اپنے رضا کار بھرتی کرکے اپنے اصول کے ماتحت ان کو اپنے مصنوعہ اسلحہ سے مسلح کرکے مجاہدین تیار کرے اور مدعی اس امر کا ہو کہ میں مجاہدین

پہلے رُسل کا ذکر فرما کر رب العزۃ نے آگے ارشاد فرمایا کہ اب بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو، تو اہل الذکر یعنی اولیاء اللہ سے دریافت کر لیا کرو، اگر بعد از محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت جاری ہوتی، تو رب العزۃ مسلمانوں کو اولیاء اللہ کے سپرد نہ فرماتے، بلکہ فرما دیتے آپکے بعد جو رسل آنیوالے ہیں، اُن سے دریافت کر لیا کرو، جب اولیاء اللہ سے سوال کے حل کرنے کا ارشاد فرمایا، تو ثابت ہوا، کہ نبوت پہلے جاری تھی، جس کا ذکر کیا گیا، لیکن آپ کے بعد نبوت و رسالت بند ہے کسی کو نبوت و رسالت کے مدعی ہونے کا حق نہیں رہا، اور ملاحظہ ہو۔

(۶) فرقان $\frac{۲۴}{۵}$ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ۔
اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کے پہلے رسولوں کو مگر وہ کھانا کھاتے تھے،

(۷) حٰم سجدہ $\frac{۲۴}{۵}$ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ۔
آپ کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی کچھ کہا گیا، جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا۔

(۸) زمر $\frac{۲۴}{۴}$ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ۔
اور ضرور ہم نے آپکی طرف (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کی اور ان لوگوں یعنی (نبیوں) کی طرف جو آپ کے پہلے تھے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے وحی نبوت و رسالت فرمائی، آپ سے پہلے بھی ایسے ہی کی، لیکن آپ کے بعد دروازہ وحی و نبوت و رسالت قطعاً بند ہے۔ اسی لئے وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ بَعْدِكَ نہیں فرمایا، آپ کے بعد نبوت کا نیا دروازہ کھولنے والا مجرم خداوندی ہے، منکر قرآن کریم ہے، مکذب آیات قرآنی ہے۔

(۹) روم $\frac{۲۱}{۵}$ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ۔
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے بہت رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف۔

(۱۰) رعد $\frac{۱۳}{۱۴}$ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ۔
اور ضرور بالضرور ہم نے آپ کے پہلے کئی رسول بھیجے۔

اس آیۃ کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اللہ تعالےٰ نے رُسل تو بہت مبعوث فرمائے، لیکن آپ کے بعد میں رُسل کا سلسلہ بند ہے، اسی لئے آپ کے بعد کسی رسول کے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۱۱) شوریٰ $\frac{۲۵}{۱}$ كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ۔

السلام سے کرایا چنانچہ اسی کے مطابق ہی دنیا میں عمل شروع ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اطہر میں رب العزۃ نے قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیا و رسل مبعوثین کا ارشاد فرمایا، آپکے بعد سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سابقہ نبی کے نزول من السماء کے کسی اور نبی اور رسول کے پیدا ہونے کی اطلاع نہیں فرمائی، آپکے مابعد کسی قسم کے نبی پیدا ہونے کی قرآن کریم میں اطلاع نہیں دی گئی، سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی اطلاع قرآن کریم میں اکثر مقامات پر مذکور ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوۃ ختم ہونیکا بیّن ثبوت ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے، ملاحظہ ہو۔

(۲) طٰہٰ ۱۶/۵ ۱۱ — كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۔

اسی طرح بیان کیں ہم نے ماسبق کی خبروں سے ۔

اگر آپ کے بعد نبوت کا اجراء ہوتا تو بعد کے مبعوث ہونے والے انبیاء و رسل کی خبریں بھی ضرور قرآن کریم میں ہوتیں، صرف ایک سابقہ نبی علیہ السلام نے بعد میں بلا اعلان نبوۃ نازل ہونا تھا، مرزائی اس کا تو منکر ہو بیٹھا اور اس کی جگہ ایک اپنی طرف سے نبی بنا کر خداوند کا مدمقابل بن بیٹھا کہ اگر خداوند سابقہ نبی کو آپ کے بعد بھیج سکتا ہے، تو ہم مرزائی ایک خود بھی تیار کر سکتے ہیں، اور خاتم النبیین کا بھی ہمیں انکار نہیں، خداوند کریم تسلیم کریں یا نہ کریں، اس دھڑے کا نہیں تو دوسرے دھڑے کا تو انکار ہی نہیں، اور سنیئے، تم مرزائیوں نے تو ایسے آدمی کو نبی بنا لیا ہے، جو نصف مرد اور نصف عورت ہونے کا مدعی ہے، حالانکہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ پہلے جتنے انبیاء کرام تشریف لائے وہ تمام مرد ہی تھے۔ ملاحظہ ہو۔

(۳) نحل ۱۴/۶ — وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَيْهِمْ

(۴) یوسف (آخر) — وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَيْهِمْ ۔

(۵) انبیاء ۱۷/۱ — وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کے پہلے مگر مردوں کو جنکی طرف ہم وحی کرتے تھے، تو تم اہلِ ذکر سے دریافت کر لیا کرو اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو۔

(۱۵) رعد ۱۳/۱

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ٥

اور کوئی بات نہیں ، اب آپ ہی (تمام مخلوق میں) اکیلے ڈرانیوالے ہیں، نذیر ہیں ، اور آپ ہی ہر قوم کے لئے ہادی ۔

اِس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا ، کہ آپ ہی اب ہر قوم کے ہادی ہیں ، آپ کے بعد کوئی دوسرا نذیر یا ہادی نہیں ، یعنی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا ، اور نہ بن سکتا ہے ،

"مرزائی" ۔ جب پہلی اُمتوں میں رُسل آتے رہے تو اب کیوں بند کئے گئے ، کیا یہ اُمت ناقص ہے ؟

"محمد عمر" ۔ بھائی اُمت ناقص ہوتی ، تو انبیاء کے مبعوث ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی ، دوسرا جواب یہ ہے ، کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے سوال کا جواب دیدیا ہے ، فرمایا ۔

(۱۶) فاطر ۲۲ آخر

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ٥

پھر وہ منتظر نہیں ، مگر پہلوں کی سنت کے (مطابق چاہتے ہیں) ۔

یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں ، کہ پہلے لوگوں کی طرح ہم میں بھی رسول آئیں ، تو یہ نہیں ہو سکتا ، کیونکہ اب نبوت آخری ہے ، تو قانون بھی آخری ، اب اس اُمت میں کسی نبی یا رسول کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ، کیونکہ فرمایا حجر ۱۴/۱ ۔ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ اور تحقیق پہلوں کی سنۃ گذر چکی ، اب تو گذشتہ تمام سنتیں گذر چکیں ۔ اب نہیں

(۱۷) عنکبوت ۲۱/۵

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔

کیا اور نہیں کفایت کیا ، اس بات نے کہ ہم نے آپ پر کتاب اُتاری ، جو اُن پر پڑھی جاتی ہے ، یعنی (قرآن کریم کافی نہیں) ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، کہ کیا یہ لوگ پہلے لوگوں کی سنت چاہتے ہیں ، یعنی نبوت کے متمنی ہیں ، کیا اُن کو قرآن کافی نہیں ، اگر نبوت کے متمنی ہیں ، تو کتاب (قرآن کریم) کے علاوہ کسی الہامی کتاب کے بھی خواہشمند ہیں ، حقیقۃ الوحی ہو یا مکاشفات وغیرہ ہو ۔ حالانکہ انبیاء رسل بھی پہلے لوگوں میں تھے الہامی کتابیں بھی آپ کے پہلے لوگوں کو ملیں ، بعد کے لوگوں کو نہیں ، آپ کے بعد میں نہ کسی کو نبوت مل سکتی ہے اور نہ کسی پر کوئی صحیفہ یا الہامی کتاب نازل ہو سکتے ہیں ، فرمایا

(۱۸) بقرہ ۱/۱

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ٥

اسی طرح آپ کی طرف وحی کی گئی اور اُن رسولوں کی طرف جو آپکے پہلے تھے،

اس آیت کریمہ سے آپ کے ماقبل رُسل کی وحی رسالت و نبوت کا ذکر فرمایا، مابعد کا سلسلہ بند ثابت ہوا۔

(۱۲) سجدہ ۲۱/۱ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ

تاکہ ڈرائیں آپ ایسی قوم کو جنکے پاس آپ کے پہلے نذیر آئے، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ آپ اُس قوم کے نذیر ہیں، جو آپ کے پہلے سابقہ نذیروں پر ایمان لانیوالے ہیں، جو بعد کے نذیر مقرر کرنیوالے یا مدعی ہیں، ان کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر نہیں، یعنی منکرین نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی آپکی نبوت و رسالت کا وہ شخص قائل ہے، جو آپ پر اور آپسے سابقہ نبیوں پر ایمان رکھے، اور تسلیم کرے، جو بعد کے مدعی رسالت کے قائل ہیں، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا مکذب ہے۔

(۱۳) زخرف ۲۵/۱ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور پہلوں میں ہم نے کئی رُسل بھیجے۔

خداوند کریم نے کیوں نہ فرما دیا، کہ بعد کے لوگوں میں بھی ہم رُسل کو بھیجیں گے۔

"مرزائی" ۔ کیا اب عیسیٰ علیہ السلام بھی نہ آئیں گے؟

"محمد عمر" ۔ پھر وہی بات، جب فقیر نے پہلے فیصلہ کر دیا کہ عیسیٰ بہتوں کے رسول رہے ہمارے لئے بحیثیت رسول نہیں تشریف لاوینگے، پھر ان کی رسالت مِنْ قَبْلِكَ میں داخل ہے، نہ کہ مِنْ بَعْدِكَ، جھگڑا تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو رسالت مل سکتی ہے؟ - نہیں ہرگز نہیں، ممکن ہی نہیں!

(۱۴) نحل ۱۴/۵ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا -

اور ضرور بالضرور ہر امت میں ہم نے (زمانہ ماضی میں) رسول بھیجا۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا، کہ خداوند کریم کا ماسبق کے لئے قانون تھا کہ ہر امت کے لئے ایک رسول آتا، لیکن اب قانون ختم نبوت کا جاری ہے، چنانچہ فرمایا۔

پہلے نبیوں پر اُتاری گئی ہے، اور آپ کے بعد کی جعلی وحی مثلاً حقیقۃ الوحی اور تذکرہ وغیرہما جس وحی کا ذکر قرآن کریم میں نہیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابعد سلسلہ وحی کا ذکر ہی نہیں، توہم اُن پرایمان لانے سے معذور ہیں، حالانکہ اُن کو جو شخص الہام الٰہی سچے سمجھے، تو خداوند کریم نے اس کو فتاق سی شمار کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں، اور آپکے بعد کی الہامی آیت الٰہی ہو ہی نہیں سکتی، اور یہی سبق ہمیں رب العزت نے سکھایا ہے، سنیئے۔

(۲۲) آل عمران ۳

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور جو ہم پر اُتارا گیا اور جو شے اُتاری گئی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق ویعقوب علیہما السلام پر اور اُن کی اولاد پر اور جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام دیئے گئے اور باقی تمام انبیاء کرام جو اپنے رب کی طرف سے دیئے گئے، ہم کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اُس کے لئے ایمان لانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی رب العزۃ نے پہلے نبیوں کے چند نام لیکر ایمان لانے کی تاکید فرمائی، بعد کے ایک دو نبیوں کے نام تک نہیں لئے، معلوم ہوا، کہ بعد میں خدا کی طرف سے کوئی نبی اللہ بن سکتا ہی نہیں، اگر بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت جاری ہوتی، تو رب العزت آپسے سابقہ انبیاء و رسل کی طرح آپکے بعد کے نبیوں یا رسولوں کے ضرور اسماء گنواتے۔ آپکے اسلاف انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنا اور خلف کے مدعیوں کو محض زیر و کا نمبر دینا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو ثابت کر رہا ہے، اور اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ایک اور عقدہ بھی حل فرما دیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقین انبیاءؑ میں شمار فرمالیا، تاکہ اگر اب قرب قیامت آپ دوبارہ تشریف لاویں، تو اُن کو کوئی جہالت سے دوبارہ نہ شمار کر لے، بلکہ وہ پہلوں کی گنتی میں ہی شمار ہونگے جیسا کہ ایک شخص جب کسی سے ایک دفعہ اپنا حصہ حاصل کر لے تو کوئی جاہل اس کو دوبارہ حصہ گیروں میں دیکھ کر قاسم کے گلے لپٹنے جائے کہ مجھ کو بھی ان کا کچھ حصہ دیا جائے جو اُن کو دیا ہے کیونکہ پہلے اپنا

متقی وہ لوگ ہیں، جو ایمان لاتے ہیں اُس شے کے ساتھ جو آپ کی طرف اُتاری گئی، اور جو آپکے پہلے اور آخرت کے ساتھ وہ یقین رکھتے ہیں،

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ متقی وہی لوگ ہیں، جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوندکریم نے نازل فرمایا اور جو آپ سے پہلوں پر نازل فرمایا، بعد کے کسی پر کسی شے کے اُتارنے کا ارشاد نہیں فرمایا بلکہ آپ کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا، کہ وہ قیامت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہ ہوگا، جس پر کوئی وحی نبوت یا رسالت نازل ہے، آپ پر یا آپ سے پہلے نازل ہو چکی سو ہو چکی، آپ کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت بند ہے، اسواسطے سلسلہ وحی نبوت و رسالت بھی بند۔

(۱۹) نساء ۵/۵ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور مومن وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں، اس چیز کے ساتھ جو اُتاری گئی آپکی طرف، اور جو شے اُتاری گئی آپکے پہلے، اور جو کوئی آپ کے بعد کہے کہ مجھ پر یہ آیت اُتاری گئی تو مومن وہ ہے جو اس کا انکار کرے، کیونکہ ایماندار کا عمل قرآن کریم پر ہے، اور قرآن کریم نے مومن کی تخصیص فرمائی کہ مومن قرآن کریم پر ایمان لائے، اور سابقہ کتب و وحی پر ایمان لاوے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی وحی نبوت و رسالت کا انکار کرے تو مومن ہے ورنہ نہیں،

(۲۰) نساء ۵/۱۹ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کتاب (قرآن) کے ساتھ جو آپ پر اُتاری گئی ہے اور اس کتاب کے ساتھ جو پہلے اُتاری گئی، اور جو بعد کے اُترنے کا دعویٰ کرے حقیقۃ الوحی ہو یا تذکرہ، ان تمام کے ساتھ انکار کرو۔

(۲۱) مائدہ ۶/۹ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

نہیں بدلہ لیتے تم ہم سے، مگر یہ کہ ایمان لائے ہم اللہ کے ساتھ اور جو ہماری طرف اُتارا گیا اور جو ہمارے سے پہلے اُتارا گیا، اور بے شک بہت تمہارے البتہ بدکار ہیں، کیا تم ہم سے اس بات کا بدلہ لیتے ہو، کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ تعالےٰ اور قرآن کے ساتھ اور جو شے

اور پچھلے ولیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رسول الرسل کے خدمتگار کہلا ئینگے مدعی رسالت نہ کہلا ئینگے، اور اب نہ اُن کا یہ مقصد ہوگا، کیونکہ اب خاتم النبیین تشریف لے آئے ہیں، رسول الرسل کا زمانہ آگیا ہے، جنہوں نے آکر ہر ایک کو جس سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا اور جن کے سامنے کوئی مدعی رسالت و نبوّت نہیں بن سکتا، کیونکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یوم میثاق والے ختم نبوت کے وعدے کو یاد دلا کر اعلان فرمادیا ہے۔

(۲۴) اعراف ۲۰/۹

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔

فرمادیجئے، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے لوگو بلا شک میں تم تمام کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں، جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کا مُلک ہے

اس آیت کے اعلانِ مصطفوی نے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب العزت نے کرایا، علوی سفلی آپکی شاہی نبوّت ظاہر فرمائی، تاکہ ثابت ہوجائے، کہ تمام آسمانوں اور تمام روئے زمین میں اب صرف آپکی ہی رسالت ہے، اس کے بعد جو مدعی رسالت وہ اس حکم کی رُو سے اللہ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اعلان کرایا اور آپ نے اعلان فرمایا تو بعد ازیں مدعی رسالت آپ کے مقابلہ میں ظلی بروزی اپنی رسالت کا مدعی مکذب قرآن قرار دیا جائیگا، کیونکہ تمام علوی سفلی کے رسول اور رسول الرسل تشریف لا چکے ہیں، چنانچہ کوئی مجسٹریٹ کسی بزرگ کی خدمت کرے اور اپنی مجسٹریٹی کسی کو نہ جتائے تو اس کی ہتک نہ سمجھی جائیگی، اور اگر ایک نااہل اپنے بزرگ کے مجسٹریٹ کی خدمت کرتے دیکھ کر وہ جعلی مجسٹریٹ بن بیٹھے کہ مجسٹریٹ میرے باپ کے خدمتگار رہیں، تو میں کیوں نہ مجسٹریٹی کا مدعی بنوں تو مستوجب سزا ہوگا، اور باپ کی یہ ہتک ہوگی، اور باپ لڑکے سے ناراض ہوکر کہیگا کہ ایسا نالائق لڑکا پیدا ہوا، کہ اس نے میری عزت کا پاس تک نہ کرتے ہوئے جعلی مجسٹریٹی کا مدعی بنکر سزاوار ہوگیا، خدا ایسے نالائق لڑکے کسی کو نہ عطا کرے، اس سے تو دوسرے کا لڑکا اچھا ہے جس نے جب سے میری غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے، اپنی حقیقی مجسٹریٹی کا کبھی نام تک نہیں لیا، ہر وقت میری غلامی میں ہے مصروف ہے تو کیوں نہ وہ مجسٹریٹ خدمتگار فیض یاب ہوگا اور اس کا لڑکا کیوں نہ باپ کا عاق شمار کرکے جائداد و ورثہ سے بھی یعنی ایمان سے بھی محروم کیا جائیگا۔ فافہم و اللہ

حصہ وصول کرچکا ہے، اب پھر دوبارہ کیوں یہاں پھر رہا ہے، تو قاسم غنی کو جواب دیگا، کہ کچھ عقل سے کام لو، اگر میں اس کو دوبارہ حصہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھاؤں، یا وہ حصہ لینے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو تم بھی کہہ سکتے ہو کہ مجھے بھی کچھ مل جائے، جب میں نے جو کچھ خواص پر تقسیم کرنا تھا، وہ تقسیم کرچکا ہوں، اب میں تم کو کہاں سے دوں، تو غ کہدے کہ تم نہ دو گے تو میں آخری حصہ گیر سے کچھ لیلونگا، تو قاسم م کو کہدے جس کو اس نے آخری حصہ دیا ہے، کہ تم پہلے حصہ گیروں سے کلام کرنا، اس سے کلام ہی نہ کرنا، ایسے ہی رب العزت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان سے بعد کے نبوت کا دعویٰ کرنیوالے ہیں، اُنسے کلام ہی نہیں کرنے دیتا، تو وہ اُن سے حصہ دار اور نائب وتابع نبی کیسے کہلا سکتے ہیں، سنئے، اللہ کریم فرماتے ہیں -

(۲۳) زخرف ۲۵/۴

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ

اور دریافت فرمائیے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آپسے پہلے رسول ہیں، کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی معبود بنایا ہے، جو پُوجا کئے جائیں وہ -

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی الوہیت کے متعلق پہلے انبیاء و رُسل سے مخاطب ہونیکے لئے فرمایا جس سے صاف دو مطلب ظاہر ہو رہے ہیں،

(۱) - اگر کوئی بعد کا مدعی رسالت من اللہ ہوتا تو خداوند اس کے متعلق بھی آپ کو ہمکلام ہونے کا فرمادیتے، معلوم ہؤا کہ کوئی مدعی نبوت بعد میں ہے ہی نہیں -

(۲) - اور خداوند کریم کو یہ علم تھا، کہ بعد میں نبوت کے مدعی جھوٹے ہیں، اس لئے الیسوں کو کسی شمار میں ہی نہیں لیا اور یہ گوارہ نہیں کیا کہ میرا نبی آخرالزمان ایسے جھوٹے مدعیوں سے مخاطب ہوں ورنہ ضرور ارشاد ہوتا -

"مرزائیؑ" - اس سے تو وفات مسیح ثابت ہوئی -

"محمد عمر" - تمہارا دماغ معطل ہے، فقیر پہلے عرض کر آیا ہے کہ وہ پہلے نبیوں میں شمار ہوچکے ہیں، اب انکی آمد ثانی مدعی رسالت کی نہ ہوگی، تاکہ یہ اعتراض لازم آئے، وہ سابقہ انبیاء ورسل سے ہیں، اسلئے رب العزت نے مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم بھی شامل ہیں، آپسے بعد والے جھوٹے مدعی نبیوں میں شامل نہیں، سابقہ نبیوں میں شامل

ثابت ہوا کہ بیت اللہ تمام جہانوں کے لئے کعبہ ہے، اور ہدایت ہے، اس کے علاوہ بیت اللہ مقرر کرنا گمراہی ہے۔

ایسے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی، لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا، آپ تمام جہانوں کے لئے نذیر ہیں، آپ کے بعد کسی کو صفات نبوت سے نذیر مقرر کرنا یہ صاف قرآن کریم کا انکار ہے، کیونکہ عالمین کے لئے ایک، قرآن کریم عالمین کے لئے ایک کعبہ، عالمین کے لئے ایک نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے بشیر و نذیر ایک مقرر ہو گئے، اب دوسرا مقرر کرنیوالا سب کا منکر ثابت ہوگا جیسا کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے نذیر ہیں، اسی طرح آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بھی ہیں، اور آپ کی رحمت تمام جہانوں کو محیط ہے، اب آپ کی رحمت کے بعد کسی رحمت کی ضرورت نہیں چنانچہ فرمایا

(۲۷) انبیاء ۱۷/۷ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے فرمایا، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو محض تمام جہانوں کیواسطے رسول ہی بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ تمام جہانوں کی رحمت بھی آپ ہی ہیں، یعنی تمام جہانوں میں جس شئے کو کوئی زحمت درپیش ہو، تو اس کو آپ ہی کی رحمت بچا سکتی ہے، حتیٰ کہ عذاب الٰہی سے بھی اگر نجات کی کسی کو ضرورت ہو، تو آپ کا دامن رحمت ہی اس کا ناجی ہو سکتا ہے، تو ایسا تمام جہانوں کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو مخلوق کی ہر حوائج کو پورا فرمادے۔ تمام جہانوں کے رسول سے اگر کوئی شفایاب نہ ہو سکے، اور نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم مُلّاں خطرۂ ایمان کا متلاشی ہو، تو وہ لَا اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ کا مریض ہو چکا، ایسے مریض کے لئے بِیْ الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ہی کی پڑیاں کافی ہو سکتی ہیں، کیونکہ خداوند کریم نے جس ذات کو تمام جہانوں کا معالج اور رحمت بنا کر بھیجا، لیکن مریض کا اسپر اعتقاد ہی نہیں ٹھہرتا، تو ایسے شخص کو خداوند تعالےٰ نے اعلان فرما دیا ہے، کہ جس کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کفایت نہ کرے۔ تو فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ، جس کا دل چاہے ایمان لے آئے، جس کا جی چاہے انکار کردے، ہمیں ایسے شخص کی کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ جو آپ کی رحمت سے محروم ہوگا، وہ آپ کا کہلائیگا اور جسکو آپ کی رحمت سے تسلی نہ ہو، بلکہ کسی اور کا محتاج ہونا چاہے تو جائے، تو وہ غم

یہ اعلان قرآنی تو خداوند کریم نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرما دیجئے کہ میں تمام ارضی و سماوی کے لئے رسول بنکر خدا کی طرف سے آیا ہوں، اب میرے بعد کوئی ریاستی، کوئی قومی، کوئی ظلی نہ بروزی رسالت و نبوت کا مالک نہیں کہلا سکتا۔ اب خداوند کا اپنی طرف سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الکل بنا کر آپ پر ہی نبوت ختم کر کے اعلان کر دیا۔ سُن لیجئے:۔

(۲۵) سبا ۲۲/۳

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر کافی تمام لوگوں کیواسطے، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

اس اعلانِ الٰہی نے ثابت کر دیا کہ تمام لوگوں کے لئے نذیر بھی اور بشیر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہیں۔ اب یا تو مرزائی ناس میں شامل نہیں جنکو آپ کی بشارت و نذارت کافی نہیں، نئے بشیر و نذیر کا تقرر کر لیا ہے، یا اس حکم الٰہی سے منحرف ہے، اور سنیئے۔

(۲۶) فرقان ۱۸/۱

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا، تاکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے نذیر ہو جائیں۔

فیصلہ ہو گیا، کہ آپ قرآن کے ساتھ تمام عالمین کے نذیر ہیں، اللہ تعالےٰ کی صفت ہے رب العٰلمین، اگر کوئی شخص رب العالمین کا اقرار کرے تو ثابت ہوگا، کہ تمام جہانوں کے ایک رب ہونے کا اقرار کر رہا ہے، کیونکہ ایک خدا ہی رب العٰلمین ہے اور قرآن پاک خداوند کریم کی کلام پاک ہے، جسکی شان یہ ہے، کہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ نہیں ہے وہ قرآن مگر تمام جہانوں کے واسطے نصیحت جو اس آیت پاک کا معتقد ہے، اس کے لئے سوائے قرآن کریم کے اور تمام جہانوں میں کوئی نصیحت اکتفا نہیں کر سکتی۔

خانہ کعبہ کی شان ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے مکہ میں تیار کیا گیا برکت کا مقام ہے، اور ہدایت ہے تمام جہانوں کے لئے۔ ا

ہیں تو بھائی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کافی ہے، آپ کے بعد اور کسی نبی کی نبوت کی اتباع کی ضرورت نہیں، یہی سبق ہم کو خداوند کریم نے سکھایا ہے۔

(۲۸) نساء ع ۱۱/۵ وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

اور ہم نے آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے واسطے رسول بناکر بھیجا ہے، اور اللہ گواہ کافی ہے، جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا، پس وہ اللہ کا مطیع ہے، اور جس شخص نے رُوگردانی کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) تو ہم نے آپ کو اُن پر محافظ نہیں بھیجا۔

اس آیت پاک کے حکم نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر دیا۔ اسی بات پر اللہ تعالےٰ نے اپنی گواہی ثبت فرمائی ہے، اسیواسطے فرمایا کہ جس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری پر اکتفا کیا، تو بس اللہ تعالےٰ کا مطیع ہوگیا، اب اور کسی نبی کی نبوت کی ضرورت نہیں، اور جس شخص نے اطاعت نبوۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا نہ کیا اور آپ کی رسالت پر اکتفا نہ کیا، بلکہ کسی اور رسول کی رسالت کا مطیع ہوگیا تو فرمایا، وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور جس شخص نے آپکی رسالت سے اعراض کیا اور منکر ختم نبوت ہؤا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے وہ نکل گیا، اور تمام جہانوں میں اب واحد نبوت صرف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی، جو آپ کو مل چکی، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

(۲۹) نساء ع ۸/۵ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ ۔

پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ بے ایمان ہی رہیں گے، حتیٰ کہ آپ کو واحد حاکم نہ تسلیم کرلیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہؤا، کہ تمام جہانوں میں جو شخص آپ کی نبوت حکمیہ کو واحد تسلیم نہ کرے بلکہ کسی اور کو نبی مقرر کرلے، وہ بے ایمان ہی رہیگا، ثابت ہؤا، کہ تمام جہانوں میں آپ کی بعثت کے بعد محض آپ کی ہی نبوت حکمران ہے۔ اگر غلامی پر ہی اکتفا کیا جائے تو محبوب خدا ہو جائیگا، اور اگر نبوت کو ہاتھ ڈالے تو وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ میں داخل ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔

(۳۰) آل عمران ع ۴/۳ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔

فرمادیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم محبوب خدا بننا چاہتے ہو، تو میری غلامی

کا ہی کہلائیگا، اس کو حَسْبُہٗ جَهَنَّمُ ہی کفایت کرے گا۔

"مرزائی" ۔ تم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہو، لہٰذا تم بھی محمدی نہ رہے، عیسائی بنیگے۔

"محمد عمر" ۔ یہ اپنی بات ہمیں سُناتے ہو، اور ہم پر چسپاں کرتے ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمدی بننے کے لئے تشریف لائینگے اور عیسائیوں کو محمدی بنانے کے لئے، نہ کہ محمدیوں کو مسیحی کہلانے کے لئے نہ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا اور تم مرزائی مسیحی بن رہے ہو، ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کی اسلئے انتظار نہیں ہے، کہ وہ تشریف لائیں، تو اُن کی رسالت سے ہم استفادہ کریں، بلکہ انتظار اس لئے ہے، کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے، کہ وہ تشریف لائینگے تو مسیحیوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت میں داخل کرینگے۔ امت محمدیہ کی ترقی ہو گی جعلی مسیحیوں کا خاتمہ ہو گا، تمام محمدی امت ہی نظر آئیں گے، کیونکہ امتی خدام ہونے سے آپ کی توہین نہیں، بلکہ عزت ہے، کہ پرائے اپنے کہلائیں، افسوس ان پر ہے جو اپنے پرائے کہلائیں،

"مرزائی" ۔ ہم بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے قائل ہیں،

"محمد عمر" ۔ سبحان اللہ مرزائی صاحب! ایسا دھوکہ، اگر تم قادیانی خاتم النبیین کے قائل ہو، تو مرزا صاحب کی خلافتیں دو کیوں بن گئیں، لاہوری اور قادیانی جماعت یعنی مرزائیت دو حصوں میں کیوں منقسم ہو گئی قادیانی مرزائی مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ثابت کرتے ہیں، دیکھو حقیقۃ النبوۃ، اور لاہوری مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے ہیں، نبی نہیں مانتے۔ ملاحظہ ہو، النبوۃ فی الاسلام، یہ ہے مرزا جی کی نبوت کہ اُن کی اُمت ہی کو مرزا صاحب کی نبوت پر شک ہے، اگر سچے ہوتے تو اُن کی امت کو اُن کے نبی ہونے میں شک نہ ہوتا، معلوم ہوا، کہ مرزا جی کا دعوٰی نبوت بناوٹ پر مبنی تھا۔ یہ داؤ ہمارے ساتھ کھیلتے ہو، اگر تم مرزا غلام احمد صاحب کو نبی علیحدہ تسلیم نہیں کرتے تو تم احمدی کیوں کہلاتے ہو، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو غیر احمدی کیوں کہتے ہو، یعنی مرزا صاحب کو تم اصل سمجھتے ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی فرع سمجھتے ہو، ورنہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو غیر احمدی نہ کہو اور خود احمدی نہ کہلاؤ، وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ○

آؤ مرزائیو! اب بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو کافی سمجھو، اور غلام احمدیت کو ترک کر کے اُمت محمدیہ میں شامل ہو جاؤ، تاکہ آپ کی رحمت ہی تمہارے اعمال سیئہ کو اعمال صالحہ سے بدل دے۔ یہ طاقت اور کسی کو نہ ہوئی اور نہ انشاء اللہ ہو سکتی ہے، یہ طاقت صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی بننے سے خدا کی طرف سے انعام ہوتی ہے۔

"مرزائی"۔ اگر اُمت محمدیہ میں ہی لوگ گمراہی کی طرف راغب ہوں، تو پھر بھی کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

"محمد عمر"۔ یہ ڈیوٹی اب بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کی نہیں، کیونکہ اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے واسطے اگر کوئی نبی مقرر کیا جائے، تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے، کہ آپ کی نبوت ورسالت امت کو کافی نہ رہی۔ اس لیے خداوندکریم نے اُمتِ محمدیہ سے اُمتیوں کی یہ ڈیوٹی لگادی ہے، جونبی نہیں کہلا سکتے، سنیئے۔

(۳۳) آلِ عمران ۴/۴

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

اور چاہیئے کہ تم سے ایک ایسا گروہ ہو (مبلغین) جو نیکی کی طرف بلائیں، اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں اور یہی لوگ ہیں خلاصی پانے والے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واسطے آپ کی اُمت سے ایک گروہ پر جو اہل علم ہوں فرض ہے اور وہ صرف اُمتی ہی کہلائیں گے، نبی یا رسل نہیں کہلا سکتے، لہٰذا آپکے بعد بھی اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا، تو رب العزۃ اُمتی نبیوں کے خطاب سے بیان فرماتے، اُمتیوں کو مخاطب کرکے یہ کام امتیوں کے ذمے نہ لگاتے، ثابت ہوا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت خداوندکریم کے ہاں بند ہے، اور جب خداوندکریم کی اصطلاح ان امورات کے حاملین کو کسی قسم کے لفظ نبی سے نہیں نوازتی، تو مرزائی بیچارے کی کون سُنے اور ملاحظہ ہو۔

(۳۴) نساء ۵/۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

اے ایمان والو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور جو تم سے اُولی الامر ہوں اور اگر کسی شے میں تمہارا جھگڑا ہو جائے، تو اس کو اللہ کے سپرد کرو (قرآن دیکھو) اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کرو (حدیث

کرو، تو تمہیں اللہ دوست بنالیگا۔

اس آیت سے ثابت ہوُا، کہ مطاع بس اب تمام جہانوں میں ایک ہی ذات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، باقی سب مطیع ہیں، تو ارشاد الٰہی ہوُا کہ آپ فرمادیں کہ بس اب میری ہی غلامی میں آدمی محب اللہ بنجاتا ہے اگر ہمسری کا مدعی ہو تو عدو للہ ہے۔

اے مرزائی دوستو! نبوت تو ختم ہوچکی، اب اگر محب اللہ بننے کا ارادہ رکھتے ہو، تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر ہی اکتفا کرو۔ تاکہ محب اللہ بنجاؤ، اگر دوسرا رسول مقرر کر بیٹھے، تو یاد رکھو، عدوّ اللہ بن جاؤ گے۔

(۱۳) آل عمران ۴/۱۱

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

تم بہتر امت لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔

اس آیت کریمہ میں امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ کہ تم اے امت محمدیہ سب اُمتوں سے بہتر ہو، اگر اس اُمت محمدیہ کا کوئی نبی ہوتا تو اللہ جل شانہٗ فرماتے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ وَّ اَنْبِيَاءٍ وَّ كُنْتُمْ خَيْرٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ السَّالِفَةِ۔ جب محض اُمت ہی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا تو معلوم ہوُا، کہ اُمت محمدیہ سے کوئی نبی نہیں، اگر ہوتا تو خطاب خداوندی ضرور ہوتا، جب نہیں تو نہیں، نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالٰے نے ایسے ہی سبق دیا ہے۔ کہ جیسے تم اُمتی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے، اگر ایسے ہی کوئی دوسرا تمہاری طرح اُمتی ہونے کا مدعی ہو اور غلامی کے دائرے میں ہی رہے تو تمہارا ساتھی، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا مصداق، تو فرمایا۔

(۲۲) بقرہ ۱/۱۶

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ۔

پس اگر وہ ایمان لائیں، جیسا کہ تم اس کے ساتھ لائے، پھر تحقیق وہ ہدایت یافتہ ہیں، اور اگر انہوں نے اعراض کیا تو اور کوئی بات نہیں وہ اختلاف میں ہیں (یعنی بے ہدایت ہیں)۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوُا، کہ اگر کوئی اسلام کا مدعی ہو، تو اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح محض اُمتی ہی رہے، اس حد سے تجاوز نہ کرے تو ہدایت پر ہے اور مسلمان ہے، ورنہ بے ہدایت اور اُمت محمدیہ سے خارج ہے۔

(۳۶) حجرات ۲۶

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے ایمان داروں کو خطاب کر کے فرمایا، کہ اے ایماندارو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ تو میرے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے مت بڑھو۔ یعنی جب میں نے اس کو خاتم النبیین بنا دیا ہے، تو پھر تم رسالت کے آگے کیوں بڑھتے ہو اور اگر تم نے آپ کی رسالت کے آگے قدم رسالت یا نبوت بڑھایا تو یاد رکھو وہ خدا کے آگے بڑھنا چاہتا ہے، اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے بہانوں کو سن رہا ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قدم رسالت و نبوت آگے نہ بڑھاؤ، اور نہ بڑھے، خداوند کریم تمہاری اس مراد کو جاننے والا ہے بے خبر نہیں، اگر بڑھاؤ گے۔ تو یاد رکھو۔ ان کے دعویٰ سے یا تمہارے نبی یا رسول بنانے سے بن تو سکیں گے نہیں، البتہ تمہارے تمام اعمال زندگی ضائع ہو جائیں گے، کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم نے رسالت و نبوت کو جاری رکھ کر غلط قدم آگے بڑھایا ہے، جو چودہ سو سال سے کوئی نہ بڑھا سکا، اور نہ قیامت تک کوئی بڑھا سکتا ہے، سُنئے۔

(۳۷) سبا ۲۲/۹

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی رسول نہیں، نہ کہ تمہارے لئے قیامت تک نذیر ہیں، آپ کے بعد اور کوئی نذیر نہیں ہو سکتا اور جو کہے کہ امت محمدیہ میں نذیر آسکتا ہے، وہ مکذب قرآن کریم ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! ایسی آیات قرآنی سنکر، پڑھ کر، دیکھ کر کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نذیر نہیں آسکتا، پھر بھی تم منکر قرآن بنکر مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی تسلیم کر کے اجرائے نبوت کے قائل رہو، تو منکر قرآن کی جو سزا ہے وہ تم خود سوچ لو ورنہ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اور سنیئے۔

خداوند کریم نبوت و رسالت کی کلام پوری کر چکے ہیں، اب کسی انسان سے رب العزۃ نبوت و رسالت کا ایک کلمہ بھی نہیں فرما سکتے، ملاحظہ ہو ارشاد الٰہی۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو) اگر تمہارا ایمان اللہ اور قیامت کے ساتھ درست ہے، (کسی اور کو خود بخود نبی نہ بنالو)۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے پہلے اپنی اطاعت کا حکم فرمایا، بعد ازاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بعد ازاں مومنین سے اولی الامر اہل اللہ کی یعنی اولیاء اللہ کی (اطاعت کا ارشاد فرمایا)۔

اس آیت سے بھی ختم نبوت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ کیونکہ اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آپ کی امت سے ہوتا تو اللہ تعالےٰ بعد از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الامر اولیاء اللہ کی اطاعت کا ارشاد نہ فرماتے، بلکہ امتی نبیوں کا ارشاد فرماتے، اور پھر فرمایا۔ کہ اگر تم مسلمانوں میں کوئی جھگڑا ہو جائے، تو اللہ اور اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرو، یعنی اُن کا ہی فیصلہ کافی سمجھو، اولی الامر بھی کوئی فیصلہ کریں تو رب العزت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی جعلی امتی نبی یا رسول کے فیصلے کی طرف نہ جھانکنا اگر تمہارا ایمان خداوند اور قیامت پر صحیح ہے، اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم کسی نبوت کے اجراء کے قائل رہے، تو یاد رکھو۔ تو منکر خداوند اور منکر قیامت ثابت ہو جاؤ گے اور پھر فرمایا کہ جس شخص نے اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجاوز کیا۔ تو تمہارے اچھے اعمال بھی حبط یعنی ضائع ہو جائینگے، سنیئے۔

(۳۵) محمد ۴ ۲۶/۱۸ | یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ۔

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

اس آیت نے بھی مسئلہ ختم نبوت کو حل کر دیا، کہ اللہ کی اطاعت کرو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اگر کوئی آپکی امت میں سچا رسول مبعوث ہونا، تو اللہ تعالےٰ اس کی اطاعت کا ارشاد بھی فرما دیتے، بلکہ فرمایا، یاد رکھو، اگر تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کی خواہش رکھی، تو تمہارے تمام اعمال ضائع کئے جائیں، اس سے ثابت ہؤا، کہ مرزائیوں نے چونکہ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے تجاوز کر کے مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مقرر کر لیا ہے، لہٰذا اُن کے تمام اعمال اکارت ہیں اور سنیئے۔

زمانے میں مکمل ہو گیا، تو خدائی نبوت بھی ختم، کیونکہ اور نئے دین کی ضرورت ہی نہیں رہی، اب خدا کے پسندیدہ دین کو چھوڑ کر کون بیوقوف ہے جو مرزائیت کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہے، خدا کے دین برگزیدہ کو بھی چھوڑا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گیا، قرآن چھوڑ کر تذکرہ یا حقیقۃ الوحی کو ماننا پڑا، مسلمانوں کی جماعت سے نکل کر اسلام چھوڑا، پانچواں حصہ یا گیارھواں حصہ مال بھی مرزائیت کو سونپا، پھر بھی جہنم ہی ٹھکانا ہوا، ایسا پہلو کوئی برطانیہ کا غلام تو گوارہ کر سکے، مسلمان ومن گوارہ نہیں کر سکتا، کیونکہ دین بھی مکمل ہو چکا ہے، پھر آگے ارشادِ الٰہی ہے، وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کہ میں نے تم پر اپنی نعمت یعنی نبوۃ بھی پوری کر دی، اب نبوت کا بھی کچھ بقایا نہ رہا، یہ اس لئے فرمایا کہ شاید کوئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پڑھ کر نبوت کی خواہش نہ کر بیٹھے، اس لئے فرما دیا کہ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں نے تم پر اپنی نعمت بھی پوری کر دی، اب نبوت والی نعمت کی حرص نہ رکھنا کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے، میں اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا کر چکا ہوں۔ کیونکہ نبی دین بدلانے کے لئے آتا ہے، اور یہ دین اب بدل نہیں سکتا اور وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔ اب جو کوئی نیا دین مثلاً مرزائی، قادیانی یا لاہوری بنائیگا، تو خدا کے غیر پسندیدہ دین کو ماننے والا اور خدا کے غیر نبی کا متبع کہلائیگا، تو جب خداوند کریم نے دین مکمل کر دیا، نبوت کا اتمام ہو چکا، اب کوئی ان کو چھوڑ کر دوسری طرف جائے تو جائے، نبی اللہ کا متبع نہیں کہلا سکتا، کیونکہ نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری ہو چکی۔ اور سنیے۔

(۴۰) آل عمران ۴/۱۵

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔
اور نہیں ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ بحقیق گذر چکے پہلے آپ کے تمام رسول۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور باقی تمام رسول آپ سے پہلے گذر چکے۔ اب بعد کوئی نبی یا رسول پیدا ہونے والا نہیں،

اس آیت کریمہ نے مسئلہ ختم نبوت کو کیسے واضح کر دیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپکی نبوت و رسالت میں کوئی شک نہیں، آپ سے پہلے جتنے رسول تھے، وہ گذر چکے، اب بعد میں کوئی سلسلہ نبوت جاری نہیں، کیسی آسان عبارت سے رب العزۃ نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا مسئلہ حل کر دیا، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نبی اللہ نہیں، اب بھی اگر کوئی مرزائی کہے کہ نبوت جاری ہے،

(۳۸) انعام ۸/۱۴

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

اور آپ کے رب کا سچا اور عدل والا کلام پورا ہو چکا۔ اس کی بات بدلنے والی نہیں، اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

خداوندکریم نے فرمادیا کہ آپ کے رب کا سچا کلام اور عدل والا کلام پورا ہو چکا، وہ انبیاء و رسل سے کیا کرتا تھا، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام سے بھی فرمایا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۔ پھر کئی انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۔ پھر فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۔ اور خداوندکریم اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام سے کلام فرماتے ہیں، جن کی تین قسمیں فرمائیں، مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ اب کسی شخص سے ایسے کلام نہیں کرتے، کیونکہ دین مکمل ہو چکا، رسالت بند ہو چکی، چنانچہ فرمایا،

(۳۹) مائدہ ۶/۱

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

آج ہی تمہارا دین مکمل ہو گیا اور تم پر میری نعمت (رسالت و نبوت) پوری ہو چکی اور تمہارے لئے دین اسلام میں نے پسند کر لیا اور تمہارے مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا ہے۔

آئینہ کمالات
لاہوری مطبع ۲۷۵

انبیاء اسلئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔

تو رب العزت نے فیصلہ فرمادیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کہ آج سے تمہارے دین کو میں نے مکمل کر دیا، جب دین مکمل ہو چکا ہے بفرمان الٰہی، تو بقول مرزا صاحب بھی نبی کی ضرورت نہ رہی اور پھر رب العزت نے فرمایا کہ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ تمہارے لئے میں نے دین اسلام پسند کر لیا۔

جب ہمارے مسلمانوں کے واسطے اللہ جل شانہٗ نے دین اسلام پسند کر لیا اور پھر دین اسلام کو مکمل بھی فرمادیا، تو ثابت ہوا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، جب دین اکیلے

جو بطور رفع متکلم کے مفہوم کو واضح کر دیتا ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی لکن کے جملہ اوّل کا ایک حصہ نفی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معمولی نہیں ہیں، اس کو بطور رفع لکن کے بعد کے مغائر جملے کا حصہ اوّل اثباتی صورت میں رب العزت نے بیان فرمایا، وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ولکن اللہ کے رسول ہیں، ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمولی انسان نہیں، اسی اخفا کو ولکن رسول اللہ نے پہلے کے مغایر جملہ نے بطور رفع واضح کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ اتنی شان والے ہیں، کہ رسول اللہ ہیں، دوسرا حصہ پہلے جملے کا بصورت نفی اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے کسی آدمی کے باپ نہیں، اس میں اخفا تھا، کہ کیوں نہیں اور پھر کیا ہیں تو اس اخفا کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ لکن کے بعد کے مغائر جملے کے دوسرے حصے نے بطور رفع واضح کر دیا، کہ آپ اس لئے کسی بالغ جوان بیٹے کے باپ نہیں، آپ خاتم النبیین ہیں، اور اگر لکن کے ماقبل ومابعد کے سالم جملوں کو اکٹھا حل کرو گے تو بھی تغائر مطلب صاف ہے، پہلے جملے کا مفہوم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جوان لڑکا نہیں، اس کے اخفا کو بطور رفع تو واضح کیا گیا، لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، یعنی آپ خود بھی رسول اور بحیثیت رسول ہونے کے تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر چکے ہیں، یہ دلیل لمّی ہے۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور ایسی آئتیں جن میں لکن کا استعمال ہوا ہو اور اس کے بعد پہلے جملے کے مغایر اس کے مفہوم کو واضح کرنے کے واسطے بطور رفع جملہ دوسرا استعمال ہوا، ملاحظہ ہو، طوالت نہ ہونے کے سبب چند آیات عرض کر دیتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ بقرہ ۲/۳۳	وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور اگر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ روکے تو خدا کی زمین اجڑ جاتی، اور لیکن اللہ تعالےٰ تمام جہانوں پر فضل والا ہے۔

اس کا مطلب واضح ہو گیا کہ اگر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو نہ روکے تو خدا کی زمین اجڑ جاتی، تو اس میں اخفا تھا، کہ کیوں اور کیسے روکا۔ تو لکن کے بعد پہلے جملے کے مغائر جملے نے بطور رفع اخفاء کو دور کر دیا، لیکن اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اسلئے تمام جہانوں پر فضل کیا، اور بعض کو بعض کے ذریعے روکا۔ تو زمین بچ گئی، ایسے ہی پہلے جملے کا حل ہے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوان لڑکا نہیں، لیکن اللہ کے رسول نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، اس لئے آپ کے ہاں کوئی بڑا آدمی لڑکا نہیں۔

(۲) بقرہ ۲/۲۸	لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

تو مکذب قرآن ہے، اگر آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا ہو سکتا یا اگر کوئی اُمت محمدیہ سے ہی ہونا ہوتا تو اُس کا ذکر ضرور قرآن کریم میں ہوتا جیسا کہ ہود علیہ السلام کے بعد انبیاء کرام پیدا ہونے تھے، تو رب العزۃ نے فرمایا

(۴۱) احقاف ۲۶/۳

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ۔

اور یاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہود علیہ السلام کو یاد فرمایئے، جب اس نے اپنی قوم کو ریگستان میں ڈرایا اور ضرور گذر چکے تھے اس کے پہلے کئی نذیر اور اس کے پیچھے بھی۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہؤا، کہ جن انبیاء علیہم السلام کے پہلے اور بعد میں رسول پیدا ہونے تھے اُن کے ماقبل اور ان کے مابعد کا ذکر بھی ہؤا، اور یہ بھی معلوم ہؤا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے رُسل اور انبیاء علیہم السلام تھے جن کا ذکر مولا کریم نے فرما دیا، بعد کا ذکر نہ فرمانا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی دلیل ہے،

(۴۲) نساء ۶/۲۳

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تمام نبیوں کو کی،

نوح علیہ السلام کے بعد چونکہ انبیاء کرام پیدا ہونے والے تھے، اس لئے نوح علیہ السلام کے بعد مِنْۢ بَعْدِهٖ کا ذکر کیا گیا، اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی کو نبوت ملنی ہوتی یا نبوت جاری ہوتی تو جہاں تمام قرآن کریم میں من قبل کے انبیاء کا ذکر ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے اجراء کا ذکر تمام قرآن کریم میں کسی مقام پر ہی ہوتا، لہٰذا آپ کے بعد کا نبی بنا لینا یہ قرآن کریم پر پیش دستی ہے۔

(۴۳) احزاب ۲۲/۵

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے آدمیوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ تعالےٰ ہر شئی کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک لفظ لکن ہے اور لکن عربی زبان میں دو متغایرین جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے اور استدراک کے لئے مستعمل ہوتا ہے، یعنی متکلم کو اگر خیال ہو، کہ شاید سامع کے ذہن میں میرے مفہوم کے خلاف وہم نہ ہو، تو اس کو دُور کرنے کے لئے بعد از لکن پہلے جملے کے مغایر الیسا جملہ استعمال کرتا ہے،

اُن پر سفر کی دُوری مشقت معلوم ہوئی،

تو اس آیت کریمہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کو منافقین کے نہ جانے میں اخفا تھا، تو اُن کے جانے کی لِم لکن کے بعد بیان کی گئی، کہ حقیقت الامر یہ ہے، کہ ان کو چونکہ بعد سفر کی مشقت نظر آنے لگی، اس لئے وُہ آپ کے ساتھ سفر میں نہ گئے، تو ثابت ہؤا، کہ لکن، کے بعد پہلے جُملے کی لِم بیان کر کے اس کے اخفا کو دُور کیا جاتا ہے، اور جملہ ثانی لکن کے بعد والا پہلے کے مغایر بھی ہوتا ہے، چنانچہ آیت متنازعہ میں آپ کے کسی آدمی کے باپ نہ ہونے کی لِم یہ ہے، کہ آپ ایسے رسول اللہ ہیں، کہ خاتم النبیین ہیں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاجزادہ بالغ ہوتا تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہو سکتے، کیونکہ اگر لڑکا جوان ہوتا تو اس کی تین صورتیں تھیں۔ پُوت یا سپوت یا کپوت، اگر کپوت ہوتا، یعنی مرتبہ نبوت پر فائز نہ ہوتا، تو معاذ اللہ یہ بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک تھی، کہ باپ رحمۃ اللعالمین اور لڑکا فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ کا مصداق تو یہ بھی آپ کی ذات مطہرہ پر دھبہ لازم آتا، لہٰذا کپوت کا بعد زندگی بسر کرنا یہ بھی ناممکن اور اگر سپوت ہوتا، تو پھر آپ سے زیادہ مرتبہ پر فائز ہوتا تو سپوت کہلاتا، پھر اس کی تین صورتیں تھیں۔

(ا)۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذات مع صفات اقرب الی اللہ ہوتا، تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ اَوْ اَدْنٰی سے زیادہ قرب ذاتی یا صفاتی محال۔

(ب)۔ مخلوق کے استفادہ میں زیادہ مفید ہوتا تو یہ بھی ناممکن مخلوق آپ سے پہلے بہت تلخ تجربے کر چکے تھے، اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا رتبہ آپ کی ذات مقدسہ کو ہی زیبا ہؤا۔ نہ کسی اور کو ملا۔ اور نہ مل سکتا تھا۔

(ج)۔ نذارت کا کام ہی مخلوق کے لئے سپرد کیا جاتا، لیکن یہ بھی محال، کیونکہ رب العزۃ نے عالمین کی نذارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا کا خطاب دیکر عطا فرمادی عالمین سے چونکہ کوئی شے باہر نہ تھی جس کا نذیر مقرر کیا جاتا، لہٰذا نذارت کی صورت بھی ختم۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان تینوں وجوہات سے سپوت کا ہونا بھی محال ہؤا۔ باقی رہا کہ پوت ہی رہ جاتا، سجادہ نشین نائب رہ جاتا، تو یہ بھی محال، کیونکہ پُوت وہی کہلا سکتا ہے، جو باپ کے اوصاف سے مساوی ہو، یعنی جس عہدہ پر باپ فائز اُسی عہدہ پر بیٹا ہو جائے، تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ آپکے مساوی ہوتا تو آپ کی رحمت اس کے شامل حال نہ ہوتی، تو فرمانِ الٰہی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا خطاب معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ورنہ مساوی پوت کہلانے کا حقدار نہ ہوتا۔ ایسے ہی

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔

نہیں مؤاخذہ کرے گا تم کو خداوند تعالیٰ تمہاری لغو قسموں میں اور لیکن مؤاخذہ کرے گا تم کو جو تمہارے دلوں نے عمل کیا۔ اس آیت کریمہ میں بھی لکن کے سابقہ جملے میں اخفا تھا، کہ لغو قسموں میں خداوند کریم کی گرفت کرنے میں نفس الامر میں حقیقت کیا ہے۔ حقیقت کی تصدیق کے لئے لکن کے بعد جملہ بڑھا گیا کہ خداوند حقیقۃً گرفت کرے گا، جو تمہارے دلوں نے عمل کیا ہے، اس آخری جملے نے بھی لکن کے بعد جملے کی لِم کو بیان کر کے واضح کر دیا۔

(۳) آلِ عمران ۳/۷ — مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا

ابراہیم علیہ السلام یہود و نصاریٰ نہ تھے، اس میں اخفا تھا، کہ کیوں نہ تھے، حقیقۃ الامر میں کیا تھے، اس اخفا کو دور کرنے کے لئے لکن کے بعد جملہ حَنِيفًا مُّسْلِمًا کہا گیا، کہ لیکن وہ راہِ راست پر چلنے والے مسلمان تھے، جو حنیف اور مسلمان ہو، وہ نہ یہودی نہ نصرانی کہلا سکتا ہے" ایسے ہی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، اس لئے ان کے نرینہ آدمی لڑکا نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہوتا تو بعد از بلوغت نبی کہلاتا، تو حقیقۃ الامر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین میں فرق لازم آتا۔ کیونکہ آپ ایسے رسول ہیں، جو خاتم النبیین بھی ہیں۔

(۴) آلِ عمران ۳/۵ — مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ۔

کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن تم ہو جاؤ رب والے کہے گا"

اس آیت کریمہ میں بھی لکن سے پہلے جملے میں اخفا تھا کہ حقیقۃ الامر انبیاء کے کہنے کی کیا ہے، اس کی وضاحت اور تصدیق کیواسطے لکن کے بعد كُونُوا رَبَّانِيِّينَ فرما دیا، کہ عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ نہ کہنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو رب والے بناتے ہیں، اور چونکہ وہ رب والے بناتے ہیں اسلئے وہ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ نہیں کہلا سکتے۔

(۵) توبہ ۹/۶ — لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔

اگر سامان معمولی ہوتا اور سفر میانہ ہوتا تو منافق ضرور آپ کی اتباع کرتے۔ اور لیکن

کے نبی ہو سکتا ہے، مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مُہر کے بغیر نبوت نہیں مل سکتی۔

"محمد عمر" مرزائی دھوکہ مشہور ہے، زہر حلوے میں ملاکر فروخت کرتا ہے، تاکہ سمیت کا اظہار تب ہی ہو، جب کھانیوالے کا خاتمہ ہی ہو جائے، اور بعد از اختتام اپنے خاتمے کو کون درست کر سکتا ہے، جو شخص قرآن کریم کو ختم کرکے بھی ختم کے معنی نہ سمجھے، تو اُس کو خدا ہی ختم کرے ؂

ختم رسل تم ہو، تو ہم خیر اُمم آگے ہو قدم جس کا، قاطع ہے خدا اُسکا

تو ختم رسل کردی وما خیر اُمم گشتیم قدم آنکہ نہد بیشت، مقہور شود مارا

ختمت رسلا یا خاتم القرآن

فتذ ما قطعت اذا لمن سئالک

(محمد عمر)

خاتم کی تحقیق لغات سے

(۱) قاموس ۴/۱۰۲

(ختمہ) یختمہ ختما وختاما طبعہ وعلی قلبہ جعلہ لا یفہم شیئا ولا یخرج منہ شیء (والشیء ختما بلغ آخرہ)۔

یختمہ ختما وختاما اُس نے اسکو مُہر لگائی اور اس کے دل پر مہر لگائی اسکو ایسا بنا دیا، کہ کچھ نہیں سمجھتا اور نہ اس سے کچھ نکلتا ہے۔ اور شئے ختم ہو گئی اخیر کو پہنچ گئی۔

(۲) مصباح المنیر ۲۵۳

وختمت القرآن حفظت آخرہ۔

اور میں نے ختم قرآن کیا یعنی آخیر تک حفظ کیا۔

لغت احادیث

(۳) مجمع بحار الانوار ۹/۴۰

اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ ای القرآن ختمت بہ الکتاب السماویۃ۔

میں جوامع الکلمات دیا گیا ہوں اور اس کا خواتم قرآن جسکے ساتھ تمام کتب سماویہ ختم کی گئیں۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْراً میں بھی، تو فرمانِ الٰہی کا غلط ہونا محال، لہذا آپ کے لئے بُوت آدمی کا ہونا بھی محال، تو ان تمام وجوہات مرحجہ مذکورہ بالا کی بنا پر رب العزت نے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ فرما کر آپ کی ذات پاک کو حبلی بیٹے سے مبرا رکھا، تاکہ آپ کے خاتم النبییّن ہونے میں فرق نہ آئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول ہی مقرر ہیں جو نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

"مرزائی": مولوی صاحب خاتم النبییّن کی آیت میں جو جملہ خاتم النبییّن کا موجود ہے، اس کی صحیح تفسیر عرض کرتا ہوں ۔

هم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسُل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے (از مسیح مرزا غلام احمد)

خاتَم النبییّن تا کی زبر سے ہے، لفظ خاتَم کا عربی زبان میں بند کرنے کے معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوا، اس کے معنی صرف مُہر اور انگوٹھی کے ہیں، اور آپ کو نبیوں کا خاتَم مندرجہ ذیل مناسبتوں کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے۔

(۱) ۔ زینت ۔ جیسے انگوٹھی جو پہننے والے کے لئے باعثِ زینت ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی زینت ہیں، انبیاء کا مقدس گروہ آپ کے وجود مسعود کو اپنے لئے باعثِ فخر و زینت سمجھتا ہے، اور یہ معنی تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔

(۲) ۔ احاطہ ۔ جس طرح انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، اسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں، یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے گئے، وہ سب کے سب آپ کی ذات والا صفات میں بدرجۂ اتم موجود ہیں، اور آپ جامع کمالات انبیاء ہیں۔ اور علی الاطلاق سب انبیاء سے افضل و برتر ہیں، اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ غوث الاعظم رح نے تُخْتَمُ الْوِلَايَةُ فرمایا ہے۔

(۳) ۔ تصدیق ۔ خاتَم کے معنی مُہر کے بھی ہیں، دوسری قرأت خاتِم ہے، جسکے معنی مُہر لگانیوالے کے ہیں، اور مُہر تصدیق کے لئے لگائی جاتی ہے، اس صورت میں آپ سب نبیوں کے مصدق ہو گئے اور کسی نبی کی نبوت جب تک آپ کی مُہر نہ لگے، مکمل نہیں، چنانچہ مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آپ کی اُمت سے نہ ہوتا، تو کبھی نبی نہ کہلا سکتا ۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا، اور بغیر شریعت

خاتمؑ اور خاتمؑ وہ شے ہے جسکے ساتھ ختم کیا جاتا ہے۔ اور ہر شے کے آخر کو بھی ختم کہتے ہیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! تم تو کہتے تھے، کہ خاتم کے معنی بند کرنے کے ہوتے ہی نہیں، صرف مُہر اور انگوٹھی کے ہیں، اب تمہارے تینوں معانی کے متعلق وضاحت کرتا ہوں، تمہارے پہلے معنی زینت کے یہ بناوٹی ہیں، لفظ خاتمؑ کے معنی زینت کے کسی عربی لغت میں مذکور نہیں، اگر کوئی مرزائی کسی لغت عربی کی کتاب سے دکھادے تو

پانچ آنے انعام حاصل کرلے

تمہارے بیان کردہ دوسرے معنی انگوٹھی کے تو مرزائی صاحب اس کی تشریح فرماتے ہیں، کہ جیسے انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہے، اسی طرح آپ نبیوں پر محیط ہیں، یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے گئے وہ سب کے سب آپ کی ذات والاصفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں، لفظ یعنی سے انگوٹھی کے احاطہ کی شرح مرزائی صاحب نے خوب فرمائی، اگر کوئی ذی شعور اس شرح کو ملاحظہ فرمائے تو مرزائی کی عقل کا ماتم کرے کہ انگوٹھی کا احاطہ انگلی پر ہے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاء پر محیط ہیں، یعنی تمام انبیاء کی خوبیاں آپ کی ذات میں ہیں، تو مرزائی کا مطلب یہ ہوا، کہ انگلی کے وجود میں جتنے اوصاف ہیں، وہ تمام انگوٹھی میں موجود ہیں، کیونکہ وہ انگوٹھی انگلی کو محیط ہے، مرزائی صاحب کے مطیعون بھی سبحان اللہ کہنے والے خود بھی نرے معاذ اللہ ہی ہوتے ہیں، سچ ہے، کہ خداوند کریم جس کا دین چھین لیتے ہیں، تو عقل بھی ساتھ ہی استعفےٰ دیجاتی ہے۔ کیوں نہیں صاف ہی اقرار کرلیتے، جیسا کہ انگوٹھی انگلی کو محیط ہے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کو محیط ہیں، محاط محیط کے اندر داخل ہوتا ہے۔ نہ خارج، تو جن انبیاء علیہم السلام کو آپ سے پہلے نبوت مل چکی، ان کی نبوت کو تو آپ کی نبوت محیط ہو گئی اور جو احاطہ کرنے کے بعد داخل ہونا چاہے تو بھلا اس کو محیط یا صاحب محیط کب داخل ہونے دیتا ہے، اور اگر باصول اقلیدس بھی محیط کے خارج سے محاط میں کوئی داخل تسلیم کیا جاوے تو محیط، محیط ہی نہ رہ جائیگا، بلکہ انقطاع سے خط منحنی باقی رہ جائیگا، اور محاط، محاط نہ کہلائیگا، ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کو محیط ہیں جو مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تھے، ان کے لئے تو آپ محیط، یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام محاط ہیں، اور اگر کوئی مرزا صاحب کی طرح محیط یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے داخل ہونا چاہے

مجمع بحار الانوار (۳۴۰) وَالْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ مِنْ اَسْمَائِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْفَتْحِ اِسْمٌ اَیْ آخِرُھُمْ وَبِالْکَسْرِ اسْمُ فَاعِلٍ خَاتِمٌ وَخَاتَمٌ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ سے ہے۔ اور خاتَم کے معنی ان کا آخیر اور خاتِم اسم فاعل ہے ختم کرنے والا۔

لغت قرآنی

(۴) مفردات امام راغب ۱۴۲ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَیْ تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتَم النبیین اسلئے ہیں، کہ آپ نے نبوت کو ختم کردیا ہے، یعنی آپ کے تشریف لانے سے نبوت پوری ہوچکی۔

وَقِیْلَ مَا یُخْتَمُ بِہٖ اَیْ یُطْبَعُ وَاِنَّمَا مَعْنَاہُ مُنْقَطِعَۃٌ۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس کے ساتھ مہر لگائی جائے اور کوئی بات نہیں، اس کے معنی ہیں، کہ اس کے منقطع کرنیوالا ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے تحقیق، مسلمانوں میں قرآن کریم کی مشہور کتاب لغت جسنے خاتم النبیین تا کی زبر کے معنی کئے کہ آپنے نبوت کو پورا کردیا ہے۔ اب نبوت باقی نہیں ہے۔ یہ ہیں خاتم کے معنی حقیقی لغت قرآنی سے۔ تم بھی کسی قرآنی لغت کی کتاب سے یہی خاتم کے معنی اپنے کے نکال کر دکھاؤ۔

پھر مہر کا محاورہ بھی قِیْلَ سے بیان فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جس کے ساتھ مہر لگائی جاوے اور کوئی بات نہیں اس کے معنی بھی نبوت کے انقطاع کرنیوالے کے ہیں۔

کیوں جی! تم تو کہتے تھے بند کرنے کے معنی میں خاتم استعمال ہوتا ہی نہیں، اب تو تمام کتب لغات سے خاتم کے معنی بند کرنے کے ثابت ہوگئے، اب تم ایسا بھی قرآن کریم سے دکھاؤ جس سے تم صرف تشریعی نبوت کو ختم کہتے ہو اور ظلی کو جاری کرتے ہو، عیسائی لغت کا حوالہ بھی سن لیجئے۔

عیسائی لغت سے خاتم کی تحقیق

(۵) المنجد ۱۶۴ اَلْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ وَخَتْمُ الْخَاتَمِ مُ خُتُومُہٗ عَاقِبَۃُ کُلِّ شَیْءٍ

ہو چکے، اور صانع نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے خاتم بھی پورا پورا صحیح تمام انبیاء گذشتہ کے مطابق تیار کر دیا، اب مرزائی کہتے ہیں، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کے بعد بھی آپکے بالطبع نبی بن سکتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے، کہ یہ بالتبع نبی کس جنس سے ہے، انگشتری کی جنس سے یا انگلی کی جنس سے، انگلی کے تابع یا انگشتری کے تابع، تو اگر کہا جائے، کہ انگشتری کے بالتبع، تو بھائی انگشتری پہنی ہی تب جاتی ہے، جب مکمل تیار ہو جائے، ورنہ صانع کی ذات میں نقص ثابت ہوگا، اور یہ ناممکن ہے، کیونکہ انگشتری انگلی میں جب پہن لی جائے، تو صانع کہے کہ ٹھہر جاؤ، انگوٹھی میں ایک کمی رہ گئی ہے، میں اس کو انگلی میں ہی درست کر دیتا ہوں، تو کون ذی شعور ایسے صانع کی بات تسلیم کریگا، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم تشریف لا چکے۔ اب اس میں کمی بیشی ہر طرح سے محال اور اگر کہا جائے کہ انگلی کی جنس سے یعنی ماسبق انبیاء علیہم السلام کی جنس سے تو یہ بھی محال، کیونکہ انگوٹھی کے نیچے زائد انگلی کا نکلنا ہی محال، انگوٹھی ایسے زائد جسم کو اپنے نیچے پیدا ہونے ہی نہیں دیتی، تو مرزائی صاحب کے مسلمہ ترجمہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کے بعد آپکے بالتبع کوئی نبی بن سکتا ہے، یہ محال ہے اور اگر کوئی تسلیم کرے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو خاتم النبیین ہی نہیں مانتا، بلکہ ارشاد خداوندی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا مکذب ہے، اور قرآنی مکذب کی سزا تم خود سمجھ لو، یہ ہے تمہاری تسلیم شدہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی تعبیر جس کے تم منکر ہو، فقیر نے وضاحت کردی، تم چاہے ایمان لاؤ یا نہ، اٰمِنُوْا اَوْلَا تُؤْمِنُوْا۔

پھر تم خاتم کے معنی کمال لیتے ہو، جو کسی اہل لغت سے ثابت نہیں، ان معنی پر بھی تمہارا ایمان نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی ہونگے، کہ تمام نبیوں کی نبوت کے مکمل کرنیوالے آپ ہیں، جب آپ تمام انبیاء علیہم السلام کو مکمل کر چکے تو بعد میں کسی کو نبی تسلیم کرنا یہ مکمل ہونیکا انکار ہے، یا تو آپ کو تمام کا کمال تسلیم نہ کرو اگر آپکو تمام انبیا علیہم السلام کا کمال تسلیم کرتے ہو، تو اس کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا آپ کے کمال میں نقص لازم آتا ہے، لہذا تم مرزائی خاتم النبیین کو کمال النبیین بھی تسلیم نہیں کرتے، اس کے بھی منکر ہو۔ سچ ہے جن کی نبوت محض زبانی انکا ایمان بالقرآن بھی محض زبانی، خود ہی ترجمہ کریں اور پھر اس پر ایمان بھی صحیح نہ لاویں، تو ایسے لوگوں کو خداوند کریم توفیق ہدایت عنایت فرمادیں۔

پھر تمہارے تیسرے معنی تصدیق کے کہ خاتم کے معنی تصدیق کے ہیں، اس پر بھی تم مرزائیوں کا ایمان نہیں، کیونکہ جب خاتم النبیین کے معنی تم نے مصدق النبیین تسلیم کر لئے، تو جب تمام انبیاء علیہم

تو محیط کا انقطاع لازم آئیگا، تو اس کا بعد سے یعنی خارج سے محاط میں محیط کو عبور کرکے داخل ہونیوالا محیط کے احاطہ کا منکر ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر قرآن کریم کا مکذب ہے۔ لہٰذا اس صورت میں تمہارا دعوٰی کرنا اور ٹریکٹ شائع کرنے اور بار بار پکارنا کہ ہم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں، یہ محض بے علم لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ انگوٹھی کا کمال جو تم محض زینت بتاتے ہو، یہ حقیقۃً مقصد الٰہی کے مطابق نہیں، بلکہ انگوٹھی کا کمال یہ ہوتا ہے، کہ انگوٹھی کو جب پہننے والا پہنتا ہے تو انگوٹھی انگلی کے شروع سے چلتی ہے، اور جڑ تک پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے، اور جڑ کو ایسا مضبوط احاطہ کر لیتی ہے کہ جب تک لابس اسکو خود نہ ہلائے، ہلنے نہیں پاتی، اور انگلی سر سے جڑ تک انگوٹھی پہننے کے وقت جس جسمیت میں ہوتی ہے ویسی ہی رہتی ہے، اس میں کچھ کم و بیش نہیں ہوتا، اگر زائد جسمیت ہو جائے، تو صاحب انگشت اس کو تڑوا دیتا ہے، ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ رب العزت نے جب مبعوث فرمایا اور خاتم النبیین کا خطاب عطا فرمایا، یعنی اب انگوٹھی کو انگلی پر پہنایا گیا، تو آپ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت آدم علیہ السلام جہاں سے تمام انبیا علیہم السلام کی ابتدا ہوئی، وہاں سے لیکر آخیر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک یعنی جڑ تک پہنچ گئے اور ایسا احاطہ فرمالیا کہ اب انگلی کے وجود میں نہ کچھ بڑھ سکتا ہے، نہ کم ہو سکتا ہے، باقی تمام انبیا علیہم السلام بمنزلۂ انگلی ثابت ہوئے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ انگشتری، اب مرزائی صاحب تمام انبیاء علیہم السلام کو بمنزلۂ انگلی تسلیم کر چکے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ انگشتری بھی تسلیم کر چکے اور اگر انگلی صحیح ہو، تب ہی صاحب انگلی انگشتری کا خواہشمند ہوتا ہے، اگر کٹی ہوئی ہو، یا انگلی ہی نہ ہو، تو اُسے انگوٹھی کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، تو یہ بھی ثابت ہو گیا، کہ انگلی بھی مکمل اور صانع نے انگشتری تیار کی تو وہ بھی انگلی کے حجم کے مطابق، اگر صانع اس امید پر انگوٹھی کھلی بنا دے، کہ شاید انگلی کا حجم کہیں بعد میں بڑھ نہ جاوے، ذرا کھلی بنا دوں تو مشتری اس کو خریدنے کے لئے تیار ہی نہیں، کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ میری انگلی کے قابل ہی نہیں، یہ گر جائے گی، انگلی میں ٹھہر سکتی ہی نہیں، اور اگر تنگ بنا دے تب صانع فروخت ہی نہیں کر سکتا، کیونکہ انگلی پر انگوٹھی چڑھتی ہی نہیں، تو جب تک صانع انگوٹھی کو انگلی کے مطابق پوری پوری نہ بناویگا تب تک وہ انگوٹھی اس انگلی کی کہلا سکتی ہی نہیں، لہٰذا انگلی کا قبل از انگوٹھی مکمل صحیح پورا ہونا ضروری، پھر انگوٹھی کا اُسی انگلی کے لئے جس کے لئے وہ تیار کی گئی ہے، پورا ہونا ضروری، تو خداوند تعالےٰ تو صانع کل ہے، اس لئے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا جس میں کوئی شک نہیں، یعنی وجود انبیاء علیہم السلام مکمل پورے

قرآن کریم سے ختم مہر کے معنی سے بند کرنا

(۱) بقرہ ۱/۱

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔
مہر لگادی اللہ تعالےٰ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر۔

کفار کے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود جب وہ ایمان نہ لاویں، اور حکم خداوندی کو ٹھکرا دیں، تو اللہ رب العزت ان کے دلوں پر مُہر کفر ثبت فرمادیتے ہیں اور ان کے کانوں پر بھی مہر لگا دیتے ہیں، تو خداوند کریم کے اس مہر لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں اُن پر یکساں ہے، کیونکہ وہ بے ایمان ہیں، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اُن کی بے ایمانی کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مُہر چسپاں کردی ہے تو ثابت ہوا، کہ جن کے دلوں پر رب العزت مہر لگادیں، بعد ازاں اُن کو ایمان نصیب نہیں ہوتا، تو جس شی پر جس غرض کے لئے مہر لگادیں، تو اس کا بالکلیہ اختتام ہو جاتا ہے، اجراء کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جیساکہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ اللہ تعالےٰ نے جن کفار کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگادی، مثل ابوجہل وغیرہ تو نہ اُن کے کانوں نے حکم مصطفائی کو قبول کیا اور نہ اُن کے دل ایمان کی طرف راجع ہوئے، ایسے ہی دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے۔

(۲) انعام ۷/۵

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ۔

فرمادیجئے (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم بتاؤ، کہ اگر اللہ تعالےٰ تمہارے سمع اور بصارت کو لیلے اور تمہارے دلوں پر مُہر کردے، اللہ کے سوا کون معبود ہے، جو اس کو واپس لوٹادے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوگیا کہ جن کے دلوں پر رب العزت مُہر لگادیں، پھر خداوند نے تو اُن کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے ایمان سے خالی کردیا، تو رب العزت فرماتے ہیں، کہ میں نے تو اس مہر شدہ دل کو ایسا ناکارہ کردیا، پھر تمہارا کوئی دوسرا معبود ہے؟ جو پھر اس کو لائق بنا سکے، تو خداوند نے ثابت کردیا جیساکہ دوسرا معبود محال ایسے ہی خدا کے مہر شدہ دلوں کا درست ہونا محال، اب مرزائی کہے کہ نہیں جس پر مُہر لگ جائے وہ زیادہ اچھی کارآمد بنجاتی ہے، مرزائی صاحب یہ رواج محاورہ انگریزی ہے کہ جو شئے مہر شدہ ہو جائے

السلام کے صرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مصدق تسلیم کرتے ہو، تو جن انبیاء علیہم السلام کی آپنے تصدیق فرمادی وہ انبیاء اللہ ثابت ہو گئے اور جو مصدق کی تصدیق کرنے کے بعد آجائے تو مجسٹریٹ کے تشریف لیجانے کے بعد اگر کوئی تصدیق کے لئے کاغذات لئے پھرے تو کون پوچھتا ہے، لہذا التصدیق کنندہ کا وقت غرضہ نکل چکا،

تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

اب بعد ازاں غیر مصدقہ نبی کو کون تسلیم کرتا ہے سوائے مرزائی جماعت کے. تو تمہارا مرزائیوں کا دعوای کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی مصدق النبیین تسلیم کرتے ہیں، یہ بھی سادے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے،

پھر تم کہتے ہو، کہ ہم خاتم کو بمعنی مہر تسلیم کرتے ہیں، تو یہ بھی محض تمہارا کذب ہے، کیونکہ جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تمام نبیوں کی مُہر ہیں، تو جب تمام انبیا علیہم السلام پر مُہر ثبت ہو چکی، تو بعد میں خطِ نبوت لئے پھرنا کس کام؟ کیونکہ جب مہر کنندہ مُہر کو اپنے مقام سے باہر نکالتا ہے. تو مُہر لگانے کے لئے نکالتا ہے، جب اُس نے مہر نکالی تو جو جو نبی اللہ تھے اُن پر مہر کنندہ نے مُہر ثبت کردی، اور جب وہ مُہر کو ثبت کر کے مُہر کو اپنے مقام پر رکھدے تو بعد ازاں کوئی خط لئے پھرے تو فضول ہے، اور اگر کہو کہ آپ کی ذات مُہر ہے، اب آپکے بعد جو کوئی نبوت کا مدعی ہوگا، اُسپر آپکی مُہر چسپاں ہوگی، تو یہ بھی غلط. کیونکہ پہلے تمام انبیا علیہم السلام کا معاذ اللہ انکار لازم آتا ہے. لہذا تسلیم کرنا پڑیگا. کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مُہر ہے، جتنے انبیاء اللہ تھے انپر مُہر ثبت ہوگئی اور وہ سچے انبیاء اللہ. جو بعد میں بنے وہ بے مُہرے غیر مصدقہ جن کا کوئی اعتبار ہی نہیں، تو ثابت ہوا کہ تم خاتم بمعنی مُہر بھی تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس کے معنی اُلٹ کرتے ہو کہ مُہر لگانے سے شئے کا اجرا ہوتا ہے، اب مہر کی اصلاح قرآن کریم سے ہی تلاش کرلیتے ہیں، کہ مُہر لگنے سے شئے بند ہو جاتی ہے، یا اس کا اجراء ہوتا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی آیت کا ترجمان ایماندار کے لئے خود قرآن کافی ہے.

بس ہو گئی۔

اے امت مرزائیہ آیت خاتم النبیین کلام الٰہی ہے، لہٰذا اگر تمہیں دعوائے اجرائے نبوت کا سچا ہے تو قرآن کی اصطلاح سے دکھاؤ، ہم کسی اور کی کتاب سے تسلیم نہ کرینگے، قرآن بعض کی بعض تفسیر خود کر دیتا ہے، ختم کے معنی اجرا یا فضیلت کے یا مبالغہ کے قرآن کریم کی کسی دوسری آیت سے نکال کر دکھا دو، تو تمہیں ایک مرزائی انعام مبلغ یکصد روپیہ ادا کیا جائیگا، ورنہ توبہ کرو، اور قرآنی آیت کے مقابلہ انسانوں کی مبالغہ آمیز کلام پیش کر کے گمراہ نہ کرو، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

لمعۂ شہادات باللّٰہ

آیت شریف کے آخر میں ارشاد الٰہی ہے:۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ اللہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے، اس نے نبوت اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دی ہے اور آپ کو اس نے خاتم النبیین بنا دیا ہے تو وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے، اس کو یہ بھی علم تھا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر نبوت کو ختم کر دونگا تو منکرین کا امتحان ہو جائیگا جو جعلی نبوت کا مدعی ہو گا وہ خود شرمندہ ہو گا،

ان تمام آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا، کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، آپ کے بعد خدا کی طرف سے کسی شخص کو نبوت نہیں مل سکتی، یہ ہیں معنی خاتم النبیین کے، جس میں مرزائی مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے، لیکن ایماندار کب دھوکہ کھا سکتا ہے، آیت ۱ سے ثابت ہوا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونیکا فیصلہ رب العزت نے یوم میثاق کو ہی کر دیا تھا، اور اس مسئلہ کی بار بار تاکید سے حل فرمایا، پھر دنیا میں قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیکا مسئلہ حل کر دیا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ کسی شخص کو کسی قسم کی نبوت مل سکتی ہے۔

ایسے ہی قبر میں بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہی حساب منکر نکیر ختم ہوتا ہے، اگر آپ کے بعد کوئی کسی شخص کو نبوت خدا کی طرف سے ہوتی، تو آپ پر حساب نکیرین ختم نہ ہوتا، بلکہ آپ کے بعد کے نبی پر ختم ہوتا، اگر نہیں یعنی محض مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہی حساب ختم ہوتا ہے تو ثابت ہوا، کہ حساب قبر بھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہونے کی دلیل پیش کر رہا ہے۔

(۱) بخاری شریف ۱ / ۱۷۸ - ۱۸۳	عن انس بن مالك انه حدثهم انّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ

تو وہ شئے زیادہ کارآمد بنجاتی ہے، چونکہ نبوت انگریزی ہی ہے، اسلئے انگریزی محاورے سے تحریف قرآنی کے درپے ہیں، لیکن مرزائی صاحب الحق مبارک انگریزی اور دولتے قادیانی سے مزین ہیں، اس لئے محاورہ انگریزی کو بھی پورا نہیں سمجھ سکتے، لیکن میں وکیل صاحب کو یہ لفظ کہنے کا مجاز نہیں رکھتا، البتہ اس کو تجاہل عارفانہ سے ہی تعبیر کرونگا، کیونکہ محاورہ انگریزی میں بھی مہر شدہ ترجمہ سیلڈ ایک ایسا لفظ کہ جس کو گورنمنٹ مہرشدہ کردے یعنی سیل کردے، تو اس سیل کو توڑنے والا مجرم سرکاری مجرم کہلاتا ہے، اور قابل سزا بنجاتا ہے، اسی طرح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب العزت نے عہدۂ نبوت کو سیل کردیا، اس سیل کو توڑکر نبوت کا مدعی مجرم خداوند کریم ثابت ہوگا جو مستوجب سزا ہوگا، اور ملاحظہ ہو۔

(۲) جاثیہ ۲۵/۳

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

کیا آپنے دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پس ملاحظہ فرمایا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا اور باوجود علم کے اللہ نے اس کو گمراہ کردیا اور اس کے کانوں پر اور دل پر اس نے مہر لگادی اور اس کی بینائی پر اس نے پردہ کردیا، تو اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دیسکتا ہے، کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا، کہ رب العزت جس کے کانوں پر بمعہ دل پر مہر لگادے تو اللہ تعالے کے مہر لگانے کے بعد کون طاقت رکھتا ہے جو اس کو ہدایت دیسکے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا اب بھی تمہیں نصیحت نہیں آتی۔

(۳) یٰسٓ ۲۳/۴

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

دنیا مرت کو اللہ تعالے فرمادینگے) آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دینگے اور کفار کے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور ان کے پاؤں گواہی دینگے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ رب العزت کفار کے مونہوں پر مہر لگا دینگے تو زبان کی قوت گویائی معدوم ہو جائیگی، بس ہوجائیگی، پھر اُن کے ہاتھ ان کے اعمال کسبیہ کے پول ظاہر کرینگے، اگر مرزائی معنی لئے جائیں تو چاہیئے تھا کہ قوت گویائی زیادہ ہو جائے، اور جب اللہ کے مہر لگانے سے وقت گویائی زبان کی بس ہوگئی، تو معلوم ہوا، کہ رب العزت نے جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنادیا، تو نبوت بھی

توحید کے بعد آپ کی ختم نبوت پر سوال نکیرین ختم، تم مرزائی آگے نبوت کو جاری کرو، تو تمہارا محض بہتان ہے، اور مسلمانوں کو ختم نبوت کا منکر بنا کر پہچانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کر کے قبر کو اندھیری بنانا مقصود ہے۔

آؤ مرزائیو! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ رکھ لو، اور قبر کو روشن بنا لو۔ ورنہ وہاں مرزا جی کا نام نہ لینگے، ایسے ہی قیامت کو بھی آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہوگی، آپ کے بعد کسی کا کوئی نہ نام لیگا۔ چنانچہ رب العزت بھی قیامت کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونیکا اعلان فرمادینگے، ملاحظہ ہو۔

(۳۴۴) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝

یہ ہے فیصلہ کا دن (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تمہیں بھی اکٹھا کرینگے اور تم سے پہلوں کو بھی۔

اس آیت کریمہ سے فیصلہ ہوا کہ قیامت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہوگی، اور پہلے انبیاء اور ان کی امتیں ہونگی، آپ سے بعد والے مدعی نبوت کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا، مارے مارے پھرتے ہونگے، یوم میثاق رب العزت کا فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کرنے کا فیصلہ دینگے، دنیا میں بھی رب العزت آپ پر ہی نبوت ختم کرنے کا کئی بار حکم جاری کر چکے ہیں، قبر پر بھی آپ پر نبوت ختم، قیامت کو بھی اللہ جل شانہٗ آپ سے اور آپ کے پہلوں انبیاء علیہم السلام سے ہمکلام ہوگا۔ آپ کے بعد والوں سے متوجہ نہ ہوگا، تب بھی آپ پر نبوت ختم ہوئی خدا کے تمام جہانوں میں تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونیکا اعلان ہوا اور اقرار ہوا، لیکن مرزائی حضرات واللہ اعلم کس جہان کے باشندے ہیں، جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ نبوت کے اجراء پر یقین رکھ کر معلوم نہیں کس خدا کو مانتے ہیں، جو ان کو اجرائے نبوت پر مجبور کر رہا ہے، لیکن یاد رکھو، اے امت مرزائیہ! خداوند کون و مکان کے روبرو جانا ہے وہاں کیا منہ دکھاؤ گے، اور خداوند لم یزل کو کیا منہ دکھانے کے قابل ہوگے؟ آؤ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوۃ ختم ہونے کو تسلیم کر لو، تمام جہانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو چھوڑ کر تمام جہانوں کے خداوند کریم کو ناراض نہ کرو، کیونکہ اس کی نافرمانی اس کی سخت پکڑ کے سزاوار بنا دیتی ہے، مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کے مصداق ہو جاؤ گے، اب بھی وقت ہے توبہ کرو۔

فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ -

انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے ان کو حدیث بیان کی، کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس سے اُس کے دوست منہ پھیرتے ہیں، بے شک ضرور اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، تو صاحب قبر کو بٹھا دیتے ہیں، تو وہ اُسے کہتے ہیں، اس آدمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہتا تھا تو مومن پھر کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(۲) ترمذی شریف ۱/۱۲۷

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم اذا قُبِرَ الْمَيِّتُ اَوْ قَالَ اَحَدُكُمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْاٰخَرُ النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ مَا كَانَ يَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهٗ فِيْهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ نَمْ فَيَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِيْ فَاُخْبِرُهُمْ فَيَقُوْلَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ،

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو کہا تمہارے ایک نے کہ اس کے پاس دو فرشتے سیاہ نیلی آنکھوں والے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ دونوں کہتے ہیں، اس آدمی کے متعلق تو کیا کہتا تھا، تو کہیگا جو وہ کہا کرتا تھا، کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور رسول ہیں، تو وہ دونوں کہتے ہیں، کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اس کی قبر ستر مربع گز فراخ کر دی جاتی ہے، پھر اس کے لئے اس میں روشنی کی جاتی ہے پھر اس کو کہا جاتا ہے سو جا، پھر وہ کہتا ہے، میں اپنے اہل کی طرف واپس جا کر ان کو بتا آؤں، تو وہ دونوں اس کو کہتے ہیں، دُلہن کی نیند سو جا۔

تو ان حدیثوں سے ثابت ہؤا، کہ قبر میں بھی اسخیر نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی بات ختم ہو گی، اگر آپ کے بعد کا بھی کوئی نبی ہوتا، تو آپ کے بعد کے نبی کا بھی سوال کیا جاتا، معلوم ہؤا کہ قبر میں بھی توحید

جس کو چاہتا ہے۔

(۲) نحل ۱۴/۱۱ — وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔
اور اللہ ہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تمہیں نکالتا ہے۔

(۳) رعد ۱۳/۶ — وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ۔
اور اللہ ہی ایسا حکم کرتا ہے، جس کے پچھاڑنے والا کوئی نہیں۔

(۴) رعد ۱۳/۴ — اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔
اللہ ہی رزق کو فراخ کرتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے۔

(۵) انعام ۷/۸ — اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔
اللہ ہی بچاتا ہے تم کو اُن سے اور ہر سختی سے۔

(۶) بقرہ ۲/۳۷ — اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔
شیطان ہی تمہیں محتاجی کا وعدہ کرتا ہے اور بے حیائیوں کا حکم کرتا ہے۔

(۷) بقرہ ۲/۳۷ — وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا۔
اور اللہ ہی اپنی طرف سے تمہیں بخشش کا وعدہ کرتا ہے اور فضل کا۔

(۸) یونس ۱۱/۴ — اَللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ۔
اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔

(۹) بقرہ ۲/۳۶ — وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔
اور اللہ ہی دگنا بڑھا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں فاعل کی خصوصیت کی بنا پر فاعل کو مقدم کیا گیا جس میں محض خصوصیت ہی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، ایسے ہی رب العزۃ نے آیت مذکورہ متنازعہ کو خصوصیت محضہ بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(۱۰) اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔
اللہ ہی ملائکہ سے رسولوں کو برگزیدہ فرماتے ہیں اور اللہ ہی لوگوں سے رسولوں کو برگزیدہ فرماتے ہیں۔

وہ خصوصیت خداوند کریم کو چونکہ علم تھا کہ بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کئی لوگ ایسے بھی پیدا ہونگے، جو

ادلّہ مرزائیہ کے اجرائے نبوّت کے جوابات

"مرزائی" - تم نے تو کہہ دیا کہ نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی، حالانکہ قرآن کہتا ہے، کہ نبوّت جاری ہے، سنیئے قرآنی آیت۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۔ کہ اللہ چنتا ہے اور چُنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے، اس آیت میں یَصْطَفِیْ مضارع کا صیغہ ہے، جو حال اور استقبال دونوں زمانوں کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہؤا، کہ اللہ بعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاؑ چُنتا رہے گا۔ (پاکٹ بک ص۳۹۶)۔

"محمد عمر" - فقیر نے جتنی یہ آیتیں پیش کی ہیں، وہ بھی تو قرآن کی ہیں، کیا ان پر تمہارا ایمان نہیں، نسے منکر ہو، جو ختم نبوّت کی آیات صریحہ ہیں، ان کو تو تم نے اپنی مرزائیت کے تعصب سے ٹھکرا دیا۔ اب قرآنی آیات مرزائی سمجھنے کی لیاقت سے محروم ہے، سمجھے یا نہ سمجھے مقابلہ میں اپنے مطلب کے لئے پڑھ دیتا ہے۔ مطلب مطابق ہو یا نہ ہو۔ مرزائی صاحب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عربی اصطلاح کے مطابق فاعل فعل کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ کیونکہ لِکُلِّ فِعْلٍ فَاعِلٌ ہر فعل کے لئے فاعل ہوتا ہے، فعل سے فاعل کا علم ہوتا ہے، کم از کم فاعل کی تعریف ہی دیکھ لیتے

ہدایت النحو ۱۳	اَلْفَاعِلُ کُلُّ اِسْمٍ قَبْلَہٗ فِعْلٌ نحو قَامَ زَیْدٌ۔ فاعل ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کے پہلے فعل ہو، جیسا کہ قَامَ زَیْدٌ۔ کھڑا ہؤا زید، اور ملاحظہ ہو۔

شرح جامی ۶۷	وَ قَدَّمَ اَیِ الفعل او شبہہ علیہ ای علیٰ ذٰالِکَ الْاِسْمِ فِعْلٌ فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے، ثابت ہؤا، کہ قانون عربی نحو کے مطابق فعل فاعل سے مقدم ہوتا ہے، اب مذکورہ بالا متنازعہ آیت میں فاعل مقدم ہے۔ تو

فاعل کو فعل پر محض خصوصیت کی وجہ سے مقدم کیا جاتا ہے، تو اس آیت کریمہ میں بھی محض خصوصیت خداوندی مقصود ہے جس کی بنا پر فاعل مقدم ہے۔ ایسے ہی کئی مقامات پر رب العزّت نے محض اپنی خصوصیت بیان فرمانے کے لئے فاعل کو مقدم فرمایا ہے، سنیے۔

(۱) شوریٰ	۲۵/۲	اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ اللہ ہی اپنی طرف برگزیدہ فرماتا ہے،

ہوتا، تو اللہ رب العزت اس کی خصوصیت کو بھی مستثنیٰ فرمادیتے، جیسا کہ اولیاء اللہ کے مقابلہ میں اولیاء الشیطان تھے، اس کا بیان فرمادیا، جو شخص بغیر نبی اللہ ہونے کے وحی رسالت کا مدعی ہو، تو اس کو اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآءِ ھِمْ۔ کہ شیاطین اپنے اولیاؤں کی طرف شیطانی وحی کر دیتے ہیں، تو وحی الٰہی کے علاوہ وحی شیطانی کے ملہم کو رسول الشیاطین سے خطاب کرنا چاہیئے تھا، حالانکہ رسول الشیاطین کی جگہ اولیاء الشیاطین فرمایا کیونکہ خداوند نے شیطانی ملہم کو شیطانی رسول کے خطاب سے نامزد کرنا بھی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک سمجھی، اور سچے رسولوں کے خطاب کو جھوٹے یا جعلی یا ظلی رسولوں کے دعوای رسالت کو کالعدم ثابت کر کے رسالت الٰہی کو معصومیت سے مزین شدہ قرار دے کر جعلی اور کسبی رسولوں کو اولیاء الشیطان کا خطاب دے دیا، اور رسالت کو انسانی ہو یا ملکی اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ سے لفظ اللہ فاعل مقدم کر کے اپنی خصوصیت کو بیان فرمادیا۔ رب العزۃ نے اپنی خصوصیت رسل کے چناؤ کے لئے فاعل کو مقدم بیان کر کے رسالت ظلی جعلی کسبی کا رد فرمادیا، اور کسبی نبوۃ کے لئے معنی اُلٹ بیان کر کے اجرائے نبوت کا مقصد نکالنا ہے، افسوس ہے مرزائی صاحب آپ کی اس تحریف قرآنی پر، پھر دوسرا دھوکہ ایک اور پیش کرتے ہیں، کہ جی مضارع چونکہ حال و استقبال دونوں کے معنی دیتا ہے، اس لئے اس کے معنی ہونگے کہ اللہ چنتا ہے اور چنتا رہے گا رسولوں کو، مرزائی صاحب خبر نہیں، عربی کس ہندو سے پڑھتے رہے ہیں، یا سکھ سے، جو زبان غیر ہونے کی بنا پر یا مذہب غیر ہونے کی وجہ سے صحیح تعلیم نہیں دے سکا، مرزائی صاحب تم اگر کچھ تھوڑی سی عقل رکھتے تو سمجھ لیتے میں ایک تمہارے سامنے مثال پیش کرتا ہوں، کہ مثلاً ایک عورت ہے، اگر کوئی شخص اس کے ماں ہونے کا مدعی ہے تو وہ اس کو بیوی نہ کہہ سکے گا، اگر بیوی کہے گا، تو ایمان سے خالی ہو جائے گا، ایسے ہی جو دوسرا شخص اسی عورت کے متعلق بیوی کا تعلق رکھتا ہے تو اس حالت میں اس عورت کو ماں نہیں کہہ سکتا، اگر کہے گا تو شرعی سزا کا حقدار ہو گا، تو ثابت ہوا، ایک عورت سے ایک ہی وقت میں ایک آدمی ماں اور بیوی دونوں تعلق قائم کرے تو یہ محال، اس عورت میں مجاز دونوں موجود ہیں، لیکن اگر ایک کے لئے بیوی ہے، تو اسی وقت میں اس شخص کے لئے ماں کا تعلق نہیں ہو سکتا، ہاں البتہ دوسرے شخص کے لئے وہی عورت ماں کہلا سکتی ہے،

نبوت و رسالت کسبی کے قائل ہونگے، کہ انسان اپنے اعمال صالحہ کی بنا پر یعنی اطاعت سے درجہ رسالت کو پہنچ سکتا ہے، لہذا رب العزت نے اس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے فرمادیا کہ تمہارا کہنا، کہ اطاعت واعمال سے مومن رسول کہلا سکتا ہے، یہ غلط ہے، کیونکہ رسالت و نبوۃ اکتسابی شے نہیں، کہ تم اپنے اعمال وطاعت سے بوجہ رسالت و نبوۃ حاصل کر سکو گے، بلکہ نبوۃ و رسالت وہبی شے ہے، فرمایا اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ یہ اللہ ہی کو لائق ہے، کہ فرشتوں سے جسے چاہے رسول چن لے اور انسانوں سے جسے چاہے رسول چن لے، یہ مرتبہ رسالت کسبی نہیں ہے، وہب من اللہ ہے، ہاں اگر اس خصوصیت کو رب العزت کا عام کرنا مقصود ہوتا تو استثنا سے دوسرے کے لئے حکم خصوصی فرما دیتے میں، مثلاً جیسا کہ فرمایا۔

رعد ۱۳/۲	اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ اللہ ہی جانتا ہے جو مؤنث حاملہ ہوتی ہے، اور جو ارحام کرتے ہیں اور جو

زیادہ کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا کہ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اور وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ کا علم اللہ کو ہی ہے، پھر دوسرے مقامات پر اس اپنے علم خصوصی کو انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی مستثنیٰ فرمادیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا،

جن ۲۹/۲	عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

اللہ ہی عالم الغیب ہے، اپنے خصوصی غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر رسولوں سے جس کو پسند فرمائے۔

اب خداوند نے چونکہ اپنے علم خصوصی سے جس کو حصہ عطا فرمانا تھا، تو انکو دوسری آیت کریمہ سے خاص کر دیا، ایسے ہی اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ میں بھی رسولوں کو برگزیدہ کرنا اور اپنی خصوصیت سے برگزیدہ فرمانا مقصود تھا، فاعل کو مقدم کر کے اپنی خصوصیت محضہ کو ہی بیان فرمادیا، اس کے مقابلہ میں چونکہ مخلوق میں کوئی اہلیت عطا نہیں رکھتا تھا، اگر کوئی بنا لے تو جعلی کہلاوے، اس لئے اس منصب رسالت و نبوت کے عطا کرنے کو اپنی ذات تک ہی محدود و مخصوص فرمایا، ذات باری تعالیٰ کے سوا اگر کسی اور کو رسول چننے یا خود بننے کا حق

خدائی اصطلاح نہیں، لسان عربی کی اصطلاح نہیں، بلکہ مرزائی صاحب کے خود ساختہ معانی ہیں، جو لوگوں کو مثالیں دیکر دھوکہ دینا چاہتا ہے، لہذا اس کے صحیح معنی حال کئے ہونگے، کہ اللہ ہی چنتا ہیں ملائکہ سے رسولوں کو اور لوگوں سے۔ یہ محض اللہ تعالی نے رسولوں کے چناؤ کا ذکر فرمایا ہے، رسالت کا چناؤ صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے۔ اس میں انسانی اکتساب کا کوئی دخل باقی نہیں رہا، اللہ باقی رہا، کہ کب چنتا ہے، تو یہ امر باقی سابقہ آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے، کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چناؤ کرتا رہا ہے، بعد از مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا چناؤ نہ ملائکہ سے برائے رسل انسانی اور نہ رسول و نبی انسان کا چناؤ ہو سکیگا۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ وعدہ الٰہی حتمی کئی آیتوں سے ہو چکا ہے۔ جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عالمین کا نذیر اور بشیر مقرر کر دیا گیا ہے، اور نبوت کو آپ کی ذات مقدسہ مطہرہ پر ہی ختم کر دیا گیا ہے، اب آپکے بعد کسی اور کو نبوت ملنی محال، کیونکہ سلسلہ نبوت ہی بند ہو چکا ہے۔

"**مرزائی**" ۔ سنت اللہ تو تبدیل نہیں ہو سکتی، جب پہلے رسل بھیجتا رہا ہے، تو اب کیوں دروازہ بند کر دیا۔ سنت اللہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، جب سنت قدیمہ یہی ہے کہ وہ تبلیغ کے لئے رسول بھیجا کرتا ہے، تو پھر اب بھی نبوت جاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝ (احزاب ۸ و فاطر ۵) کہ اللہ کی سنت کبھی بدلا نہیں کرتی، اندریں حالات تمہارا ارسال رسل کا انکار کرنا بیہودہ ہے۔ (ت ب)

"**محمد عمر**" ۔ مرزائی صاحب نے ختم نبوت کو توڑنے کے واسطے ایک اور قسم کی ڈاکہ زنی فرمائی، کہ سنت قدیمہ ارسال رسل کی ہے۔ تو پھر اب کیوں نبوت جاری نہیں۔ یہ سنت اللہ تبدیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آتے ہی رہیں گے۔ یہ مرزائی صاحب کا مسلمانوں پر ڈاکہ ڈالنا محال ہے، کیونکہ قرآن کریم کو پس پشت ڈال کر یہ بہانہ بنایا جا رہا ہے، آپ مرزائی صاحب جو ذَهَبَ اللّٰهُ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ کا معنون ہو، اس کے سامنے جو کچھ آجائے کہدیتا ہے۔ کیونکہ وہ پس و پیش کو دیکھ نہیں سکتا، مرزائی صاحب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل ارسال رسل کی سنت اس لئے تھی، کہ ہر قوم یا ہر علاقہ کے لئے نبی علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) | وَرَسُولًا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ کہ میں صرف بنی اسرائیل ہی کی طرف

عورت ایک ہی ہے، اس کے اوصاف کئی ہیں، پھر موصوف ایک کسی کی ماں ہے تو دوسرے کی بیوی، تیسرے کی بہن، علیٰ ہذا القیاس، اس کے اوصاف مختلفہ کے لئے موصوف مختلف ہونے سے مختلف اوصاف موجود مراد لیے جا سکتے ہیں، ورنہ نہیں،

"مرزائی" - اگر ایک ماں کے کئی بچے ہوں، تو کیا وہ مختلف آدمیوں کی ایک ماں نہ کہلا سکے گی۔

"محمد عمر" - مرزائی صاحب کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو، تمہاری ہر بات ہی بے سوچے نکلتی ہے؟ قرآن بے سوچے نکل رہا ہے، بھلا دنیاوی مثال کو کیسے سمجھ سکو، مرزائی صاحب تمام کے لئے عورت کی صفت ماں تو ایک ہی ہے، یہی تو اختلاف ہے، جب اسی وقت صفت دوسری تسلیم کر دو گے تو موصوف غیر کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ مضارع حال کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور استقبال کے لئے بھی، اب تم کہو کہ مضارع کی دونوں صفات حال اور استقبال کے لئے ایک ہی وقت استعمال کیا جائے۔ تو یہ غلط ہے، یا حال کے لئے استعمال ہوگیا یا استقبال کے لئے، ایک ہی وقت میں دونوں زمانوں کا استعمال محال ہے۔ سنیئے۔

مثلاً لفظ باء کئی معنی سے مستعمل ہوتا ہے، الحاق کے معنی میں بھی، استعانت کے معنی میں بھی، تعلیل کے لئے بھی، مصاحبت کے لئے بھی، تعدیہ کے لئے بھی، مقابلہ کے لئے بھی، قسم کے معنی میں بھی، ظرفیت کے معنی سے بھی __________ زائد بھی کبھی آجاتی ہے۔

اب لفظ باء کے ان تمام اوصاف کو پڑھ کر کوئی مرزائی کہہ دے کہ ایک ہی وقت میں باء ایک ہی جملہ میں لفظ باء سے یہ تمام معانی مراد لئے جاویں گے، تو مسلمان کیا ہندو بھی اگر کچھ عربی سے تعلق رکھتا ہوگا، تو وہ مرزائی صاحب کو علم سے کیا، عقل سے بھی کورا سمجھے گا، کہ ارے کورے عقل کے گو لفظ باء کئی معانی سے مستعمل ہوتا ہے، لیکن مختلف المقام پر ایک ہی جملہ میں ایک ہی وقت تمام معانی کو استعمال کرنا محال ہے، ایسے ہی مثلاً مصدر کبھی اپنے فعل کا عمل کرتا ہے، کبھی مفعول مطلق ہوتا ہے، کبھی مضاف ہوتا ہے، تو مصدر کے تمام عملوں کو ایک ہی وقت ایک ہی جملہ میں استعمال کرنا محال ہے، اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا، کہ کلمہ عربی زبان میں جو کئی اوصاف یا معانی سے استعمال ہوتا ہو تو وہ ایک ہی جملہ میں ایک ہی وصف سے استعمال ہوگا۔ وہ ایک ہی جملہ میں ایک ہی وقت مختلف المعانی الاستعمال نہیں ہو سکتا اگر اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ اللہ ہی چنتا ہے، کہا جائیگا۔ تو اسی وقت زمانہ استقبال میں استعمال کرنا یہ

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝

قوم لوط علیہ السلام نے رسولوں کی تکذیب کی، جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے اُن کو کہا، کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے ہی امین بھیجا گیا ہوں۔

(۸) شعراء ۱۹/۱۰ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝

جانگلیوں نے رسولوں کی تکذیب کی، جب ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا، کیا تم ڈرتے نہیں کہ بے شک میں صرف تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

ثمانیۃ حجج

ان تمام آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا، کہ اللہ رب العزۃ کا رسل وانبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کی سنت ماقبل از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم محض اپنی اپنی قوم یا علاقہ کے لئے مخصوص تھی، ماسبق سنت اللہ یہی تھی، پہلے نہ کسی کو لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا سے تمام جہانوں کا نذیر بنایا، اور نہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ سے تمام جہانوں کی رحمت کسی کو مقرر کیا گیا۔ تاکہ سنت اللہ میں فرق لازم آتا، سنت اللہ تبدیل ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا، جب پہلے بھی کسی نبی کو تمام جہانوں کے لئے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا رب العزۃ مقرر فرماتے، اور بعد از رسل بھیجتے رہتے، تو تمہارا کہنا درست ہو سکتا تھا، کہ سنت اللہ بدلتی رہتی ہے، جب پہلے تمام رسل قومی تھے، اور اب عالمی مقرر ہو گئے، تو سنت اللہ میں کیسے تبدیلی واقع ہوئی۔ یہ تو مرزائی کی نظر میں شاید ہو، اور وہ بھی نظر کے غوطے کھانے کا عذر ہو سکتا ہے، ورنہ وکیل صاحب سے یہ توقع نہیں،

دوسرا جواب رب العزت نے خود ارشاد فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

انفال ۵/۱۰ قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔

فرماد یجئے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے، اور اگر وہ عود کریں، تو پہلوں کا طریقہ سنت گذر چکا ہے۔ نا فرمانوں کو عذاب الٰہی کا تسلط

ہی رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا۔ کہ

(۲) شعراء ع ۱۹/۱ — اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

چنانچہ رب العزت نے آپ کے ذمہ بنی اسرائیل کو فرمایا، اور ساتھ ہی تخصیص فرمائی کہ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى، کہ فرعون کی طرف جا، کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون و قومہٖ کی تخصیص فرمائی گئی۔ ایسے ہی تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قوم کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔

(۳) شعراء ع ۱۹/۵ — وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۘ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝

آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر ابراہیم علیہ السلام کی خبر پڑھیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو کہا، کہ تم کیا عبادت کرتے ہو۔

(۴) شعراء ع ۱۹/۶ — كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝

تکذیب کی قوم نوح علیہ السلام نے رسولوں کی، جب ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے ان کو کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ بے شک میں صرف تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

(۵) شعراء ع ۱۹/۷ — كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝

قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی، جب ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے ان کو کہا کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے رسول امین بھیجا گیا ہوں۔

(۶) شعراء ع ۱۹/۸ — كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝

قوم ثمود نے رسل کی تکذیب کی، جب ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے ان کو کہا کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے رسول امین بھیجا گیا ہوں۔

(۷) شعراء ع ۱۹/۹ — كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ

مرزائی: یہ نبی کی تعریف تمہارے عقیدے والوں کی ہے، اس لئے قابلِ قبول نہیں،

محمد عمر: مسلمانوں کے عقائد کی کتابوں میں تو نبی کی تعریف یہی ہے، پھر اب ہم کو اسی کے مطابق قرآن کریم سے دکھا دیتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) عنکبوت ۲۱/۵ — اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔
پڑھیں آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی۔

(۲) احقاف ۲۶/۱ — اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ۔
نہیں اتباع کرتا میں مگر جو میری طرف وحی کی گئی۔

(۳) یونس ۱۱/۱۱ — وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ۔
اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اتباع کریں، جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔

(۴) مائدہ ۶/۱۰ — يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ فرمائیے جو آپ کے رب کی طرف سے اُتارا گیا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا۔

(۵) ۱۲/۵ — فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ۔
پس تحقیق میں تمہیں تبلیغ کرتا ہوں، جس کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔

اِن آیات مذکورہ بالا سے نبوت کی تعریف واضح ہو گئی، کہ نبی اسے کہا جاتا ہے، جو اس کی طرف وحی کی گئی ہو، اب تم اپنے مرزا صاحب کا فیصلہ ہی سُن لیجئے۔

آئینہ کمالات لاہوری ۲۷۵ — انبیاء اس لئے آتے ہیں، کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں، اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں، اور بعض احکام کو منسوخ کریں، اور بعض نئے احکام لا دیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تم ہی نبوت کی تعریف سے مرزا صاحب کو پرکھو اور سوچو، کہ آیا نبوت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں۔

جب شریعت کو کاملہ یقین کرتے ہو اور اس کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں،

"محمد عمر"۔ سبحان اللہ! دوست تم نے تو ایسا جملہ بول دیا جس نے تمہاری اختراعی نبوت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ جب شریعت ہی مکمل ہو چکی، تو نبی کی کیا ضرورت۔ کیونکہ نبی کی تعریف ہی یہ ہے، کہ

شرح عقائد جلالی ۸ اَلنَّبِیُّ اِنْسَانٌ بَعَثَہُ اللّٰہُ اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ۔

نبی ایسا انسان ہے، جس کو اللہ تعالےٰ مخلوق کی طرف مبعوث فرماتے ہیں، تاکہ جو اس کی طرف وحی ہو، اس کی تبلیغ کرے۔ اس سے ثابت ہوا، کہ نبی اُسے ہی کہا جاتا ہے کہ جو اس کی طرف وحی کی جائے، اس کی تبلیغ کرے۔

تمہارے مرزا جی بھی اس تعریف سے نبیوں کے دائرے سے خارج ہو گئے۔ اور تمہارا اجرائے نبوت کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا، کہ جب تم شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہو اور تسلیم کرتے ہو، کہ آپ کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں آسکتا، تو کوئی نبی ظلی یا بروزی نہیں بن سکتا، کیونکہ نبی اُسے ہی کہا جا سکتا ہے، جو مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ کی تبلیغ کرے۔ اور بقانون اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ وَاِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔ مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ کی تبلیغ والا آ نہیں سکتا، تو اور نبی کا بننا محال، کیونکہ نبی کی تعریف ہی یہی ہے، لتبلیغ ما اوحی الیہ یعنی جو اس کی طرف وحی ہو، اس کی تبلیغ کے لئے آتا ہے۔

"مرزائی"۔ تم نے تو غضب کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی تھی، اور حضرت ہارون علیہ السلام اس کے تابع نبی تھے، اُن پر کوئی وحی نازل نہ ہوتی تھی، یعنی ان کو کوئی صحیفہ نہیں ملا، تو تمہارے اس خیال سے تو حضرت ہارون کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے، معاذ اللہ۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب! تم بھی تو نرے میاں مٹھے ہی ہو، کم از کم قرآن کریم کی طرف نظر تو دوڑا لیا کرو۔

انبیاء ۱۷/۴ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھَارُوْنَ الْفُرْقَانَ۔

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب دی، جو حق و باطل کی تفریق کرنے والی تھی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! دونوں کو کتاب ملی، یا ایک کو؟

کے قابل ہوتا ہے، یعنی اس شعر میں شاعر نے تمام قبائل کے مقابلہ میں اپنی رفعت بیان کی ہے اور اگر تمہارے مطلب کو مدِ نظر رکھا جائے۔ کہ ہمیشہ وہ میرا گھوسی ہی بنا رہتا ہے۔ تو قائل کی بجائے رفعت ہتک ثابت ہوگی، یہ جملہ شرطیہ ہے فعلیہ نہیں، ورنہ معانی تبدیل ہو جائیں گے، کہ اس کے پاس کبھی عمر گذاری، تو گھوسی کا گھوسی ہی رہا، کوئی ترقی نہ کر سکا، تو ثابت ہوا، کہ یہ تمہارا مطلب غلط ہے۔ شاعر کی مراد یہی ہے، کہ جب قوم اپنے سردار کو سرداری کی حالت میں بھیجتی ہے، تو اس حال میں وہ میرا گھوسی ہوتا ہے۔ اس میں استمرار نہیں، اگر استمرار لیا جاوے، تو معانی غلط ہو جائیں گے،

دوسرا تمہارا حوالہ کہ بیضاوی میں اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا کے ماتحت اُعِیْذُھَا بِکَ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ مُّسْتَقْبِلٍ لکھا ہے، یہ حوالہ غلط ہے، بیضاوی میں اس مقام پر یہ عبارت نہیں ہے۔ لہٰذا مرزائیات میں شمار کرو گا۔ اور تمہارا اس عبارت سے بھی استدلال نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ مضارع کے ساتھ ذُرِّیَّتَھَا مضارع کو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کرنے والا قرینہ موجود ہے۔ اور پھر مضارع کو ایک زمانہ استقبال کے ساتھ ہی خاص کیا ہے۔ تم دونوں کو اکٹھا مراد لیتے ہو، تمہارا کہنا یہ بھی غلط ثابت ہوا، اور محض مضارع کو استمرار سے خاص کرنا یہ بھی مرزائی اصطلاح ہے، عربی زبان کی اصطلاح نہیں ہے، اور نہ کوئی ذی فہم بچہ بھی اس غلطی کو تسلیم کر سکتا ہے۔

"مرزائی" ۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

خدا تعالےٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑیگا، جسپر اے مومنوں اس حالت میں ہو، یہانتک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے گا۔ خدا تعالےٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دیگا (فلاں پاک ہے اور فلاں ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہے گا بھیجے گا۔ (اور ان کے ذریعے سے پاک اور ناپاک میں تمیز ہوگی)۔ پس اے مسلمانو، اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقوٰی اختیار کرو، تو تم کو بہت بڑا اجر ملیگا۔

تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت مکمل ہونے سے تمہیں کونسی چیز مانع ہے، چنانچہ عالمین میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، ارے جس کی شریعت کاملہ اس کی نبوت بھی کاملہ جو آپکی شریعت کو کیسے کمل سمجھتا ہے، جو نبوۃ کو مکمل نہیں سمجھتا، یہ محض مرزائی گورکھ دھندا ہے، جو ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے، شریعت غیر محرف تو نبوت بھی غیر محرف۔

لہذا ثابت ہوا، کہ شرعی اور غیر شرعی نبوت کی تقسیم کر کے اس آیت میں ایک رخنہ نکالنا، یہ محض مرزاجی کی ہوشیاری ہے، ورنہ نبی کی تعریف کے مطابق نہ مرزاجی نبی بن سکتے ہیں، اور نہ کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ نے ایک اور حکم صاف کر دیا، کہ خداوند ہی ملائکہ سے قاصد اپنا چنتے ہیں، جیسا تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے جبریل علیہ السلام رب العزت کی طرف سے مقرر تھے، نہ کہ مرزا صاحب کی طرح خود ہی شیر علی اور ٹیچی وغیرہ کو تلاش کرتا پھرے۔

"مرزائی" ۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ استمرار تجددی ہے، یعنی اللہ ہمیشہ چنتا رہے گا، استمرار میں تینوں زمانے شامل ہوتے ہیں، جیسا کہ اَوَ کُلَّمَا وَرَدَتْ عُکَاظَ قَبِیْلَۃٌ بَعَثُوْٓا اِلَیَّ عَرِیْفَھُمْ یَتَوَسَّمُ اور بیضاوی میں بھی زیر آیت اَعِیْنُھَا یلف وذرہ ہیتھا کے ماتحت لکھا ہے، اُعِیْنُ ھَا فِیْ کُلِّ زَمَانٍ مُسْتَقْبِلٍ۔ (پاکٹ بک صفحہ ۵۲۳)

"محمد عمر" سبحان اللہ! مرزائی صاحب، علم عربی کو تو آپنے کھلونا بنا رکھا ہے۔ جدھر چاہا، قانون گھڑ لیا، عبارت عربی کا کچھ مطلب ہو، لیکن مرزائی اپنے مطلب کی طرف موڑ لیتا ہے، بنے یا نہ۔ پہلے تو کہدیا کہ مضارع استمرار کے لئے مستعمل ہوتا ہے، حالانکہ مضارع کے ساتھ جب تک کَانَ نہ شامل ہو، تب تک مضارع استمرار کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور اس مقام پر کَانَ مذکور نہیں، لہذا تمہارا استمرار کا دعویٰ غلط۔ پھر مثال میں ایک شعر پڑھ دیا، جس کے دوسرے مصرعہ میں استدلال غلط لیا گیا ہے، بَعَثُوْٓا اِلَیَّ عَرِیْفَھُمْ یَتَوَسَّمُ یعنی جب عکاظ میں کوئی قبیلہ قیام پذیر رہتا، تو وہ اپنے بزرگ کو میری طرف بھیجتے ہیں، تو میرے پاس آکر گھوسی بنتا ہے، مرزائی صاحب! کچھ تو ناک رکھ لو۔ اتنا ناک کٹاؤ، کہ ہندو، سکھ، عیسائی بھی تمہاری عربی دانی سنکر مضحکہ اڑائیں، اس مصرعہ میں یَتَوَسَّمُ جو جملہ اپنے ماقبل سے حال ہے۔ یعنی جب قبیلہ میری طرف اپنے سردار کو اپنا وقار ثابت کرنے کے لئے بھیجتا ہے، تو وہ ان کے ہاں کا انتہائی مرتبہ والا میرے ہاں وہ گھاس لانے کے

رب العزت نے ڈانٹا۔ کہ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ
اور کفار نہ گمان کریں۔ جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں، ان کے نفسوں کے لئے بہتر ہے، اس آیت
کریمہ سے صاف واضح ہو رہا ہے، کہ خداوند کریم نے کفار کو بھی، بھی مہلت دی ہوئی تھی، کہ منافقین
مومنین کا بھید لے بھی جاتے تھے، تو بھی ان کو علیحدہ نہ کیا گیا تھا، یہ تفریق غزوۂ احد میں ہوئی، جب
منافقین نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ہی انکار کر دیا، کہ انہیں ہمارے نفاق کا علم
نہیں، تو اس آیت وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے ان کی تفریق ہوئی، قرآن کریم ہم
تمہارے معنی کو ایک جملہ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ کہ رب العزت کو یہ گوارہ نہیں کہ مومنین
کو اسی حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم اب ہو، تمہارے معنی کو غلط ثابت کر رہا ہے۔
کیونکہ رب العزت نے صحابہ کرام کو جس حالت پر وہ اس وقت تھے، یعنی اختلاطی صورت
میں کہ منافقین پر سختی کر کے ابھی ان کو نکالا نہ گیا تھا، اللہ جل شانہٗ نے مومنین کو اس حالت
اختلاطی میں چھوڑنا گوارہ نہ فرمایا، اس آیت کریمہ سے منافقین کو علیحدہ کیا گیا اور یٰاَیُّهَا
النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ سے منافقین سے کفار کی شمولیت میں مومنین
کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا، اور تمہارے معنی غلط ہونے کی چوتھی دلیل قرآنی اسی آیت کے آخر میں موجود
ہے، وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اگر تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
غیب پر ایمان لاؤ۔ کہ آپ کو منافقین کا علم ہے، اسی بنا پر منافقین سے علیحدگی کا حکم جاری فرما
دیا، اور ان کے نام نہیں گنائے، تاکہ منافقین کو ثابت ہو جائے، کہ رب العزۃ نے علم مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف رکھا ہے، کہ جس کو آپ منافق فرما دیں وہ منافق ہے اور جس کو
آپ مومن ثابت رکھیں وہ، رہے۔ تو یہ چاروں دلائل قرآنی صریحۃ النص سے
تمہارے معنی کو غلط ثابت کر رہے ہیں، کہ یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مومنین و
منافقین کی تفریق کرنا مراد ہے پانچویں دلیل تمہارے معنی غلط ہونے کی یہ ہے، کہ خداوند
کریم فرماتے ہیں، وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ اور اللہ
تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے، تاکہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم اب ہو، حالت
مومنین اس وقت منافقین سے مخلوط اور رب العزت کو گوارہ اس وقت نہ ہو، لیکن تفریق
کرے ساڑھے تیرہ سو سال بعد، تو بعد ازمرگ واویلا یہ مرزائیت کے دماغ کا ہی اختراع ہوگا
الداس مرزائی عقل کے معنی کو دیوانگی پر محمول کیا جاوے گا، حالانکہ رب العزت نے اس وقت وَمَا کَانَ اللّٰهُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی، جبکہ پلک اور ناپاک میں ابوجہل وغیرہ میں کافی تمیز ہو چکی تھی، مگر خدا تعالےٰ اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا تعالےٰ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کریگا۔ مومن کے نذیعے نہیں۔ بلکہ رسول بھیجکر یعنی ہم پھر ایک دفعہ تمیز کرینگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز ہو گئی ہم اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور تمیز کریگا، پس اس سلسلہ سے نبوت ثابت ہے۔ (پاکٹ بک صـ۲۰۳ تا صـ۲۰۴)

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب خدا کے روبرو ہونے کا تمہیں کیا ڈر؟ جب قرآن والے کو ہی ترک کر دیا، تو قرآن سے تمہارا کیا تعلق۔ جتنا تم سے ہو سکتا ہے، بیشک دل کھول کر قرآن کو بدلو۔ معانی بگاڑو۔ خدا کے فضل سے تمہارے جیسے کئی گذرے گئے، اور کئی گذر رہے ہیں، اور کئی گذرینگے، اور اس قرآن کریم کے بگاڑنے کی کوشش بھی سر توڑ ہوئی اور ہوتی رہے گی، لیکن اس قرآن میں ایک لفظ نہ بدلا اور نہ بفضلہٖ بدل سکتا ہے، یہ جو تم نے معنی کئے ہیں، ایسے خلافِ عبارت معنی تو آریہ بھی نہ کریگا، تم نے ہر طرح قرآن میں زیادتی کی، اشارۃً، کنایۃً، صراحۃً، دلالۃً، معنیً، لفظاً۔ لیکن پھر بھی تمہاری مطلب براری نہ ہو سکی، اب اس آیۃ میں تم نے کہہ دیا ہے، کہ کفار میں اور مومن میں تمیز کافی ہو چکی تھی، لیکن وکیل صاحب بات گول مول بنا گئے، یہ بتایا نہیں، کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اور کس وقت نازل ہوئی، وکیل صاحب اگر آپ کو قرآن کی چوری کی عادت ہے، تو فقیر کا عمل ایسے چوروں کی چوری نکالنا ہے، غزوہ احد کے وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جب منافقین نے باتیں بنائیں کہ یہ نبی آسمان کی خبریں دیتا ہے لیکن ہم دشمن ان کے مریدوں میں ملے ہوئے ہیں، ہماری خبریں نہیں رکھتا، تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور ابھی اسوقت منافقوں کو مومنین سے نکالا نہ گیا تھا۔ جو اس آیت کریمہ کا ماقبل بھی ثابت کر رہا ہے۔ اور یہ تمام ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین اور منافقین کا ہی ہے۔ جو تم نے بعد کا کہا ہے، کہ آپ کے بعد یہ تمیز کریگا، یہ غلط ہے، کیونکہ اس مذکورہ آیت کے ماقبل تمام غزوہ احد کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو۔ وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اور یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کفار غم میں نہ ڈالیں، جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، پھر آگے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار کو

جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو۔ لہٰذا استقبال کے معنی کرنا یہ قرآن کریم کی اصطلاح و محاورہ عرب میں بے ایمانی ہے اب مفسرین اسلام سے فیصلہ کر لیتے ہیں، کہ آیا جو تم مرزائی معنی غلط گھڑتے ہو، کہ اللہ تعالیٰ بعد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کسی نبی سے فیصلہ کریگا مراد ہے، یا یہ فیصلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکا۔

اَدِلّہ تفاسیر

تحت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

(۱) **تفسیر کبیر** ۳/۱۸۱ — اعلم ان هذه الاية من بقية الكلام فى قصة الاحد۔ تو سمجھ لے کہ آیت واقعہ غزوہ احد کے بقیہ کلام سے ہے۔

فَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا ثَبَتَ عَلٰى اِيْمَانِهٖ وَعَلٰى تَصْدِيْقِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مُنَافِقًا ظَهَرَ نِفَاقُهٗ وَكُفْرُهٗ۔

توجو شخص مومن تھا اس کے ایمان پر مُہر لگ گئی اور تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور جو شخص منافق تھا اس کا نفاق اور کفر ظاہر ہو گیا۔

(۲) **تفسیر ابن کثیر** ۱/۴۳۲ — وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ، قَالَ مُجَاهِدٌ مَيَّزَ بَيْنَهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ۔

وایسا نہیں اللہ تعالیٰ تاکہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم اب ہو، حتیٰ کہ علیحدہ کرے خبیث (منافق) کو طیب (مومن) سے)۔ کہا مجاہد نے اللہ نے تمیز کر دی، علیحدہ کر دی اُحد کے دن۔

(۳) **تفسیر بیضاوی** ۲/۳۶ — مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ اَلْخِطَابُ لِعَامَّةِ الْمُخْلِصِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ فِىْ عَصْرِهٖ۔

اس آیت میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلصوں اور منافقوں کو خطاب ہے آپ کے زمانے میں،

لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے منافقین کو مومنین سے الگ کر دیا۔ بعد میں پھر خلفاءِ اربعہ رضی اللہ عنہم اور یزید کے زمانہ میں پھر منافقین مل گئے، اگر بعد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہوتا، تو اس وقت منافقین سے میل جول کا قانون نہ بنتا، اب نیز اسی عبارت کی کئی آیتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کے معنی استقبال کے نہیں لے سکتے۔

قرآن کا ترجمہ قرآن سے

(۱) توبہ ۱۱/۱۴	وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ ھَدٰھُمْ اور اللہ تعالےٰ کو گوارہ نہیں ہے، کہ گمراہ کرے اس قوم کو جب اُس نے اُسے ہدایت دی ہو۔
(۲) فاطر ۲۲/۵	وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اور اللہ تعالےٰ ایسا نہیں کہ اُسے آسمان میں کوئی شے عاجز کرے اور نہ زمین میں۔
(۳) توبہ ۱۱/۱۵	وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَافَّۃً۔ اور مومنین کو یہ لائق نہیں، کہ تمام کے تمام نکل پڑیں۔ (جہاد کے لیے)
(۴) انفال ۹/۱۴	وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔ اور اللہ تعالےٰ کے یہ لائق نہیں، کہ ان کو عذاب کرے۔ اس حالت میں کہ آپ اُن میں ہوں۔

اربع شہادات باللہ

یہ اسی متنازعہ فیہا آیت کریمہ کے مضمون کی آیتیں موجود ہیں، لیکن اس میں استقبال کے معنی نہیں، جو صاحب علم سے مخفی نہیں، لام مضارع پر داخل ہے، نفی کی تاکید کے لئے جو اقتران کو ظاہر کر رہا ہے، نہ کہ استقبال کو، تو ثابت ہؤا، کہ یہ فیصلہ زمانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکا ہے لہٰذا تمہارے معنی از روئے محاورۂ قرآن کریم غلط ثابت ہوئے، ان امثلہ مذکورہ بالا سے جو بعینہٖ تمام ترکیب نحوی میں متنازعہ فیہا آیت کی مثل ہیں، جن سے اقترانِ زمانی فوری ہے، نہ استقبالی

له صلى الله عليه وسلم دا مخالفين لنص اخر وهو قوله وخاتم النبيين -

اور لیکن اللہ نے چُن لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ کی طرف وحی کرتا ہے، اور اس کو خبر دیتا ہے، کہ غیب میں ایسے ہے، اور بے شک فلاں کے دل میں نفاق ہے، اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے، تو یہ اللہ تعالٰے کے اخبار سے ہوتا ہے، من جہتہ نفس نہیں، اور یہ آیت نبی کو باطنی علم ہونے پر دلیل ہے، پس بے شک وہ اس علم کا اپنے امام کے لئے دعوای کرتے تھے، تو اگر وہ امام کے لئے نبوت ثابت نہ کریں، تو وہ اس عنصر کے مخالف ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے غیر رسول کے لئے علم غیب ثابت کر دیا، اور اگر وہ اپنے امام کے لئے نبوت ثابت کر دیں، تو دوسری نص کے مخالف ہو جاتے ہیں، اور وہ اللہ کا فرمان ہے، وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! علامہ نسفی نے تو مرزائیت کی جڑ کاٹ کر رکھدی۔

(۸) معالم التنزیل ۳۸۲ (ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء) قال السدى معناه وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اِجْتَبَاهُ -

اب فقیر اس آیت کاملہ کو لکھتا ہے، اور اس کے معنی لفظی عرض کرتا ہے، جس میں مرزائی نے بددیانتی سے کام لیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور اللہ تعالٰے ایسا نہیں ہے، کہ مومنوں کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم ہو، حتیٰ کہ علیحدہ کر دے خبیث کو (منافق کو) طیب سے (مومن سے)، اور نہیں ہے اللہ تعالٰے کہ تم تمام کو علم غیب پر اطلاع دے، اور لیکن اللہ تعالٰے اپنے رسولوں (ماسبق) سے چنتا ہے۔ جس (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو چاہتا ہے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں کے غیب پر اور اگر تم ایمان لے آئے، (مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اور آپکے تفویض کرنے مومنوں اور منافقوں پر) اور ڈرے تم (منافقوں کی بے ایمانی سے) تو تمہارے

(۴) تفسیر جلالین ۵۳

حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ ۔ اَلْمُنَافِقَ مِنَ الطَّیِّبِ ۔ اَلْمُؤْمِن بِالتَّکَالِیْفِ الشَّاقَّۃِ الْمُبَیِّنَۃِ لِذٰلِکَ فَعَلَ ذٰلِکَ یَوْمَ اُحُدٍ ۔

حتیٰ کہ علیحدہ کرے اللہ تعالیٰ خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے ظاہر سخت تکلیفوں سے، اس لئے تو یہ (علیحدگی) اللہ نے کردی اُحد کے دن۔

(۵) ابن جریر ۴/۱۱۶

حدثنا محمد بن عمرو قال حدثنی ابو عاصم عن عیسٰی بن ابی نجیح عن مجاہد فی قول اللہ مَاکَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ قَالَ مَیَّزَ بَیْنَھُمْ یَوْمَ اُحُدٍ الْمُنَافِقَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ۔

کہا مجاہد نے احد کے دن اللہ نے منافق کو مومن سے علیحدہ کردیا۔

(۶) تفسیر خازن ۱/۳۸۲

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ اَکْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ اَلْخِطَابُ لِلْکُفَّارِ وَالْمُنَافِقِیْنَ ...... فَمَیَّزَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ۔

تو کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور اکثر مفسرین نے یہ خطاب کفار اور منافقین کو ہے ...... پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو احد کے دن منافقین سے علیحدہ کردیا۔

تو ان تفاسیر کے تمام حوالجات سے ثابت ہوا، کہ اس آیت میں مرزائی معنی غلط ہیں، اور قرآن کریم میں زیادتی ہے، خداوند کریم تم کو ہدایت دے۔ فقیر اب اللہ یجتبی کے معنی عرض کردیتا ہے۔

(۷) تفسیر مدارک ۱/۱۵۳

(ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء) ای ولکن اللہ یرسل الرسول فیوحی الیہ ویخبرہ بان فی الغیب کذا وان فلانا فی قلبہ النفاق وفلانا فی قلبہ الاخلاص فیعلموا ذالک من جھۃ اخبار اللہ لا من جھۃ نفسہ والایۃ حجۃ علی الباطنیۃ فانہم یدعون ذالک العلم لامامھم فان لم یثبتوا النبوۃ لہ صاروا مخالفین للنص حیث اثبتوا علم الغیب لغیر الرسول وان اثبتوا النبوۃ

اور شہید ہوئے، یاد رہے کہ یہاں اٰمَنُوْا صیغہ ماضی اور رُسُلِہٖ صیغہ جمع ہے، بخلاف مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ والی آیت کے، کہ اس میں یُطِعِ مضارع ہے، اور الرَّسُوْلَ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ گویا پہلے انبیاء کی اطاعت درجہ نبوت تک نہیں پہنچا سکتی۔ (مکمل پاکٹ بک ص ۴۰۵)۔

محمد عمر: مرزائی صاحب! جو بات نکالتے ہو، نرالی ہی ہوتی ہے، تمہارا مطلب قرآن میں موجود ہو یا نہ، اس آیت کریمہ میں رب العزت نے پہلے شرط بیان فرمائی ہے، کہ جو شخص اطاعت کریگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے مطیع کا ذکر فرمایا ہے کہ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہو، تو مطیع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال یہ ہے، کہ مطیع مطیع ہی رہیگا، یا مطاع بن جائے گا، اگر مطیع کو اطاعت سے رسالت حاصل ہو سکتی ہے، تو یہ اصول سرے سے ہی غلط ہے، کیونکہ پہلے قانون خداوندی مذکور ہو چکا ہے، اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ، کہ اللہ ہی رسل چنتا ہے، فرشتوں سے ہو یا لوگوں سے، اگر تمہارے معنیٰ کئے جاویں، کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت مل سکتی ہے، تو اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ فرمان الٰہی کی معاذ اللہ تکذیب لازم آئیگی، کیونکہ رسل کے چناؤ کی ابتداء من جانب اللہ ہے، نہ کہ اس کا حصول باطاعت، تو ان دونوں آیتوں میں تضاد لازم آئیگا۔ تو معلوم ہوا، کہ اطاعت سے حصول نبوت نہیں، یعنی بندہ بتدریج درجہ نبوت حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ درجہ نبوت کی ابتداء رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ مطیع درجہ مطاع کو پہنچ جاتا ہے، تو یہ بھی محال، کیونکہ پھر اس کی دو صورتیں ہیں، مطاع مساوی ہو گا یا ناقص، اگر مساوی ہو تو شرک فی الرسالۃ لازم آیا، لہٰذا یہ بھی ناممکن۔ اگر ناقص ہو تو بعد از نبوت کاملہ یعنی عروج سے ہبوط کی طرف تسلیم کنندگان کے ایمان میں نقص لازم آئے گا، اور اصل میں بھی نقص لازماً ثابت ہو گا۔ تو یہ دونوں صورتیں محال، لہٰذا مطیع اللہ جل شانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطاعت درجہ مطاع یعنی نبوت کو پہنچنا یعنی وصول الیٰ درجۃ النبوۃ محال ثابت ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے، کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ جملہ شرط ہے، اور فَاُولٰٓئِکَ الیٰ اٰخرہٖ جزا ہے، جب شرط موجود ہو جائے تو جزا کا موجود ہونا واجب، جب شرط اطاعت میں سب سے مقدم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ثابت ہیں۔ تو درجہ نبوت کے اول حقدار

لئے اجر عظیم ہے ۔ اور باقی رسل سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چناؤ خاتم نبوت کا ہی ہے ۔
تو ثابت ہؤا ، کہ اس آیت کریمہ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوۂ احد کے واقعہ پر مومنین اور منافقین کی رب العزت نے تفریق فرمادی اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ پر ایمان لانے والوں کو طیب کا خطاب فرمایا ، اور ان کے علاوہ کو خبیث کا خطاب دیا ، اور رسالت کا چناؤ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہؤا ، اور آپ کو ہی رب العزۃ نے مصطفیٰ اور مجتبیٰ کا خطاب عنایت فرمایا ، اور غیوبات باطنیہ کے علوم سے بھی سرفراز فرمادیا ، اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جاری کرنے یعنی چناؤ الٰہی کے بعد نبی بننے والا یا بنانے والا خدائی رسول نہیں ہے ، بلکہ جعلی ہے ، اور مومن منافق کی تمیز از روئے قرآن ہی ہو سکتی تھی ۔ اب نبوۃ کے سلسلے کو جاری کرنا ، اور تفریق مصطفاۃ کو پس پشت ڈالنا یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو معاذ اللہ عدم اعتماد کا ووٹ دینا ہے ، خدا تعالے اس عقیدہ سے محفوظ رکھے ۔

"مرزائی" ۔ یہ تو ثابت ہوگیا ، کہ ان دونوں آیتوں میں واقعی ہمارے وکیل صاحب نے زیادتی سے کام لیا ہے ، آجتک کسی مفسر نے یہ معنی نہیں کئے ، اور ان دونوں آیتوں میں واقعی قرآن کے معانی تبدیل ہوگئے ہیں ، لیکن ایک آیت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ، جس سے صاف اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہے ، سنیئے :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء ۹ع)

جو اطاعت کرینگے اللہ کی اور اس کے اس رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی پس وہ اُن میں شامل ہوجائیں گے ، جن پر اللہ نے انعام کیا ، یعنی نبی ، صدیق ، شہید اور صالح ۔ اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہونگے ، اس آیت میں اللہ تعالے نے امت محمدیہ میں طریق حصول نعمت اور تحصیل نعمت کو بیان فرمایا ہے ، آیت میں بتایا گیا ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے دوسری جگہ انبیاء سابق کی اتباع کا ذکر کیا ہے ، وہاں اس کے نتیجہ میں انعام نبوت نہیں دیا گیا جیسا کہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ الخ ۔ (الحدید ۲ع) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالے پر اور باقی تمام انبیاء پر ، وہ تمام صدیق

نور ۱۸/۷　وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ۔

اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا، جو تم سے ایماندار ہیں، اور جنہوں نے عمل نیک کیا، کہ ضرور اُن کو خلیفہ بنائیگا۔

اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ ایمانی بیان فرما کر خلافت کا وعدہ فرمایا، اگر اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول نبوت ہوتا تو بجائے خلافت اُن سے وعدہ نبوت کا کیا جاتا، کیونکہ وہ زیادہ حقدار تھے۔

آلِ عمران ۴/۱۲　کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ۔

تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! تمہارے مرزا صاحب کا دعویٰ بھی تو اُمتی نبی ہونے کا ہے، اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہی ہے، خداوند کریم کی طرف سے کوئی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نبی ہو سکتا تو خیر امت کا خطاب بنص قرآنی تو ملے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور جنکے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عاملین ہونے کی تصدیق بھی رب العزت فرمادیں، اُن کو تو خطاب نبوت سے نہ نوازا جائے، اور مرزا غلام احمد صاحب جن کی اطاعت کے متعلق قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی میسر نہیں، تو وہ اسلام میں نبی اللہ ہونے کا دعویٰ بنا بیٹھیں اور اجرائے نبوت کے قائل ہوں، تو یہ مرزائی ایمان کو ہی گوارا ہے، انصاف خداوندی سے بعید ہے، معلوم ہؤا کہ طاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت محال، اگر ممکن ہوتی تو جنکو تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ کے ہؤا، اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا، اگر خیر امت کو نبوت میسر نہ ہوئی تو اشرار امت مرزائیوں کے لئے خداوند کریم کیسے دروازہ نبوت اطاعت میں کھول دیگا، جنکی اطاعت کی تصدیق رب العزۃ فرمادیں، ان کو نبوت نہ مل سکی، تو ساڑھے تیرہ سو سال بعد والوں کو کیسے اطاعت میں نبوت مل سکتی ہے، تمہاری پیش کردہ دوسری آیت کریمہ نے تو پہلی آیت کو بھی واضح کر دیا۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ وَالشُّہَدَآءُ

[حاشیہ: خطاب کنتم خیر امۃ ... (ناخواندہ)]

دی ہیں، کیونکہ اگر اطاعت سے مرتبہ نبوت حاصل ہو سکتا، تو جو اطاعت شرط میں مقدم اس کا جزا
میں یعنی نبوت میں بھی مقدم ہونا لازمی ہونا چاہیئے، جب صحابہ کرام سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ
جیسے اولوالعزم صحابہ کرام جن کی اطاعت بلا واسطہ بالمشافہ کی شہادت قرآن پاک نے بیان فرما کر
یقیناً ثابت کی ہو، تو منصوصہ مطیعون کو اگر درجہ نبوت حاصل نہیں ہوا، تو دوسرا ساڑھے تیرہ سو
سال کے بعد اطاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کا مدعی جھوٹا ہو گا۔

بالمشافہ اطاعت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین از قرآن

(۱) آل عمران ۴/۱۷ — لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
حقیقۃً احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر جب ان میں رسول بھیجا اُن سے۔

اس آیت سے صحابۂ کرام پر اللہ تعالےٰ نے تین احسانات جتلائے ہیں، ان کے مومن ہونے
کی تصدیق، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا، ان سے مبعوث فرمانا۔

(۲)۔ توبہ ۱/۱۳ — وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور سبقت کرنے والے اوّلوں میں مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے اتباع کی نیکی کے
ساتھ، خداوند اُن سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے، اور ان کے لئے اللہ نے باغات
تیار کئے ہیں، جن میں نہریں پانی چلتا ہے، اس میں ہمیشہ رہینگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

از روئے نص سبقت لے جائیں مہاجرین اور انصار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، لیکن نبوت
ملے مرزاجی کو، سبحان اللہ مرزائی صاحب! اگر اطاعت میں نبوت مل سکتی، تو جو صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین سے سابقین تھے، پہلے حقدار قرآنی قانون سے وہ تھے، جب وہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔
ثابت ہوا، کہ نبوت بند ہے۔ تم مطلب غلط بیان کرتے ہو اور یہاں محض معیت مراد ہے۔
جو ظاہر نص ثابت کر رہی ہے، کیونکہ جنکی ذات بابرکات پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝
سے ان کے رشد کی توثیق و تصدیق رب العزت نے فرمادی ہو، وہ تو اطاعت میں نبوت کے حقدار
نہیں، اور مرزاجی کے لئے نبوت کا دروازہ اب کھل گیا، کچھ تو سوچ کر بات کرو۔

کو ہی ضائع کر دیا ہے جس سے کسی کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے، تو اَلَّذِیْنَ کے ماتحت جملہ اول کا وجود تب ہو گا جب دوسرا جملہ متحقق ہو گا، چنانچہ اس آیت کریمہ میں چونکہ بصیغہ ماضی جملہ فعلیہ مذکور ہے جو فائدہ عموم شرط کا دیتا ہے، جس سے دوسرے جملہ کا وجود متحقق ہوا ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم سے اور پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱) بقرہ	۱/۳	وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔
(۲)	״ ״	فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔
(۳) بقرہ	۱/۹	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
(۴) بقرہ	۲/۲۰	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔
(۵) بقرہ	۳/۲	اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔
(۶) بقرہ	۳/۶	اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔
(۷) مائدہ	۳/۸	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝
(۸) حج	۲/۷	فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ۔
(۹)	״	فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝
(۱۰) روم	۱/۲	فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ۝

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ اور جو لوگ اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور اس کے رسولوں کے ساتھ تو یہی وہ صدیق اور شہداء ہیں اپنے رب کے نزدیک ان کو انکا ثواب ملیگا، اور ان کا نور۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہؤا، جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے تو اس کو درجہ صدیق اور شہید کا ملتا ہے، معلوم ہؤا، کہ نبوت کا نہیں، ایسے ہی اگر مطیعون کو اس متنازعہ فیہا آیت میں بھی درجہ نبوت حاصل ہو سکتا، تو وہاں بھی اس آیت کی طرح بجائے مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کے هُمُ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ہوتا جب رب العزت نے مَعَ الَّذِيْنَ سے تخصیص فرمائی ہے، تو مرزائی اگر مِنَ الَّذِيْنَ کہے تو بجائے کلام خداوندی کلام مرزائیہ کو کون سنے۔ تو ثابت ہؤا کہ جس مرتبے کا حصول ہو سکتا تھا، تو صاف فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ فرما دیا، باقی رہا کہ اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے، اور اس آیت میں مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ تو ایمان ثمرۂ اطاعت ہے، جب ایمان باللہ و بالرسل سے نبوت نہیں مل سکتی تو محض اطاعت سے کیسے مل سکتی ہے۔

پھر تمہارا کہنا کہ دوسری آیت میں اٰمَنُوْا صیغہ ماضی ہے، جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہے، لہٰذا انبیاء گذشتہ کا ذکر ہی مراد ہو گا، یہ بھی تمہارا کہنا غلط ہے، کیونکہ اسم موصول کے لئے صلہ کا ہونا ضروری ہے، اور دوسرے جملہ کا وجود جملہ اول کی جزاء ہوتا ہے، جو افادہ شرط کا دیتا ہے، جملہ فعلیہ اگر مستقل ہوتا تو اَلَّذِيْنَ کے ماتحت نہ ہوتا اور صیغہ ماضی محض مذکور ہوتا، تو تمہارا مطلب منشا جب جملہ فعلیہ بالذات مراد ہی نہیں، اور نہ ایک جملہ فعلیہ الَّذِيْنَ کے ماتحت کلام کو تمام ہی کرتا ہے۔ جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا جملہ اس کی جزا واقعہ نہ ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں اٰمَنُوْا جملہ فعلیہ الَّذِيْنَ اسم موصول کے ساتھ شرط واقع ہے، جس کا تعلق کسی زمانے سے نہیں، کیونکہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ الخ کا تحقق پہلے جملے اٰمَنُوْا پر موقوف ہے، تو محض اٰمَنُوْا کے صیغہ ماضی کو ذکر کے اپنے ایمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے، الَّذِيْنَ اس جملہ فعلیہ کے موصول کو جیسا کہ یہ فعل جزو صلہ واقع ہے، ہضم کر جانا اور اپنی مطلب برآری کے لئے محض ماضی کہہ کر زمانہ گذشتہ مراد لینا قرآن کریم سے بے انصافی کا برتاؤ کرنا ہے یہ مرزا کو ہی زیبا ہے، جس کو اہل حق گوارہ نہیں کر سکتے، اور اسی داؤ پیچ سے تم نے اپنے اعتماد ایمان

ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیاں مٹادے اور ہمیں ابرار سابقین مقبولین منعم علیہم کے ساتھ شامل کرلے تو رب العزت بندگان مومنین کی اس دعا کو منظور فرماتے ہوئے سائل کو منعم من اللہ انبیاء کرام سابقہ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کا ساتھ اور ان کی صحبت نصیب فرماتے ہیں اور یہ ان کی معیت بعد از وصال ہے، کیونکہ منصوصین مراتب مذکورہ کا وصال ہوچکا ہے۔

"مرزائی"۔ اس آیت میں مع بمعنی من ہے، یعنی اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم درجہ نبوت کو اور صدیقیت اور صالحیت کو پہنچادیتی ہے اور اگر تمہارے معنی مع کے معیت ہی لئے جائیں تو بڑی خرابی لازم آئیگی، کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صالحیت کے درجے کو بھی حاصل نہ کرسکے۔

حالانکہ ارشاد الٰہی ہے، اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کیا، پس وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اور خداوند تعالیٰ مومنوں کو عنقریب بڑا اجر دیگا،

کیا یہ صفات رکھنے والے مومن نہیں، صرف مومنوں کے ساتھ ہیں اور کیا ان کو اجر عظیم عطا نہیں ہوگا، اور تفسیر بیضاوی میں بھی فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کا ترجمہ مِنْ عِدَادِھِمْ فِی الدَّارَیْنِ لکھا ہے، پس جو لوگ مومنوں کی گنتی میں شامل ہیں، تو مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ کا ترجمہ بھی یہی ہوگا کہ مطیعین دونوں جہانوں میں انبیاء کی گنتی میں شمار ہونگے، اور سنیئے۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ تو وہ صالح بنا کر نہیں مارے جاتے اور ایک جگہ شیطان کے متعلق آتا ہے لَمْ یَکُنْ مَعَ السّٰجِدِیْنَ، ایسے ہی اگر متنازعہ فیہا آیت میں بھی مع بمعنی من نہ کئے جاویں، تو نعوذ باللہ امت محمدیہ شر امت قرار پاتی ہے، جو بالبداہت باطل ہے، مکمل پاکٹ بک مرزائیہ ص ۴۰۶۔

"محمد عمر"۔ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ والی آیت میں بڑی جلدی تمہیں تفسیر بیضاوی یاد آگئی، لیکن یہ تو بتاؤ کہ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ میں بھی کسی

ان مذکورہ بالا آیات میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول کے صلے میں پہلے جملے کا فعل بصیغہ ماضی ہے، جس سے عموم شرط مراد ہے، نہ زمان سے متعلق ہے، جیسا کہ تم نے قرآن میں غلط بیانی کر کے عوام کو دھوکا دیا ہے، لہٰذا اٰمَنُوْا کو بھی حرف ماضی ذکر کر کے زمانہ گذشتہ مراد لینا یہ بھی مرزائیت پر مبنی ہے، نہ کہ اصطلاح فرقانی ہے، لہٰذا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ کے معانی وہی جو نجگے جواز ابتدائے نزول قرآن تا الآن ہو رہے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کے ساتھ ایمان لائے تو (اُن کو یہی درجے حاصل ہو سکتے ہیں) کہ یہی وہ صدیق ہونگے اور شہدا ہونگے، نبوت درجہ حصولی نہیں بلکہ عطاء من اللہ ہے جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتا، باقی رہا تمہارا کہنا کہ مطیعون مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صالحیت سے درجۂ نبوت پہنچ سکتا ہے، یہ بھی سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے، کیونکہ اگر بقول تمہارے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ کے قانون سے صالحیت کے مرتبے سے نبوت کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے، تو یہ بھی محال ہے، کیونکہ صالحیت کے مرتبے سے تو شہادت کے درجے کو حاصل کر سکتا ہے، اور جب شہید ہوگا تو درجہ شہادت ملیگا اور جب شہید ہو چکا، تو اوپر ترقی کرنے کے لئے اس کے اعمال ہی منقطع ہو چکے، اب تو وہ مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہو چکا، ترقی کا سلسلہ ہی منقطع ہو چکا، درجۂ صدیقیت کو بھی حاصل نہ کر سکا، چہ جائیکہ نبوت تک پہنچ سکے، تو معلوم ہوا، کہ تمہارا کہنا کہ صالحیت سے ترقی کر کے انسان درجہ نبوت تک درجہ بدرجہ فائز ہو سکتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیعین کو انبیاء ماسبقت اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انبیا علیہم السلام جنکا سلسلۂ اجرائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم کر چکے اور شہداء اور صالحین جنکی شہادت وصالحیت بالنص ثابت ہو چکی ہے، کیونکہ بعد کے عاملین کے منازل ظنی ہونگے، جن کے مراتب کو ہم یقینی نہیں کہہ سکتے، کہ وہ کس کس درجہ پر خداوند کی طرف سے فائز ہیں، سوا اس کے کہ محض صالحین کے خطاب سے ہی اُن کو نوازا جائے، کیونکہ ان کے لئے نص قرآن موجود نہیں، یا کوئی صاحب نظر سمجھ سکتا ہے کہ فلاں صدیقوں میں جا ملا ہے فلاں شہداء میں ہماری استدعا بھی دربار خداوندی میں یہی ہے کہ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ یا اللہ

عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ نے بیان کردیا، کہ یہ صدیق پہلے صدیقین کے ہمراہ ہونگے، یہ شہداء پہلے شہداء کے ساتھ ہی ہونگے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی آپ کے لئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت اوّل سے بہتر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نسائی شریف ۲۷۹/۱ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔
میں تمام مومنوں کی جانوں سے بہتر ہوں اور قریب ہوں،

تو معلوم ہؤا، کہ ہر مومن نبی ہو یا ولی، اس کو آپ کی معیت ہوگی، نہ کہ کسی کو آپ کا درجہ ملیگا،

اور جو تم نے اس آیت کریمہ سے نبوّت کے اجراء کا مسئلہ استنباط کیا ہے، یہ غلط ہے، اور جو تمہارا جواب یہ ہے، کہ کیا مَنْ یُّطِعِ اللہَ وَالرَّسُوْلَ کے لئے نا اُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ کے مراتب حاصل کرنے کے بعد دنیا میں جو زندہ رُسل اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں، اُن میں اُن کے مراتب پر فائز ہوکر شامل ہونگے، یا جو سابقین ہیں اُن میں شمولیّت ہوگی، تو اگر زندہ میں شمولیت مراد لی جاوے زندہ رسُول تو پہلے موجود نہیں، تو پھر بھی تمہارے معنی غلط ثابت ہوئے، اور اگر نبوت کے درجے کو حاصل کرکے سابقین کے ساتھ منعم من اللہ میں شمولیت مراد لی جاوے تو وہ بھی محال؛ کیونکہ عالمِ برزخ میں عالم دنیا کے باشندوں کو شامل کرکے مراتب کی دعوت دیجائے تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ نبوت زندگی میں ملتی ہے، نہ بعد از وصال، کیونکہ ہدایت زندوں کی مقصود ہوتی ہے، اگر نبی کو عالم برزخ میں نبوت ملی تو دعوٰی بھی عالم برزخ میں ہی ہوسکتا ہے، یہ بھی مفید نہیں، لہٰذا تمہارے معنی اگر قرآن کریم کی اس آیت میں کئے جادیں، تو قرآن کریم میں نقص لازم آئیگا، اور نقص محال ہے، لہٰذا تمہارے معنی ہر صورت غلط ثابت ہوئے، تو اس آیت کریمہ کے یہی معنی ہونگے، جو تمام امت نے اجماعی معنی کئے ہیں، کہ مطیعین کو انبیاء علیہم السلام کی معیت میں صدیقیت اور شہادت کا درجہ حاصل ہوگا جس کا اعمال سے حاصل ہونا ممکن ہے، اور صالحیت کو لَنُدْخِلَنَّھُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ نے ثابت کردیا، کہ درجہ صالحیت بھی ملتا ہے، اور سابقین صالحین کے ساتھ شمولیت ہوجاتی ہے۔

مفسر نے مع بمعنی من لکھے ہیں، جھگڑا تو اُس آیت میں ہے، اُس متنازعہ فیہا آیت کے ماتحت دکھاتے کہ فلاں مفسر نے مع بمعنی من لکھے ہیں، جب اُس میں تم ثابت نہیں کر سکتے، اور قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہو، تو دوسری آیتوں کے ماتحت تمہارا تفسیر پیش کرنا فضول ہے، باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ خلفائے اربعہ اور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے متعلق تو الٰہی کا نقشہ تو اللہ تعالےٰ نے کھینچا ہے، جیساکہ دوسرے مقام پر فرمایا وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کہ جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابوبکر صدیق اور حضرت عمر وحضرت عثمان وحضرت علی المرتضےٰ وحضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جسنے اطاعت کی نیکی کے ساتھ تو اُن سے اللہ راضی ہوگا اور ان کا نقشہ کھینچا فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ، سب سے پہلے مُنْعَمٌ مِّنَ اللّٰہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنکو مِنَ النَّبِیّٖنَ سے نوازا گیا۔ بعدازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ جنکو وَالصِّدِّیْقِیْنَ کے عنوان سے یاد فرمایا گیا، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو وَالشُّھَدَآءِ سے خطاب ہوا، بعدازاں علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ جنکو وَالصّٰلِحِیْنَ سے خطاب ہوا، اور اگر محض مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خطاب من النبیین کا ہو تو بھی درست ہے، یعنی تمام آیت میں خلفائے اربعہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے، پھر ہر ایک کو صدیقین اور شہداء اور صالحین کا جمع سے کھول کر ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ تمام انبیا علیہم السلام کی اصلیت حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اور جامع صفات کُل ہیں، اس لئے النبیین سے خطاب ہوا، اور بعد از انبیا علیہم السلام چونکہ تمام صدیقوں کا مرکز جامع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ہیں۔ اس لئے ان کو صدیقین کا خطاب ہوا، اور انبیا علیہم السلام کے علاوہ باقی صدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی معیت میں ہونگے، علیٰ ہذا القیاس تمام اوصاف کے برابر چونکہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ تھے، اس لئے ان کا نقشہ بیان کیا گیا، اور اُن کی ہی اتباع کا ذکر اس آیت میں ہی مذکور ہے، اور ساتھ ہی دوسری آیت موجود ہے، فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ اُن کی حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے، یعنی اس حقیقت بیان کرنے کے بعد پھر اخفا یہ تھا، کہ بعد والے صدیقین اور شہداء ان کے ساتھ شامل ہیں یا علیحدہ تو فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ

(۷) یوسف ۱۲/۸	فَاَرْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا۔ بھیج تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو۔
(۸) یوسف ۱۲/۸	قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجو نگا،
(۹) مائدہ ۶/۳	وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ، کیا تمام مومنین اِلٰہ بن گئے ؟ اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔
(۱۰) انعام ۷/۸	فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھے۔

کیا معاذ اللہ! ظالموں کے پاس بیٹھنے سے ظالم ہو جائیگا، کچھ تو سوچ کر بات کرو۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

انبیاء علیہم السلام کی معیت میں نبی نہیں بن سکتا

بلکہ

اُمتی ہی رہتے ہیں

(۱) اعراف ۸/۹	فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ۔
(۲) اعراف ۹/۱۳	فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ
(۳) ہود ۱۲/۵	وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا۔
(۴) ہود ۱۲/۶	فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا۔

پانچواں جواب وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ اور یہی رفاقت اچھی ہے۔ تو یہ جملہ قرآنیہ مع کے معنی رفاقت کے معنی کی تخصیص ثابت کر رہا ہے، قرآنی آیت کی تفسیر جب قرآن کریم خود بیان کر رہا ہے، تو قرآنی تفسیر کو چھوڑ کر مرزائی تفسیر کو کون تسلیم کرے، اب مع بمعنی رفاقت کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرمادیں۔

قرآن کریم میں مَعْ رفاقت کے معنی میں

(۱) بقرہ ۲/۵ ۱۹ | اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
بے شک اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

کیا خدا کو صابر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے؟ نہیں، بلکہ خداوند کریم کی رفاقت صابرین کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۲) آل عمران ۴/۱۵ | وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔
اور کئی نبیوں کی رفاقت میں بہت رب والوں نے جنگ کی۔

کیا نبیوں کی معیت میں وہ نبی ہو گئے؟

(۳) نساء ۵/۵ | وَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ۔
اور چاہیئے کہ کھڑا رہے اُن سے ایک گروہ آپ کے ساتھ۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کھڑے ہونے والے آپ کی معیت میں تمام نبی بن گئے۔

(۴) توبہ ۱۰/۱۱ | وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهٖ۔
اور جنگ کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں۔

کیا آپ کی رفاقت میں جنگ کرنے والے تمام کو انبیاء کہو گے؟

(۵) ہود ۱۲/۲ | لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ۔
کیوں نہیں اُتارا گیا آپ پر خزانہ یا آپ کی رفاقت میں کوئی فرشتہ ہو۔

(۶) یوسف ۱۲/۵ | وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ۔
اور یوسف علیہ السلام کی رفاقت میں دو جوان قید ہوئے کیا وہ دونوں نبی ہو گئے

معیّت غلامی اور اطاعت کو مضبوط کرتی ہے، نہ کہ درجۂ الوہیت یا رسالت تک پہنچا دیتا ہے، جیساکہ تم نے سمجھا ہے، کیونکہ ان کی ہر قسم کی مماثلت غیر سے محال ہے، باقی ان کے علاوہ چونکہ مماثلت ممکن ہے، اسواسطے محض شراکت فعلی اُن کی معیت میں ہو سکتی ہے۔ اور علاوہ الوہیت و نبوت باقی مراتب چونکہ کسبی اور اختیاری ہیں، حاصل کر سکتا ہے، جیساکہ ارشاد الٰہی ہے،

(۱) ۔ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ٥

(۲) ۔ فَأُولٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ٥

(۳) ۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ٥

(۴) ۔ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ٥

(۵) ۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ٥

"مرزائی"۔ نبوت واقعی وہبی ہے، لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی موہبت نازل نہیں ہوتی، جب تک کہ انسان کی طرف سے بعض اعمال ایسے سرزد نہ ہوئے ہوں، جو اس موہبت کے لئے جاذب بن جائیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ ۔ کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے اس کو لڑکیاں موہبت کرتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے لڑکے موہبت کرتا ہے۔ دوسری جگہ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب موہبت کئے، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے، اولاد موہبت ہے، لیکن کیا اولاد کے حصول کے لئے کسی انسانی عمل کی ضرورت نہیں، بیشک نبوت کے لئے اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اعمال صالحہ شرط ہیں، اور اعمال صالحہ کا صدور بھی خدا تعالےٰ کی توفیق پر موقوف ہے۔ (پاکٹ بک صـ۴۸۔)

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب بیچارے عقل سے ایسے کورے ہوتے ہیں، کہ وہبی اور کسبی کی تفریق بھی نہیں کر سکتے، فرماتے ہیں کہ نبوت کسبی بھی ہے اور وہبی بھی ہے۔ حالانکہ دونوں میں بون بعید ہے، کسب میں اعمال شرط ہیں، اور موہبت میں محض عطاء الٰہی ہے، اس کا سبب اعمال نہیں، بلکہ اعمال صالحہ یعنی معصومیت کے لئے نبوت شرط ہے، کیونکہ تمام جن و انس میں نبی علیہ السلام کی ذات ہی گناہ سے معصوم ہو سکتی ہے، جیساکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں،

(۵) ہود	۱۲/۸	وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۔
(۶) اعراف	۹/۱۶	وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۔
(۷) " "		لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔
(۸) شعراء	۱۹/۴	وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ۔
(۹) تحریم	۲۸/۲	يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔
(۱۰) فتح	۲۶/۴	مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے، لیکن نبی نہ بن سکے، امتی ہی رہے۔

تو ثابت ہوا، کہ انبیاء علیہم السلام کی معیت سے نبوت کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ غلامی میں شمولیت مراد ہوتی ہے۔ نہ کہ نبوت میں شمولیت، جیسا کہ تم نے غلط سمجھا ہے۔ ایسے ہی خداوند کی معیت عبودیت الٰہیہ کی مخصص ہوتی ہے، نہ کہ درجۂ الوہیت مل جاتا ہے۔

شعراء	۱۹/۴	اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۝ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے جلدی ہدایت دیگا۔
توبہ	۱۰/۹	اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرماتے تھے۔ کہ کچھ غم نہ کر۔ اللہ ہمارے

ساتھ ہے۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا، کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

اعمال کرنے والے کو دو برس یا تین برس کی میعاد کے بعد اولاد ہونی چاہیئے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ ؕ سے میعاد خداوندی پر ہی موقوف ہے، اگر وہ کم کرنا چاہے تو کر بھی سکتا ہے، تو کیوں نہ کہا جائے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ اور پھر اگر نبوت کسبی تسلیم کی جاوے تو نبی عملی کہلاتا، نبی اللہ کا خطاب نہ ہوتا۔ اور نبوت کی عطا کو اولاد کی موہبت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ بعض اولاد کے متعلق تو یہ بھی ارشادِ الٰہی ہے۔

تغابن ۲۸/۲ — اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ

ضرور تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے لئے دشمن ہیں، تو تم اُن سے بچو۔

تغابن — اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ

اور کوئی بات نہیں، تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں،

اب تم کہیں قرآن کریم سے یہ بھی نکال کر دکھاؤ، کہ خداوند کریم نے نبوت کو بھی کبھی اُمت کے لئے دشمن فرمایا ہو، یا نبوت کو فتنہ کا لفظ استعمال فرمایا ہو، حالانکہ تمہارے نزدیک دونوں موہبت الٰہی ہیں، اور حالانکہ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے، هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ - وہ ایسی ذات ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا تو بعض تم سے کافر ہے اور بعض مومن، تو یہ موہبت دو قسموں سے ثابت ہے، کیا نبوت الٰہی بھی معاذ اللہ دو قسموں سے منقسم ہے، مومن اور کافر، تم نے دوسری قسم شیطانی وحی والے کا نام نبی مقرر کیا ہے، خدا کی طرف سے شیطانی الہام والا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا، کہ اولاد کی عطا کو وہبی نبوت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، اور نبوت کو اعمال کا ثمرہ مقرر کرنا یہ قرآنی قانون کے خلاف ہے، اعمال کا ثمرہ ایمان ہے۔ جیساکہ رب العزت نے فرمایا ہے، قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ - اور رسالت عطاء الٰہی ہے، اعمال و اطاعت کا ثمرہ نہیں، جیساکہ ارشادِ الٰہی مذکور ہو چکا، اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ، اللہ ہی چناؤ کرتا ہے ملائکہ سے رسولوں کو اور لوگوں سے۔ یہ کسبی رتبہ نہیں،

بنی اسرائیل ۱۵/۸

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝

اور اگر ہم آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ رکھتے، تو ضرور قریب تھا، کہ آپ ان کی طرف ذرا سا مائل ہو جاتے۔ تو معلوم ہوا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جزء الذی لایتجزی لغزش سے بھی مبرا ہیں، خداوند کریم نے آپ کو ایسا ثابت رکھا، کہ شئی قلیل کی مقدار بھی آپ کو صراطِ مستقیم سے اور کسی طرف مائل نہیں ہونے دیا، تو انبیا علیہم السلام کی معصومیت نص قرآنی سے ثابت ہوئی، کیونکہ اُن کی نبوت ورسالت خداوند کی طرف سے ہوتی ہے، اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ نبی کے دعدہ کو پورا فرماتے ہوئے ہر سہو اور لغزش وجرم سے محفوظ رکھتا ہے، بناوٹی خطاب نہیں، کہ خود ہی اپنے متعلق اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کہہ کر خود ہی گناہ شروع کر دے اور پھر فتوای دے، کہ نبی گناہ سے معاذ اللہ معصوم نہیں ہوتا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ۔

اور اگر اعمال کو بشرطِ نبوت مقرر کرو گے، تو کئی ہندو اور سکھ ایسے ثابت ہوں گے، جو تمہارے مرزاجی سے اعمال میں اچھے ہوں، تم نے ان کو نبی نہیں مانا۔ مرزاجی کو ہی نبی مقرر کر لیا ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے نبی بن سکتے ہیں، اور اگر اعمال سے نبوت مل سکتی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بطریق اولٰے انبیا تسلیم کرنا چاہیئے، حالانکہ تم ان کو تسلیم نہیں کرتے، پھر اعمال کو شرط مقرر کر کے یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا میں اعمال کو شرط بناؤ گے تو چاہیئے تھا، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یحیٰی علیہ السلام کے سوا کسی کی اولاد نہ ہوتی، یا محض ملائکہ کی ہی اولاد ہوتی، دوسرے اولاد سے محروم رہتے۔ اور اگر عمل سے مراد دنیاوی لطف ہی مراد ہے، تو مرزائیوں کے سوا باقی سب بے اولاد ہونے چاہئیں، حالانکہ ابن مسعود نجدی زیادہ اولاد رکھتا ہے، حکیم نوردین صاحب جو مرزاجی کے خلیفہ اول تھے، اُن کے ہاں اولاد زیادہ ہونی چاہیئے تھی، حالانکہ محمود صاحب کے ہاں حکیم صاحب سے زیادہ اولاد ہے۔ تو معلوم ہوا، کہ موہبت الٰہی کسی عمل پر موقوف نہیں، حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے حضرت آدم علیہ السلام بلا عمل غیر پیدا ہوئے، اسی طرح حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام عطاءِ الٰہی ہیں، یعنی ماں باپ لائق اولاد نہ تھے، یعنی قوت اولادی مفقود تھی، تو یہ بھی موہبت الٰہیہ سے پیدا ہوئے، اور بڑی بات یہ ہے کہ عمل پر موقوف ہو، تو نو ماہ کی میعاد خداوندی پیدا نہ ہو، بلکہ اعلیٰ اعمال صالحہ کرنے والے کو ۹ ماہ سے جلدی اولاد ہونی چاہیئے، اور بڑے

آیت سنا زعم نیہا میں من کی مخصص ہے۔ تو مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ کی تخصیص اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ سے اور مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ کہ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی تو اللہ کا مطیع ہوگیا سے بیّن ہے۔ یعنی مطیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا مطیع اور آپ کی اطاعت سے تجاوز کر کے مطاع بننے والا خداوند کریم کا نافرمان ہے۔

"**مرزائی**" جب پہلی اُمتوں میں عورتیں نبیات نہیں بنیں۔ تو اس اُمت میں کیسے بن سکتی ہیں۔ پہلی اُمتوں میں عورتیں چونکہ درجہ صدیقیت تک ہی پہنچی ہیں، تو اس میں بھی نبوت تک نہیں پہنچ سکتیں۔ صدیقیت تک ہی رہینگی۔ مکمل پاکٹ بک صد ۴۰۹۔

"**محمد عمر**" سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ پہلے تم خود اپنی مکمل پاکٹ بک صد ۴۰۵ میں تسلیم کر چکے ہو، کہ پہلے انبیاء کی اطاعت زیادہ سے زیادہ کسی انسان کو صدیقیت کے مقام تک پہنچا سکتی تھی۔ تو اب بھی وہی قانون جاری رہیگا۔ کیونکہ تمہارا مسلمہ قانون ہے صد ۴۰۰ سطر ۵ پر، کہ اللہ کی سنت کبھی بدلا نہیں کرتی، اب تم نے دوبارہ تائید کر دی، کہ اللہ کی سنت ہے کہ پہلی امتوں میں عورتوں کو نبوت نہ ملتی تھی، لہذا اس اُمت میں بھی یہی قانون رہے گا۔ اور اس اُمت کا یہ قانون تم نے قرآن کریم سے پڑھا نہیں، اور بغیر قرآنی قانون کے تم نے مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ میں مردوں کو عورتوں سے خاص کر دیا۔ لیکن تمہارے مقابلہ میں خداوند کریم فرماتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ، جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں کے ساتھ ایمان لائینگے تو وہی صدیق اور شہید بن سکتے ہیں، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو رہا ہے، کہ اگر تم کہو کہ ہم رسل کے درجے کو پہنچ جائیں۔ تو محال ہے، البتہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسل کے ساتھ ایمان لے آئیں تو وہ محض صدیقین اور شہداء کے درجے کو ہی حاصل کر سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں اور صالحین کا خطاب دوسری جگہ دیا گیا، بلکہ صالحین سے بھی بڑھ کر خیر اُمت کا خطاب دیدیا گیا۔ تو ثابت ہوا کہ صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا خطاب کا درجہ جاری ہے اور نبوت کے درجے کا خطاب بند ہے اور اگر من کو عام رکھو تو عورت بھی شامل ہوتی ہے مطیع سے مطاع بننے کی خرابی لازم آتی ہے، درجے پر پہنچنا کجا، خود درجہ دینے

اور نہ ہی خداوند کریم نے کہیں فرمایا، کہ فلاں نے عمل کیا تو میں نے اس کو نبوت دے دی، اور فلاں نے اچھے عمل کئے تو میں نے اس کو نبوت عطا کر دی، تو ثابت ہؤا کہ نبوت عطائے الٰہی ہے وہبی رتبہ ہے نہ کہ کسبی، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، اور نہ نبوت کے کسبی ہونے کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے، حالانکہ نبوت کے وہبی ہونے کی سینکڑوں صراحۃً آیات موجود ہیں، کہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا، وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا مجھے اللہ تعالےٰ نے نبی پیدا کیا ہے، تو نبوت پیدائشی قرآن کریم سے ثابت، لیکن نبوت کسبی کسی آیت سے ثابت نہیں جس کو تم اپنی تمام پاکٹ بک میں بھی نہ درج کر سکے، اور مرزاجی کا کہنا کہ یہ نعمت میری کوشش سے نہیں۔ بلکہ شکم مادر ہی سے مجھے عطا کی گئی، (حقیقۃ الوحی صد ۶۷) بقانون تمہارے کذب محض ثابت ہؤا، اگر یہ بات سچی تھی تو مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ والی آیت کے معنی کہ اطاعت سے نبوت تک ترقی ہو جاتی ہے، قرآنی معنی تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہؤا، کہ تمہارا اس آیت کے معنی بگاڑنا کہ اطاعت سے نبوت ملتی ہے، غلط ثابت ہؤا، اور مرزاجی کا فرمان بھی غلط ثابت ہؤا، کیونکہ اگر ماں کے پیٹ سے نبی ہوتے تو درجہ بدرجہ دعوٰی نہ کرتے، فافہم وتدبر۔

عورتیں نبی کیوں نہیں بنتیں؟

تم نے مَنۡ کو عام تو مراد لے لیا، لیکن مَن میں عورتیں بھی تو شامل ہیں، کیونکہ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ سے عورتیں بھی اطاعت کرتی ہیں، ان کو بھی نبوت ملنی چاہیئے۔ حالانکہ آجتک کبھی کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی، اور اس کے خلاف دوسری آیت بھی ملتی ہے۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ۔ اور نہیں رسول بھیجا ہم نے آپ کے پہلے مگر مردوں کی طرف وحی کی، تو جب رسالت و نبوت میں رجولیت شرط ثابت ہوئی اور مَنۡ یُّطِعِ والی آیت میں تم نبوت کا درجہ ہر عورت و مرد کے واسطے یکساں ظاہر کر رہے ہو، تو معلوم ہؤا کہ تم قرآن کریم کے معانی قرآنی محاورہ کے خلاف اور غلط کر رہے ہو۔ اور اگر یہ کہو، کہ رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ والی

نے یہ نہ سوچا، کہ ہم نے پہلے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے نبوت کا معیار اور شرطِ اطاعت اللہ اور محمد رسول اللہ مقرر کی ہے، تو معلوم ہوا، کہ تمہارا یہ استدلال اس آیت سے غلط ہے اگر صحیح ہوتا تو ضرور اطاعت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبوت ملتی، کیونکہ اطاعت شرط ہے، یا کہو کہ ہم نے جو شرط اطاعت میں مطاع بننے کی بنائی، غلط ہے، جب مطیع کے لئے مطاع بننے کا ایک قانون تم نے مقرر کر دیا، پھر تم کہو، کہ جی ہر اطاعت کرنے والا نبی نہیں بن سکتا ہے، گو آیت عام ہی ہے، تو معلوم ہوا، کہ تمہارا مقرر کردہ معنی بھی جعلی، کیونکہ باوجود حکم کے عام ہونے کے تم مرزائی جس کو چاہو، نبی بنا لو، تو وہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ میں داخل ہو سکتا ہے، خداوند کریم نص قطعی سے جو مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کا نیصلہ حتمی فرمائے وہ تمہیں منظور نہیں ہے۔ تو جب رب العزت نے اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے فرما دیا، کہ قیامت تک تمہاری ہی ایک امت ہے، نہ کوئی نبی پیدا ہو گا، اور نہ کوئی امت امت سمجھی جائیگی تو قیامت تک اس امت میں بھی امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی ہو گی، اور کوئی نبی نہ پیدا ہو گا، چنانچہ ہمیں بھی یہی سبق دیا گیا، کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اب تم اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رستہ خدا سے مانگو اور ان کے ساتھ عالمِ برزخ اور عالمِ عقبیٰ میں شمولیت کی درخواست مجھ سے کرو نہ کہ رسالت کے درجہ پر فائز ہو جاؤ۔ یا صحابی بننے کی تلاش کرو، تمہیں تو رسالت کی سوجھتی ہے، تم تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے تابعین اور تبع تابعین کی خاک پا کی بھی ہمسری نہیں کر سکتے،

لہذا ثابت ہوا کہ تمہارا اطاعت اللہ و رسولہ سے اجرائے نبوت ثابت کرنا تمہارے کلام نے ہی غلط ثابت کر دیا، کہ اطاعت میں جب صحابہ کرام مقدم ہیں تو اگر رسالت میسر ہو سکتی تو حقدار رسالت وہ تھے، ان کو ملتی، جو پانچوں وقت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں آپ کے فرمان اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمانے کے بعد مل کر آمین کہتے رہے، پھر بھی اگر وہ بالمشافہ اطاعت میں درجہ رسالت تک نہ پہنچ سکیں، بلکہ صدیق اور شہید اور صالح کے درجے کو پہنچ سکیں۔ تو آج تمہارا قرآن کے معنی کو بدلنا اظہر من الشمس ہے، کیونکہ تمہارے کلام سے صاف ظاہر ہوتا

والا بننے کی خرابی لازم آئیگی۔ قرآنی معنی کو تبدیل کرنے سے جو جو خرابیاں لازم آتی ہیں، فقیر نے عرض کردیں، قرآنی آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں، کہ اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والا انبیاء علیہم السلام کی رفاقت میں صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے منازل طے کر کے منعمین کی شمولیت حاصل کریگا۔

"مرزائی"۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، اس میں صیغۂ ماضی ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ اے خدا جو انعامات تو پہلی امتوں کے افراد پر نازل کرتا رہا ہے وہ ہم پر بھی نازل کر، حالانکہ بعض لوگ کہتے ہیں، کہ صحابہؓ نے بھی اطاعت کی، اُن کو بھی نبوت ملنی چاہیئے تھی، تو اس کا جواب اللہ تعالٰی نے دیدیا، اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ، اور خداوند کریم نے فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ، جب صحابہ کرام کو خلافت مل گئی اور اُن میں ایک نبی بھی آ گیا، کیونکہ ہر قوم میں نبی ایک ہی آتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا، يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَاۗءَ تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ والی آیات میں یہ نہیں وعدہ دیا گیا کہ آنحضرت کے بعد ہر کوئی نبی بنے، بلکہ یہ نعمت کسی فرد پر نازل ہوگی۔ یا کٹ بک ص

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب تم نے قرآن کریم کو گھر کی کتاب بنا رکھا ہے، آیت الٰہی کو جس طرح چاہا اپنی مرضی کے مطابق موڑ لیا، کون پوچھنے والا ہے، اچھا خداوند کے دربار میں لوگ حقوق العباد میں گرفتار ہونگے، لیکن تمہارے گلے میں خداوندی زنجیر ہوگا، اور اس تحریف قرآنی کا حساب پورا لیا جائیگا۔ پہلے تم نے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ میں من کو عام رکھا، جب کہا گیا کہ اس میں عورت بھی شامل ہے، کیا عورت کو نبوت مل سکتی ہے کیونکہ من عام ہے، تم اس کا کوئی جواب نہ دے سکے، ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگ گئے، پھر جب يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے اطاعت کو تم نے شرط نبوت بنایا، تو صحابہ کرام کی اطاعت کو مقدم اور بالنص قطعی ثابت کیا گیا، تو تم نے ایک اور بہانہ تراشا، کہ اُن میں ایک نبی آچکا تھا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک نبی آیا، ایسے ہی صحابہ کرام میں ایک نبی آ گیا، بعد میں وہ خلافت کا وعدہ دیئے گئے، وہ نبوت کے حقدار تھے، لیکن وکیل صاحب

۱۔ پہلے فرمایا مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ مِنْكُمْ۔ جو شخص تم سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا، تو آگے فرمایا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِالَّذِيْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ لاحق کرے گا اُن کو اللہ یعنے شامل کریگا (یعنی منکم کو) ان لوگوں کے ساتھ جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں، مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سے یعنی امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پہلے گذر چکے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی اُمت، موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی اُمت، ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی اُمت وغیرہم، تو بِالَّذِيْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نے ہمارے جعلی معنی کا رد کر دیا، فرمایا مَاسَبَقَ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کے ساتھ ان کو معیت حاصل ہوگی۔

۲۔ پھر آگے راغب نے الحاق کی تفصیل کردی، کہ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ میں انکی شمولیت کیسے ہوگی، اس کے متعلق بیان فرمایا، کہ اَلنَّبِيُّ بِالنَّبِيِّ صیغۂ واحد فرمایا کہ نبی نبی کے ساتھ قیامت کو شامل ہوگا، یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم جنس نبی کے ساتھ ہونگے، جس کی تشریح مَاكُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ نے کردی، تیامت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء علیہم السلام کی معیت میں ہونگے، فرمایا کہ نبی نبی کی صف میں ہوگا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہلی اُمتوں کے شہیدوں کی صف میں کھڑے ہونگے۔ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما شہدائے سابقین کی صف میں کھڑے ہونگے، حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہلے صالحین کی معیت میں ہونگے، یہ ثابت کرنا مقصود ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ بناوٹی رسول نہیں ہیں، کہ ماسبق انبیاء علیہم السلام سے علیحدگی ہو، ایسے ہی باقی بھی صدیق شہید اور صالح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی جعلی خطابات ان کو حاصل نہیں، جو انہوں نے خود اپنے متعلق مرزا صاحب کی طرح تجویز کئے ہوں، ایسے نہیں، بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کو ملے ہیں نص قطعیہ سے، اس لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیا علیہم السلام کی صف میں میدان حشر میں شامل ہونگے، اور ابوبکر صدیق ماسبق صدیقین کے ساتھ ہونگے، اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے شہداء کی معیت میں شامل ہونگے، اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ صالحین میں حق سے شامل ہونگے۔

ہے، کہ قانون اجرائے نبوت بھی ہم نے نکالا ہے، خداوندی قانون نہیں۔ تو ہم نبوت کو جاری کرنے سے رکتے نہیں، اور جب ہماری پیدا کردہ نبوت ہے، تو ہم ہی جسے چاہیں نبی بنا سکتے ہیں، تو خدائی نبی قانون کے خلاف ہے، لہٰذا اسلام میں مقبول نہ ہوگا، مرزائیوں میں ہو، تو ہو۔

مرزائی ترجمہ کی تائید کا جواب

"مرزائی" حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں، جو بیان ہو چکے،

وَقَوْلُهٗ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ تفسیر لِقَوْلِهٖ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ .... وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ النَّبِيِّيْنَ تفسير الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ مِنْكُمْ اَلْحَقَهُ اللّٰهُ بِالَّذِيْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ النَّبِيُّ بِالنَّبِيِّ وَالصِّدِّيْقُ بِالصِّدِّيْقِ وَالشَّهِيْدُ بِالشَّهِيْدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ وَاَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ يَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ بِقَوْلِهٖ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اَيْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ (محیط)

یعنی خدا کا فرمان مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر ہے، گویا تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا، اللہ اُن کو چار گروہوں میں کریگا، نبی کو نبی کے ساتھ صدیق کو صدیق کے ساتھ، شہید کو شہید کے ساتھ، صالح کو صالح کے ساتھ اور راغب نے جائز قرار دیا ہے اور ثابت ہوا کہ امام راغب کے نزدیک اس آیت کا وہی ترجمہ ہے جو بیان کیا ہے کہ اطاعت کنندہ نبوت کا درجہ حاصل کر سکتا ہے، پاکٹ بک ص ۴۱۲۔

"محمد عمر" وکیل صاحب نے تفسیر کی عبارت کانٹ چھانٹ کر پیش فرمائی، لیکن اس میں بھی ان کا مقصد حل نہ ہو سکا۔ وکیل صاحب نے

ہے، اس کے معنی اگر کے ہوتے ہیں، مرزائی صاحب نے لَیَفْعَلَنَّ عِلّو لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ کی مثال پیش کی، جس سے فاعل کے فعل کی تاکید مقصود ہوتی ہے، لیکن جب نون ثقیلہ حرف شرط اِمّا کے تحت واقع ہو، تو معنی مضارع کے نہیں رہ جاتے۔ اِمّا میں مَا محض شرط کی تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی مؤکد شرط ہے نہ فعل کا مؤکد۔ اور یہی مطلب بیضاوی و کتاب الصرف میں لکھا ہے۔

ہٹ دھرمی کو خدا برباد کرے، ہٹ دھرمی سب سے بُری بلا ہے، جو کتاب الصرف اُردو کی کتاب کو بھی سمجھنے نہیں دیتی، لام مفتوح کو نون ثقیلہ کے ساتھ تو تاکید کے واسطے بیان کر دیا۔ لیکن نون ثقیلہ جب اِمّا کے تحت واقع ہو۔ تو اس کا عمل بیان ہی نہیں کیا، کتنا دھوکہ ہے۔ اور اسی کو تفسیر بیضاوی والے نے نقل کیا ہے۔ ترجمہ چھوڑ گئے۔ اور اگلی بات کو نقل کر کے غلط بیانی سے کام لیا۔ اور وہ بھی اس آیت کے ماتحت نہیں، اِمَّا نَذْهَبَنَّ کے ماتحت لکھا ہے۔ فَاِنْ تَبْتَغِيْنَاكَ یعنی اما بمعنی اِنْ حرف شرط کے معنی کئے ہیں، لیکن مرزائی تفسیر بیضاوی کو پیش کر کے جھوٹ سے کام لیتے ہوئے معنی ضرور کرتا ہے۔ حالانکہ پیش کردہ عبارت کا مطلب واضح ہے۔ اِمّا نذھبن کے معنی ہیں کہ اگر ہم آپ کو لے جائیں اور آگے بیضاوی نے جو عبارت لکھی ہے اس کے معنی صاف مرزائی کے خلاف ہیں۔ اِمّا میں مَا زائدہ ہے اور جیسا کہ لام قسم جب داخل ہو نون ثقیلہ پر تو فعل کی تاکید کرتا ہے۔ ایسے ہی مَا زائدہ ہے۔ اس کے کوئی معنی مراد نہیں۔ اور نہ مَا کوئی عمل ہی کرتا ہے۔ بلکہ لام قسم کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور شرط کا مؤکد ہونا شرط کو باطل نہیں ہونے دیتا، اِمّا میں شرط کی تاکید کے لئے لایا جاوے اور مضارع کے معنی کو نہ بہنے دے۔ لیکن مرزائی شرط کو ڈکار سے ہی ہضم کر جاوے اور الٹے فعل کو مؤکد سمجھے تو اس کو خدا ہی ہدایت دے۔ اب نقیر متنازعہ فیہا آیت اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ کے ماتحت مسلمانوں کی تفاسیر سے حوالہ دیتا ہے، کہ اِمّا کے معنی اگر حرف شرط مراد ہیں، یا تاکید فعلی معنی ضرور ہیں۔

عِلّو (نوٹ) :- خادم صاحب حیات مسیحؑ کے متعلق جب رب العزت نے فرمایا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ تو اس وقت لَيُؤْمِنَنَّ میں لام تاکید مؤکد با نون ثقیلہ مضارع پر داخل ہو، تو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ اس وقت کیوں اس قانون کو بھول گئے۔ اس وقت چونکہ حیات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوتی تھی، اس لئے مقام پر مرزائی صاحب نے اپنا پاؤں لگنے ہی نہیں دیا، اور یہاں جو ماتحت حرف شرط ہے اس جگہ یہ قانون بھول گیا اور وہ یاد آیا۔ ناظم

ان میں کوئی شک نہیں۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب ان آیات قرآنیہ کے حل سے تو ثابت ہو گیا، کہ نبوت کا درجہ کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا، اور نہ مذکورہ آیت کی رُو سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع رسول بن سکتا ہے، اور میری سمجھ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی ہے، کہ اگر کوٹھی کا ملازم کوٹھی کی ملکیت کا مدعی ہو تو جھوٹا سمجھا جاویگا، ملازم مالک نہیں اور اگر مالک ہے، تو ملازم نہیں، یہ محال ہے کہ کوٹھی کا مالک بھی ہو اور کوٹھی کی ملازمت کا بھی مدعی بنے، لیکن ایک آیت قرآنی پیش کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے، اس کے متعلق بھی مجھے امید واثق ہے کہ آپ ضرور تسلی بخش جواب دینگے، سنیئے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اعراف رکوع ۴)۔ اے بنی آدم (انسانو) البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کرینگے تمہارے سامنے میری آئتیں۔ پس جو لوگ پرہیز گاری اختیار کرینگے، اور اپنی اصلاح کرینگے، اُن کو کوئی غم اور ڈر نہ ہوگا۔ اِمَّا يَاْتِيَنَّ کا ترجمہ ہے، البتہ ضرور آئینگے، کیونکہ یاتین مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے، جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے، جیسا کہ لَيَفْعَلَنَّ کے معنی ہیں، البتہ ضرور کریگا۔ ایسے ہی بیضاوی نے بھی اماّ انس ھبن کے ماتحت لکھا ہے۔ ما مزیدہ موکدۃ بمنزلۃ لام القسم فی استجلاب النون الموکدۃ۔ پس اس کے معنی ہوئے البتہ ضرور آوینگے رسل۔ پاکٹ بک صفحہ ۴۱۶۔

"محمد عمر"۔ زبان عربی وکیل صاحب کو دیکھ کر رو تی ہے کہ مجھے آجتک ہندو نے پڑھا، عیسائی نے پڑھا، یہودی نے پڑھا، لیکن جتنا مجھے مرزائی نے بگاڑا ہے تمام کافر بھی مرزائی کے سامنے گھٹنے ٹیک گئے، جس شخص کو اماّ حرف شرط کا بھی علم نہ ہو، تو یہ وکیل مرزائیہ ہی کو زیبا ہے، وکیل صاحب کسی درس عربی میں تشریف لے جاکر بچوں میں بیٹھ کر پہلے صرف نحو پڑھیئے، پھر تمہیں عربی زبان کا علم ہوگا، تو تمہیں خود بخود سمجھ آجائیگی، کہ آیا مرزائی مذہب سے محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہی مقصد ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں۔ اِمَّا اصل میں اِنْ مَا سے مرکب ہے۔ اور یہ حرف شرط ہے۔ اِنْ حرف شرط اور مالغا یعنی زائد

وہ بلحاظ قانون نحو عربی صراحتہً غلط ہیں، کیونکہ یہ معنی لَیَفْعَلَنَّ کے ہیں، نہ اِمّا یاتینّ کے۔ اب قرآن کریم سے اِمّا کی مثال دیکھ لیں، جو مضارع موکد بانون ثقیلہ پر داخل ہو، تو معنی شرط کے ہوتے ہیں۔

اِمّا کی تحقیق قرآن کریم سے

(۱) البقرہ ۴/۲	اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

اگر آوے تمہیں میری طرف سے ہدایت تو جس شخص نے میری ہدایت کی تابعداری کی تو اُن پر کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

(۲) انعام ۸/۷	وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝
(۳) انفال ۴/۱۰	فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝
(۴) یونس ۶/۱۱	وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ
(۵) بنی اسرائیل ۳/۱۵	اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا۔
(۶) مریم ۲/۱۶	فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔
(۷) مومنون ۶/۱۸	اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝
(۸) حٰمٓ سجدہ ۵/۲۴	وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ۔
(۹) زخرف ۴/۲۵	فَاِمَّا نَذْھَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝

اِمّا کی تحقیق از تفاسیر

حوالہ	عبارت
(۱)۔ تفسیر جلالین ۱۰۲	یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا فِیْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنْ الشَّرْطِیَّةِ فِیْ مَا الزَّائِدَةِ اس میں نون مدغم ہے، اِنْ شرطیہ ہے، مَا زائد ہے۔
(۲) تفسیر جامع البیان ۱۳۴	اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ اِمَّا حَرْفُ الشَّرْطِ وَمَا مَزِیْدَةٌ لِتَاْکِیْدِ مَعْنَی الشَّرْطِ۔ اِمّا حرف شرط ہے۔ مَا زائد ہے۔ شرط کے معنی کی تاکید کے واسطے
(۳) تفسیر مدارک ۲/۴۰	(یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ) هی ان الشرطیة ضمت الیها ما موکدة لمعنی الشرط۔ ان شرطیہ ہے، مَا موکدہ مشروط کے معنی کے لئے اس کے ساتھ ملایا گیا ہے
(۴) تفسیر خازن ۲/۱۸۶	(یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ) هِیَ اِنِ الشَّرْطِیَّةُ ضُمَّتْ اِلَیْهَا مَا مُؤَکِّدَةٌ بِمَعْنَی الشَّرْطِ وَجَزَاءُ هٰذَا الشَّرْطِ هُوَ الْفَاءُ۔
(۵)۔ تفسیر معالم التنزیل ۲/۱۸۶	(اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ) ای اِنْ یَّاْتِیَکُمْ
(۶) تفسیر کبیر ۴/۲۹۹	وَقَوْلُهٗ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ هی ان الشرطیة ضمت الیها ما مؤکدة بمعنی الشرط ولذالک لزمت فعلیها النون الثقیلة وجزاء هذا الشرط هو الفاء وما بعده

من الشرط والجزاء وهو قوله فمن اتقی واصلح۔

سابقین مسلمانوں کی تفاسیر سے ثابت ہوا، کہ اِمّا کے معنی حرف شرط کے ہیں۔ اِمّا یَاْتِیَنَّکُمْ اگر آئیں تمہارے پاس رسل معنی صحیح ہیں، اور جو معنی وکیل صاحب نے کئے ہیں۔

علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو خطاب فرمایا، فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت آئے، تو جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی تو ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ غم زدہ ہونگے، اس واقعہ کو بھی اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قرآن کریم میں بیان فرمایا، لیکن کسی مسلمان نے آجتک یہ نہیں کہا اور نہ کوئی کر سکتا ہے، کہ یہ خطاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، بلکہ فرمان الٰہی مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ سے متعلق ہے چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین پر پیدا ہونی شروع ہوئی، تو رب العزت نے ان کے ماں باپ کی طرح ان کو بھی خطاب فرمایا، يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اے آدم علیہ السلام کی اولاد، دتمہارے باپ چونکہ نبی اللہ تھے ان کو براہ راست فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى سے خطاب کر کے نصیحت کی تھی، ایسے ہی تمہیں بھی اپنا ایک حکم جاری کرتا ہوں، کہ ہر ایک تو رسول بن نہیں سکتا، ہاں) اگر تمہارے پاس تم سے ہی بعض رسول آئیں اور وہ میری آیتیں تم پر بیان کریں، تو جو شخص ڈر گیا اور وہ صالح بن گیا، تو ان پر کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

تو اب اس خطاب الٰہی يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے خطاب شروع کرنا کوئی ایماندار اور صاحب انصاف نہیں کہہ سکتا اور پھر خداوند کریم نے بھی اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ حرف شرط سے خطاب فرمایا، کہ اگر تمہارے پاس آئیں بعض تم سے رسول تو اس اِمَّا حرف شرط نے ثابت کر دیا، اے اولادِ آدم علیہ السلام وہ وقت بھی تم پر آئیگا کہ نبوت کا دروازہ بند بھی ہو جائیگا، ورنہ رب العزت صیغۂ استمراری استعمال فرماتے، كَانَ يَاْتِيَنَّكُمْ کہ تمہارے پاس رسل ہمیشہ آتے رہیں گے، جب رب العزت نے ان کے لئے حرف شرط سے حرف شک استعمال فرمایا، کہ اگر آئیں تمہارے پاس رسل تو صاف ظاہر ہے کہ بفرمان الٰہی اگر نہ آئیں تو تم اپنی طرف سے نبوت کو جاری کر کے جعلی نبی نہ مقرر کر لینا، بلکہ میری نبوت کے اختتام کو تم ختم پر ہی یقین رکھنا، یہ ہے مطلب خداوندی جس کو وکیل صاحب نے ہیرا پھیری سے کام لیا،

(۱۰) ۲۴/۸ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ان تمام آیات میں اِمّا مضارع مؤکد نون تقیلہ پر داخل ہے۔ اور معنی حرف شرط کے "اگر" ہیں۔ ثابت ہوا، کہ مرزائی معنی ضرور آئیں گے، یہ نحو عربی، اصطلاح قرآنی کے لحاظ سے غلط اور خود ساختہ ہیں، اور اِمّا یاتینّ کے معنی اگر آئیں تمہارے پاس رسل معنی صحیح ہیں۔ اور یہ خطاب یٰبنی آدم سے اولاد آدم علیہ السلام کو ہے۔ یعنی اس خطاب کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے، نہ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ظاہر نص سے ثابت ہے۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب غلط کہتے ہو، یہ آیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس میں تمام انسانوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا، نیز اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ یٰبنی آدم آیا ہے۔ اور اس میں سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں، جیسا کہ یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد ہے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں، فانہ خطاب لاھل ذالک الزمان و بکل من بعدھم۔ اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب عام ہے، فخر الدین رازی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں، وانما قال رسل وان کان خطابا بالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو خاتم الانبیاء علیہ وعلیھم السلام واما قولہ یقصون علیکم ایتی تفصیل تلک الایات من القرآن ثم قسم اللہ تعالےٰ حال الامۃ فقال فمن اتقی واصلح،

پاکٹ بک ص۴۱۵۔ اس نوٹ کا جواب ملاحظہ ہو۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب تدبر عقل بھی خدا کسی کو نہ عنایت فرمائے، خداوند تعالیٰ خطاب فرماویں یٰبنی آدم سے، اے آدم علیہ السلام کی اولاد، جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو رب العزت نے حضرت آدم

ایمان ہے؟۔ اگر نہیں تو یہ بھی تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتا، اور اگر اِمَّا کے معنی پر ایمان ہے، تو تمہارے معنی غلط ثابت ہوئے۔ اور ہمارا مطلب صاف ظاہر ہے۔

دوسرا جواب متنازعہ فیہا آیت یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کے ماتحت دکھاؤ، کہ علامہ سیوطی نے لکھا ہو، کہ فَاِنَّہٗ خِطَابٌ لِاَھْلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ کہ اس آیت میں اِس زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے۔ جب متنازعہ فیہا آیت کے متعلق یہ تخصیص موجود نہیں، تو اس کے علاوہ دوسری آیتوں میں اگر کوئی تخصیص کرے تو کرے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں، ہماری غرض تو یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ سے ہے، اور اس کے متعلق انہوں نے یہ جملہ فرمایا نہیں، تو تم مرزائی مطلب کسی آیت کا ہو اور چسپاں کسی اور پر کرو۔ تو یہ مرزائی ہتھکنڈا ہے، جس کو ہر مسلمان سمجھتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ متنازعہ فیہا آیت میں بنی آدم کو خطاب کرکے اِمَّا حرف شرط سے مشروط کیا ہے، کہ اگر رُسل کو بھیجتا رہوں۔ تو ایمان اُسی پر لاتے رہنا، جب رسالت و نبوت کو بند کر دوں، تو تم بھی رُک جانا، کسی غیر نبی کو اپنی طرف سے نبی نہ بنا بیٹھنا۔ چنانچہ رب العزت نے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ وَاِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اور دیگر کئی آیتوں سے اس شک کو دُور کرکے شرط کو ختم کر دیا، کہ اب تم تمام کی طرف ایک ہی رسول کافی ہے، اب ان کے بعد اور کوئی رسول پیدا نہیں ہوگا، لیکن اسی واقعہ کی دوسری آیتوں میں بجائے حرف شرط کے کہیں خبر پیش فرمائی، مثلاً یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا۔ اور کہیں نہی کا حکم صادر فرمایا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔ اور کہیں امر سے حکم جاری فرمایا، جیسا کہ اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ۔ وَیٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ، امر اور شرط کی تفریق کا بھی علم اگر مرزائی کو نہ ہو، تو یہ مرزا جی کا قصور ہے۔ لطف تب تھا، کہ اس مقام پر بنی آدم کا خطاب فرما کر رب العزت حرف شرط سے جملہ شرطیہ فرماتے۔ اور پھر اس کا حکم قیامت تک جاری ہوتا، اور جملہ شرطیہ کے متنازعہ کو خبر یا نہی یا امر پر قیاس کرنا یہ تمہاری کم علمی پر دال ہوگا، جس پر تمہیں معذور سمجھا جاویگا، خداوند کریم

چنانچہ رب العزت نے سورہ اعراف کے دوسرے رکوع سے حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقع کو شروع فرمایا، وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ پھر شیطان کا اعلان اولاد آدم علیہ السلام کو بمقابلہ اخراج قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ بیان کیا گیا، لہذا رب العزت نے شیطان کے اس اعلان گمراہی کی روک کے لئے انبیاء کرام مقرر فرمائے اور اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا، يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ۔ چنانچہ اسی ہدایت کے اجراء کے واسطے جملہ معترضہ کے طور پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطانی بے حیائی سے روکنے کا ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں پھر اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ میں نے تمہاری خاطر اس شیطانی روک کے لئے رُسل کو مقرر کر دیا ہے۔ اور اے اولاد آدم علیہ السلام شیطان کے اس اعلان کی حمایت نہ کرنا، بلکہ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ کا حکم صادر فرمایا، تو خداوند کریم نے یہ اعلان شیطان کے مقابلہ کے لئے اولاد آدم علیہ السلام کو اس کے اُس اعلان لَاُغْوِيَنَّهُمْ کے جواب میں سنایا، مرزائی اس واقعہ خداوندی کو دو ٹکڑے کر کے مطلب خداوندی کو فوت کرنا چاہتا ہے، کہ جو درمیان میں خداوند نے جملہ معترضہ کے طور پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیوں کر دیا، حالانکہ یہ قانون الٰہی ہے، کہ کلام نقل فرما دے، موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور ماسبق کی تو ضمناً ضرور بطور نصیحت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما دیتے ہیں، تو اس ضمنی عبارت سے جو بطور جملہ معترضہ بیان ہو، تو مرزائی مابعد کی کلام کو ماقبل سے علیحدہ سمجھے، تو یہ مرزائی ایمان کا تقاضا ہے۔ اسلام قرآنی کلام کو بدلنے کے سخت خلاف ہے۔ پھر خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے ماتحت علامہ سیوطی کے قول کو پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان واثق ہے تو اس نے اِمَّا کو حرف شرط لکھا ہے۔ تم نے اُس کے خلاف کیوں اپنے معنی ضرور کر کے کئے، کیا اس پر تمہارا

طلب نہیں چاہیئے تھا اور جبکہ نبوت کا دروازہ بند ہے، اتقا اور صالحیت کا دروازہ کھلا ہے۔ تو علامہ رازی کی عبارت نے بھی وکیل صاحب کا ساتھ نہ دیا۔ جس کو وکیل صاحب نے اُلٹ بیان فرمایا، یہ ہے وکیل صاحب کے نوٹ کا اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب، جس کو وکیل صاحب نے غلط بیان کر کے افترا کا ثبوت دیا، باقی رہا خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ، وکیل صاحب نے بڑے شد و مد سے مسجد کے عموم کو توڑنے کی کوشش فرمائی، لیکن یہ نہیں سوچا کہ جب لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا میں خداوند کریم نے لفظ مسجد کو عام مراد لیا ہے، کیونکہ اصحاب کہف کی کہف پر جب یہود نے مسجد بنوائی تو اللہ تعالےٰ نے بھی مسجد کا لفظ استعمال فرمایا، تو اس اصطلاح قرآنی کے مقابلہ میں کسی کا قول مسموع نہ ہوگا، اور مسجد کا عموم ہی مراد لیا جاویگا۔ تفسیر کبیر کے مطلب کو فقیر پہلے بیان کر چکا ہے اس لئے پاکٹ بک صـ۱۹۱۴ کی عبارت کا جواب دوبارہ درج کرنیکی ضرورت نہیں،

"مرزائی"۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اِتْیَانُ الرُّسُلِ اَمْرٌ جَائِزٌ غَیْرُ وَاجِبٍ رُسل کا آنا جائز ہے واجب نہیں۔

ثابت ہؤا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول کا آنا جائز ہے، اگرچہ ضروری نہیں، کہ رسول ضرور ہی آئیں۔ بہر حال امکانِ نبوت کو تسلیم کر لیا گیا، پاکٹ بک صـ۱۹۱۴،

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب کا کتابوں کی عبارت کو کانٹ چھانٹ کر بیان کرنا بائیں ہاتھ کا کام ہے، اب تفسیر بیضاوی کی عبارت کو پیش کر کے اس کا مطلب عرض کرتا ہوں۔ ۔

ثُمَّ ذَکَرَہٗ بِحَرْفِ الشَّکِّ لِلتَّنْبِیْهِ عَلٰی اَنَّ اِتْیَانَ الرُّسُلِ اَمْرٌ جَائِزٌ غَیْرُ وَاجِبٍ کَمَا ظَنَّهٗ اَهْلُ التَّعْلِیْمِ۔ یعنی رسل کا آنا امر جائز ہے واجب نہیں، جیسا کہ اسے گمان کیا ہے روافض نے، یعنی جو روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول مانتے ہیں، وہ اہل التعلیم کہلاتے ہیں، تو اہل تعلیم روافض کا عقیدہ ہے، کہ رسل کا آنا امر جائز ہے واجب نہیں، یہ ہے علامہ بیضاوی کہ جس نے رافضیوں کے ایک فرقے کا عقیدہ اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کا اور نہ ہی اپنا عقیدہ لکھا ہے، جو مرزائی بن جائے خدا کا خوف تو اس کے دل سے اُٹھ جاتا ہے

تمہیں ہدایت کی توفیق بخشے، اور عبارت قرآنیہ سمجھنے کی توفیق دے، اور قرآن کریم کو بگاڑنے سے خدا ہر شخص کو محفوظ رکھے، تو ثابت ہوا، کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسری آیت کو سمجھنا حقیقت ہے، کیونکہ امر بے شرط نہیں، تمہارا شرط کو امر پر قیاس کرنا غلط ثابت ہوا۔

باقی رہا تمہارا بیان کرنا تفسیر کبیر کی عبارت کو چھانٹ کر، تو یہ تمہاری مرزائیات سے سمجھو نگا پاکٹ بک میں تو کانٹ چھانٹ کر عبارت کو پیش کر دیا، لیکن کتاب سے تو تم کاٹ نہیں سکتے، تفسیر کبیر کا مطلب بھی عرض کرتا ہوں، علامہ رازی نے پہلے بیان فرمایا، اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ - ھی ان الشرطیۃ اس کو چھوڑ گئے کیونکہ مرزائی معنی کی جڑ کٹتی تھی، اور پھر جو علامہ رازی کی عبارت پیش کی، اس کا مطلب بھی اُلٹ بیان کیا، حالانکہ تمہاری پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے، کہ یہ فرمانِ الٰہی رُسُلٌ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حالانکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیا علیہم السلام کے ختم کرنیوالے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے امم ماضیہ کی سنت کے مطابق کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، کہ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے تشریف لائے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ایسے رسول کا آنا محال تھا، اُن کے اس قول کو اللہ تعالٰے نے رد فرما دیا، اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ سے مراد قرآن کریم ہے، کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تم سے تشریف لا کر تم پر میری آیتیں یعنی قرآن پڑھتے ہیں، "پڑھینگے نہیں" جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے، تو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا، کہ جو شخص متقی اور صالح ہو گیا تو قیامت میں اُسے کوئی ڈر نہیں، تو حقیقت یہ ہوئی کہ رُسل جمع سے علامہ رازی نے واحد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے اور یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ سے فعل واحد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا علامہ رازی نے مراد لیا، تو تمام آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اگر تمہارے پاس میرا رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور میرا قرآن تلاوت فرمائے تو جو اس قرآن کو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ڈر گیا، اور نیک ہو گیا تو قیامت کا اُسے کوئی خوف نہیں، اور نہ اُسے عذاب الٰہی کا ڈر ہے، اور اگر نبوت کا اجراء ہوتا اور اطاعت میں نبوت ممکن ہوتی، تو فا جزائیہ کے ماتحت نتیجہ یہ بیان ہوتا، کہ اگر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تم پر میرے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو بجائے فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ جو شخص متقی بنا اور نبی، ہو گیا تو اسے خوف د

بل چکا، بلکہ اب بعد از مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا ٹکٹ ملنا میری طرف سے محال اور ناممکن ہے، وہ واردٹ کو گرفتار کیا جاویگا۔

دوسرا جواب اس جملہ دعائیہ کے سب سے زیادہ واجب القبول مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ پانچوں وقت دن میں تمام عمر دعا فرماتے رہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضٰے وغیرہم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپکے اقتدا میں آمین بھی کہتے رہے ہیں، جب اُن کو مستجاب الدعوات کی طرف سے صدیقیت، شہادت اور صالحیت کا ہی درجہ ملا تو تم کیسے درجۂ نبوت کو حاصل کر سکتے ہو، معلوم ہؤا، کہ نبوت کسی شے نہیں۔ یا کہو کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ اُن کے لئے دل سے کھوٹے تھے کہ خود تو نبوت لے لی اور جب اُن کو دلوانے کا وقت آیا تو ان کو صدیقیت، شہادت اور صالحیت تک اُلجھا دیا تو یہ بھی محال امر ہے، کیونکہ آپ کے اس امر کی صفائی رب العزت نے کر دی ہے، مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے کھوٹ لائق ہی نہیں، اور یہ عقیدہ کفار کا تھا، کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر سے کھوٹے تھے، جس کے جواب میں رب العزت نے یہ صفائی پیش کی۔ یا یہ کہو، کہ آپ دعا تو تمام صحابہؓ کرام کے لئے فرماتے رہے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے لئے بجان و دل اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا وظیفہ دن رات پڑھتے رہے، لیکن خداوند کریم نے منظور نہیں کیا، محض مزاجی کا ہی کیا، تو یہ بھی محال، کیونکہ جن پر سات دفعہ اس کا نزول ہوا ہو، اُلکو رب العزت ٹھکرا دے اور ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد جس سے کوئی بات چیت ہی نہیں اُس کو دیدے یہ خلاف اصول قرآن ہے، اس کا وعدہ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ خدا کسی مومن کی دعا کو ٹھکراتا نہیں، موجود و مقرر ہے، بلکہ جن کو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی سند عطا کر دے، اور پھر ان سے اچھے رُتبے کو باوجود طلب کرنے کے بھی عطا نہ کرے تو معاذ اللہ، معاذ اللہ خداوند کریم کا ذب ثابت ہوگا اور کذب باری محال، لہٰذا خداوند کریم سچا، اس کی کلام سچی، اس کا وعدہ سچا، اس کی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے نبوت کا استنباط کرنا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ہے۔

لہٰذا ثابت ہؤا، کہ جملہ دعائیہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے حصول نبوت کی ہوس غلط ہے، خلاف حکم خداوندی ہے، حد الٰہی سے تجاوز کرنا ہے۔

جو دل چاہے لکھے اور جو دل چاہے کہے کون پوچھنے والا ہے ۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب اس آیت کے متعلق تو ثابت ہو چکا، کہ قرآنی اصطلاح کے مطابق یٰبَنِیٓ آدَمَ سے اولاد آدم علیہ السلام کو انہی کے واقعہ میں حرف شرط سے بیان کیا گیا ہے، اور حرف شرط حرف شک آئے آئے نہ آئے نہ آئے، تو اس حرف شک سے ثابت ہو گیا، کہ خداوند کریم نے چونکہ نبوت بند کرنی تھی، اس لئے اِمَّا حرف شرط سے مشروط فرمایا، باقی ایک اور آیت پیش کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے، ملاحظہ ہو، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کہ اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ راستہ ان لوگوں کا کہ جن پر تو نے اپنی نعمت نازل کی، گویا ہم کو بھی وہ ہی نعمتیں عطا فرما، جو پہلے لوگوں کو تو نے عطا فرمائیں، اب سوال ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں کیا تھیں، قرآن مجید میں ہے۔ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا (مائدہ رکوع ۴) ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اے قوم تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو، جب اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا، تو ثابت ہوا، کہ نبوۃ اور بادشاہت دو نعمتیں ہیں، جو خدا تعالےٰ کسی قوم کو دیا کرتا ہے، اور انہی دونوں نعمتوں کے طلب کرنے کا خدا نے سورۃ فاتحہ میں اعلان کیا، لہذا امت محمدیہ میں نبوت ثابت ہوئی۔

"محمد عمر"۔ فقیر اس آیت سے تمہارے استدلال کو حل کر چکا ہے، تمہارے دوبارہ سوال کرنے کی وجہ سے پھر حل کر دیتا ہوں،

پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے، آیت حکمی نہیں، لہذا دعا میں جو قابل قبول ہوتی ہے قبول کیجاتی ہے ورنہ نہیں، لہذا اس جملہ دعائیہ میں تم ہمارے سامنے یہ استدلال پیش نہیں کر سکتے بلکہ خداوند کریم کو یہ حجت پیش کر سکتے ہو، کہ یا اللہ ! تیری پڑھائی ہوئی دعا سے ہم ملتجی ہیں، کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے، اُن میں تو نے نبوت کو بھی شامل کیا ہے، تو تو ہمیں منعمین سے پہلا درجہ بھی عطا کر، تو وہ تمہیں اس کا جواب دے رہا ہے، کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تعلیم بھی میں ہی پڑھانیوالا ہوں، اور پہلے درجہ نبوت کی ٹکٹ بھی تو میں نے ہی بند کر دی ہے، صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا ٹکٹ مل سکتا ہے، نبوت کا ٹکٹ جس کو

تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ان کے عہدۂ نبوت کو دست اندازی کرنیوالوں سے نہیں ہوں، اور یہی مطلب صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا ہے۔

زائی"۔ مولوی صاحب اس آیت کا مطلب خوب سمجھ لیا، اور وکیل صاحب کے دیپیچ کو بھی سمجھ گیا، کہ وسکوی حکم کو انہوں نے اُمت محمدیہ پر چسپاں کر دیا، حالانکہ اُن کے زمانہ میں نبوت کا دروازہ بند نہ تھا، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب ایک اور آیت پیش کرتا ہوں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے۔ يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون رکوع ۴)۔ اے رسولو، پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو، یہ جملہ ندائیہ ہے، جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے، اور لفظ رُسل بصیغۂ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلے رسول تھے، آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور رسول نہ تھا۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آئیں گے، ورنہ کیا خداوند وفات یافتہ رسولوں کو یہ حکم دے رہا ہے، کہ اُٹھو اور پاک کھانے کھاؤ، اور نیک کام کرو۔ (پاکٹ بک ص۴۲۰)۔

"**محمد عمر**"۔ وکیل صاحب کلام الٰہی کے سیاق وسباق دیکھنے سے عاری ہیں، مرزا صاحب نے جیسے بہکا دیا، اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ دیا۔ وکیل صاحب یہ کلام خداوندی ہے، اس نے حساب لینا ہے، مرزا صاحب حساب لینے والے نہیں ہیں، مرزائیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کلام خداوندی کی اس آیت پیش کردہ کا ماقبل ملاحظہ فرماؤ، کہ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یا تمام انبیائے ماسبق کا، اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو پھر نہیں تو کلام خداوندی کے مطابق انبیائے ماسبق کے ذکر میں انبیائے ماسبق کے خطاب کو نقل فرما کر بیان فرمایا، کہ رُسل کا کھانا حلال طیّب ہوتا تھا، غیر کی ناجائز جائیداد بالجبر لینے کے لئے اپنے لڑکے کو متبنٰی بنا کر ذوی الفروض کو محروم رکھنا یہ رُسل کی شان نہیں تھی اس لئے تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماتے ہوئے اُن کے رزق کی صفت طیبات سے بیان فرمائی، ماقبل ملاحظہ ہو، ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے، آگے فرمایا، ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھیجا، پھر ابن مریم علیہ السلام

تیسرا جواب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ جملہ دعائیہ عام ہے، جس میں عورتیں بھی شامل ہیں، خداوند کریم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کسی عورت کو ہی نبوت عطا فرما دیتے لیکن جب عورتوں کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے علاوہ ایک حکم رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ تخصیص موجود ہے، تو اس جملہ دعائیہ کے لئے منعمین من اللہ سے نبوت ختم ہونے کی کئی آیتیں مخصصہ موجود ہیں، جنکے انکار سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے،

وکیل صاحب نے ایک اور ہوشیاری کی، فرمان موسوی یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا، اس آیت کی رُو سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو انعام خداوندی جتایا، لیکن وکیل صاحب نے بنی اسرائیلی انعام کو امت محمدیہ پر چسپاں کر دیا، حالانکہ اُن کے احکام اور اس امت کے احکام جداگانہ ہیں، اور لطف تب تھا، کہ وکیل صاحب کسی آیت سے امتِ محمدیہ کے حق میں ایسی آیت دکھاتے، جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہوتا، کہ اے میری قوم، یا اے میری امت خداوند کے انعام کو بھلانا نہیں تم میں وہ انبیا پیدا کریگا، جب ایسی کوئی آیت موجود نہیں، تو کلام موسوی سے اسرائیلی قوم کے واسطے ان کے انعامات کو جتانا پھر امت محمدیہ پر ان کو چسپاں کر کے مخلوق خدا کو دھوکا دینا یہ محض کادیانی کید ہے جس کو مسلمان سمجھ چکے ہیں، اور نہ ہی خداوند کریم کا سرِّ مصطفویہ میں بادۂ موسوی ڈال سکتا ہے، پھر انعام الٰہی کو محض نبوت اور بادشاہت میں مقید کرنا یہ خاصہ وکیل صاحب کا ہی ہے، انعامات خداوندی مسلمانوں پر بے شمار ہیں، کہ لا تعد ولا تحصیٰ ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی۔۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا سے ظاہر ہے، پھر اگر بفرض محال اس آیت سے چشم پوشی کر دو گے، تو صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے انعامات الٰہیہ کا انکار لازم آئیگا، وکیل صاحب کو حافظ سے معذور سمجھو نگا۔

تو نتیجہ صاف ظاہر ہے، کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے دربارِ خداوندی میں بندہ ملتجی ہے، کہ خداوندا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنے منعمین، صدیقین اور شہداء اور صالحین کی جماعت میں شامل کر دینا، یا اللہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت کا خواستگار ہوں

وعقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج اور منکر قرآن سمجھا جاتا ہے، لہذا ماننا پڑیگا، کہ اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت کا استنباط مرزائیہ غلط اور آیت قرآنیہ کو بے ربط کرنا ہے، اور اس یا ایھا الرسل جمع کے مصداق وہی انبیا اور رسل علیہ السلام ہی ہیں، جو اس مقام پر مذکور ہیں، اور قبل از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور چونکہ وہ ایک زمانہ میں کئی کئی رسل علیہم السلام تشریف فرما ہے، اور انہی کو ہی موافق سیاق وسباق خداوندی خطاب ہے، باقی رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طیبات کا حکم خداوندی تو وہ دوسرے مقام پر بھی مذکور ہے،

(۱) بقرہ ۵ ۲/۲۱	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ ۔
(۲) بقرہ ۵ ۲/۲۱	يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۔
(۳) مائدہ ۷/۱۲	فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۔

بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے اختیار کلی بخشا ہے، جسے آپ چاہیں حلال طیب فرمادیں، اور جسکو چاہیں حرام فرمادیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے جو زمانۂ موسیٰ علیہ السلام میں بطور تعریف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان ہوا،

اعراف ۹/۱۹	وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے طیبات کو حلال فرمادینگے اور

خبیث اشیاء کو اُن کے لیے حرام کرینگے،

اور اسی لیے تمہاری پیش کردہ حدیث مسلم شریف میں بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقال یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ کو بیان فرما کر اپنے حکم کو بعد میں دوبارہ ذکر فرمایا، وقال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم ورنہ وان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین کے ساتھ آیت کو بیان کر کے کلام کو تمام کیا جاتا، لیکن جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انبیا علیہم السلام کے حکم طیبات کے کھانے کا بیان فرما کر اپنے

کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔
اس مقام پر رب العزت نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انبیا علیہا السلام کا ذکر فرماتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام تک ذکر فرمایا، نبی علیہ السلام کا اس مقام پر ہی نہیں، اور رب العزت نے اسی مصلحت کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس خطاب سے ماقبل ذکر نہیں فرمایا، تاکہ کوئی کج طبع یہ نہ سمجھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، اور آپ کو خطاب ہو رہا ہے، اور بصیغۂ جمع ہے، لہذا رسالت کو کوئی جاری سمجھ بیٹھے، وکیل صاحب اگر آپ کو مرزائیت انصاف سے مانع ہو، تو کسی ہندو، سکھ یا عیسائی کے سامنے ہی قرآن رکھ کر تسلی کر لو، کہ اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیا علیہم السلام کا ذکر ہے، اس جگہ تمام مذکورہ آیات میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا ہی نہیں گیا اور نہ کوئی اس مقام پر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر ہوا ہے، انبیائے ماسبق کا ہی ذکر ہے، اور انہی کے لئے ہی اس خطاب کا ذکر حکایۃً ہو رہا ہے۔ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا کہ اے ماسبق من الانبیاء طیب کھانا کھاؤ اور عمل صالح کرو، یہ خطاب ماسبق من الانبیاء کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جا رہا ہے، جو ان کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا، باقی رہا تمہا کہنا کہ یہ جملہ ندائیہ ہے، لہذا بعد کے آنے والوں کو خطاب ہے، جو حال اور استقبال پر دال ہے یہ غلط ہے، کیونکہ خداوند کریم سے کوئی شے ہی بعید نہیں، تو ندائے خداوندی کو ندائے انسانی پر قیاس کرنا یہ مرزائی قانون ہی ہے، تو بہر صورت فیصلہ اس امر پر ہوگا، کہ اس مقام پر ذکر کس کا مذکور ہے، جو مذکور ہو وہی مخاطب ہوگا، جب اس مقام پر قبل از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہ السلام کا ذکر ہے، تو اس عبارت خطابیہ کا تعلق بھی انہیں سے ہوگا، نہ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اگر عقل انسانی کو بھی خدا پر قیاس کرو، تو بھی تمہارا استدلال غلط ہے، کیونکہ ندائی خطاب للعمل حال سے ہی متعلق ہوتا ہے، تو زمانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نبی یا رسول تھا ہی نہیں، اور جمع کا اطلاق کم از تین پر ہوتا، تو معاذ اللہ خطاب خداوند تعالےٰ غلط ثابت ہوگا، اور جو خطاب حال کے لئے غلط ہے، وہ استقبال کے لئے بطریق اولےٰ غلط ثابت ہوگا، تو کلام خداوندی کو غلط تصور کرنے

ہے، جیساکہ آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ سے حکم دیا ہے جیساکہ زمانۂ گذشتہ میں اپنے رسولوں کو یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا سے حکم فرمایا، کیونکہ اَمَرَ صیغہ ماضی ہے، جو زمانۂ گذشتہ پر دال ہے، تو معلوم ہوا، کہ یہ خطاب ماسبق انبیاء و رسل علیہم السلام کو ہے جو ظاہر نص سے ثابت ہے اور تمہارا اجرائے نبوت کا اس آیت میں اشارہ یا کنایہ بھی موجود نہیں، یہ تمہارا محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے، اور اس آیت کے متصل ہی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، اس لئے تفسیر حسینی نے لکھا ہے: یا ایہا الرسل خطاب باعیسیٰ علیہ السلام است، بر سبیل تعظیم می فرماید،

"مرزائی" تفسیر اتقان میں ہے، کہ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ میں خطاب محض مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ملاحظہ ہو خِطَابُ الْوَاحِدِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ نَحْوُ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ پاکٹ بک صـ ۴۲۲۔

"محمد عمر" اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ بھائی وکیل صاحب، آپ تو وکیل ہیں، تمہیں خبر ہونی چاہیئے کہ جو پہلی دفعہ چوری کرے اس کو گورنمنٹ کی طرف سے تھوڑی سزا دیجاتی ہے، کہ شاید بیچارہ بھولا کر بیٹھا ہو تو تھوڑی سزا سے ہی درست ہو جائے، لیکن جب بار بار چوری سے پکڑا جائے اور چوری کا عادی ہو جائے تو اس کو نمبر دس میں پولیس درج کر لیتی ہے، اور جب کبھی اس علاقہ میں کوئی چوری ہو تو اس کو پہلے بلا کر پوچھا جاتا ہے، کہ چور تم ہو، یا مال دیدو یا دلوادو، تمہیں مال مسروقہ کی خبر ضرور ہے، ایسے ہی جب کسی حوالہ کی قطع و برید پر نظر پڑے تو فوراً مرزائیوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، کہ یہ کام مرزائیہ کا ہی ہے، یا ان کے مشورہ سے ہوا ہے، جن میں شرعی نمبر دس کے مجرم خاص وکیل صاحب ہیں، کہ جو حوالہ دیکھو اس میں عبارت مسروقہ ضرور ہوتی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی وکیل صاحب چرا گئے، آیئے فقیر پوری عبارت نقل کرتا ہے،

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر مخاطبات الٰہیہ کے اقسام کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ تیرھویں قسم بیان فرمائی، کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں لفظ واحد استعمال فرماتے ہیں اور مراد جمع ہوتی ہے، جیساکہ یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ملاحظہ ہو،

حکم کو علیحدہ بیان فرمایا، تو ثابت ہؤا، کہ یہ خطاب اس مقام پر پہلے انبیاء و رُسل علیہم السلام کا ہو رہا ہے، نہ کہ زمانۂ استقبال پر دال ہے، جیسا کہ تم نے قرآنی عبارت کے ربط کلامی کو ترک کر کے ایک جملے کو علیحدہ کر کے غلط مطلب بیان کرتے ہوئے مرزائیت کا نقشہ کھینچ دیا۔

یَاَیُّھَا الرُّسُلُ کی تحقیق از تفسیر

ابن جریر ۸/۱۱۳

حدثنی المثنی قال ثنا إسحق قال ثنا ھشام ابو عبد الله قال ثنا صباح قال ثنا عبد الرحمن بن زیاد عن ابی سیار السلمی قال إنّ الله جعل اٰدم وَ ذُرِّیَّتَهٗ فِیْ کَفِّهٖ فَقَالَ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الرُّسُلِ فَقَالَ یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ

ابویسار سلمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو اپنے دست قدرت میں کیا، پھر فرمایا کہ اے اولاد آدم علیہ السلام اگر تمہارے پاس تم سے رُسل تشریف لادیں، تم پر میری آیتیں بیان کریں، تو جو شخص متقی ہو گیا اور نیک ہو گیا تو اُن پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ غم کھائینگے، پھر رب العزۃ نے تمام رسولوں کی طرف نظر فرمائی، تو فرمایا، اے رسولو، پاک اشیاء کھاؤ، اور عمل نیک کرو، جو کچھ تم عمل کرنے والے ہو میں جاننے والا ہوں،

اس عبارت سے دو آیتوں کا مطلب واضح ہو گیا، اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ کہ یہ خطاب بھی یوم میثاق ہی تمام رُسل کو اللہ نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا، یہ بھی اب کا واقعہ اور خطاب نہیں، جیسا کہ مرزائی بیان کرتے ہیں، اور پھر یوم میثاق ہی تمام رسل کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ یہ دونوں خطاب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں، بلکہ یوم میثاق رب العزت نے فرمائے، اور تمہاری پیش کردہ ترمذی شریف کی حدیث میں بھی مرزائی مطلب کا رد ہے اور مسلمانوں کے مطلب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا

نبوت صراحتہً ثابت ہے، اُلٹ سمجھیں تو کونسی بڑی بات ہے،

"مرزائی"۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رُسل سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کو شامل کر کے رُسل فرمادیا ہے، تو یہ محض خوش فہمی ہے، ایک کو سوالاکھ کہنے کے مترادف ہے، جیساکہ شیعہ لوگ آمنوسے مراد حضرت علی کو مخاطب سمجھتے ہیں، قرآن کریم چونکہ قیامت تک ہے، اس لئے رُسل جمع آئندہ ابناء پر بھی مستعمل ہو گا۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب اپنی تائید میں حوالہ پیش کرتے ہیں، جب مصنف کو اپنے خلاف پاتے ہیں، تو اس حوالہ کو اپنے خلاف ہونے کی بناء پر رَد فرما دیتے ہیں، جیساکہ امام راغب کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی کوشش فرمائی، لیکن امام راغب کی عبارت میں صاف واضح ہے، کہ لفظ رُسل جمع ہے، لیکن مراد صرف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، اور آپ کے صحابۂ کرام کی شمولیت کے باعث لفظ جمع کہا گیا، آگے فرمایا جیساکہ "ھلّب و اولادہٗ المھالبہ" یعنی اولاد مہلب کو مہالبہ کہا جاتا ہے، یہ تو مرزائی مطلب کے واضح طور پر خلاف ہے، کیونکہ تم مرزائی تو استقبال کے لئے لیتے ہو، کہ آنے والے رُسل کو خطاب ہے، امام راغب کی عبارت سے یہ دکھاؤ کہ آنے والے رُسل مراد ہیں، جو تمہارا عقیدہ ہے، جس کی تم دلیل پیش کر رہے ہو، وکیل صاحب کو مشکل یہ ہے، کہ جس کتاب کو چھوتے ہیں، وہی ان کے خلاف ہوتی ہے، مرزائی صاحب اگر تم ان حوالہ جات کو غلط سمجھتے ہو، کیونکہ یہ ختم نبوت کے مؤید ہیں، تو تم ان کو پیش ہی نہ کرو، پھر ان کو پیش کر کے ان کا جواب بھی نہیں دے سکتے، بلکہ وہ ہماری دلیل ہو کر تمہارے خلاف بھگتتی ہے، تو سیدھی سادھی بات صرف قرآن کریم پر ہی کیوں نہیں ایمان لے آتے، کہ قرآن کریم میں رب العزت نے پہلے تمام انبیاء و رسل کا پے در پے ذکر فرماتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بیان کر کے انہی کے خطاب یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کو نقل فرمایا ہے، یہ خطاب انہی ماسبق رُسل کا ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ یہاں ذکر ہے، اور نہ آپ اس خطاب سے مراد ہی ہیں، لیکن وکیل صاحب اگر قرآنی مطلب کا صاف اقرار کر لیں، تو مرزائی مطلب نہیں بنتا، وکیل صاحب خدا سے ڈرو اور آیاتِ الٰہیہ کا اُلٹ نہ بیان کرو، تمہارے مرزا صاحب کی عبارتیں موجود ہیں، جس طرح چاہو اُلٹ پلٹ کر لو، لیکن قرآن اور حدیث

تفسیر اتقان مصری
۲/۵۵

اَلثَّالِثَ عَشَرَ خِطَابُ الْجَمْعِ بِلَفْظِ الْوَاحِدِ نَحْوُ یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ

اور آگے چودھویں قسم بیان فرمائی کہ خداوند کریم قرآن کریم میں ایسے بھی خطاب فرماتے ہیں، کہ خطاب ایک کو ہو اور لفظ جمع مستعمل ہوتا ہے، جیساکہ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ ہیں، تو اس آیت میں خطاب صرف اکیلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور لفظ رُسل جمع کا ہے، کیونکہ آپ کے زمانے میں بھی اور آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، اب عبارت عرض کرتا ہوں، صفحہ مذکورہ بالا پر ہی مذکور ہے،

اَلرَّابِعَ عَشَرَ خِطَابُ الْوَاحِدِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ نَحْوُ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ اِلٰی قَوْلِهٖ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ فَهُوَ خِطَابٌ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ اِذْ لَا نَبِیَّ مَعَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ۔

چودھویں قسم ہے کہ مخاطب صرف ایک ہی ہے (اور ایک کو ہی مخاطب کیا گیا ہے) لفظ جمع کے ساتھ، جیساکہ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ الخ، تو وہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کو ہی ہے (اس میں کوئی اور شامل نہیں، کیونکہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

تو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو جناب وکیل صاحب ختم نبوت کو ثابت کر دیا، کہ رُسل جمع ہے، لیکن مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی ہیں، کیونکہ آپ کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے،

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر خطاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے، تو رسل کا مصداق بھی تو آپ کو ہی ثابت کیا ہے، باقی کسی نبی کو اس میں شامل بھی نہیں کیا، اگر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو پڑھ کر جس میں انہوں نے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم ہونا ثابت فرمایا ہے۔ اور مرزائی عقیدہ کی اس عبارت نے جڑ کاٹ دی ہے، اب بھی مرزائی اس ختم نبوت کی دلیل سے اجرائے نبوت سمجھیں، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خاصہ شب پرہ کا ہی نہیں، بلکہ دنیا میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو دن کو رات سمجھتا ہے، جیساکہ وکیل صاحب قرآن کریم سے ختم نبوت کو صحیح سمجھ کر پھر اجرائے نبوت پر ہی اڑے ہوئے ہیں، تو اگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد صحیحہ کو جس سے ختم

آیت کہاں سے شروع ہوئی، تم نے تمام آیت چھوڑ کر آخری جملہ لے لیا، مطلب نکلے نہ نکلے۔ آیت کا مطلب کچھ ہو لیکن تم ویسے ہی جھوٹ موٹ اپنی چلا دیتے ہو، اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ بات کس کی ہے، سابقہ آیت سابقین انبیاء علیہم السلام کے حق میں تھی، تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کر دی، حالانکہ اس مقام پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک نہ تھا، اب اس آیت میں ذکر ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا، لیکن تم اس کو عام کر کے اپنے مرزاجی کی نبوت نکالنا چاہتے ہو، بھلا ایسے جھوٹ موٹ سے نبوتیں ثابت ہوں، تو بس خیر ہو جائے۔ پوری آیت ملاحظہ ہو۔

احزاب ۲۲/۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ○ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ○

اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلا اجازت نہ داخل ہو ؤ، مگر کھانے کے لئے اذن دیا جائے (تو جاؤ۔ پھر بھی یہ خیال رکھنا) کھانا پکنے کے منتظر نہ رہنا، اور لیکن جب تم بُلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا لو تو بیٹھے نہ رہو بلکہ اُٹھ کر چلے جاؤ اور کسی بات سے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو، بے شک تمہارا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ سچی بات کا لحاظ نہیں کرتا، اور جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات سے کچھ مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سوال کرو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور اُن کے دلوں کے لئے زیادہ پاک رکھنے والا ہے اور تمہارے لئے لائق نہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دو۔ اور نہ ہی تمہیں ہرگز لائق ہے، کہ آپ کی ازواج مطہرات کو آ[illegible] کے بعد بھی نکاح کرو، بلاشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے، اگر تم نے اس کے متعلق کسی امر کو بھی ظاہر کیا، یا اس کو پوشیدہ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں کوئی انشاء اللہ پلٹنے نہ دیگا، تو ثابت ہوا کہ اس آیت میں مخاطبین رسل سابقہ ہی مراد ہیں، جن کا ذکر ہے، مرزائی صاحب نے محض قرآنی تکذیب پر ہی کمر باندھی ہوئی ہے، آپ کے پہلے رسولوں کا ذکر قرآن میں مذکور ہے، آپ کے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اس کی پیدائش کا ذکر ہے، وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝

"مرزائی"۔ مولوی صاحب ان حوالہ جات سے تو ثابت ہوا کہ واقعی وکیل صاحب نے دیانت داری سے کام نہیں لیا، لیکن ایک اور آیت عرض کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے، سنیئے!۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا۔ (احزاب رکوع ۷)۔ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسول تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے، آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور کی ازواج مطہرات بھی فوت ہو گئیں، اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت بند ہو گیا ہے، تو نہ کوئی نبی باقی اور نہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں زندہ رہیں گی، اور نہ اُن کے نکاح کا سوال ہی زیر بحث آئیگا، تو یہ حکم قیامت تک جاری ہے، اور ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے، اور قیامت تک کے انبیاء کی ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی کی حالت میں ہی رہیں گی۔ (پاکٹ بک صـ ۴۲۳)

"محمد عمر"۔ چور اوئے۔ چور اوئے۔ چور اوئے۔

"مرزائی"۔ مولنا کیا ہوا؟ کون ہے؟ کون ہے؟

"محمد عمر"۔ اچھا وکیں صاحب آپ ہیں،

"مرزائی"۔ جی ہاں!

"محمد عمر"۔ خیر۔ خیر۔ کوئی بات نہیں، میں نے سمجھا کوئی اور ہے، بھائی ہر وقت تم نے پیشہ ہی چوری کا اختیار کر لیا ہے، دن دہاڑے خدائی کلام کی چوری سے باز نہیں آتے، دیکھئے

تکلیف دو۔ لہٰذا ایسی آیات سے جس میں محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذکر ہو، اور تم بلا تعلق ہی اجرائے نبوت کا مسئلہ نکال لو، تو یہ اہل فہم و عقل کے نزدیک تمہاری تحریف قرآنی کو واضح کر رہی ہے۔

"**مرزائی**"۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں، بلکہ عام ہے، کیونکہ اس میں اَلرَّسُوْلُ یا اَلنَّبِیّ کا لفظ نہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں، بلکہ یہاں رَسُوْلُ اللہِ کا لفظ ہے، بغیر اَلْ کے، اس واسطے اس کو عام سمجھا جائیگا۔ (پاکٹ بک صد ۴۲۴۔ نوٹ)۔

"**محمد عمر**"۔ سبحان اللہ وکیل صاحب کا نوٹ بھی کھوٹ ہی ہے، پہلا جواب تو یہ ہے، کہ آپنے فرمایا ہے کہ یہ آیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں، حالانکہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے، کہ یہ جس کو تم آیت بنا رہے ہو، یہ آیت نہیں، بلکہ آیت کا جزو ہے، تو جس کا ذکر خاص آیت کی پہلی جزو میں ہے دوسری جزو میں بھی وہی مراد ہو سکتے ہیں، جب تم خود تسلیم کر چکے ہو، کہ اَلنَّبِیُّ یا اَلرَّسُوْلُ سے مراد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں، تو اس آیت کی پہلی جزو میں اَلنَّبِیُّ دو مقام پر موجود ہے، اب پہلے دو جگہ ایک ہی آیت میں تم خطاب النبی کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تسلیم کرو۔ اور اسی ایک ہی آیت کے آخری جزو میں رسول اللہ سے مراد عموم مراد لو تو کون ذی شعور اس کو تسلیم کریگا، سوائے مرزائیوں کے، کہ بس مرزا جی کہدیں بات صحیح ہو یا غلط سر جھکا دیا، دوسرا جواب قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ بغیر اَلْ کے رسول کے مصداق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، زیادہ تو طوالت کی وجہ سے عرض نہیں کرتا، صرف اس سورت میں ہی تمہیں دکھا دیتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ احزاب	۱۲/۲	وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا
(۲)	" ۲۱/۳	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔
(۳)	" ؍	لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ہی خیال کیا، تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کو (ظاہر باطن کو) خوب جاننے والا ہے۔
وکیل صاحب یہ ہے آیت پوری، اب غور طلب امر یہ ہے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ کہ اے ایمان والو نبی صلی اللہ کے گھروں میں بلا اجازت نہ داخل ہو، یہاں النبی سے کون سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اگر یہاں عام ہے، تو اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں بھی عام، کیونکہ یہ جملہ بھی آیت کی جزو ہے، جب النبیّ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، تو مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، کیونکہ آپ کے بیوت کے دخول سے ہی رد کا جا رہا ہے، اور اسی کو تکلیف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جا رہا ہے، اور پھر لفظ رسول کو واحد استعمال کیا جا رہا ہے، رُسُل جمع کا لفظ مستعمل نہیں ہوا، اور یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ باقی انبیاء علیہم السلام کو یَامُوْسٰی یَاعِیْسٰی یَااِبْرَاھِیْمُ اسمائے گرامی سے یاد فرمادیں، کیونکہ اُن کے بعد انبیاء کرام سیدا ہونے تھے، لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یَامُحَمَّدُ اسم گرامی سے مخاطب نہیں فرمایا، بلکہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ یا یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب فرمایا، کیونکہ یہ خطاب محض نبوت یا رسالتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے، کہ اور کوئی رسول نہ آپ کے زمانہ میں موجود اور نہ آپ کے بعد کوئی مخاطبت کے لائق ہے، ورنہ خطرہ التباس تھا، اسی واسطے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ یا اَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب فرمایا، کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی لائق مخاطبت ہے ہی نہیں جس سے التباس لازم آئے۔ لہٰذا اسی بناپر کہ محض نبی یا رسول لفظ واحد کے خطاب کی اصطلاح و محاورۂ قرآنی محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی خاص ہے۔ جو بُیُوْتَ النَّبِیِّ میں پہلے معلوم ہو چکا، اسی وجہ سے کہ ذہن آپکی ذات کے سوائے کسی اور کی طرف منتقل ہوتا ہی نہیں، کیونکہ ماقبل اسی آیت میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذکر ہے، اور آپ کے بیوت کا ہی ذکر ہے، تو اللہ رب العزۃ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ امر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دہ ہے، آپ تو اپنے متعلق سچی بات کہنے سے خاموش ہیں، لیکن خداوند کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو گوارہ نہیں فرماتے، خدائی حکم جاری ہو رہا ہے کہ ایسامت کرو۔ وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہ تمہیں یہ لائق نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اصلاحِ قرآنی ہے، کہ جب کسی نبی کے اسمِ گرامی کے ساتھ رسول اللہ کا خطاب ہو، تو مراد مذکورہ رسول ہوگا۔ اور اگر مطلقاً بلا اظہار اسم رسول اللہ و رسولہ، یا ایہا النبی ویا ایہا الرسول مستعمل ہوگا تو اس سے مراد محض مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے، فقط۔ تم بیچارے مرزائی اصلاحِ قرآنی کو کیا سمجھو، مرزائی بیچارے بھی کیسے سادہ لوح ہیں، کہ وکیل صاحب کے استدلال مزائیہ کو بھی حجت بنالیں، سبحان اللہ، وکیل صاحب نے کیا عجب دلیل فرمائی، کہ او مرزائیو! نبوت جاری ہے، کیونکہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے، کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مومنین کو بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت نہیں، مرزائی بول اُٹھے، واہ وا، واہ وا۔ وکیل صاحب نے سچ فرمایا، بیچارے اتنا بھی فہم نہیں رکھتے کہ نبوت کا اجراء کہاں اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مومنین کو بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت کہاں؟ پھر وکیل صاحب ایسے بھولے میاں، فرماتے ہیں، کہ نبوت جاری نہ ہوتی، تو ازواجِ مطہرات کو بھی ساتھ فوت ہو جانا چاہیئے تھا، وکیل صاحب ازواجِ مطہرات کا بقا ہے، تب ہی تو باقی مومنین کو روکا گیا، کہ تم امتی ہو، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ کو تم نکاح نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ ام المؤمنین ہے۔ اگر نبوت جاری ہوتی، تو اللہ تعالےٰ فرماتے کہ امتی آپ کی زوجہ مطہرہ کو عقد نکاح میں نہیں لا سکتا، البتہ کوئی نبی ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے، جب باقی تمام کے لئے آپ کے ازواجِ مطہرات کو وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ سے ماں کا خطاب دے دیا، تو ثابت ہوا، کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے۔ باقی قیامت تک سب اُمتی ہی پیدا ہونگے، نبی پیدا ہی نہیں ہو سکتا،

"**مرزائی**" ۔ یہ تو سمجھ آگئی، کہ واقعی اس آیت کو اجرائے نبوت سے دُور کا بھی تعلق نہیں لیکن ایک آیت پیش کرتا ہوں، جس میں اللہ تعالےٰ نے نبوت بند کرنے والوں کو ڈانٹا ہے

وَلَقَدْ جَاءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَاءَکُمْ بِہٖ حَتّٰی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ نِ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ۔ (مومن رکوع ۴)۔

کہ اس سے قبل تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کھلے نشان لے کر آئے۔ مگر تم اُن کی تعلیم میں شک کرتے رہے، یہانتک کہ جب وہ فوت ہو گئے، تو تم کہنے لگ گئے،

نمبر	سورت	پارہ/رکوع	آیت
(۴)	احزاب	۲۱/۴	وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
(۵)	〃	۲۲/۴	وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
(۶)	〃	〃	وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
(۷)	〃	۲۲/۵	وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا

بلکہ رب العزت نے بغیر آل کے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کو آپ کے لئے ہی مخصوص فرمادیا، ملاحظہ ہو۔

نمبر	سورت	پارہ/رکوع	آیت
(۸)	احزاب	۲۲/۵	مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔
(۹)	〃	۲۲/۷	وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ
(۱۰)	〃	〃	اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ
(۱۱)	〃	۲۳/۷	وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔

رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا

کیوں جناب وکیل صاحب! اس ایک سورت میں متنازعہ فیہا آیت کے علاوہ گیارہ مقامات پر بغیر آل کے رسول اللہ ورسولہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں، تو آپ بارھویں مقام پر کیسے عام مراد لے سکتے ہو۔

وکیل صاحب خداوند تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بعد متواتر انبیاء علیہم السلام مبعوث فرماتا رہا ہمارا اسپر بھی ایمان ہے، کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انبیاءِ کرام محض کسی قوم یا کسی علاقہ یا کسی زمانہ کے لئے مقرر ہوتے تھے، اس لئے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام کی ضرورت تھی، تو رب العزۃ بھی ارسال کرتے رہے، ہمارا ایمان ہے۔ کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں، لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْراً مقرر فرما دیا، اب کوئی رسول پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر اہل سنت وجماعت کی کسی کتاب سے دکھا دو، کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت کو بند مانتے ہو، تو بھی ہم اہل سنت وجماعت کہنے والے کو گمراہ کہتے ہیں۔ کسے باشد، کیونکہ خداوند کریم نے اس وقت نبوت بند نہیں فرمائی تھی، اور نبوت بند ہوتی، تو موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم کی نبوت کا اقرار کیسے صحیح ہو سکتا تھا، حالانکہ یہ تمام سچے انبیاء علیہ السلام ہیں، خصوصاً ہم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں، جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد تشریف لائے، یوسف علیہ السلام پر نبوت کو ختم کہنے والا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو گا۔ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر صاف بلا عذر کافر ہے۔ عَلٰی هٰذَا الْقِيَاس۔ بحکم الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، اجرائے نبوت کا قائل بھی حکم الٰہی کا منکر ہے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاتمہ پر ایمان نہ لانے والا بھی کافر ہے، باقی رہا تمہارا کہنا مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ تو یہ بھی ردِ مرزائیہ میں کافی ہے، یعنی جیسا کہ آپ کے پہلے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوئی۔ ایسے ہی آپ پر نازل ہے، تمہارا استدلال تب بن سکتا، جب آیت میں مذکور ہوتا اور مِنْ قَبْلِكَ کی بجائے مِنْ بَعْدِكَ ہوتا کہ آپ کو جیسا ہی کہا گیا ہے۔ ایسے ہی بعد میں انبیاء کو بھی کہا جاویگا، جب آپ کی وحی اور آپ سے پہلوں کی وحی کا ذکر ہوا، تو بعد کی کسی قسم کی وحی کا ذکر ہی نہیں، تو نبوت جاری کیسے رہی معلوم ہوا کہ نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہے، اور سابقہ قانون بھی بدل چکا ہے۔ کیونکہ فرمان الٰہی سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اللہ کی سنت ضرور اس کے بندوں میں گذر چکی، منکرین (ختم نبوت) یہاں گھاٹے میں رہے، اور اگر تم مرزائی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ قانون کے پابند ہو، تو تمہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے کیا تعلق؟ لہٰذا مصطفےٰ صلی اللہ

کہ اب خدا تعالیٰ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا، اسی طرح سے خدا تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے، اُن لوگوں کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں، اور (خدا کی آیات میں) شک کرتے ہیں، وہ لوگ آیاتِ الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو کوئی دلیل عطا ہوئی ہو،

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے واقعات محض قصہ کہانی کے طور پر بیان نہیں ہوتے، بلکہ عبرت کے لئے آتے ہیں، خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی امت کا جو یہ عقیدہ بیان کیا ہے، تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہے؟۔ نیز یُضِلُّ اور یُجَادِلُوْنَ مضارع کے صیغے ہیں، جو مستقبل پر حاوی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (حم سجدہ ع ۵) ۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جیسا کہ بتایا جاچکا ہے لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا کہا گیا، وہی حکم اب بھی موجود ہے۔ (پاکٹ بک صـ۲۲۴)۔

"**محمد عمر**"۔ خداوند کریم نے اس آیۂ کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے گمراہوں کی بات نقل فرمائی، کہ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال ہو گیا، تم نے کہا ہرگز نہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے بعد کسی رسول کو، یہ ٹھیک ہے کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبی آنے کا منکر ہو وہ گمراہ ہے، کیونکہ اُن کے بعد کئی رسول آئے، یہ آیت تو تم ہمیں تب سناؤ کہ جب ہم یوسف علیہ السلام کے بعد نبی کے آنے کے منکر ہوں، بلکہ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا کے قانون سے انبیائے کرام پے در پے آتے رہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کے آنے کا منکر گمراہ ہوا ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا جاری رکھنے والا گمراہ ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اس لئے جاری مانتے ہو، کہ یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت جاری تھی، وکیل صاحب پھر اس سے استدلال لیتے ہیں، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کو نہ ماننے والے گمراہ ہیں، اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد اجرائے نبوت کے نہ ماننے والے گمراہ ٹھہرائے گئے، سبحان اللہ!

بریں عقل و دانش بباید گریست

کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ۔ اور یہ گمان کیا ماسبق کفار نے جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالٰی ہرگز کسی کو نہ بھیجیگا۔ تو اس آیت سے ان کفار کا عقیدہ بیان کیا گیا جو سرے سے ارسال رُسل کے ہی منکر تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا انکار کیا۔ تو رب العزۃ نے فرمایا، کہ تمہارے ماسبق کفار کا بھی یہی عقیدہ تھا، کہ خداوند کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجیگا۔ اور اگر خدانخواستہ تمہارے معنی کو ہی خلاف عادت کوئی غیر مسلم تسلیم کرلے تو بھی تمہارے استدلال کے خلاف ہے، کیونکہ امم ماضیہ میں نبوت صادقہ کا دروازہ کھلا تھا، تو جب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مطہرہ کا کفار نے انکار کیا، تو رب العزت نے جواب دیا، کہ تمہارے ماضیین بھی ایسے ہی نبوت صادقہ کے منکر تھے جیسا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کردیا ہے، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے اجراء کا تو اس میں کسی طرح بھی مسئلہ نہیں نکلتا۔ جس کو مرزائی کی عقل قدنی اجرائے نبوت کا استدلال بنا رہی ہے، اور جیسا کہ اس آیت میں مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا ذکر تک ہی نہیں، لیکن مرزائی مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول ڈال رہا ہے، ایسے ہی اس آیت کے ماتحت دو حوالے پیش کر کے اس آیت کو تقویت دی ہے، جو دونوں حوالوں کو اس آیت سے دُور کا تعلق بھی نہیں، اس آیت میں کفار کے عقیدے انکار نبوت کا ذکر ہے اور دو حوالے یہود و نصارٰی کے بے تکے ہی جڑ دئے۔ حالانکہ یہاں یہود و نصارٰی کا ذکر تک ہی نہیں، اور باوجود بے تکی اور بے ربط بات ہونے کے فقیر پھر بھی اس کا جواب عرض کر دیتا ہے، کہ یہود و نصارٰی کا عقیدہ کہ موسٰی علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ انہوں نے تب کہا جب ان کے سامنے آخر النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پیش ہوئی جیسا کہ تمہارے سامنے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوۃ خاتمہ بارشادِ الٰہی پیش کی جاوے تو تم مرزائی اجرائے نبوت کا ڈھکوسلہ اپنی طرف سے گھڑتے ہو اور افتراء علی اللہ کر کے نبوت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو، ایسے ہی یہود بھی بلا دلیل و بلا ارشاد توریت افتراء علی اللہ سے کام لیتے ہوئے موسٰی علیہ السلام پر ہی برائے نام اکتفا کر کے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے جس کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ تو اللہ تعالٰی نے ان کا رد آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی سے فرمایا

علیہ وسلم کے ماقبل نبوت کا دروازہ کھلا تھا، انبیا و رسل علیہم السلام پیدا ہوتے تھے، لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا قانون الٰہی مقرر ہو گیا، آپ کے سوا اور کسی کی نبوت نہیں چل سکتی اور مدعی نبوت کاذب و مفتری علی اللہ ہے، وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

"**مرزائی**" - مولوی صاحب! ایک اور روایت عرض کرتا ہوں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے۔ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ (جن ع ۱)۔ بعض جن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر اپنی قوم کے پاس گئے تو جا کر کہنے لگے، تمہاری طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا، کہ اب خدا تعالےٰ کسی نبی کو نہیں بھیجے گا، مگر (ایک اور نبی آ گیا)۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، تو آپ سے قبل پہلے نبیوں کی امتیں یہی عقیدہ رکھتی تھیں، کہ نبوت کا دروازہ ہمارے نبی پر بند ہو چکا ہے، مَا يُقَالُ لَكَ کے مطابق ضرور تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا، چنانچہ لکھا ہے، اِجْمَاعُ الْيَهُوْدِ اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَ مُوْسٰى (مسلم الثبوت) اور رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ یہود و نصاریٰ کہتے تھے، کہ توریت و انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں شریعتیں کبھی منسوخ نہ ہونگی، اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، لہٰذا تمہارا عقیدہ بھی یہود و نصاریٰ والا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ (پاکٹ بک از صد ۲۲۵ تا صد ۲۲۶)۔

"**محمد عمر**" - مرزائی صاحب تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے کسی طرح بھی اجرائے نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ اس آیت میں فعل بعث کو رب العزت نے استعمال فرمایا ہے، جو قرآن کریم میں دو معنی سے استعمال ہوا ہے، ایک معنی قیامت کو اٹھانے کے ہیں، کفار وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ کے تمہارے مرزائیوں کی طرح منکر ہیں، اس کے رد میں ارشاد ہوا، کہ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا اور یہ کہ گمان کیا انہوں نے جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہ اٹھائیگا اللہ کسی کو بھی، تو ثابت ہوا، کہ اس آیت کریمہ میں منکرین قیامت کے عقیدہ کو واضح کیا گیا ہے، دوسرے معنی ارسال رسل کے تو کفار چونکہ بعثت انبیا علیہم السلام کو ہرگز تسلیم ہی نہ کرتے تھے، تو اس آیت کریمہ میں رب العزت نے ان کے اس عقیدہ کا اظہار فرمایا، کہ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا

اے اُمت مرزائیہ ایسی آیتیں پیش کرکے کہ جن کو اجرائے نبوت بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دُور کا واسطہ بھی نہیں ــــــ مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ اپنی مرزائیت میں دنیاوی وبرزخی واخروی حالت کو برباد وخوار دیکھنا چاہتے ہو، خدا را خداوندی آیتوں پر افتراء کرکے دھوکا دینا اس کا بدلہ تمہیں دینا پڑیگا، اور خداوند کریم انشاءاللہ العزیز تمہیں کبھی بھی نہ چھوڑینگے، تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا۔

"مرزائی" ۔ ایک آیت اجرائے نبوت کی اور عرض کرتا ہوں، جس سے ثابت ہو کہ پہلی امتیں اجرائے نبوت کو نہ تسلیم کرکے گمراہ ہوگئیں، جیسا کہ ارشاد ہے، وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (صفت ع۲) کہ پہلی اُمتوں کی جب اکثریت گمراہ ہوگئی، تو ہم نے اُن کی طرف نبی بھیجے، گویا جب کسی اُمت کا اکثر حصہ ہدایت کو چھوڑ دے تو خدا تعالےٰ کے انبیاء ان کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، تاکہ اُن کو پھر صراطِ مستقیم پر چلائیں، چنانچہ دوسری جگہ مذکور ہے، فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرہ ع ۲۶) ۔ ثابت ہوا کہ اختلاف وتفرقہ کا وجود ضرورت نبی کو ثابت کرتا ہے، تیسری جگہ ارشاد الٰہی ہے، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ...... اور آپ کی آمد سے قبل یہ لوگ سریحاً گمراہی میں تھے، گویا جب گمراہی پھیل جائے، تو خدا تعالےٰ نبی بھیجتا ہے، چوتھی آیت سے ارشاد ہے، کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (روم ع ۵) ۔ کہ خشکی تری میں فساد پھیل گیا یعنی عوام اور علماء یا غیر اہل کتاب میں یا اہل کتاب کی حالت خراب ہوگئی، تو نبی بھیجا گیا۔ تو اِن چار آیتوں سے ثابت ہوا کہ جب دنیا میں گمراہی وتفرقے ہو جاتے ہیں، تو اسی وقت اللہ تعالےٰ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے، جیسا کہ اس تفرقے کا ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا، کہ میری اُمت میں تہتّر فرقے ہونگے، سب جہنمی ہونگے، سوائے ایک کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ اسلام کا محض نام ہی رہ جائیگا اور قرآن کی محض تحریر باقی رہ جائیگی، علماء شریر ہونگے، انہی سے فتنے اُٹھینگے، اور انہی میں واپس لوٹیں گے، اب ان دو حدیثوں نے بھی تائید کردی کہ اُمت محمدیہ کا $\frac{1}{2}$ ۹۷ فی صدی جہنمی ہونگے، لہٰذا یہ سب علامات ظاہر ہوگئیں، جو بعثت رسول کو مستلزم ہیں۔ پس

کہ اُن کا یہ عقیدہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، یہ اُن کا کہنا اللہ پر بہتان ہے، یہ اُن کی من گھڑت بات ہے، میں نے نہیں کہا، ذکر اس آیت کے متعلق ہو لیکن مرزائی صاحب نے اس آیت کے حکم کو خداوند پر بہتان لگایا، کہ اس آیت کے مصداق وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا جو کفار کا عقیدہ ہے اس کے ساتھ بلا ربط متعلق کر دیا اور یہ نہ سمجھا کہ اگر کسی ذی شعور نے سوال کر دیا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ڈانٹ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اللہ کے نہ آنے کو کہکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں، تو یہ افتراء علی اللہ ہے۔ اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایسے ہی نبوت جاری ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے ہی ارشاد فرما دیتے، کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو بند سمجھتا ہے، وہ بھی اللہ پر بہتان وافتراء سے کام لیتا ہے، جب ایسے نہیں فرمایا، بلکہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا فرمایا، کہ اب تمام لوگوں کے لئے قیامت تک بشیر و نذیر رسول یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں، لہذا تمہارے پیش کردہ استدلال نے تو تمہارے خلاف کام کیا، کہ پہلے یہود نے خداوند کے فرمان کے مخالف ہو کر بشارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہوئے نبوت کو بند سمجھ کر منکر توریت بن گئے، جیسا کہ مرزائی ختم رسالت و نبوت کے احکام الٰہیہ کو دیکھ کر، پڑھ کر، سمجھ کر پھر نبوت جعلیہ مرزائیہ کو ثابت کرنے کے واسطے اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتے ہوئے منکر قرآن بن گئے ہیں، جن کے متعلق صاف آیت قرآنیہ واضح ہے، جس آیت کے ماتحت امام رازی نے بیان فرمایا، اور خداوند کریم نے تمہارے اس اجرائے نبوت کے عقیدہ کی ٹھوک کر تردید فرمائی اور تمہارے اس افتراء کو افتراء یہود سے مشابہت تامہ ہے، جس کو رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے، اور افتراء کرنے والوں پر ظلم کا فتولی دیا ہے، وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۹ اور بفرمان شما یہود ان دو شریعتوں کے نسخ و تغیر کے قائل نہ تھے، تم بھی تو یہی عقیدہ رکھتے ہو، اگر وہ انھی یہی عقیدہ ہے، تو تم بھی اپنے استدلال سے یہودی ثابت ہوئے اور اگر ان کے خلاف اس شریعت محمدیہ کے نسخ اور تغیر کے قائل ہو تو تم مرزائی پکے ثابت ہو گئے، اسلام کا شمہ بھی نصیب نہ ہوا۔ یہ ہے تمہارے استدلال ع ۹ صہ ۱۲۶ کا جواب جو تم نے بہتان سے کام لیا۔

طریقے کے طلبگار تھے، یعنی جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام آتے رہے، اب بھی نبوت جاری ہے، اور ہم سے رسل آئیں تو ہم تم پر ایمان لائینگے، ورنہ انہیں تو رب العزت کی طرف سے صاف جواب ملا، مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کا باپ نہیں بنا گیا کہ آپ رسولوں اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، اگر رسالت و نبوت جاری ہوتی، تو آپ کو جوان لڑکا نہ دیا جاتا، نبوت اب کسی کو نہیں مل سکتی، اٰمِنُوْا اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا، ایمان لاؤ یا نہ؟ تو وہ لوگ اسی اجرائے نبوت کی آس پر بے ایمان ہو گئے، لیکن انہوں نے اپنا عقیدہ نہ بدلا، تو اللہ تعالٰے نے اجرائے نبوت کی آس پر ایسے آدمیوں کو ایمان نہیں عنایت فرمایا، بے ایمان ہی رہنے دیا، ایسے ہی اگر تم مرزائی بھی پہلے لوگوں کی سنت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کے مکذب ہی بنو گے، تو خدا تعالٰے تمہیں بھی ایمان نہ نصیب فرماویگے، اور تمہارا دوسری آیت کو پیش کرنا بھی کج بحثی ہے، جس کو اجرائے نبوت فی رسالت محمدیہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں، کیونکہ اس میں بھی فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ پس بھیجا اللہ تعالٰے نے نبیوں کو تو اس میں بعث فعل ماضی ہے، جو زمانہ ماضی کے اصول کو ثابت کر رہا ہے، نہ کہ استقبال کا، تو رب العزت زمانہ ماضی کی بات فرما دیں ——— اور مرزائی زمانۂ استقبال میں اس پر عامل ہو، تو زمانہ ماضی کے عذاب کا طلبگار رہے، جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اصول اجرائے نبوت کی دلیل آپ کے ماقبل زمانہ کے قانون کو استدلال ٹھیراتا ہے یہ مرزائی کی سراسر تحریف قرآنی ہے۔

اور تمہارا تیسری آیت کے ٹکڑے کو پیش کر کے مطلب الٹنا یہ بھی مرزائی کو ہی زیبا ہے حالانکہ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ مرزائی کے سراسر خلاف ہے اسیواسطے اس آیت کے ماقبل کو وکیل صاحب چھوڑ گئے ہیں، هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اللہ رب العزت فرماتے ہیں، کہ اللہ نے ان پڑھوں میں ایسا رسول بھیجدیا، جو ان پر قرآن پڑھتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بنا گئے ہیں، کتب اور دانائی سکھاتے ہیں، خواہ پہلے وہ ظاہراً گمراہی میں ہی ہوں۔ تمام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت ہے، پاکٹ بک از صفحہ ۴۲۶ تا صفحہ ۴۲۹۔

"محمد عمر" - مرزائی بیچارہ عقل سے اتنا کوسوں دور افتادہ ہے، کہ جس کو مسلمانوں سے لڑتے ہوئے اتنا عرصہ گذر گیا لیکن آجتک یہ نہ سمجھ سکا کہ متنازعہ فیہا امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا ہے، لیکن وکیل صاحب کو چونکہ کوئی ایسی آیت قرآنی نہیں ملتی، جو بعد از مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کو جاری رکھنے کو ثابت کرے۔ اب امم ماضیہ کے احکام کی آیتیں پڑھنی شروع کردیں، جیساکہ اس آیت میں بھی آپ سے اوّلین کا ذکر ہے، تنازعہ بعد کا ہے، نفیر پہلے بیان کرچکا ہے، کہ پہلے طریقے گذر چکے ہیں، جیساکہ ارشاد الٰہی ہے۔

فتح ۲۶/۳ — سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔ اللہ کی سنت ضرور گذر چکی۔ اور (اب موجودہ) اللہ کی سنت نہیں بدل سکتی۔

اور کفار ایمان سے بے نصیب اسی عقیدہ سے رہے ہیں، جو تم مرزائیوں کا ہے' ملاحظہ ہو۔

کہف ۵/۸ — وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

اور نہیں روکا لوگوں کو یہ کہ ایمان لائیں وہ جب ان کو ہدایت آئی اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگے، مگر اس بات نے کہ ان کے پاس پہلوں کی سنت آوے یا ان کے سامنے عذاب آوے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا جو رب العزۃ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی، تو ان کو ایمان لانے اور اپنے رب سے بخشش مانگنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوئی، مگر ایک امر کہ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوں کی سنت کے ہم قائل ہیں۔ وہی سنت یعنی اجرائے نبوۃ ہو، یا ان کے سامنے عذاب قائم ہو تب ایمان لائیں یا اپنے رب سے بخشش مانگیں، ورنہ نہیں تو صاف صراحۃً ثابت ہوگیا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی لوگ اسی وجہ سے بے ایمان ہوگئے، کہ پہلوں کے

سے وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ سے آپ کے نافرمانوں کو رعایت مصطفائی ملی ہے کہ قیامت تک مہلت دی گئی، کہ کسی وقت تو کسی کو سمجھ آجائے، یہ گمراہی نہیں کہلاتی، گمراہی اُسے کہاجاتا ہے کہ لوگوں سے رشد مفقود ہوجائے، اب رشد موجود ہے، اور قیامت تک رہیگی جیسا کہ تم نے خود ہی ص۳۲۲ پر حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کردیا ہے، تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، کہ میری اُمت کے تہتر فرقے ہونگے، تمام ناری ہونگے، مگر ایک فرقہ میری اُمت کا جنتی ہوگا، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام سے ثابت ہؤا، کہ ایک فرقہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا، اور وہ وہی ہے جس کو رب العزت نے واضح فرمایا ہے، وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، تو بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ کتنا بھی تفرقہ بازی ہو جائے، خواہ کتنے ہی تنخواہ دار مولوی مرزائی بنجائیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر قیامت تک رشد مفقود نہ ہوگی، جو بفرمان الٰہی آیت مذکورہ قائم رہے گی جسکی وضاحت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مقام پر بھی فرمادی، ملاحظہ ہو۔

ابن ماجہ ۱ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت سے ایک نُصرت شدہ فرقہ ہمیشہ قائم رہے گا، نہ نقصان پہنچاویگا، اُن کو جو ان کو ذلیل کرے قیامت تک،

ابن ماجہ ۱ عن ابی هریرة قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي قَوَّامَةً عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت میں ایک فرقہ ہمیشہ رہے گا، جو قائم رہے گا اللہ تعالٰے کے حکم پر، نہ نقصان پہنچاسکیگا اُن کو مخالف اُن کا،

اور تم خود بھی تسلیم کرچکے ہو کہ ایک حصہ اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ پر قائم رہے گا، تو جب بفرمان الٰہی اور بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک حق پر

گمراہوں کو بفرمانِ الٰہی فلاسفری اور معلمی کی تعلیم تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکمل ہو جاتی ہے، اور لوگ اسی واسطے پاکیزہ ہو کر نکلتے ہیں، تو اس کے بعد اب کسی اور نبی کی آمد اس آیت سے کیسے ثابت ہوئی، ہاں البتہ گمراہی کفر وغیرہ کے بالمقابل مرزائیت ایک لاعلاج مرض ہے، اس کے لئے صاحب سیف کی ضرورت ہے، جو اُمتِ محمدیہ میں تو محال ہے، البتہ عیسیٰ بن مریم ہی اپنی نقل کو توڑینگے، تو اس آیت سے اجرائے نبوت کا استدلال عقل مرزائی کو ہی سمجھ آتی ہو گی، ورنہ مومن کے لئے تو اس سے شانِ مصطفوی ہی ثابت ہو رہی ہے، جو گمراہ سے گمراہ ترین کو بھی ہدایت پر لاتی ہے، اسو اسطے مرزائی نے بھی تمام آیت کو چھوڑ کر آخری جملہ پڑھ دیا، باقی رہی یہ تمہاری پیش کردہ آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مرزائی کی عجیب عقل ہے۔ کہ دریاؤں، جنگلوں میں فساد اُس وقت ظاہر ہؤا، لیکن نبوت کی اب ضرورت ہے، کسی عقل مند کو یہ مرزائی کی بات سُنائی جائے، تو غیر مذہب بھی مرزائی صاحب کی اس بات پر مذاق اڑائیگا، کہ فساد اس وقت ظاہر ہؤا، اور علاج کی اب ضرورت ہے، وکیل صاحب اسوقت فساد ظاہر ہؤا، تو وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ سے ہر شئے کی اصلاح فرمادی گئی، اور پھر اس امر کی ضرورت نہیں، کہ جب آپ کے بعد بھی فساد رُونما ہو، تو نبی کی ہی ضرورت پڑے، بلکہ آپ کے بعد کے لئے فساد کے روک تھام کے لئے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ پھر فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کافی ہے، اس اُمت کا ایک گروہ اُمتی ہی کافی ہے، اس امر کی ضرورت نہیں، کہ جب فساد ہو تب ہی نئے نبی کی ضرورت پڑے، کیونکہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ قیامت تک واضح ہو چکا، انبیاء علیہم السلام اسی وضاحت کے لئے ہی آتے ہیں، اور جب یہ وضاحت ہو چکی تو اب آپکے بعد فساد کا انسداد آپ کی اُمت کا ایک گروہ ہی کر سکتا ہے، کسی اور نبی کی ضرورت قطعاً نہیں رہی، اور یہ گمراہی گمراہی نہیں، جس کو تم لوگوں کے سامنے بیان کر کے دھوکا دیتے ہو، یہ بغاوت ہے، اور بغاوت کا علاج محض عذاب ہی ہے اور خداوند کریم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

یہودی اپنی اکثریت پر نازاں ہے، لیکن جب ان جماعت راشدین کے مقابلہ میں اپنی حقانیت پیش کرنے کے لئے مدّ مقابل ہوا، تو سوا شکست کے اور غلبہ اسلام کے اس نے کچھ نہ دیکھا، اسوقت بھی گئے گذرے زمانہ میں قوت میدانی میں مسلمان خداوندکریم کے فضل وکرم سے پیش پیش ہے، نہ کہ مرزائی واخوانہم، اس آمرین بالمعروف اور ناہین عن المنکر کی جماعت کا قیام قیامت تک کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کتاب خداوندی جو ہر نقص سے مبّرا ہے، ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہے، ان کے ہاتھ میں ہے اور اس کے سمجھنے کے واسطے ان کا تعلق بالواسطہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیوستہ ہے اور وہ تعلق قیامت تک قائم رہے گا، جو نہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ اس جماعت حقہ اسلامیہ کو خلا ہو سکتا ہے، اور نہ اس کو دنیا کی طاقتیں مفقود کر سکتی ہیں،

آل عمران ۴/۱۲ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

یہ بھگانے والی کونسی جماعت ہے، یہ وہی جماعت حقہ ہے جس کا قیامت تک خلا محال ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ حکم الٰہی موجود ہے، اب اس جماعت کی موجودگی میں رشد کا عدم خلا، عدم بعثت انبیا کو مستلزم ہے، ما ب اسوقت خداوند کریم کے فضل وکرم سے اولیاء و اقطاب و اغیاث امت محمدیہ کے دربار ہی معمور ہیں، شب و روز ذاکرین ذکر خداوندی میں سرشار ہیں، حاسد چونکہ خود گمراہ ہے اس لئے اس کو چار سو گمراہی ہی گمراہی نظر آتی ہے، مفاسدات و مکاشفات حسنیہ کا خود حامل ہو اور وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ کا مصداق ہے، جو امت محمدیہ حقہ مبلغہ آمرین بالمعروف وناہین عن المنکر کو معاذ اللہ گمراہ سمجھتا ہے، جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ حالانکہ گمراہ خود، تو جس امت کو راشدانہ رویہ سے سند ہدایت رب العزت عطا فرمادے اور اس پر دستخط مصطفویہ ثبت ہوں اس کو ایسا گروہ کہ جسکے بانی ومن معہٗ کو گمراہی کی سند خداوندکریم کی طرف سے موصول ہو چکی ہو گمراہ سمجھے تو روز روشن کو شب پرہ کا رات کہنے کا مصداق ہے، تو اب اس جواب مفصلہ سے تمہاری پیش کردہ آیت جو ماسبق حکم کی حاملہ ہے واضح کیا گیا،

چلنے والوں کا گروہ اور ہدایت دینے والوں کا گروہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حامل بھی ہونگے، تو گمراہی کیسے رہی، قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کا قیام بفضلہ تعالےٰ قیامت تک رہا۔ تو انبیاء کی کیا ضرورت پیش آئی، جیسا کہ اب فرقہ مرزائیہ کو ہدایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نہیں، کتاب خداوندی اور احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزائی بے خبر ہے، نہیں نہیں! مرزائی خوب اچھی طرح جانتا ہے، کہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گروہ تمام گمراہ فرقوں کو جس میں، مرزائی بھی شامل ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا معلن ہے، لیکن مرزائی واخواہم اگر تسلیم نہ کریں، تو لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا قانون انبیا علیہم السلام اور اس طائفہ راشدہ محترمہ کے لئے بھی یکساں ہے، تو تمہارا الٹ پلٹ کر کے آیتوں کو پیش کرنا کہ ہدایت مفقود ہے، فساد و گمراہی چھا چکی ہے۔ یہ غلط ہے، کیونکہ ہمیں بشارت مصطفےٰ صلی اللہ پر ایمان ہے اور جن حدیثوں کو تم اپنے استدلال کے لئے غلط پیش کر چکے ہو، وہ تمہارے ہی خلاف بھگتیں، ان سے ظاہر ہو گیا کہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طائفہ جس کی شان رب العزت نے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سے بیان فرمادی، تو یہ ایک طائفہ قیامت تک دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے بجالاتا رہے گا، جس کی وجہ سے کسی نبی کی ضرورت نہیں، بھلا یہ تو فرمایئے کہ بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی گمراہی رونما ہوئی، اگر نبی کی ضرورت ہوتی، تو رب العزۃ اس وقت آپ کے فوراً بعد نبی مبعوث فرما دیتا، لیکن اس وقت باوجود باطل کے سخت مقابلہ کے رب العزت نے نبی نہیں بھیجا، کیونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی، اور بحکم الٰہی ایسا گروہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں موجود تھا جس نے باطل کو مٹا کر دنیا میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دینا تھا، اور ایسے فرقے کا قیام بفرمان الٰہی وبفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک رہے گا، تو ایسے فرقے کی موجودگی میں ہدایت کو مفقود نہیں کہہ سکتے، کیونکہ راشدین موجود ہیں، گمراہی کو غالب نہیں کہہ سکتے کیونکہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ہر حال میں غلبہ اسلام کا ہی رہے گا، باطل مقابلہ میں آکر ہر وقت بغلیں جھانکتا ہی نظر آتا ہے، کیا مرزائی اس جماعت سے ناواقف ہے، جو کئی مرتبہ ان کے مقابلہ میں آیا اور دلائل باہرہ کی تاب نہ لاتے ہوئے پسپا ہوا، عیسائی

اٰیٰتِنَا الخ (سورۃ قصص ع ۶) کہ خدا تعالےٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے، تاکہ (عذاب سے قبل) وہ ان کو خدا تعالےٰ کی آیات پڑھ سنالے۔ (اور ان پر اتمام حجت ہو جائے) چنانچہ ایک اور مقام پر فرمایا وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰہٰ ع ۸)۔ کہ اگر ہم نبی کے ذریعے نشان دکھانے سے قبل ہی ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے تو ضرور وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہ بھیجا۔ تاکہ ہم اس رسول کی یوں ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی پیروی کر لیتے، ان سب آیتوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا تعالےٰ اپنے انبیا بھیجتا ہے گا چونکہ عذاب سے قبل نبی آتا ہے اور عذاب آئیگا تو نبی بھی آئیگا، پاکٹ بک صد ۴۲۹ تا صد ۴۳۰۔

"**محمد عمر**"۔ سبحان اللہ! مرزائی صاحب کی قرآن دانی کی بھی دنیا میں ایک ایسی مثال ہے کہ شاید اس طرح تو قرآن کریم کو ہندو، سکھ نے بھی نہ بدلا ہو گا، مرزائی صاحب کے اس استدلال نے ثابت کر دیا کہ عذاب کا باعث نبی ہوتا ہے، حالانکہ نبی باعث رحمت ہوتا ہے یہ کہیں باعثِ لعنت نہیں مگر تم نے تو اپنے مرزا صاحب پر تمام انبیاء علیہم السلام کو قیاس کر لیا، کہ مرزا صاحب نے دعوٰی نبوت کیا تو قادیان میں طاعون پھوٹا، تم نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ عذاب کا سبب نبیوں کی آمد ہوتی ہے، تم نے غلط سمجھا ہے، اب تمہارے استدلال کا مفصل جواب عرض کرتا ہوں،

اصول الٰہی تھا، کہ جب کسی قوم میں کوئی صاحب ہدایت نہ رہ جاتا تو ان کی ہدایت کے لئے نبی یا رسول بھیجا جاتا اور اس کی میعاد مقرر کی جاتی، کہ تم نے اتنا عرصہ رسالت و نبوت سے تبلیغ کرنی ہے، جب وہ قوم اس میعاد کے اندر ایمان نہ لاتی بلکہ اس رسول یا نبی کی مخالفت کرتے تو میعاد مقررہ گذرنے کے بعد ان کی نافرمانی اور مخالفت کے سبب ان کو چیلنج دیا جاتا کہ نبی یا رسول نے اپنی ڈیوٹی پوری کر دی، اب تمہیں توبہ کی میعاد دی جاتی ہے، اگر اتنے عرصہ میں توبہ کر لو، تو بہتر ورنہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے جب پھر بھی وہ اس میعاد میں تائب نہ ہوتے تو ان کو عذاب الٰہی برباد و فنا کر دیتا، چنانچہ کسی کو تھوڑی میعاد ملتی کسی کو زیادہ، تمام انبیاء کرام سے نبوت و رسالت چونکہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ و

اور تمہاری پیش کردہ حدیثوں کا بھی مفصل جواب دیا گیا، کہ ایک گروہ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق پر قائم اور دائم رہے گا، اور باطل کو مٹا کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمّت میں شمولیت رکھے گا، اور جو ختم نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدہ میں غیر کو شریک ہونے کا مانع رہے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ پر نبوت کو ختم سمجھنا یہ محض ہمارے اس طائفہ پر ہی اکتفا نہیں ہوا، بلکہ رب العزت نے آپ کے بعد کسی نبی اللہ کو کسی ملک یا کسی قوم سے پیدا ہی نہیں فرمایا، جس کو دنیا جانتی ہے۔

اگر کوئی جھوٹا مدعی بن بھی جاوے تو اس آئینہ نبوت حقہ کو ملاحظہ فرما کر غیر مسلم بھی اس کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں، یہ بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کی معجزانہ دلیل ہے، حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی شان اور خصوصاً مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اکابرین غیر مسلم بھی بغیر رشوت شہادت دے چکے ہیں، جو اولین و آخرین سے مخفی نہیں،

"مرزائی"۔ یہ تو ثابت ہو گیا، کہ گذشتہ آیتیں واقعی ماسبقت امتوں کا حکم بیان فرماتی ہیں، بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نہیں بن سکتیں، لیکن میں ایک بعد کی ایسی آیت پیش کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل)۔

کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر ایک بستی کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے،

دوسری جگہ فرمایا:-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں اس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا کرتے (یعنی نبی بھیج کر اتمام حجت کر کے پھر سزا دیتے ہیں،

پھر فرمایا:-

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ

قیامت کفر مصطفوی کی وجہ سے کوئی بستی عذاب سے پیچھے نہ چھوڑینگے، کیونکہ وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّھَا رَسُوْلًا ہم ایسے بلاجرم ان بستیوں کو ہلاک نہ کرینگے۔ بلکہ اُم القرٰی میں ایک ایسا رسول مبعوث کیا، جو ان پر قرآن پڑھتا رہا، لیکن وہ ایمان نہ لائے، اور ام القرٰی کے ایسے قرآن پڑھنے والے نبی کو چھوڑ کر غیروں کو قبول کر بیٹھے۔ اور یہ کیوں؟ کہ میرا قانون ہے وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰۤی اِلَّا وَاَھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ ہم کسی بستی کو نہیں ہلاک کرنیوالے مگر اُس کے رہنے والے ظالم ہونگے۔ تو ظلم نافرمانی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو اس ہلاکت کا باعث نبی کی رسالت نہ ہوگی، بلکہ وَاَھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ فرمایا کہ اس کے رہنے والے ظالم ہونگے، اور ظلم اُم القرٰی کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوگی، تو تمہارا کہنا کہ نیا نبی قرب قیامت کے عذاب کا سبب ہوگا، غلط ثابت ہوا، کیونکہ اس کو تمہاری پیش کردہ آیت کے دوسرے جملے نے رد کردیا، کہ وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰۤی اِلَّا وَاَھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ کہ اس قرب قیامت عذاب الٰہی کا سبب اُن کا ظلم ہوگا، اور اسوقت منکرین و تارک رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے ڈانٹ دی، جو کہتے ہیں کہ اس وقت عذاب کیوں ہوگا، اگر ہم تارک رسالت مصطفوی چھوڑے رہیں تو ابھی عذاب کیوں نہیں نازل ہو جاتا، تو ان کو جواب خداوندی ملا، کہ وَلَوْ اَنَّاۤ اَھْلَکْنٰھُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِہٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی۔ اس قرب قیامت کے عذاب سے پہلے اگر ہم ان کو ہلاک کردیں (تو ہم کر سکتے ہیں، ہمیں کوئی مانع نہیں، مگر) یہ لوگ قیامت کو عذر خواہاں ہونگے، کہ لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا، یا اللہ تو نے ہماری طرف قبل ازیں خواری کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، تو اُن کے اس عذر کو توڑنے کے لئے اور حجت تمام کرنے کے لئے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا، سب سے اعلیٰ رسول جو لوگوں کو اکیلا ہی کفایت کرے بھیجدیا اکثرت رسل کی تکلیف ہی برداشت نہ کرنی پڑے، اور مہلت قیامت تک رکھدی، اور حکم جاری فرما دیا کہ اب اس کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ اور رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ رسول کو بھی اگر تم نے اتنے دراز عرصہ قیامت تک بھی تم نے قبول نہ کیا تو یاد رکھو نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

سلم کی زیادہ عرصہ تھی، اسواسطے اُن کو میعاد بھی اتنی لمبی عطا ہوئی، کہ اتنی مہلت اور کسی کو نہ ملی، چنانچہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا، خداوندکریم فرماتے ہیں، کہ ہم اپنے منکرین کفار کو بلا عذر عذاب میں گرفتار نہیں کرتے، ہم اُن کی طرف اپنے رسل بھیجتے ہیں، جب وہ کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کرتے تو بعد از عدم قبول اُن کو ہلاک کیا جاتا ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی میعاد قیامت تک مقرر کی گئی، اور جو لوگ قیامت تک بھی نبوت و رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا نہ کرینگے اور دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہ کرینگے تو قرب قیامت اُن کو ہلاک کیا جاویگا، جس کے متعلق ارشاد الٰہی ہے، وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا۔

یعنی قرب قیامت قبل قیامت تمام کفر ہی کفر ہی ہو جائیگا، تو اس وقت ہم رسول بھیجنے کے قانون کو استعمال نہ کرینگے، کیونکہ قیامت قریب ہوگی، بلکہ اُن کفار کی بستیوں کو مع کفار تباہ و برباد کرینگے، یہ کسی اور نبی کی مخالفت کے سبب سے قرب قیامت عذاب الٰہی نازل ہوگا، یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا باعث ہوگا، کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی موجودگی میں تو عذاب محال، جب قرب قیامت کفر ہی کفر رہجائیگا تو نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ پر عمل کیا جاویگا، اور اسی قرب قیامت ہلاکت کا سبب نافرمانی اور مخالفت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے، وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا، اور (یہ قرب قیامت بستیوں کی ہلاکت تب ہوگی) حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا ۵ کہ جب ام القرای میں ایک رسول مبعوث ہوئے، اس جملہ کی تشریح مرزائی چھوڑ گیا، کیونکہ اس آیت سے بعثت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی تھی، تو مرزائی کی اس پیش کردہ آیت نے ثابت کر دیا، کہ وہ قرب قیامت عذاب الٰہی کے نزول کا سبب ام القریٰ کے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعوثیت ہے۔ اور ام القریٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور نبوت کا مقام مقرر کیا گیا ہے جس کا شاہد لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا جملہ قرآنی ہے، اور اسی انذار کی مخالفت کرنے والوں کے متعلق ہی فرمایا، کہ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، کہ ہم قبل

کر دینا ہوتا ہے۔

جس قدر شریعت ناقص ہوگی اُسی قدر انسان کا خدا کے ساتھ ناقص تعلق قائم کرائیگی، اور جتنی وہ کامل ہوگی اتنا ہی وہ تعلق بھی جو انسان کا خدا کے ساتھ قائم کرائے گی، کامل ہوگا۔ اب قرآن مجید مکمل شریعت ہے، اس لئے ثابت ہوا، کہ یہ خدا کے ساتھ ہمارا تعلق بھی کامل پیدا کرتی ہے، اور سب سے کامل تعلق جو ایک انسان کا خدا کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے، اگر کہو کہ قرآن کسی انسان کو نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا، تو دوسرے لفظوں میں یہ ماننا پڑیگا، کہ قرآن مجید کامل نہیں ہے، بلکہ ناقص شریعت ہے، اور یہ باطل ہے، اور جو مستلزم باطل ہو، وہ بھی باطل ہے، لہذا تمہارا خیال باطل ہے، کہ قرآن نبوت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا۔ پاکٹ بک از صفحہ ۷۳ تا صفحہ ۱۳۱ ۔

محمد عمر:۔ ایک مثال مشہور ہے کہ جو کسی سے دھوکا کرے تو اس کو کہا جاتا ہے، کہ اس نے چار سو بیس (۴۲۰) کی ہے، لیکن مرزائی صاحب آٹھ سو چالیس (۸۴۰) ہی کرتے ہیں، اور ٹھہرتے ہی نہیں، قرآن کریم کی آیت ختم نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھ کر قادیانی نے ایسا داؤ کھیلا، کہ قرآن کامل شریعت ہے، اگر درجہ نبوت پر نہ پہنچائے، تو معاذ اللہ قرآن ناقص ثابت ہوگا، لیکن یہ نہ سوچا، کہ قرآن کریم خود بخود نازل ہوا ہے اور جو ہم تک پہنچا ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ سب مخلوق شاہد ہے کہ قرآن مجید محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ جب قرآن کریم کو تم کامل تسلیم کر چکے ہو، کہ قرآن کریم کامل ہے تو جس پر قرآن نازل ہوا، اُس کے کمال کا کیوں انکار؟ کمال کا حقدار بھی کامل ہوتا ہے اب تمہاری عبارت کا پورا جواب عرض کرتا ہوں،

وکیل صاحب نے آیت کا ایک جملہ فرما دیا، اور دوسرا اور تیسرا جملہ چھوڑ گئے، خیر وکیل صاحب تھے، یہ سہواً ایسا ہو گیا ہے، عمداً نہیں، کیونکہ دانا آدمی سے ایسی توقع مشکل ہے، لیکن مطلب براری بھی بڑی بلا ہے، میں تو وکیل صاحب سے اس کے متعلق بدظنی نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کسی کے ایما سے لغزش کھا گئے ہوں، ایسا ہو ہی جاتا ہے، کوئی بات نہیں، آئیے وکیل صاحب نقیر آپ کی توجہ پوری آیت کیطرف مبذول کراتا ہے۔ اگر آپ پوری آیت سمجھ لیں گے تو انشاء اللہ آپ کا مطلب بھی پورا ہو جائیگا، کیونکہ جب کسی کی ضروریات پوری حاصل ہو جائیں تو وہ بھی پورا ہو جا

کی زد میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

یہ ہے مطلب آیات فرقانیہ کا جس کو تم نے بگاڑ کر لوگوں کے سامنے اپنی پاکٹ بک صفحہ ۴۳ میں پیش کیا، اور قطع و برید اور پس و پیش کر کے اور عبارت قرآنیہ کو چھپا بگاڑ کر خدائی کلام کے خلاف زور لگایا، جس کو فقیر نے پوری آیات سامنے رکھ کر مسلمانوں کو قرآن کریم کا مطلب پیش کیا، خداوند مجھے اس کا ثواب جمیل عطا فرما دے، اور تم مرزائیوں کو توفیق ہدایت عنایت فرمائے اور قرآن کریم کے ردّ و بدل کرنے سے توبہ کی توفیق دے۔

ایسی آیت واضحہ جس سے ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہو، تم اس کو بھی اجرائے نبوت پر اُلٹا دیتے ہو، مطلب بنے یا نہ، خدا سے ڈرو، اس آیت کریمہ سے بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے، کہ قرب قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو عذاب الٰہی سے ہلاک کیا جاویگا اور منکرین کو نبوت کی تبلیغ کے آخری وقت میں عدم اقرار سے سزا میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے بعد اور قبل از قیامت کوئی کسی اور نبوت کا اظہار و افشا ہوتا تو آپ کے منکرین کو قبل از نبوت ثانوی سزا دیکر فارغ کیا جاتا، جب نہیں اور قرب قیامت مصطفوی منکر گرفت میں آئیگا، تو ثابت ہوا، کہ اَنَا وَ السَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ کے مطابق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے مابین کسی نبی یا رسول کا پیدا ہونا محال ہے، تو ختم نبوت کی ایسی واضح آیت کو پس پشت ڈال کر اور اس کو پس و پیش کر کے قطع و برید سے کام لے کر مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ بھی کذب مبین ہے، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنَ o

"مرزائی"۔ اب تو مجھے یقین ہو گیا۔ کہ واقعی وکیل صاحب نے آیت نمبر (الف) کا تعلق جو نمبر (ج) سے تھا، واضح نہیں کیا، اور چشم پوشی سے کام لیا، نمبر (ج) کے معنی بھی صحیح نہیں بیان کئے، اگر ان دونوں آیتوں کو متعلق کیا جائے تو واقعی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے مابین کسی رسول پیدا ہونے کی گنجائش نہیں رہ جاتی، لیکن ایک اور آیت عرض کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت اشارۃً نکلتی ہے، سنیئے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن تمہارا دین کامل کر دیا گیا ہے، گویا قرآن شریف کو مکمل شریعت قرار دیا ہے، شریعت کا کام دنیا میں انسان کا خدا کے ساتھ تعلق قائم

اب اگر تم قرآن کریم کو تو کامل تسلیم کرو۔ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے خواہشمند ہو کر نبوت کو جاری سمجھو، تو تم مرزائی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے منکر ثابت ہوئے، کیونکہ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا تم نے انکار کر دیا، جب دونوں سے محروم رہے تو وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کے انعام سے بھی ناکام ثابت ہوئے، لہٰذا ثابت ہوا، کہ اگر اجرائے نبوت کو بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سمجھو گے تو بموجب اس آیت قرآن کریم کے بھی منکر ہو گئے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے روگردانی کر کے اسلام سے بھی خارج ہو جاؤ گے، کیونکہ اجرائے نبوت سے تم نے قرآن و شارع و اسلام تینوں کا انکار کر دیا۔

"مرزائی" میرے شکوک بفضلہ رفع ہو گئے ہیں، اور یہ بھی سمجھ لیا، کہ واقعی اگر نبوت کو جاری سمجھا جاوے، تو شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق لازم آتا ہے، اور اس میں ایمان جاتا ہے، لہٰذا ایمان اسی میں صحیح رہ سکتا ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت کو ختم سمجھا جاوے، لیکن ایک عرض باقی ہے وہ شک رفع ہو جائے بس میرا ایمان تو درست ہو جائے، سنیئے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (آل عمران ع ۹) - جب اللہ تعالےٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دے کر بھیجا جاوے، پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آوے تو تم اُس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا، حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء پر واجب ہے، کہ وہ ہر رسول پر ایمان لائیں، جو اُن کی اپنی نبوۃ کا مصدق ہو، اب سوال یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد لیا گیا یا نہیں، قرآن مجید میں ہے، وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ (احزاب ع ۱) - کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپ سے بھی عہد لیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نوح و ابراہیم علیہم السلام سے بھی یہی عہد لیا، اگر آپ کے بعد نبوت بند تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیئے تھا، مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکان نبوت کی

ہے، کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا، آپنے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ میں تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا تو پڑھ دیا، لیکن ساتھ ہی اس کی دلیل جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی، کہ دین کیوں مکمل ہے؟ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ میں نے تم پر اپنی نعمت (نبوت) پوری کر دی ہے، اسلئے ثابت ہوا کہ دین مکمل کیوں ہے؟ چونکہ نبوت کاملہ ہے، تو جب قرآن کے بعد کسی کتاب اللہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ قرآن مکمل کتاب ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، کیونکہ نبوت تامہ ہے، یہ تو کہدیا، کہ شریعت جس قدر ناقص ہوگی تو اسی قدر وہ خدا کے ساتھ انسان کا ناقص تعلق قائم کرائیگی لیکن یہ نہیں سوچا کہ شارع کامل ہوگا تو اسپر شریعت کاملہ نازل ہوگی، اگر شارع ناقص ہوتا تو شریعت کا بھی کچھ حصہ نازل کیا جاتا، اور کچھ حصہ دوسروں کے لئے محفوظ کیا جاتا، جب شریعت کو مکمل نازل کر دیا گیا، تو ثابت ہوا کہ اب شارع بھی اور کوئی نہیں پیدا ہو سکتا، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے نہ کہ قرآن کریم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئے ہیں، تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ قرآن صفت نبوت ہے، نبوت قرآن کی صفت نہیں، جب صفت کاملہ ہے، قرآن کریم تو ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت بطریق اولیٰ اکمل ثابت ہوئی، اور خدا وند کریم سے تعلق کامل لگانے والی نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کیونکہ خالق اور مخلوق کے مابین واسطہ نبوت ہوتی ہے، یعنی مخلوق کا تعلق خالق سے نبی علیہ السلام کا کام ہے، اگر نبوت کاملہ ہے تو تعلق باللہ کامل ہوگا، اگر تعلق ناقص ہے، تو نبوت کے ناقص ہونے پر دال ہے اور اس تعلق کو ناقص یا کامل کی تفریق کے لئے قرآن کریم نازل ہوا، تاکہ کامل کتاب خدا تک پہنچنے والوں کے کمال کو ثابت کر کے نبوۃ کے تامہ ہونے کا ثبوت دے، اور اگر واسطہ کامل کسی اور کو واسطہ بنا دے تو واسطہ کامل بھی ناقص ثابت ہوگا، کیونکہ جس کو کامل نے اپنے کمال سے واسطہ تیار کیا ہے وہ ناقص ہے یا کامل، اگر ناقص ہے تو پھر بھی صانع کے کمال میں نقص لازم آیا۔ کمالی کمال نہ رہا، اگر کمال تیار کیا ہے واسطہ در واسطہ نہ رہا، یعنی نبوت عطاء الٰہی نہ رہی بلکہ ذاتی ثابت ہوئی اور یہ خلاف اسلام ہے، لہٰذا ثابت ہوا، کہ رب العزۃ نے نبوۃ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تامہ بنا کر اس کی شہادت قرآن مجید کلام تامہ سے مکمل ثابت کر دی

لیا گیا، اُن کا ذکر مِنۡكَ سے پہلے کیا گیا، کہ آپ اپنے بوجہ وزارت اعلیٰ کو اُٹھانے کا حلفیہ بیان پہلے دیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی افضلیت اور نبی الانبیاءؑ ہونے کا پہلے وعدہ لیا گیا ہے، جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی اپنی ذات کا حلفیہ بیان بنابر افضلیت مقدماً لیا گیا تو بعدازاں پھر باقی انبیا علیہم السلام سے بھی مِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ سے اُن کے اپنے عہدے کا حلف وفاداری لیا گیا، ورنہ جیسا کہ تم نے ہیرا پھیری سے کام لیا ہے، ایسے ہی معنے کئے جاویں، تو اس کے مطلب میں یہ خرابی لازم آئیگی کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کے بعد پیدا ہوئے ہیں، حالانکہ یہ صراحۃً غلط ہے، تو جو مطلب فقیر نے عرض کیا ہے وہ عین مطابق آیت قرآنی اور ترجمہ لفظی ہے جس میں کوئی ہیرا پھیری نہیں، اور نہ ہی خدا کے فضل وکرم سے قطع وبرید ہے جیسا کہ تم نے کیا ہے، تو یہ وعدہ میثاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات پاک کا اُن سے ہی لیا گیا، اور بعد ازاں باقی انبیا علیہم السلام کی اپنی ذات کے متعلق اُن سے وعدہ لیا گیا، یہ وعدہ اس ماسبق وعدہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیٰحدہ ہے واقعے بھی دو ہیں اور علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں، تم نے دونوں کو ایک کر کے دھوکا دیا ہے، وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ٥۔

بحث امکان نبوّت از روئے احادیث کے جوابات

"مرزائی" حق بات یہ ہے کہ قرآنی تحقیق سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہی ثابت ہو گئی ہے، لیکن ایک حدیث ابن ماجہ کی ہے، جس سے امکان نبوّت ثابت ہوتا ہے، کہ وَلَوۡ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا۔ کہ اگر یہ (میرا لڑکا ابراہیم) زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا، وفات ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ میں ہوئی، اور آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی، گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے چار سال بعد، حضور فرماتے ہیں اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، گویا حضور کے

دلیل ہے، پاکٹ بک از صہ ۴۳۱ تا صہ ۴۳۲۔

"محمد عمر"۔ اس آیت کے متعلق فقیر پہلے پوری تحقیق کر چکا ہے کہ ربّ العزت نے یوم میثاق ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ کے مطابق یہ وعدہ تمام انبیاء علیہم السلام سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا، کیونکہ آپ ہی سب کے بعد آنیوالے ہیں اور مصدّق ہی سب کے آخر میں ہوتا ہے، ادھر مصدق کے بعد آئے وہ مصدقہ نہیں کہلائیگا، بلکہ غیر مصدقہ غیر معتبر سمجھا جائیگا۔ باقی رہا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ ہر نبی سے اس کی اپنی ذات کے متعلق بھی عہد لیا گیا، صحیح ہے، یعنی ہر نبی کو جو کچھ دیا گیا اس کے متعلق اس کی ذات سے بھی وعدہ لیا گیا کہ تمہیں جو کچھ عنایت ہوا تم اس کی تصدیق کرو۔ کہ مجھے یہ انعام منظور ہے، کیونکہ اُن کو جو کچھ ملا، وہ بطفیل لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ، یعنی ایمان بر رسالت نامہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا، تو ان سے اُن کی ذات کے اس انعام کا بھی حلفیہ بیان لیا گیا، کہ تمہیں بھی یہ منظور ہے یا نہیں، تو سب نے منظور کر کے دستخط ثبت کر دئے جن کا ذکر مِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ سے کیا۔ جیساکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے مصدق بننے کا اقرار لیا گیا۔ جیساکہ تمام وزراء سے وزیر اعظم کی وفاداری کا حلفیہ بیان لیا جاتا ہے، ایسے ہی وزیر اعظم سے بھی حلف وفاداری لیا جاتا ہے۔ کہ تم بھی گورنمنٹ کے وفادار رہنا، اسی کا ذکر اس آیت مذکورہ بالا میں ہے، وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ یعنی جب لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام انبیا علیہم السلام سے حلف وفاداری لیا گیا، تو بعد میں آپ سے بھی آپ کے وفادار رہنے کا اقرار لیا گیا، آپ تو سب سے بالا تھے، اس لئے آپ کے متعلق سب انبیاء علیہم السلام سے حلف وفاداری لیا گیا، اب اگر بقول تمہارے آپ سے حلف وفاداری کسی اور نبی کے لئے لیا گیا، تو جس کے متعلق حلف وفاداری لیا گیا اُس کا اُنسے اوّل ہونا ضرور ہے، اگر اوّل نہیں تو تمہارا حلف لینے کا اصول غلط، کیونکہ تمام انبیا علیہم السلام سے اُن کے بہتر کے متعلق حلف لیا گیا، اور اس آیت میں یہ بھی ذکر نہیں ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا گیا، یہ تمہاری اختراع ہے، نہ کہ آیت میں سے نکلتا ہے، نہ امام رازی کا یہ فرمان ہے بلکہ محض مرزائیات سے ہے، اس لئے جن کے متعلق پہلے وعدہ

وقال احمد[۶] ضعیف۔ وقال بخاری[۷] سکتوا عنه۔ وقال مسلم[۸] متروک الحدیث ومن مناکیر ابی شیبه۔
قال احمد[۱] و یحیٰی[۲] و ابوداؤد[۳] ضعیف وقال یحیٰی لیس بثقة وقال البخاری[۴] سکتوا عنه وقال الترمذی[۵] منکر الحدیث وقال النسائی[۶] والدولابی[۷] متروک الحدیث وقال ابوحاتم[۸] ضعیف الحدیث سکتوا عنه وترکوا حدیثه وقال الجوزجانی[۹] ساقط وقال صالح[۱۰] جزرة ضعیف لایکتب حدیثه وقال ابوعلی[۱۱] النیسابوری لیس بالقوی وقال الاحوص[۱۲] الغلابی وممن روی عنه شعبة من الضعفاء ابوشیبه وقال معاذ[۱۳] ابن معاذ العنبری کتبت الی شعبة وهو ببغداد اسأله عن ابی شیبه القاضی اروی عنه فکتب الی لاتروعنه فانه رجل مذموم۔ وکذبه شعبة[۱۴] فی قصة۔ وقال ابن سعد[۱۵] کان ضعیفا فی الحدیث وقال الدارقطنی[۱۶] ضعیف وقال ابن مبارک[۱۷] ارم به وقال ابو طالب عن احمد منکر الحدیث۔

وجہ تضعیف

روای عن الحکم احادیث مناکیر۔
حکم سے اُس نے بہت منکر حدیثیں بیان کی ہیں،

وکیل صاحب خدارا انصاف فرمایئے کہ جس کو سترہ[۱۷] محدثین نے جھوٹا اور متروک الحدیث لکھا ہے، اور محدثین لکھیں کہ حکم سے یہ بہت منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، اور یہ روایت بھی حکم سے ہی ہے، لہذا یہ حدیث بھی منکر ثابت ہوئی، لیکن تم ایسی بات کو اور ایسے راوی کو ہی کیوں نہ پسند کرو۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

نزدیک اس کا نبی نہ بننا اس کی وجہ موت ہے، نہ انقطاع نبوت کے باعث، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، تو آپ فرماتے لَوْعَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَمَا کَانَ نَبِیًّا لِاَنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، اس حدیث کا مطلب ہے کہ نبوت تو ملسکتی ہے مگر ابراہیم چونکہ فوت ہوگیا ہے، اس لئے انہیں نبوت نہیں مل سکی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بی، اے کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوئی، ایسے ہی اس حدیث کا مطلب یہی کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم چونکہ فوت ہوگیا ہے۔ اس لئے انہیں نہیں مل سکی، پاکٹ بک صد ۴۳۲ تا صد ۴۳۸۔

"**محمد عمر**"۔ یہ حدیث جس سے غلط استدلال کرتے ہو، اس حدیث کے راوی ہی جھوٹے ہیں، لہذا حدیث بھی موضوع ثابت ہوئی، کیوں نہ ہو، جیسا کہ حدیث بھی تمام کتب احادیث سے وہ چنی جو جھوٹی، پنجابی مثال مشہور ہے رکالروالے پر الیوں رہیا بدے نے) قادیانی مذہب کے جھوٹے ہونے کی اس سے اور زیادہ کیا دلیل ہوگی، کہ جب بھی استدلال تلاش کرینگے چُن کر جھوٹا، کیونکہ صحیح استدلال اس مذہب میں کسی مسئلہ شرعیہ پر ہے ہی نہیں، محض کذب پر ہی اس مذہب کی بنیاد ہے، جیسا کہ مشتے از خروار، اس حدیث کو بھی ملاحظہ کرلو، پھر اس کو توڑ موڑ کر بہتیرا سیدھا کرنے کی کوشش کرینگے، لیکن جس حدیث کو اجماع محدثین نے جھوٹی کہہ دیا ہو، کیونکہ اس کے راوی جھوٹے ہیں، تو اس کو آج مرفوع صحیح کون ثابت کرسکتا ہے، پہلے اس کی سند ملاحظہ ہو۔

ابن ماجہ ۱۱۰	حدثنا عبد القدوس بن محمد حدثنا داؤد بن شبیب حدثنا ابراهیم بن عثمان حدثنا الحکم بن عتیبہ عن مقسم۔

اس حدیث میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے، جس کو محدثین نے عجیب عجیب خطابات دئے ہیں، کذاب۔ منکر الحدیث۔ متروک الحدیث وغیرہم ملاحظہ ہو،

میزان الاعتدال ۴۳	**ابراہیم بن عثمان** کَذَّبَهٗ شُعْبَةُ۔ اس کو شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔

وسلم کا مسئلہ جو اسلام میں شانِ عظیم رکھتا ہے، ما قبل ملاحظہ ہو صف‍ ۱۴۱ پھر مرزائی نے تسلیم کر لیا ہے کہ اگر آپ اِنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن فرما دیتے تو نبوت ختم ہو جاتی، معلوم ہوا کہ مرزائی خاتم النبیین کے معنی سمجھ کر ایمان نہیں لاتا، پاکٹ بک صفحہ ۳۴۳ ۔

"مرزائی" ۔ اور پھر علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ یہ خَاتَمَ النَّبِیِّیْن کے قول کے متناقض نہیں، فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلُہٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَہٗ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ ۔

"محمد عمر" ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو آخر میں دو جملے بیان فرمائے ہیں، اس نے مرزائیت کے بخیے اُدھیڑ دئے، اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَہٗ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، کیونکہ (نبی کے آنے سے) دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو جاتا ہے، اور آپ کی اُمت سے نبی نہیں ہو سکتا۔

کیوں جناب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ آپ کی اُمت سے نبی آ ہی نہیں سکتا، اور تم کہتے ہو کہ آسکتا ہے، ھٰذَا بَوْنٌ بَعِیْدٌ، یعنی بنی اسرائیل کا پرانا نبی آ جائے تو آ جائے وہ پہلے کا ہے، لیکن ساتھ ہی تمہاری مرزائیت کا بھی رد کر دیا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے نہیں آسکتا، یعنی اگر کوئی بجز عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نبوت کا مدعی بنے، تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے خارج ہو جائیگا، لہٰذا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزائیوں کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہی خارج کر دیا۔ وکیل صاحب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کر کے خود اپنا طمانچہ اپنے ہی منہ پر مار بیٹھے تمہارے مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی نقل بننے کی تو جلدی فرمائی، لیکن بقول علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھول گئے کہ دعویٰ پہلے یہودیت کا کرتے پھر عیسیٰ مسیح بننے کا دعویٰ کرتے، کیونکہ موضوعات کبیر کی عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ کی عبارت وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوں گے، اس اصل کو چھوڑ کر صفت کی نقل سوجھی۔

"مرزائی" ۔ وَبَیَّنَ الحافظ السیوطی اَنَّہٗ صَحَّ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اَنَّہٗ سُئِلَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عن ابنہ ابراھیم قال لا اَدْرِیْ رحمۃ اللہ علی ابِ ابراھیم لَوْ عَاشَ لَکَانَ صدیقًا نبیًّا۔ رواہ ابن عساکر عن جابر (فتوی حدیثیہ)۔

حکم بن عتبہ جو تمہاری روایت کے راوی ہیں، ملاحظہ ہو۔

حکم بن عتیبہ

میزان الاعتدال ۲/۲۷	حکم بن عتیبہ بن نعاس کوفی ذکرہٗ ابن ابی حاتم وبیض لہ مجھول وقال ابن الجوزی انما قال ابوحاتم ھو مجھول۔

وجہ تضعیف

لِاَنَّہٗ لَیْسَ یَرْوِیْ الْحَدِیْث

تھذیب التھذیب ۲/۴۳۴	حکم بن عتیبہ کان فیہ تشیع قال ابن حبان کان یدلیس۔ قال ابو حاتم مجھول لانہ لا یروی الحدیث۔

ثابت ہوا، کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور اگر نبوت جاری تھی اور بقول تمہارے آپ کے صاحبزادے کو نبوت ملنی تھی، تو آپ کے لاڈلے نواسے موجود تھے، جو آپ کے شانہ مبارک پر سواری کرتے، اور اگر نماز فرض میں کندھوں پر آبیٹھتے تو آپ کو سر نہ اٹھانے کا ارشاد الٰہی ہو جاتا، لہٰذا ان کو ہی نبوت مل جاتی، ان کو بھی اسی بنا پر نہ ملی، کہ نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم تھی، تو آپ کے صاحبزادے کی فوتیدگی بھی ختم نبوت کی بنا پر ہی یقیناً ثابت ہوئی،

"مرزائی"۔ موضوعات کبیر میں ملا علی قاری نے اس روایت کو لکھا ہے، کہ اس کی تین سندیں ہیں، بعض بعض کو قوی کرتی ہیں، پاکٹ بک صـ۴۳۳۔

"محمد عمر"۔ موضوعات کبیر صـ۵۸ میں لکھا ہے، قَالَ النَّوْوِیُّ فِیْ تَھْذِیْبِہٖ ھٰذَا الْحَدِیْثُ بَاطِلٌ۔ نووی نے کہا ہے اپنی تہذیب میں کہ یہ حدیث سرے سے باطل ہی ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس کو کیسے مٹاؤ گے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی موضوعات میں درج کرنا بھی تمہارے لئے صحت حدیث پر دلیل ہو، ختم نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم باقی رہتا تو نبی ہوتا، لیکن نہیں باقی رہا، کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے آخری نبی ہیں،

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تو تمہاری منہ مانگی مراد مل گئی، جس طرح کی عبارت تم چاہتے تھے، وَلٰکِنْ لَمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ۔ اور لیکن نہیں باقی رہے، کیونکہ تمہارے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے آخری نبی ہیں، اب تو تم ہی اس روایت کے بیان کنندہ ہو، اور روایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے، اگر اس سے روگردانی کرو، تو محال نہیں،، کیونکہ آپ کو مرزائیت مجبور کر رہی ہے، لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ سے معذور سمجھو نگا، نقیر تو یہی کہیگا کہ اے مرزائیو! خداوند تعالیٰ تمہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اکتفا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ پنجابی مثال مشہور ہے۔

(خاوند اپنے تو علیحدہ پرائے توڑ نہیں نبھدے)

"مرزائی"۔ تاریخ ابن عساکر نے ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھی ہے۔ اور ایک جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع لکھی ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ)۔ پاکٹ بک صد ۴۳۹ تاصد ۴۴۔

"محمد عمر"۔ نقیر اس کا جواب پہلے عرض کر چکا ہے، کہ فتاویٰ حدیثیہ صد ۱۲۵ پر یہ دونوں حدیثیں بیان کر کے علامہ ابن حجر ہیتمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ ابن عساکر نے کہا ہے، کہ اس حدیث کے رواۃ قوی نہیں، صرف نمبر پورے کرتے ہو؟ جب ایک دفعہ تم نے ذکر کیا، نقیر نے جواب دیدیا، پھر دوبارہ اس کا ذکر کرنا محض تم اپنے مرزائیہ کو نمبر گنواتے ہو۔ اور لَوْعَاشَ اِبْرَاہِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا سے بھی کسی طرح اجرائے نبوت ثابت نہیں، بلکہ ختم نبوت ظاہر ہے، اس کے معنی ہیں، کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اس کے معنی تم مرزائی کرتے ہو، کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو بھی ہوتا، نہ وہ زندہ رہا نہ نبی بنا، اس سے اجرائے نبوت حاصل کرتے ہو، حالانکہ یہ معنی قطعاً غلط ہیں، قابل غور یہ امر ہے، کہ یہ کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب ارشاد فرمائی۔ اس بات کو تم مرزائی بھی تسلیم کرتے ہو، کہ جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے

تم نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی روایت جھوٹی ہے، لہٰذا اب تمہارے سامنے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوع پیش کرتا ہوں، جسکو حافظ سیوطی نے بھی تسلیم کرلیا، کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے، پاکٹ بک صد ۱۳۴ تا صد ۱۳۵ ۔

"محمد عمر"۔ یہ حدیث تینوں طرق سے مروی ہے، موضوع بھی ہے اور منکر بھی ہے۔ جیساکہ نقیر تحقیق رواۃ سے ثابت کرچکا ہے، باقی رہا تمہارا اس حدیث بے سند کی فتوای حدیثیہ سے پیش کرنا تو اس کے رجال رواۃ سے مانوق حضرت انس رضی اللہ عنہ خود لَا اَدْرِیْ سے روایت میں شک سے عدم حفظ کا اقرار فرما رہے ہیں، اب تم گریبان میں منہ ڈالو کہ احادیث صحیح مرفوعہ اور قرآن کریم کی آیات صریحہ ختم نبوت کے مقابلہ میں ایسی شکی حدیث پیش کرنا کیا حجت ہو سکتی ہے، اور پھر فتوای حدیثیہ کے صد ۱۲۵ پر جہاں یہ عبارت مذکور ہے آگے اس جملہ کو وکیل صاحب مطلب برآری کیواسطے سہواً لکھنا بھول گئے ہیں، وَقَالَ نَبِیْہٖ مَنْ نَّبِیِّ بِالْقَوِیِّ اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی قوی نہیں، کیوں جناب؟ مرزائی صاحب کچی دلیل کو قرآن کریم و احادیث صحیحہ معتبرہ کے مقابل میں اپنی کچی دلیل موضوعہ مردودہ کو بنیری ادھر اُدھر سے پوچھ کر پیش کرتے ہو، لیکن افسوس ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیتے ہو وہی اس کو ضعیف کہدیتا ہے، اس عبارت کو چھپاتے بھی ہیں، لیکن عبارت کو کتاب سے کیسے چاٹ لیا جائے، تینوں طرق کی سندوں کا علم تو مرزائیوں کو بھی نہیں، کسی کی بات نقل کی، جس کی نقل کی اُس نے ان تینوں کو ضعیف کہدیا۔

"مرزائی"۔ اس روایت میں گو کوئی کاذب بھی ہیں، لیکن آخیر راوی تو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، جنکے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا معتزلی انکار کرتا ہے، پاکٹ بک صد ۱۳۸ ۔

"محمد عمر"۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک روایت پہنچے تو یہی اُن کی روایت کہلائیگی، جب ان کی طرف روایت کو منسوب کرنے والے ہی جھوٹے ہیں، تو وہ انکی روایت کیسے کہلاسکتی ہے، اور پھر انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، جسکو تم نے بھی اپنی پاکٹ صد ۱۳۸ پر بیان کیا ہے، کہ قَالَ لَوْ نَقْضِیَ اِبْرَاهِیْمَ اِبْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَکَانَ نَبِیًّا وَلٰکِنْ لَّمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ

اس سے بھی ثابت ہوا، کہ عمر ابن خطابؓ کا نبی نہ ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کو بند ثابت کرتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت بند ہے، اس لئے عمرؓ نبی نہیں، اگر نبوت جاری ہوتی اور میرے بعد نبوت ممکن ہوتی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے۔

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ ۔

اگر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عدم ہلاکت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے۔

ثابت ہوا، کہ لَوْعَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا ۔ بھی بقانون عربی و محاورہ عربی از روئے قرآن و احادیث انتفاء ثانی اول کو منتفی کررہا ہے۔ یعنی چونکہ نبوت بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بند ہے۔ اسواسطے ہی آپ کا صاحبزادہ ابراہیم زندہ نہیں رہا۔

تو اس جھوٹے راویوں والی حدیث موضوعہ سے بھی تمہارا مطلب نہیں بن سکتا، اگر تم عربی قوانین کو سمجھو، اور محض لَا کا کوئی علاج نہیں، لاعلاج مرض ہے، جس سے مرزائیت متصف ہے۔ اور قانون معانی کی رُو سے بھی تمہارے معانی غلط ہیں، کیونکہ قانونِ علم معانی ہے، اِنَّ التَّعْلِيْقَ بِالْمُحَالِ يَسْتَلْزِمُ الْمُحَالَ اور اس کی مثال قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔

۱- لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۔

۲- لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔

اس سے بھی ثابت ہوا، کہ نبوت بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم محال ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم کا زندہ رہنا بھی محال ہے۔ یہ ہے تمہاری پاکٹ بک صنہ۱۸ کی عبارت کا جواب۔

اور فتوی حدیثیہ کا جواب اور عرض کرتا ہوں، کہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی حدیثیہ کے صفہ۲۸ پر حیات و نزول مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دلائل پیش کئے ہیں، اور امام مہدی علیہ السلام کو علیحدہ ثابت کیا ہے، جو تمہارے عقیدہ کے

ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا، یعنی ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فوت ہونے کی وجہ خاص بیان فرمائی، نہ کہ نبوت کے مسئلہ کا اختلاف تھا، تب یہ ارشاد فرمایا، جیسا کہ تم نے دھوکا دیا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ یہ فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم صاحبزادے کی فوتیدگی کی علت ہے، کہ ابراہیم کو خداوند کریم نے اسلئے فوت کیا، کہ اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، تو ابراہیم کی زندگی نبوت کو چاہتی تھی، اور اس کی موت نبوت کو ختم ہونا ثابت کر رہی ہے، اور مرزائی بے چارہ تو عربی توانین سے ناآشنا بے بہرہ ہے، کہ بہاءئم بھی مرزائی کی عربی کلام پر مضحکہ کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا - فَاِنَّ لَوْ هٰهُنَا تَدُلُّ عَلٰى لُزُوْمِ الْفَسَادِ لِتَعَدُّدِ الْاٰلِهِ وَعَلٰى اَنَّ الْفَسَادَ مُنْتَفٍ فَيُعْلَمُ مِنْ ذَالِكَ	شرح جامی ۳۷۶

اِنْتِفَاءُ التَّعَدُّدِ ۔ پس تحقیق لَوْ اس جگہ معبودوں کے متعدد ہونے کی صورت میں فساد کے لزوم پر دلالت کرتا ہے اور ضرور فساد منتفی ہونیکی وجہ معبودوں کا متعدد ہونا منتفی ہے ۔ ایسے ہی لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا میں لَوْ ثابت کر رہا ہے ۔ کہ ابراہیم کے زندہ رہنے سے نبوت جاری رہتی، کیونکہ وہ نبی ہوتے، تو نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے یعنی بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے انتفاء کے سبب انتفاءِ ابراہیم ہے، یعنی وفات ابراہیم کا تحقق ہے، تم مرزائی عربی عبارت کو خواہ کیسے بھی الٹ پلٹ کرو، عربی قانون تمہیں جھوٹا کر دیتا ہے، جیسا کہ یہاں قانون لَوْ نے تمہاری تمام کوشش باطلہ باطل کر دی، ایسے ہی اس کی مثال اور ملاحظہ ہو،

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ ۔ اگر میرے بعد نبی ہو سکتا تو عمر ابن خطاب ہوتا ۔ وَاَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ	ترمذی شریف ۲/۲۰۹ مستدرک ۳/۸۵ تاریخ الخلفاء ۸۴

نام سے ہی ادباً پکارا، یہ آپ نے اپنی امت کو ادب سکھایا ہے، کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تمہاری خدمت کے لئے ہی تشریف لا دینگے، لیکن تمہارا حق ہے کہ تم اُن کا ادب کرو، گو وہ اپنی نبوت کی اشاعت کے لئے تشریف نہ لا دینگے، یہ ہے جواب تمہارے اس اعتراض کا جو تم نے اپنے خلاف حیات و نزول عیسٰی بن مریم کی حدیث کو جس کے تم منکر ہو، استہزاءً پیش کی، نہ کہ ایمان لانے کے لئے، اور نہ تمہارا اس پر ایمان ہی ہے، اور فقیر نے پھر بھی اس کا جواب تمہیں عرض کر دیا، کیونکہ ہمارا اس حدیث پر ایمان ہے، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سابقہ نبی اللہ ہونگے، لیکن وہ اپنی نبوت کی اشاعت کے لئے یا نبوت خود کے اقرار کے لئے نہ تشریف لائینگے، بلکہ اپنے جھوٹے مدعیوں کو بزور تلوار درست کرنے کے لئے تشریف لا دینگے، جیسا کہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اَبُوْ بَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔ ابوبکر سب انسانوں سے بہتر ہیں، ہاں اگر کوئی نبی انسانوں میں سے ہو، تو اس سے بہتر نہیں، اگر کوئی انسانوں میں سے نبی نہ ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استثنا فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی آمد کا امکان ہے۔

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ "نَبِیٌّ" حدیث مذکورہ بالا میں کَانَ یَکُوْنُ کی خبر واقع نہیں، کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ حضرت ابوبکر رض کی نبوت کی نفی مقصود ہے، اگر کَانَ کی خبر ہوتا، تو نَبِیٌّ کی بجائے نَبِیًّا ہونا چاہیئے تھا، پاکٹ بک صفحہ ۴۷ تا ۴۱۔

"محمد عمر"۔ سبحان اللہ! مرزائی صاحب دیانتداری بھی اسی کا نام ہے، کہ بھولے مسلمانوں کی آنکھوں میں خوب دھول ڈالتے ہو، جب پہلے از روئے قرآنی آیات و احادیث صحیحہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول من السماء قرب قیامت ثابت ہو چکا، کہ دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجا لائینگے، اپنے دین کی اشاعت سے وہ پہلے فارغ ہو چکے ہیں، جیسا کہ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر عرض کر دیتا ہوں،

بالکل خلاف ہے۔ لہذا تمہارے لئے یہ کبھی حجت نہیں ہو سکتا۔

"مرزائی" - ایک اور حدیث ہے مسلم شریف کی فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللہِ عِیْسٰی وَ اَصْحَابُہٗ۔ آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے، پہلا مسیح فوت ہو چکا، جو آنیوالے مسیح کے حلیے سے مختلف ہے، لہذا یہ آنیوالا بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اس اُمت سے نبی ہونا تھا، پاکٹ بک صفحہ ۴۷ ۔

"محمد عمر" - مرزائی صاحب کی آنکھوں میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حدیث ہے تو سہی، لیکن مرزائیت ایمان لانے سے مانع ہے وکیل صاحب نے اب جس حدیث کا ٹکڑا پڑھ دیا ہے، فَیَرْغَبُ، پس رغبت کریگا۔ کب ؟ قرب قیامت بعد از نزول من السماء، یَرْغَبُ صیغہ مضارع ہے، جو استقبال پر دال ہے،

وکیل صاحب! پہلے یہ تو فرمائیے کہ یَرْغَبُ نَبِیُّ اللہِ میں یَرْغَبُ کے فاعل پر نظر مرزائیت تو جا لگی، لیکن یَرْغَبُ کو کیوں چھوڑ گئے، کہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کا نزول من السماء ثابت ہونا تھا؟ اس لئے اور اس حدیث کے ما قبل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اِذْ بَعَثَ اللہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ، ملاحظہ ہو مسلم شریف ۲/۴۰۱ ۔

کیوں جی مرزائی صاحب! اب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو حیات و نزول من السماء مان گئے ہو؟ یَرْغَبُ خود تم اپنے اقرار کئے پر قائم تو نہ رہو گے اور نہ ہی ایمان لاؤگے اِلَّا ماشاء اللہ۔ مگر فقیر اس کے فاعل کا تمہیں جواب عرض کر دیتا ہے، کہ جیسا کہ گورنر صاحب ریٹائرڈ ہو جاتا ہے، تو اس کو گورنر صاحب ہی کہا جاتا ہے، ایسا ہی اگر کوئی کپتان ریٹائرڈ ہو جائے تو اس کو کپتان صاحب کے ہی نام سے ادباً پکارا جاتا ہے، اگر اسی کپتان یا گورنر کو عارضی کسی چھوٹی ڈیوٹی پر سرکار مقرر کرے تو بھی اس کو باقی لوگ کپتان صاحب یا گورنر صاحب کے نام سے ہی ادباً پکاریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کا زمانہ پورا کر چکے ہیں، اب آپ نے اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عارضی ڈیوٹی کے لئے دوبارہ تشریف لانا ہے، جو اپنے اپنی اُمت کے کارندے کو اسی سابقہ نبی اللہ کے

ابتداء سے انتہا تک سب لوگوں سے بہتر ہونگے، اِلَّآ اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ۔ مگر یہ کہ جو نبی ہو یعنی تمام انبیاء سے نیچے اور باقی سب لوگوں سے بہتر ہونگے۔

"مرزائی" - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تَکُوْنُ النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ...... ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ماشاء اللہ ..... ثم تکون ملکاً عاضاً فتکون ماشاء اللہ ..... ثم تکون خلافۃ علی منہاج نبوۃ۔ (رواہ احمد، بیہقی، مشکوٰۃ)۔

تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کے بعد بادشاہت شروع ہوگی، اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کے بعد خلافت ہوگی منہاج نبوت پر۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت ہوگی، جس طرح ابتداءِ اسلام میں منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوئی تھی، ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر خلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہوئی تھی، تو لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مندرجہ بالا حدیث مشکوٰۃ میں بین السطور میں لکھا ہے۔

الظاہر ان المراد بہ زمن عیسی علیہ السلام والمھدی،

ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہوگا۔ پاکٹ بک صلحہ

"محمد عمر" - مرزائی پیچ تو مشہور ہے۔ لیکن دیکھنے سے حقیقت کھل کر صدق و کذب کا اندازہ صحیح لگایا جا سکتا ہے، وکیل صاحب تو اتنے حواس باختہ ہو گئے ہیں، کہ کہ حدیث پاک کے معانی بھی پس و پیش کر دئے ہیں، خیر۔ مرزائی صاحب سے توقع یہ تھی، کہ شاید تَکُوْنُ النبوۃ فیکم ماشاء اللہ سے اجرائے نبوت ہی مراد لیتا، لیکن چونکہ اس کی شرح میں دوسری حدیثیں موجود ہیں، اس لئے اس کا داؤ یہاں نہ چلا، تسلیم کر لیا گیا کہ اس میں چونکہ خطاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو ہے، تو ان میں نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہو سکتی ہے، اور کوئی نئی نبوت نہیں، لیکن جب اس کا جواب آیا، تو مرزائی حدیث کے اس جملے کو

کنز العمال ۷ / ۱۹۹ ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ عَلَى مِلَّتِهِ، إِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدْلًا فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ

(طبرانی عن عبد اللہ بن مغفل)۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاوینگے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہونگے، اور آپ کے دین پر ہونگے، اور آپ کے دین کے سند یافتہ امام ہونگے حاکم ہونگے، عادل ہونگے، پھر دجال کو قتل کرینگے، (طبرانی کا جواب طبرانی سے ہی دیا گیا) تو بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امام و حاکم نزد قیامت آسمان سے نزول فرما دینگے، لیکن سابق انبیاء میں سے ہی تو ہونگے جس کا انکار نہیں، جس کو تم بھی پہلے اپنی پاکٹ بک کے اسی صفحہ ۴۴۰ پر تسلیم کر چکے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسَى وَ أَصْحَابُهُ۔ تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس اُمت کا امام تسلیم کرتے ہوئے اُن کی نبوت کا بھی انکار نہیں فرمایا، بلکہ ان کی نبوت کو بھی اپنی نظروں میں حقیر نہیں سمجھا، اور یہی سبق اپنی اُمت کو دیا، کہ دیکھو ایسا نہ ہو، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سب لوگوں سے یعنی میری اُمت کے لوگوں سے جو قیامت تک محض میری اُمت ہی اُمت ہے، اس میں کوئی نبی نہیں، سب سے بہتر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں، لیکن جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لاوینگے اور وہ بھی میرے دین کے ہی عامل ہونگے، اُنسے بہتر نہیں ہونگے۔

یہی مطلب ہے، اِلَّا أَنْ يَكُونَ نَبِيٌّ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس اُمت کے لوگوں سے بہتر تو ہونگے، مگر عیسیٰ علیہ السلام اُن سے بہتر ہوں گے۔

جواب ۲۔ اس حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ دنیا سے بہتر ہونگے، یہ قیامت کا واقعہ بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ لفظ النّاس سب سابقین و آخرین کو شامل ہے، کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سب لوگوں سے دن قیامت کے بہتر ہونگے، مگر جو نبی ہوگا، اس سے کم درجہ رکھیں گے، کیونکہ خیریت اور افضلیت کا ثبوت مر کہہ و مر کے لئے قیامت کے دن تو اظہر من الشمس ہوگا۔

تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بروز قیامت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ہاں مرزائیات سے ہی سہی، اور یہ نہ سوچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرما دیا کہ میرے بعد اللہ تعالےٰ نبوت کو اُٹھا لیگا، اور میرے خلفاء کی خلافت راشدہ کے بعد خلافت بھی اُٹھا لیگا، اور پھر فرمایا کہ قرب قیامت پھر خلافت نبوت مصطفوی کے اصولوں پر قائم ہوگی، اگر اسوقت قرب قیامت ضرورت نبوت ہوتی، تو آپ نے جیسے فرمایا کہ خلافت نبوت کے اصولوں پر قائم ہوگی، آپ فرمادیتے، کہ پھر نبوت بھی نئے نبی کے پیدا ہونے سے اشاعت پکڑیگی، لیکن شکر خداوندی ہے کہ وکیل صاحب بین السطور کے حاشیہ کو ہی تسلیم کر گئے، کہ وہ قرب قیامت زمانہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کا ہوگا، کوئی نیا نبی نہ ہوگا، تو ثابت ہوا، کہ وکیل صاحب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں کسی نئے نبی کے قائل نہیں، لیکن مرزائیت انکی زبان سے زبردستی نکلوا رہی ہے۔

یہ مذکورہ دلائل محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور اپنی اُمت مرزائیہ کو خوش کرنے کے لئے ایک ڈھکوسلہ تھا، جس کو آخیر میں آکر تسلیم کر گئے ہو کہ اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے بعد نبوت کو اللہ تعالےٰ نے اُٹھا لیا ہے البتہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بطور بادشاہ عادل آسمان سے تشریف لاوینگے اور امام مہدی علیہ السلام کا بھی وہ زمانہ ہوگا، شکر ہے

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

وکیل صاحب! خدا تعالےٰ آپ کو اس تمہاری پیش کردہ آخری حدیث کے مضمون کے مطابق کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو اُٹھا لیا ہے پر ایمان صحیح رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور قرب قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم ناصری علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے کی بھی علمیت دے اور امام مہدی علیہ السلام جو مدینہ طیبہ سے نکل کر مکہ شریف کو روانہ ہونگے، اور عرب کے بادشاہ ہونگے، اُن پر بھی ایمان لانے کی عقیدتمندی عطا فرمائے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن ۝

وکیل صاحب تم نے تو یار ادھر اُدھر کی باتیں گھڑ کر اجرائے نبوت کے مضمون کو ٹالا ہے، جو تمہاری پاکٹ بک کے صـ۴۳۲ـ سے تا صـ۴۲۱ـ پر واضح ہے۔

اب فقیر تمہیں بفضلہ تعالےٰ تمام کتب احادیث سے بلا مبالغہ دلاتا دیل و بغیر

چھوڑ گیا، جہاں نکتے لگائے گئے ہیں، وہاں لکھا ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ ثم یرفعھا اللہ تعالےٰ پھر اللہ نبوت کو ہی اٹھالیگا، تو اس جملے نے مرزائی عقیدہ کے اجرائے نبوت کی جڑ کاٹ کر رکھدی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے دوستو میں جب تک تم میں موجود ہوں، نبوت اللہ کی مشیت سے موجود ہے، میرے بعد اللہ تعالےٰ نبوت کو اٹھالے گا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟۔ اس جملے کو حدیث سے ہضم کر گئے تھے۔ پاکٹ بک میں تو چھپا گئے لیکن کتاب مشکوٰۃ شریف سے کیسے چاٹ لوگے سبحان اللہ! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا جملہ ارشاد فرما دیا کہ میرے بعد اللہ تعالےٰ نبوت کو ہی اٹھالیگا، پھر فرمایا کہ میرے بعد خلافت نبوت کے اصولوں پر قائم رہے گی، بمشیت الٰہی۔ پھر فرمایا کہ ثم یرفعھا اللہ تعالےٰ پھر اللہ تعالےٰ خلافت نبوت کے اصولوں والی کو بھی اٹھالیگا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ اگر نبوت جاری ہی رہتی جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو آپنے کیوں فرمایا، کہ میرے بعد اللہ نبوت کو اٹھالے گا، پھر زمانہ خلافت راشدہ کا بمشیت الٰہی شروع ہوگا، اس کو بھی اللہ تعالےٰ اٹھالیگا، تو نبوت کا اجرا کیسے رہا؟ خیر تم آخیر میں یہاں اس امر کو تسلیم کر گئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ممکن نہیں ہے۔ تب ہی حدیث کو بیان فرمایا اور اس پر معترض بھی نہیں ہوئے، تسلیم کر کے آخیر میں پھر ایک گندھی چھینٹ ڈالدی، فرماتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت اپنے زمانہ میں نبوت کو بند کر دیا لیکن آخیر زمانے میں لازم ہے کہ نبی ہو، جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو اللہ پھر تسلیم بھی کر لیا، کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کا زمانہ ہے۔ پہلے تو مرزائی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور امام مہدی کو ایک تسلیم کرتا تھا، لیکن یہاں غلطی سے دو وجود تسلیم کر گیا، تعجب کی بات ہے کہ جونکہ نبی اول کو بلا فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر چکے ہیں، اسواسطے فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بات بھی اور نئی گڑھ لیتے ہیں، بھلا یہ تو فرماؤ کہ تم کہتے ہو کہ لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو، یہ کس عبارت حدیث سے نکالا ہے؟

پیش کرنی! تم بھی پیش کرتے ہو، کبھی کسی طرح اُلٹ پلٹ کرتے ہو، کبھی کسی طرح ہیرا پھیری کر کے کہتے ہو کیوں جی ختم نبوت ثابت ہوئی یا نہ؟ واضح حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہونے پر ایمان لادے، کہ آپ کے بعد اور کوئی قطعاً نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

"مرزائی"۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ خُلَفَاءَ جو صاف بتا رہے ہیں، کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب کا زمانہ مراد لیا ہے یعنی میرے معًا بعد خلفا ہونگے، اور معًا بعد کوئی نبی نہ ہو گا، پاکٹ بک صد ۵۰۳۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب کا دماغ مرزائیت مسخ کر چکی ہے، بس اپنے مرزائیوں کو خوش کرنا جانتے ہیں کہ مرزائی کہدیں کہ واہ وا واوا حدیث شریف کو خوب اُڑایا، لیکن کسی قلیل عربی خواندہ کے سامنے بیان کرو، تو میزان الصرف پڑھنے والا بھی وکیل صاحب کی بات پر ہنسیگا۔

وکیل صاحب! "س" داخل ہوا یَکُوْنُ پر جس کا وقوع ہے فِیْ اُمَّتِیْ خُلَفَاءَ پر، خلیفے تو ٹھیک عنقریب ہی ہونگے، لیکن وَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کو "س" سے کیا تعلق، س مضارع پر یا ماضی پر داخل ہوتا ہے تو معنی قریب کے دیتا ہے، لیکن اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پر س کو کیسے داخل کرو گے اور قریب کے معنی کیسے لو گے اور دوسری علمیت وکیل صاحب کی یہ کہ س داخل ہو آخر جملے پر اور شامل کرلیں ماقبل کو بھی، ہاں بھائی قادیان جو جاتا ہے اُلٹا ہو کر ہی آتا ہے تمہارے اختیار نہیں، گاڑی کا انجن جاتا سیدھا تھا اور جب واپس آتا تو اُلٹا ہوتا، بھلا وکیل صاحب اُلٹے عطف کیوں نہ ڈالیں، خواہ تعلق ہو یا نہ ہو، وکیل صاحب کچھ تو سوچتے، کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

پائے کج را موزہ مے باید کج

"مرزائی"۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ قاعدہ تھا، کہ ان میں ہر نبی بادشاہ ہوتا تھا۔ جب کوئی نبی ہوتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ نبی ہوتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوگی۔ چنانچہ دیکھو ابوبکر، عمر، عثمان۔ علی بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے

ردو بدل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہونیکی احادیث صحیحہ پیش کرتا ہے امید واثق رکھتا ہوں کہ آپ ان کو بلا تعصب مرزائیت گوش گذار فرماؤ گے۔ وعلی اللہ توکلت والیہ انیب۔

محمد عمر

ادلۂ ختم نبوت بر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم از احادیث

(۱) بخاری شریف ۱ / ۴۹۱

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن فرات القزاز قال سمعت ابا حازم قال قاعدت ابا ھریرۃ خمس سنین فسمعتہ یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء۔

فرات القزاز نے کہا کہ میں نے ابوحزم سے سُنا، کہا اُس نے کہ میں حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس میں پانچ سال بیٹھا، تو میں نے اس سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے پاس پے درپے انبیا علیہم السلام تشریف لائے، جب بھی نبی ہلاک ہوا، اس کا جانشین اور نبی ہوگیا، اور شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہونگے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! بخاری شریف کی حدیث اور فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا واضح ہو، کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بنو اسرائیل میں یکے بعد دیگرے متواتر انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفاء کے متعلق ارشاد فرمایا کہ خلیفے ہونگے اور۔ یہ حدیث اگر کسی عیسائی کے سامنے بھی بیان کیجاوے تو وہ بھی اس کے معانی صحیح سمجھ لیگا لیکن تمہیں مرزائیت اتنی مانع بنی ہوئی ہے۔ کہ عمل تو بجائے خود مطلب بھی صحیح نہیں سمجھنے دیتی، اسے کہا جاتا ہے کہ مطابق موضوع بات

مسیح موعود کو مسلم کی حدیث میں نبی اللہ کر کے پکارا ہے، اور چوتھی بات یہ ہے، کہ یہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیانی زمانے کے لئے ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ۔ موجود ہے، بخاری کے الفاظ بھی یہی ہیں، پاکٹ بک صد ۵۰۳ تا صد ۵۰۴۔

محمد عمر: حدیث صحیح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے کے لئے کتنے حیلے گھڑتے ہو، سیدھا ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس حدیث کے قائل نہیں، بہانے نبہانے کا کیا مطلب تم نے کہدیا کہ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں یہ غلط ہے، یہ ہم نکال رہے ہیں یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلا تاویل فرمارہے ہیں۔

اے مسلمانو! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے والو سُن لو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیسا صاف ہے، کہ بنو اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں، لیکن میری امت میں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، مرزائی سے جب کوئی تاویل نہ چل سکی تو صاف کہدیا کہ یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا یہ غلط ہے اور کہنے والا کون ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور غلط بھی آپکے فرمان کو ہی کہدیا، مرزا صاحب کی اطاعت میں مرزائی نے فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف الفاظ میں ٹھکرا دیا، اس سے زیادہ واضح اور کیا انکار ہو سکتا ہے، پھر جب تنگ آ گئے تو ایک حدیث حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے متعلق پڑھ دی، جس کو مرزائی بھی صحیح سمجھتا ہے، لیکن اسپر مرزائی ایمان نہیں لاتا، اس کا بھی منکر ہے، ایک حدیث کا انکاری اور اس کے ساتھ ایک اور حدیث پیش کردی، کہ بس صرف اس کا ہی منکر نہیں، بلکہ اس دوسری حدیث کا بھی منکر ہوں، یک نہ شد دو شد۔

بھلا مرزائی صاحب! تم نے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ پڑھ دی، کیا اسپر تمہارا ایمان ہے، کہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام آسمان سے اترنے والے ہیں، اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمہارے اجرائے نبوۃ اور تمہارے

اور جو نبی ہوا (یعنی مسیح موعود) وہ بادشاہ نہ ہوا، پاکٹ بک ص۵۰۳
"محمد عمر" ۔ وکیل صاحب! یہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی، آپ کے دماغ میں مرزا صاحب کی بات ہی جلدی آسکتی ہے، کیونکہ آپ کو قادیانی مٹی لگ چکی ہے، مدینے والے کی کلام کو سمجھنے کے لئے ایمان کی ضرورت ہے، مرزائیت کو بالائے طاق رکھ کر اگر آپ سمجھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سمجھ آئیگی، جب تک برتن صاف نہ ہو، اُس میں طیب چیز کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔
"مرزائی" ۔ نہیں آپ بیان فرمائیے۔ شاید خداوند تعالیٰ سمجھ عطا کر دے، کوئی بڑی بات نہیں۔
"محمد عمر" ۔ اچھا تم جو مرزا صاحب کی نبوت کو سچا کرنے کے لئے حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلتے ہو، تمہارے سمجھنے کی مرضی کب ہو سکتی ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے صاف اور واضح الفاظ ہیں، کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کہ بنو اسرائیل کی طرف انبیا کرام متواتر آتے تھے، ان میں ان کی بادشاہت کا ذکر کہیں ہے ہی نہیں۔ پھر آگے فرمایا کہ کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی جب ایک نبی ہلاک ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا، اور میرے بعد (میری اُمت میں یہ اصول ختم ہے) بلکہ میری اُمت کی شان یہ ہے کہ میرے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں، یہاں یہ عبارت کہاں موجود ہے کہ بادشاہت اور نبوت اکٹھے نہیں ہو سکتے، یہ اپنی طرف سے عبارتیں ٹھونس کر مخلوق خدا کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور مرزاجی کی رضا کے طالب ہو، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت کو بڑھا کر اور اُلٹ بیان کرنے والو! یاد رکھو میدان حشر میں اور قبر میں بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسی تمہارے گلے میں ہوگی اور تم مجرمانہ حیثیت سے اس مقدمہ میں پیش کئے جاؤ گے تو تمہیں اس حدیث کی سمجھ آئے گی، کہ ہائے میں نے فلاں حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُلٹا بیان کر کے کیوں جھٹلایا تو اس وقت کا پچھتانا کام نہ آئیگا۔
"مرزائی" ۔ واقعی یہ تو وکیل صاحب نے حدیث میں زیادتی سے کام لیا ہے۔ لیکن ایک اور عرض کرتا ہوں، کہ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، قطعاً غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَکْمَلَهَا وَ اَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَهَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ یَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور انبیا کی مثال ایسے ہے، جیسا کہ کسی نے گھر تعمیر کیا تو اس کو مکمل کر دیا اور سجا بھی دیا اور ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی، لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں، اور متعجب ہو کر کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں نہیں پر کی گئی۔ (یعنی خالی جگہ کیوں چھوڑی گئی؟)۔

(۳) بخاری شریف ۱/۵۰۱
مسلم شریف ۲/۲۴۸
بیہقی شریف ۹/۵

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن عبد الله بن دینار عن ابی صالح عن ابی هریرة اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَ اَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک شخص نے مکان تعمیر کیا تو بہت اچھا اور خوبصورت بنایا، کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، تو لوگ اس میں آتے جاتے ہیں، اور اس کے لئے تعجب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، اس اینٹ کی جگہ کیوں نہیں بنا رکھی گئی، (خالی کیوں چھوڑی گئی)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میں (وہی) ایک اینٹ ہوں، اور میں ہی تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

"مرزائی"۔ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کو تم نے پڑھا ہے خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ جس کے معنی ہیں کہ میں تمام نبیوں کو مہر لگانے والا ہوں۔

مرزا جی کی نبوت کی جڑ کاٹ دی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام آسمان سے اُترنے والے ہیں، تم وَاِنَّہٗ نَازِلٌ کے بھی منکر اور آپکا فرمان کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ نَبِیٌّ کے بھی منکر، کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے پہلے ہی اپنی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبی بنا بیٹھے ہو، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس حدیث شریف مذکورہ بالا میں صاف فرما دیا، کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، تم نے صاف انکار کر دیا کہ یہ غلط ہے، دیکھو ہمارا غلام احمد مرزا نبی جعلی آگیا ہے مدوسری حدیث میں آپنے فرمایا کہ ایسے میری حدیثوں کو ٹھکرانے والوں کو درست کرنے کے لئے آخیر زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے، تم نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے، تم نے کس حدیث کا اقرار کیا؟ تم مرزائی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک حدیث پیش نہیں کر سکتے جس پر تمہارا ایمان ہو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح اور سچا ثابت ہوا، جو آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، جیسا کہ پہلے بنو اسرائیل میں آتے رہے ہیں، کیونکہ میرے بعد کسی نبی کا مقام خالی نہیں، تمام مقامات انبیا علیہم السلام پورے ہو چکے ہیں، اب اُن کا میرے بعد آسمان سے اُترنا میری ختم نبوت میں فرق نہیں لاسکتا، کیونکہ وہ اپنی نبوت کی ڈیوٹی ختم کر چکے ہیں، اب اُن کا میری اُمت میں داخل ہونا اُن کے اجر سابقہ کو ضائع نہیں کر سکتا، اور میرے اُمتی بننے سے میری نبوت کے ختم ہونے میں مخل نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ یہاں اپنی نبوت کو لے کر نہ آئیں گے، وہ محض ختم نبوت کو توڑنے والے اور جھوٹے مسیحوں کو درست کرنے کے لئے تشریف لاوینگے۔ جس سے اُمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دوبالا ہوگی، اور دشمن ذلیل ہوگا، اس نبوت کے تکمیل شدہ مکان کو توڑنے والو اس مکان کو تو تم توڑ نہیں سکو گے، یہ مکان مکمل ہو چکا اور مکمل ہی رہے گا، جیسا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(۲) بخاری شریف ۱/۵۰۱

حدثنا محمد بن سنان حدثنا سلیم بن حیان حدثنا سعید بن میناء عن جابر بن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء

کے مقام کو پُر فرما دیا، اب دوسرے کسی نبی کے لئے کوئی جگہ خالی نہیں، پہلے ہی پُر ہو چکی ہے، اسی بنا پر آپ تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ثابت ہوئے اور یہی مطلب فرمان الٰہی وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا ہے جسکی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی۔

"**مرزائی**"۔ مولوی صاحب! میں تو تب سر خم کرونگا، جب یہ الفاظ کسی حدیث سے دکھا دو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس عمارت کو یا اس اینٹ کی جگہ کو پُورا کر دیا، ہو سکتا ہے کہ ایک اینٹ کے سجانے میں کوئی پچیر کی جگہ خالی رہ گئی ہو۔

"**محمد عمر**"۔ دوست! جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا، کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، اور میں وہی ایک اینٹ ہوں، تو پچیر کی جگہ کونسی خالی رہی، اچھا اگر زیادہ اسی امر کا اصرار کرتے ہو، تو تمہیں ایسے الفاظ ہی دکھا دیتا ہوں۔

"**مرزائی**"۔ کسی حدیث کے الفاظ ہوں، شارح وغیرہ کے الفاظ میں تسلیم نہ کرونگا۔

"**محمد عمر**"۔ بھائی جب تم نے تاویل کرنی ہو، تو تم جھوٹ موٹ ہی کہ دیتے ہو کہ فلاں کتاب کے بین السطور میں لکھا ہے، وہ بھی تمہارے لئے حجت ہو اور اگر میں کسی محدث کی شرح پیش کردوں تو تم کہتے ہو کہ میں تسلیم نہیں کرونگا۔

"**مرزائی**"۔ مولوی صاحب اگر میں ایسی چیز پیش کرتا ہوں، تب ہی تو تم آج مجھے ذلیل کر رہے ہو، اور اسلام کے علمبردار بھی تو تم ہی بنے ہوئے ہو، آج کسی حدیث سے نکال کر دکھاؤ، ورنہ میں کہونگا، کہ تم نے جھوٹ بولا تھا، ورنہ دکھاؤ، کہ مکان پورا ہو گیا، یہ دکھاؤ جو تم نے زیادتی لگائی ہے۔

"**محمد عمر**"۔ آؤ بھائی اگر تم اسی پر مصر ہو تو دکھا دیتا ہوں، ایمان لانا یا نہ؟

(۴) **مسند امام احمد حنبل** ۳/۹ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا ابو معاویہ ثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَتَمَّهَا اِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً فَجِئْتُ اَنَا وَاَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری مثال اور میرے پہلے تمام نبیوں کی مثال ایسے آدمی کی ہے، جس نے مکان تیار کیا تو سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے تمام مکان مکمل کر دیا

"محمد عمر" - اس حدیث میں تمہارا خاتم النبیین پڑھنا غلط ہے ، کیونکہ اگر خاتم النبیین ہوتا تو نبی بیّنًا نہ فرماتے، کیونکہ اینٹوں پر مہر لگائی جاتی ہے تو اینٹیں تیار ہونے سے قبل ہوتی ہے ، اور اگر کہو کہ مکان پر مُہر تو ختم نبوت کا مطلب حل ہوگیا ، کہ انبیاء علیہم السلام سے مکان تیار ہو چکا ، اب کتبے والی اینٹ کی جگہ خالی تھی اور وہ اینٹ ہمیشہ تعمیر کنندہ ہی آخیر وقت پر چسپاں کرتا ہے ، جب مکان تیار ہو جاتا ہے ، اور جب وہ اینٹ بھی تیار ہو جائے تو اب مکان میں کسی اینٹ یا کسی باقی تیاری کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے ، شاید مکان کے باہر کسی صاحب مکان کے لئے ٹٹی کی ضرورت ہو ، تو اس کی ضرورت کے لئے کسی اینٹ کو لگانے کے لئے آپ کو کسی نے فرمادیا ہو ، تو اسلام اس سے بے خبر ہے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مکان کی ایسی مثال ارشاد فرمادی ، کہ جس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم نہ تسلیم کیا جائے تو ایمان جاتا ہی ، اَنَا اللَّبِنَۃُ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں ، جس سے مکان انبیاء علیہم السلام پورا ہو چکا اور میں ہی تمام نبیوں کے ختم کرنیوالا ہوں -

"مرزائی" - مولوی صاحب ! تم نے حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادتی سے کام لیا ہے ، یہ الفاظ حدیث شریف میں کہاں ہیں ، کہ مکان انبیاء کو میں نے پورا کر دیا ، یہ بات تم نے اپنی طرف سے لگادی ہے ، جو شرعاً کفر ہے -

"محمد عمر" - سبحان اللہ معلوم ہوا ، کہ مرزائی صاحب بھی اس حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتا ہے ، لیکن عمداً منہ چھپائے پھرتا ہے ، ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ کا کیا مطلب ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک مکان تعمیر ہو چکا ہے - مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور میں وہی اینٹ ہوں ، تو اس ایک اینٹ کے جڑنے سے یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے وہ مکان مکمل ہوا یا نہ ؟ جب حضور تشریف لائے تو مکان مکمل ہونیکے بعد آپ نے فرمایا کہ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ میں خاتم النبیین ہوں ، یعنی ہوں تمام نبیوں کا ختم کرنیوالا ، کیونکہ مکان تعمیر ہو چکا ، جو ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی وہ جگہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کردی ، اب اس مکان انبیاء علیہم السلام میں اور جگہ خالی ہی نہیں ، تو تم عمارت نبوت کو کیسے کہہ سکتے ہو کہ عمارت ابھی نامکمل ہے ؟ اس لئے نبوت جاری ہے ، یہ غلط ہے کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک اینٹ

صلی اللہ علیہ وسلم سے بالا سمجھو گے، وقت قریب آنیوالا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائیگا تو فقیر نے از روئے احادیث تمہاری ہر طرح کی تسلی کر دی، اور ختم نبوت بر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صریحہ پیش کر دیں۔ اور ملاحظہ ہو۔

(۶) بخاری شریف ۲/۱۰۳۵

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری حدثنی سعید بن المسیب ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، فرماتے تھے کہ نبوت ختم ہو گئی، سوائے مبشرات کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کہ مبشرات کیا ہیں، فرمایا اچھی خوابیں۔ اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہؤا، کہ نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی، اب نبوت کا مدعی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، آپ نے فرمایا۔ اچھی خوابیں آسکتی ہیں۔

(۷) مسلم شریف ۲/۲۴۸

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال ثنا عفان قال ثنا سلیم بن حیان قال حدثنا سعید بن میناء عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَتَمَّھَا وَاَکْمَلَھَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَھَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ مِنْھَا وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَۃِ جِئْتُ وَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپنے فرمایا میری اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسے ہے۔ جیسے کہ کسی نے مکان تیار کیا، تو سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے اُس نے اس کو پورا اور مکمل کر دیا، تو لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں، اور اس خالی جگہ کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں، کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں نہیں پوری کی گئی، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس اینٹ کی جگہ میں آیا ہوں،

تو میں آیا اور اس اینٹ کی جگہ کو میں نے پورا کر دیا،

کیوں جناب! اب تو تمہاری مرضی کے مطابق اَتْمَمْتُ تِلْکَ اللَّبِنَۃَ زبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا دیا ہے، امید ہے کہ اب تمہیں کسی پچر کی گنجائش نظر نہ آئیگی۔

"**مرزائی**"۔ اگر تم ہی پچر کی گنجائش سمجھو تو؟

"**محمد عمر**"۔ تم نے اس اینٹ کی جگہ پُر کرنیکا مطالبہ کیا وہ تمہاری مرضی کے مطابق پورا ہوا یا نہ؟

"**مرزائی**"۔ یہ تو مطالبہ پورا ہو گیا من وعن، لیکن تم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پچر لگاتے ہو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا وہ گمراہی نہیں، اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمارت انبیاء میں نئی پچر لگا کر اسلام سے خارج ہوتے ہیں تو تم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پُرانی پچر لگا کر اسلام سے خارج ہو۔

"**محمد عمر**"۔ نہیں ہرگز نہیں، عمارت انبیا علیہم السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مکمل کر دیا، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم تھا کہ میرے بعد جھوٹے نبی پیدا ہونگے، جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ مذکور ہوگا، اس لئے آپ نے پہلے فرما دیا، حدیث شریف مذکورہ بالاملاحظہ ہو، مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِیْ میری مثال اور میرے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال، تو آپ نے اپنے بعد کے کسی نبی کا ذکر نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا، کہ بعد میں کوئی نبی ہے ہی نہیں، باقی رہا تمہارا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق، وہ تو مِنْ قَبْلِیْ میں شامل ہو گئے، ان کی اینٹ تو مکانِ انبیا علیہم السلام میں لگ چکی، اب اُن کا تشریف لانا نہ نبوت کی اشاعت کے لئے ہے، اور نہ ہی وہ بعد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، بلکہ آپ پہلے کے پیدا شدہ، پہلے کے نبی، اُن کی کوئی نئی نبوۃ نہیں، کہ تمہارا اعتراض لازم آئے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نطفہ کے پیدا کر دیا، تو مرزائی اعتراض کر دے کہ غلط ہے، تو ایمان سے خارج ہے۔ کیونکہ امتحان کے لئے اور ایمانوں کی پڑتال کے لئے خداوند کریم ایسے کر ہی دیتے ہیں، تاکہ مومن اور کافر میں تمیز ہو جائے، لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ، کب تک احادیث صحیحہ معتبرہ کا انکار کرو گے اور مرزا صاحب کی بات کو قرآن وحدیث اور رسالت مصطفےٰ

سفیانان وجماعت، ۲۱ شاگردوں کے علاوہ اور بھی اس کے شاگرد ہیں، اس کی تائید کرنے والے حضرات سنیئے:۔

عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صفائی کے گواہان

(۶)۔ قال صالح بن احمد عن ابیہ ثقۃ مستقیم الحدیث۔

(۷)۔ قال ابن معین وابوزرعۃ وابوحاتم ومحمد بن سعد والنسائی ثقۃ زاد ابن سعید کثیر الحدیث۔ (۱) قال العجلی ثقۃ (۸) قال اللیث عن ربیعۃ حدثنی عبد اللہ بن دینار وکان من صالحی التابعین صدوقا دینا (۹)۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

کیوں جناب؟ یہ ہے عبداللہ بن دینار اور وہی ہے کتاب تہذیب التہذیب جس نے تمہارے پردے فاش کردئے، اور عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تمہیں جھوٹا ثابت کر دیا اور ان کی شان بیان کردی، اب ابوصالح خوزی کے متعلق سُن لیجیے۔ تمہارا بھی یہ مسلمہ قانون ہے کہ جس کی وجہ جرح ثابت نہ ہو اس کی جرح ناقابل قبول ہے، اور اس کے متعلق ابوزرعہ لکھتے ہیں، قال ابوزرعۃ لا باس بہ، اس کی حدیث میں کوئی ڈر نہیں، اور یہ بھی تم نے غلط لکھا ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف لکھا ہے بلکہ تہذیب التہذیب میں ۱۳۱/۱۲ میں علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے، کہ قال ابن الدورقی عن ابن معین ضعیف، ابن دورقی نے کہا ہے کہ ابوصالح کی روایت ابن معین سے بیان کرے تو ضعیف ہے، ورنہ نہیں۔ اور ان دونوں حدیثوں میں ابوصالح روایت کرتے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے، لہٰذا تمہاری جرح غلط ثابت ہوئی، اور حدیثیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ومبراۃ من کل جرح علی رغم الف عدو ثابت ہوئیں اور مرزائی علی الاعلان منکر احادیث جھوٹا ثابت ہوا، اب اور حدیثیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جاوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے، کہ آپ نے ایک اینٹ کی جگہ پُر کردی، حالانکہ لولاک لما خلقت الافلاک آپ کی شان ہے، اور اس سے جو مفہوم مولوی بیان کرتے ہیں وہ غلط ہے، بلکہ اس سے شریعت

اور تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔۔۔۔۔۔ وہ اینٹ کی خالی جگہ پُر ہو گئی)۔

"مرزائی" - ان حدیثوں میں زہیر بن محمد ضعیف ہے اور دوسری سند میں عبد اللہ بن دینار اور ابو صالح خوزی ضعیف ہیں، پاکٹ بک ص۵۰۷ تا ۵۰۸۔

"محمد عمر" - فقیر کی پیش کردہ حدیثوں سے کسی حدیث میں بھی زہیر نہیں ہے، لہٰذا صحیح ثابت ہوئیں، اور تمہارا کہنا غلط ثابت ہوا، اور حدیث عـ۲ میں بھی تمہاری پیش کردہ راویوں میں سے کوئی بھی نہیں، لہٰذا صحیح ثابت ہوئیں، اور تم منکر حدیث ثابت ہوئے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ عبد اللہ بن دینار العدوی مولی ابن عمر مخدوش ہے، یہ تم نے جھوٹ سے کام لیا ہے، آئیے رجال حدیث کی تحقیق کریں، تم بیچارے اپنے مرزاجی کی روایت جس کو گنڈا سنگھ اور شرن پت اور ملاوامل روایت کریں، معتبر سمجھو۔ لیکن صحابہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا قدر جانو، ہمارے بزرگوں کی شان ہم سے سنیئے:-

عبد اللہ بن دینار العدوی ابو عبد الرحمٰن المدنی مولی ابن عمر

(عبد اللہ بن دینار کے اساتذہ جن سے روایت بیان کرتے ہیں)۔

تہذیب التہذیب ۵ / ۲۰۱

(۱) - ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳) سلیمان بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ (۴) - نافع القرشی مولی ابن عمر (۵) - ابی صالح السمان وغیرہم -

عبد اللہ بن دینار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگردان رضی

(۱) - ابنہ عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ (۲) - مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳) سلیمان بن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ (۴) - شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (۵) - صفوان بن سلیم رض (۶) - عبد العزیز بن الماجشون رض (۷) - عبد العزیز بن مسلم القسملی رض (۸) - عبید اللہ بن عمر رض (۹) - محمد بن سوقہ رض (۱۰) ابن عجلان رض (۱۱) - موسیٰ بن عقبہ رض (۱۲) - ورقا بن عمر رض (۱۳) - یحیٰی بن سعید رض (۱۴) یزید بن عبد اللہ بن الہاد رض (۱۵) - ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن (۱۶) - الولید بن الولید المدنی (۱۷) اسمٰعیل بن جعفر رض (۱۸) عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس رض (۱۹) - سہیل بن ابی صالح (۲۰) و (۲۱)

ذکر ہی کہاں ہے، مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کا ذکر ہے، لیکن مرزائی کو اس طرف تو مرزا جی حائل ہیں، چلے گئے لولاک لما خلقت الافلاک کی طرف۔

جس کا اصل ہی صحیح نہیں اور جو نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونے کی واضح دلیل ہے، کو ٹھکرا کر حدیث صریحہ کا منکر کہلاوے، بلکہ خداوند ہر مومن کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل فرمان پر ایمان لانے کی توفیق دے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم تھا کہ مجھ پر نبوت ختم ہونے کی حدیثوں کو کئی ٹھکرا دینگے، آپ نے مکان کی مثال دیکر نبوت ختم ہونے کو سمجھا دیا، تاکہ ختم نبوت کی حقیقت ہر مومن پر واضح ہو جائے۔

(۸)۔ مسلم شریف ۴۴۶/۱

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک میں تمام نبیوں کا آخیر ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی آخری ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں سب نبیوں کے آخیر ہوں اور میری مسجد بھی آخری ہے، اس کے بعد میری کوئی مسجد نہ بنے گی، کیونکہ مجھے کوئی موقع نہ ملیگا۔

"مرزائی"۔ مسجدی آخر المساجد ثابت کرتی ہے، کہ آخر الانبیاء کے معنی بھی محض یہی ہونگے، کہ کوئی شریعت والا نبی نہ ہوگا، اور کیا آپ کی مسجد کے بعد کوئی مسجد تعمیر نہ ہوگی، پاکٹ بک صـ ۵۱۲۔

"محمد عمر"۔ بھئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ میں سب نبیوں کے آخر ہوں، ہمیں تو آپ کی کلام پر یقین ہے، مرزائی کو یقین آئے یا نہ؟ اتنے واضح الفاظ جس کو مرزائی کی تاویل بھی پھیر نہیں سکتی، باقی رہا مسجدی آخر المساجد تو یہ بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح ہے، آپ نے اس کے بعد کوئی مسجد تعمیر نہیں فرمائی، مساجد انبیاء علیہم السلام سے آپ کی مسجد آخری ہی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ میری مسجد آخر مساجد انبیاء علیہم السلام ہے، کیونکہ جب آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں تو مسجد نبوی اور کیسے بن سکتی ہے؟۔ اب اس میں تشریعی نبی یا غیر تشریعی کی تشریح نو نہ کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تخصیص موجود ہے، اور نہ ہم ایسی تخصیص کر کے ایمان

کا محل مراد ہے۔ پہلے انبیاء ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے، اور اس محل کا سامان جمع ہوتا رہا، چونکہ پہلی شریعتیں ناقص تھیں یہ مکان مکمل نہ ہو سکا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی شریعت نے مکان کو مکمل کر دیا، جو سامان پہلے جمع شدہ تھا یعنی پہلی کتابیں بھی اس میں شامل ہیں، فیہا کتب قیمۃ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کی اینٹ سے تعبیر کیا، پاکٹ بک ص۵۰۸ تا ص۵۰۹۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب! مرزائیوں کو نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی دشمنی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر خیر آیا اور تمہیں گولی لگی، فوراً کلام مصطفےٰ کو اُلٹنے کی کوشش میں لگ جاتے ہو، اب اس حدیث میں صاف واضح الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الانبیاء میری مثال اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مثال، لیکن مرزائی اس سے علی الاعلان دن دہاڑے روگردانی کر رہا ہے۔ کہ یہاں انبیاء سے مراد اُن کی شریعتیں ہیں، کچھ تو شرم چاہیئے، تحریف کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، غیر مسلمان کا ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والا تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو چھوڑ کر تمہاری تحریف کی طرف نہیں جا سکتا، اور تمہارا یہ مطلب بیان کرنا سراسر جھوٹ ہے، جو عبارت سے نہ اشارتاً نہ کنایتہً نکلتا ہی نہیں، باقی رہا تمہاری عقل مکان انبیاء علیہم السلام کی، اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی اینٹ بنایا جائے، تو یہ آپ ہتک ہے یہ بھی مرزائی عقل میں معانی پھیرنا ہتک نہیں اور یہ ہتک ہے، حالانکہ مکان میں ایک اینٹ کی کسر رہ جائے، جہاں نام کندہ ہوتا ہے، جب تک کہ وہ موسومہ کتبہ والی اینٹ نہ لگے، تمام مکان ہی ناقص رہتا ہے، اور اس میں آبادی ہی نہیں شمار کی جاتی، اور نہ ہی روشنی ہوتی ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ کتبہ والی لگی تو انبیاء علیہم السلام کے انبیاء ہونے کی تصدیق ہوئی، جیسا کہ جب تک کتبہ نہ لگے، مالک مکان کی تصدیق ملکیت مشکل ہوتی ہے، شہادتوں کی ضرورت پڑتی ہے، جب کتبہ لگ جائے تو بلا شہادت مالک مکان کی ملکیت اس کتبہ کے سبب ثابت ہوتی ہے، ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی نبوت دنیا کے سامنے دلائل کی محتاج رہی، آپ کے تشریف لانے پر ایک کتبہ والی اینٹ لگ گئی، اب دلائل کی احتیاج دور ہو گئی، جب مکان مکمل اور مصدقہ ہو چکا، اب اس مکان کی ایک اینٹ کا دخیل چور سمجھا جائیگا، اور گرفتار ہو کر لائق سزا ہو گا، اور یہاں زمین و آسمان کا

(۱۱) مسلم شریف ۲/۲۶۱

حدثنی حرملة بن یحیٰی قال انا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ...... اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ اَحَدٌ

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں عاقب ہوں، جسکے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہؤا، کہ عاقب اسی کو کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

لہذا بخاری ومسلم کی ان تینوں حدیثوں سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاقب ہونا ثابت ہؤا اور عاقب کلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تابعین اور تبع تابعین تک یہی ثابت ہؤا، کہ عاقب وہ ہے کہ جسکے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

لغت عاقب

مجمع بحار الانوار ۲/۴۴

وَفِیْ اَسْمَائِهٖ صلی الله علیه وسلم الْعَاقِبُ وَهُوَ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں عاقب ہے اور عاقب تمام نبیوں کے آخری نبی کو کہتے ہیں۔

(۱۲) مسلم شریف ۲/۲۶۱

حدثنا اسحٰق بن ابراهیم الحنظلی قال انا جریر عن الاعمش عن عمرو بن مرة عن ابی عبیدة عن ابی موسی الاشعری قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یُسَمّیْ لَنَا لِنَفْسِهٖ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَالْمُقَفّیْ۔

آپنے فرمایا میں تعریف کیا گیا ہوں اور بہت تعریف کرنیوالا ہوں اور آخیر آنے والا ہوں، قال النووی وَهُوَ بِمَعْنَی عَاقِبٍ۔

"مرزائی" - علامہ ابن الانباری نے اس کے معنی متبع للنبیین کئے ہیں۔ پاکٹ بک صد ۵۱۴ -

کو ضائع کرنے کے قائل ہیں، لہٰذا اس حدیث مسلم شریف سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام نبیوں کا آخری ہونا ثابت ہوا، اور نبوت کو جاری سمجھنے والے منکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو گئے، اس کے علاوہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی اور صحیح حدیث ملاحظہ ہو جسکے رجال بھی صحیح و ثقہ ہیں،

(۹) بخاری شریف ۱/۵۰۲

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے کئی نام ہیں، میں تعریف شدہ ہوں، اور میں بہت تعریف کرنے والا ہوں، اور میں ایسا مٹانے والا ہوں، کہ میرے سبب کفر مٹیگا اور میں حاشر ہوں، میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائینگے اور میں پیچھے آنیوالا ہوں۔

اب اس حدیث بخاری شریف نے ثابت کر دیا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں، یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنیوالا ہوں،

"مرزائی"۔ عاقب کے معنی محض پیچھے آنیوالے کے ہیں، سب نبیوں کے پیچھے آنے والے تم نے کہاں سے لگالئے؟

"محمد عمر"۔ حدیث بخاری شریف سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاقب ہونا، تو ثابت ہو گیا، اب اس کی شرح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہی ان شاء اللہ کرونگا،

(۱۰) مسلم شریف ۲/۲۶۱

حدثنی عبد الملک بن شعیب بن اللیث قال حدثنی ابی عن جدی قال حدثنی عقیل قال وحدثنا عبد بن حمید قال انا شعیب کلھم عن الزھری

بھذا الاسناد وفی حدیث معمر قال قلت للزھری وما العاقب قال الذی لیس بعدہ نبی ۔

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، کہا اس نے میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے، کہا اُس نے میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ وحی سے ہر بات اخذ کرتے تھے، اور اس کے بعد بے شک وحی ضرور منقطع ہو چکی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان بھی اسی پر تھا، کہ بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وحی منقطع ہو گئی، تم مرزائیوں نے اجرائے نبوت کا مسئلہ کہاں سے نکال لیا، توبہ کرلو، وقت ہے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم سمجھو، اور یہی کافی ہے، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فرمان سُن لیجئے۔ (اٰمنوا ادلا تجحدوا)

(۱۷) مستدرک ۴/۳۹۱

حدثنا عبد الواحد بن زیاد ثنا المختار بن فلفل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔

(۱۸) ترمذی شریف ۲/۵۱ کنز العمال ۸/۳۲

حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی نا عفان بن مسلم نا عبد الواحد نا المختار بن الفلفل نا انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک رسالت اور نبوت ضرور بند ہو گئی ہے، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی ہے۔

"مرزائی" تمہاری پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، لہذا حجت نہیں ہو سکتیں، پاکٹ بک صفحہ ۵۱۵

"محمد عمر" بہت اچھا وکیل صاحب رواۃ کی تحقیق کتب اسماء رجال سے کر لیتے ہیں، جو وہ فیصلہ کریں، ہمیں تو منظور ہے، تم کو بات خواہ بُری ہی محسوس ہو، چنانچہ ترمذی شریف کی سند کے تمام راویوں کی تحقیق عرض کر دیتا ہوں، اس میں مستدرک کے راویوں کا ذکر بھی

"محمد عمر"۔ انباری نووی سے معتبر نہیں ہے، علامہ نووی محدثین کا مسلمہ شارح ہے۔ اخباری محدث نہیں ہے، لہذا علامہ نووی کے مقابلہ میں غیر معتبر ہے۔

(۱۳) ترمذی شریف ۲/۱۰۷

حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی نا سفیان عن الزہری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ هٰذَا حدیث حسنٌ صحیحٌ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں آخیر آنیوالا ہوں، ایسا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۴) استیعاب ۱/۲۱

قال الزبیر حدثنی عمی مصعب بن عبد اللہ قال حدثنی ابی عبد اللہ بن مصعب قال رئیت من ہشام بن عروۃ الصفیہ بنت عبد المطلب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا محمد انا احمد اَنَا الْخَاتِمُ الَّذِیْ خَتَمَ اللّٰہُ بِیَ النُّبُوَّۃَ وَ اَنَا الْعَاقِبُ فَلَیْسَ بَعْدِی النَّبِیُّ وَ اَنَا المقفیٰ بعد الانبیاء کُلِّہِمْ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں برگزیدہ ہوں، میں سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہوں، میں ختم کرنیوالا ہوں، میرے ساتھ نبوت ختم کی گئی، اور میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد کا پچھلا ہوں۔

(۱۵) کنز العمال ۸/۳۴

اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نُبُوَّۃَ۔

بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی ہے،

(صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ یہی تھا)

(۱۶) کنز العمال ۳/۱۴۷

عن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ خَطَّابٍ یَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ۔

البطرابلسی فقال ثقۃ ۔ وقال ابن عبد البر یقال انہ لم یکن فی وقتہ افصح منہ ولا ابصر باللغۃ ...... وتفقہ للشافعی وکان نبیلا ثقۃ مامونا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہیں حسن بن محمد جن کو تم نے معاذ اللہ ضعیف کہدیا، حالانکہ بڑے اماموں نے ثقہ تسلیم کرلیا ہے۔

"مرزائی"۔ میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف لکھا ہے۔

"محمد عمر"۔ میزان الاعتدال ص ۲۴۲ دیکھو، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایتیں مرفوع ہوتی ہیں، اور آگے لکھتا ہے، قَالَ الْخَطِیْبُ ذَکَرْتُہٗ لِلْبَرْقَانِی فَوَثَّقَہٗ۔

خطیب نے کہا ہے کہ میں نے برقانی سے اس کا ذکر کیا، تو اس نے اس کو ثقہ کہا ہے، اور تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ کہ جس کی وجہ ضعیف نہ ہو، وہ ضعیف نہیں کہلاسکتا، ورنہ اس کی وجہ ضعف بیان کرو، اب عفان بن مسلم کے متعلق سنیے۔

عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار

تہذیب التہذیب ۷/۲۳۰

عفان بن مسلم بن عبد اللہ الصفار ابو عثمان بصری۔

عفان بن مسلم کے اساتذہ حدیث

روی عن داؤد بن ابی الفرات[1] وعبد اللہ بن بکر المزنی[2] وصخر بن جویریۃ[3] وشعبۃ[4] ووھیب بن خالد[5] وھمام بن یحیی[6] وسلیم بن حبان[7] وابان العطار[8] والاسود بن شیبان[9] والحمادین[10 و 11] وابی عوانۃ[12] وعبد الوارث بن سعید[13] وعبد الواحد بن زیاد[14] وغیرھم۔

آجائے گا، ملاحظہ ہو۔

حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی

تقریب التہذیب ۹۰

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی ابو علی البغدادی صاحب الشافعی وقد شارکہ فی الطبقۃ الثانیۃ من شیوخہ ثقۃ من العاشرۃ۔

تہذیب التہذیب ۲/۳۱۸

{ الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی ابو علی البغدادی۔

حسن بن محمد کے اساتذۂ حدیث

روی عن ابن عیینۃ[1] و ابی معاویۃ[2] و عبیدۃ بن حمید[3] و ابن ابی عدی[4] و مروان ابن معاویۃ[5] و وکیع[6] و عبد الوہاب الخفاف[7] و یزید بن ہارون[8] و عبد الوہاب الثقفی[9] و سعید بن سلیمان الواسطی[10] و ابن علیۃ[11] و شبابۃ[12] و الشافعی[13] و محمد بن عبد اللہ الانصاری[14] اور بہت سی جماعت سے بھی روایت لیتے ہیں۔

حسن بن محمد کے صفائی کے گواہ

وقال النسائی[1] ثقۃ۔ قال الشافعی[2] انت سید ہذہ القریۃ - وذکرہ ابن حبان[3] فی الثقات - قال کان راویا للشافعی وقال ابن المنادی[4] کان احد الثقات وکذا قال ابن مخلد[5] وقال ابن ابی حاتم[6] کتبت عنہ مع ابی وہو ثقۃ وسئل عن ابی فقال صدوق وقال ابو عمر الصدفی[7] فی سؤالات العقیلی عنہ فقال ثقۃ من الثقات المشہور لم یتکلم فیہ احد بشیئ قال وسألت عنہ اہل علی صالح بن عبد اللہ

عفان اثبت من حبان وقال الاجری قلت لابی داؤد بلغک عن عفان انہ انہ یکلب وھب بن جریر فقال حدثنی عباس العنبری سمعت علیا یقول ابونعیم وعفان صدوقان..... وقال یعقوب بن شیبۃ سمعت یحیی بن معین یقول اصحاب الحدیث خمسۃ مالک وابن جریج والثوری و شعبۃ وعفان وقال الدوری سمعت ابن معین یقول کان عفان اثبت من زید بن الحباب..... قال خلف بن سالم ما رئیت احدا احسن الحدیث الارجلین بھز و عفان..... وقال ابوحاتم ثقۃ امام متقن..... وقال ابن عدی عفان اشھر واصدق واوثق من ان یقال فیہ شئ وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث ثبتا حجۃ وقال ابن خراش ثقۃ من خیار المسلمین وقال ابن قانع ثقۃ مامون وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جس کو ایسے جلیل القدر ائمہ کرام ثقہ جانیں، اگر تم نہ جانو تو میلے میں چکی رَاہوں کو کون پوچھتا ہے،

"مرزائی"۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ قابل قبول نہیں ہے، پاکٹ بک ص ۵۱۵۔

"محمد عمر"۔ آئیے تمہیں میزان الاعتدال کی سیر کرا دیتے ہیں،

عفان بن مسلم الصفار الحافظ الثبت الذی یقول فیہ یحیی القطان وما ادراک ما یحیی القطان اذا وافقنی عفان لا ابالی من خالفنی۔	**میزان الاعتدال** ۲ ۲۰۲

عفان کے متعلق علامہ ذہبی کا خیال

قلت عفان اجل واحفظ من سلیمان وھو نظیرہ وکلام النظراء والاقران..... قلت ھذا یدل علی ان عفان کان متثبتا مع بطاءۃ سیر وھو من مشائخ الاسلام والائمۃ الاعلام قال فیہ العجلی ثبت صاحب سنۃ...... وقال ابوحاتم عفان ثقۃ متقن متین۔

عفان بن مسلم کے شاگرد حدیث

روی عنہ البخاری [1] وروی ھو والباقون عنہ بواسطہ اسحق بن منصور [2]
والی قدامہ سرخسی [3] و محمد بن عبد الرحیم البزار [4] وحجاج [5]
بن الشاعر وابو خیثمہ [6] والحسن بن علی الحلال [7] وابو بکر بن ابی شیبۃ [8]
وعبد اللہ الدارمی [9] وعمرو [10] والناقد [11] والفضل بن سھل [12] وعمرو [13]
بن علی ومحمد بن اسحق الصنعانی [14] وابو بکر بن ابی عتاب الاعین [15] و
محمد بن حاتم بن میمون [16] وابو موسیٰ ھارون الحمال [17] واحمد بن حنبل [18]
والحسن بن محمد زعفرانی [19] وعثمن بن ابی شیبۃ [20] ویزید بن خالد الرملی [21]
وعبد بن حمید [22] وبندار [23] وابراھیم الجوزجانی [24] واحمد بن [25]
سلیمان الرھاوی واسحق بن راھویہ [26] واسحق بن یعقوب البغدادی [27]
والحسن بن اسحق المروزی [28] والحسین بن عیسی البسطامی [29] وابو داؤد الحرانی [30] و
عبد الرحمن بن محمد بن سلام الطرسوسی [31] وعثمان خرزاد [32] وعمرو بن [33]
منصور والفضل بن العباس الحلبی [34] وھلال بن العلاء [35] وعبد الرحمن [36]
بن عبد اللہ الجزری ومحمد بن یحییٰ الذھلی [37] وممن روی عنہ
ایضا احمد بن صالح المصری [38] وعلی بن المدینی [39] وقتیبہ بن سعید [40]
ومحمد بن عبد اللہ بن نمیر [41] ومحمد بن سعد [42] وابو کریب [43] و
ابراھیم بن دیزیل [44] وابو مسعود [45] وجعفر الطیالسی [46] وجعفر الصائغ [47]
والحسن بن سلام السواق [48] وحنبل بن اسحق [49] وابو زرعۃ [50] وابو حاتم [51]
وابو زرعۃ الدمشقی [52] وعلی بن عبد العزیز البغوی [53] والحارث بن [54]
ابی اسامۃ وابراھیم الحربی [55] واسحق بن الحسن الحربی [56] وآخرون۔

عفان بن مسلم کی صفائی کے گواہان

وقال العجلی [1] عفان بصری ثقۃ ثبت صاحب سنۃ وقال یحییٰ بن [2]
سعید فکان عفان اضبط القوم للحدیث وقال الآجری [3] عن ابی داؤد

واسحٰق بن سرابی اسرائیل واٰخرون اور اس کے علاوہ اور بھی ہیں[15]
جس راوی کے ایسے بڑے بڑے ائمہ حدیث شاگرد ہوں، تو مرزائی کی نظر اس کو ضعیف نہ دیکھے تو اور کون ضعیف کہے،

عبدالواحد کی صفائی کے گواہان

قال عثمان الدارمی[1] ابو عوانہ وعبد الواحد ثقۃ وقال صالح[2] بن احمد عن علی بن المدینی سمعت یحییٰ بن سعید یقول ما رئیت عبد الواحد بن زیاد یطلب حدیثا قط بالبصرۃ ولا بالکوفۃ ...... وقال ابوزرعۃ[3] وابوحاتم[4] ثقۃ وقال النسائی[5] لیس بہ باس ...... قال ابوداؤد[6] ثقۃ ...... وقال العجلی[7] بصری ثقۃ حسن الحدیث وقال دارقطنی[8] ثقۃ مامون وذکرہ ابن حبان[9] فی الثقات وقال ابن عبد البر[10] اجمعوا لاخلاف بینہم ان عبد الواحد بن زیاد ثقۃ ثبت وقال ابن قطان الفاسی ثقۃ لم یعتل علیہ قادح۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جس شخص کے ایسے بڑے بڑے اساتذہ اور اتنے سرکردہ شاگرد ہوں اور جماعت محدثین کی زبردست جماعت جس کے صفائی کے گواہ ہوں، اس کو کون ضعیف کہہ سکتا ہے۔

"مرزائی"۔ میزان الاعتدال میں یحییٰ بن سعید نے اس کو کہا ہے لیس بشئ۔ پاکٹ بک صہ ۵۱۵۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب! آگے کیوں نہیں پڑھتے وقال احمد وغیرہ ثقۃ ...... وروی عثمان ایضا عن یحیی ثقۃ وقال لیس بہ باس۔

اب چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق ملاحظہ ہو۔

مختار بن فلفل

تہذیب التہذیب ۱۰/۶۸ | المختار بن فلفل المخزومی مولی عمر بن حریث۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! دیکھا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو اجل اور احفظ من سلیمان بیان کیا ہے اور اس کو مشائخ الاسلام اور ائمہ اعلام سے شمار کیا ہے،

"مرزائی" - علامہ ذہبی نے اس کو لکھا ہے کہ ابو خیثمہ نے کہا ہے کہ انکرنا عفان پاکٹ بک صفحہ ۵۱۵ -

"محمد عمر" - یہ مرزائیات سے ہے، آیئے اس کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں، قد قال ابو خیثمہ انکرنا عفان قبل موتہ بایام قلت ھذا التغیر ھو تغیر مرض الموت وما ضرہ لانہ ما حدث فیہ بخطأ -

کیوں جناب! بینست مرزائیاتِ شما آنچہ پوشیدہ می دارید -

اب تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق سُن لیجیے :-

عبدالواحد بن زیاد کے اساتذہ

روی عن ابی اسحٰق الشیبانی وعاصم الاحول والاعمش وابی مالک الاشجعی ویزید ابن ابی بردۃ وایوب بن عائذ واسمٰعیل بن سمیع والحسن بن عبید اللہ وحبیب بن ابی عمرۃ والجریری وصالح بن صالح بن حی وطلحہ بن یحیٰی بن طلحہ وعبد اللہ بن عبد اللہ بن الاصم وابی العمیس وعثمان بن حکیم الانصاری وعمارۃ بن القعقاع وعمر بن میمون ابن مہران والعلاء بن المسیب وکلیب بن وائل ومحمد بن ابی اسمٰعیل وابی فروۃ مسلم بن سالم الجھنی ویزید بن کیسان ومعمر وجماعۃ اور بہت سی جماعت سے اس نے روایت کی ہے۔

عبدالواحد کے شاگردان

وعنہ ابن مہدی وعفان وعارم ومعلی ابن اسد ویونس بن محمد وموسیٰ بن اسماعیل وقیس بن حفص وحری بن حفص و والو بکر بن ابی الاسود ویحییٰ بن یحییٰ النیسابوری والحسن بن الربیع البجلی والو کامل فضیل بن حسین الجحدری وقتیبہ بن سعید وابن ابی شوارب و

التشریع لکھا ہے۔

"پھر عمر" - حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم کسی اُمتی کی زیادتی کو جو حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متضاد ہو قبول نہیں کر سکتے۔ اور محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ اقوال بزرگان کے جواب میں مذکور ہوگا، ملاحظہ فرمالیں، یہاں حدیث واضحہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فقیر کسی کے قول کو معتبر نہیں سمجھتا، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اور خلا رسول بعدی ولا نبی بھی ان دونوں حدیثوں کی رُو سے نبوت اور رسالت بعد از مصطفےٰ منقطع ثابت ہوئی،

(۱۹) مسند امام احمد حنبل ۳/۳۳۸

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا شاذان اسود بن عامر ثنا شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد اللہ قال لَمَّا اَرَادَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَّخْلُفَ عَلِيًّا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ لِعَلِیٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَا يَقُولُ النَّاسُ فِیَّ اِذَا خَلَفْتَنِیْ قَالَ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ اَوْلَا يَكُوْنَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا اُس نے جب ارادہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ پر چھوڑ جائیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ لوگ میرے متعلق کیا کہینگے، جب آپ مجھے چھوڑ جاوینگے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تو میری طرف سے قائم مقام ہارون موسیٰ علیہ السلام کے ہو جائے مگر شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یا نہیں ہے میرے بعد کوئی نبی،

کیوں جناب؟ کتنی واضح دلیل ہے، جس نے تمہارے عقیدے اجرائے نبوت کی جڑ کاٹ دی،

(۲۰) کنز العمال ۸/۳۴۳

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت گئی اور خوابیں رہ گئیں

مختار بن فلفل کے اساتذۂ حدیث

روی عن انس وابراھیم التیمی وعمر بن عبد العزیز والحسن البصری وطلق بن حبیب۔

مختار بن فلفل کے شاگردان حدیث

وعنہ ابنہ بکر[1] وزائدہ[2] والثوری[3] ومنصور بن ابی الاسود[4] وعبد اللہ بن ادریس[5] وعبد الواحد بن زیاد[6] وجریر[7] وعلی بن مسھر[8] ومحمد بن فضیل[9] وآخرون، اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔

مختار بن فلفل کی صفائی کے گواہان

قال عبد اللہ ابن احمد[1] سألت ابی عنہ فقال ما اعلم الاخیرا وقال غیرہ عن احمد ثقۃ[2] وکذا قال ابن معین[3] وابو حاتم[4] والعجلی[5] ومحمد بن عبد اللہ بن عمار[6] والنسائی[7] وقال ابو حاتم[8] ایضا شیخ کوفی ...... وقال ابو داؤد[9] لیس بہ باس وقال داؤد بن عمر[10] عن ابن ادریس کان یحدث وعیناہ تدمعان وذکرہ ابن حبان[11] فی الثقات وقال ابو بکر البزار[12] صالح الحدیث ..... قال یعقوب[13] بن سفیان ثقۃ[14]۔

مرزائی صاحب! جن رواۃ کو تم نے ضعیف لکھا ہے، ان کو فقیر نے کتب اسماء رجال سے ثقات ثابت کر دیا، اور یہ دونوں حدیثیں مسلمانوں کے لئے حجت ہیں، تو ثابت ہوا کہ دونوں حدیثیں پیش کردہ میں فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ۔ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔ صحیح ہے، کہ رسالت اور نبوت ضرور بند ہو چکی اور بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے اور ختم نبوت کا منکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔

"مرزائی"۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان النبوۃ التی انقطعت ھی نبوۃ

(۲۴) بخاری شریف
۲
۱۰۳۵

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن خازم قال حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصفا ذات یوم فقال یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش قالوا مالک قال ارأیتم لو اخبرتکم ان العدو یصبحکم او یمسیکم اما کنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لہب تبا لک الہذا جمعتنا فانزل اللہ تبت یدا ابی لہب وتب۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پر چڑھے تو آپ نے فرمایا، یاصباحاہ تو تمام قریش اکٹھے ہوگئے انہوں نے کہا کیا بات ہے، آپ نے فرمایا، تم بتاؤ، کہ اگر میں تمہیں اطلاع دوں، کہ دشمن تم پر صبح کو حملہ کررہا ہے، یا شام کو، کیا تم میری تصدیق نہ کروگے، تمام نے عرض کیا، ہاں، آپ نے فرمایا، تو بے شک صرف میں ہی تمہارے لئے قیامت تک نذیر ہوں، تو ابولہب نے کہا تبا لک۔ کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے تبت یدا ابی لہب وتب اس کے حق میں نازل فرمائی،

تو اس حدیث شریف سے ثابت ہوا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر تمام قریش کو اکٹھا کرکے قیامت تک اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا، تو اس ختم نبوت کے اعلان کو سن کر ابولہب نے تبالک کہا، تو رب العزت نے تبت یدا ابی لہب وتب سے جواب دیا، معلوم ہوا، کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کے لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے تب ابولہبی یعنی ہلاکت تیار ہے، کیونکہ قیامت تک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، نبوت کا دروازہ بند ہے، اور قیامت کو بھی یہی نتیجہ ثابت ہوگا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۲۵) ترمذی شریف
۲
۶۶

میدان حشر میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک باری باری مجرمین شفاعت کے لئے حاضر ہونگے،

(۲۱) کنز العمال ۳۲/۶

ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ فَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبوت گئی تو میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

(۲۲) کنز العمال ۳۳/۶

لَا یَبْقٰی بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ شَیْءٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔
سوائے اچھی خوابوں کے میرے بعد نبوت ذرہ بھر باقی نہیں رہی۔

(۲۳) دلائل النبوۃ ۱/۱ مشکوٰۃ ۵۱۳

حدثنا ابو عمر محمد بن احمد بن حمدان ثنا الحسن ابن سفیان ثنا حرملۃ بن یحییٰ قال ثنا عبد اللہ بن وھب حدثنی معاویہ بن صالح عن سعید بن سوید عن عبد الاعلیٰ بن ھلال السلمی عن العرباض بن ساریۃ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ۔

عرباض بن ساریہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، کہ میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا ہوں، حالانکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھ رہے تھے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم از ابتدائے آفرینش تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے لکھے جا چکے ہیں۔ اور یوم میثاق بھی فیصلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کرنے کا ہوا، جیسا کہ ماقبل ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم آیت قرآنیہ سے واضح ہو چکا، اور اب حدیث مذکورہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوا، اور دنیا میں بھی آپ کی تشریف آوری کے بعد نبوت بند ہو چکی، جیسا کہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ سے واضح ہو چکا، اور تا قیامت تک اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا، کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ہے، اسی کا اعلان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۲۶) ترمذی شریف
۱/۱۸۸

حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیه عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال .... اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ھذا حدیث حسن صحیح۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،...... میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ تمام انبیا علیہم السلام ختم کئے گئے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کیوں جناب وکیل صاحب! اس حدیث شریف میں بھی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے واضح الفاظ ہیں، کہ میں تمام مخلوق کی طرف اکیلا ہی رسول ہوں، اور فرمایا، کہ تمام انبیاء علیہم السلام میرے ساتھ ختم کئے گئے ہیں۔

(۲۷) مشکوٰۃ شریف
۵۱۴

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ (رواہ الدارمی)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام رسولوں کا قائد ہوں، اور فخر نہیں کرتا، اور میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور فخر نہیں کرتا۔

(۲۸) بیہقی شریف
۹/۵

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد المقری انبا الحسن بن محمد بن اسحٰق ثنا یوسف بن یعقوب ثنا ابو الربیع ثنا اسمٰعیل بن جعفر ثنا العلا بن عبد الرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ...... اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَّ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمام خلق کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ تمام انبیاء ختم کئے گئے ہیں۔

(۲۹) ابن ماجہ
۳۰۲

(۱) حدثنا ھناد بن السری وابو ھشام الرفاعی محمد بن یزید قال ثنا ابو بکر بن عیاش ثنا حصین عن ابی صالح

تو آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے۔ نبیا تو ن محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے، فَیَقُوْلُوْنَ یَامُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ تو عرض کرینگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنیوالے یعنی دنیا میں آپ نے نبیوں کو ختم کردیا، اور آج ہم سرکردہ تمام سابقین انبیاء کے دروازوں سے خالی ہاتھ آئے ہیں، اب آپ آخری نبی ہیں، آخر آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے ہیں، تو آپ کی بدولت رب العزت آپ کی ختم نبوت پر عقیدہ رکھنے والوں اور اس کا اقرار کرنے والوں کو فوراً غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ کا حکم جاری فرماوینگے، تو جو دنیا میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم نہیں سمجھتے، بلکہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں، اُن کی زبان سے قیامت تک کے دن بھی ختم نبوت کے اقرار نہ کرنے کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہونگے، دنیا میں جو لوگ ختم نبوت کا انکار کرکے خالی از ایمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گئے، اور قیامت کو بھی اسی ختم نبوت کی انکار کی وجہ سے شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہینگے، اور اجرائے نبوت کے قائلین کو مرزا صاحب نہ سنبھال سکینگے اور اس طرف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُسدن سربسجود ہوکر فرمادینگے، یَارَبِّ اُمَّتِیْ یَارَبِّ اُمَّتِیْ تو آپ کی دعا شفاعت اپنی اُمت کے لئے ہوگی، اگر آپ کی اُمت میں کوئی نبی ہوتا، تو قیامت کے دن آپ فرماتے یَارَبِّ اُمَّتِیْ وَ نَبِیِّیْ اے رب میری اُمت کو بخش اور میری اُمت کے نبی کو بھی، کیونکہ مرزائیوں کے نزدیک نبی بھی جرم کرسکتا ہے، تو اس کو بھی شفاعت کی ضرورت ہوئی، تو ایسا شخص جس نے آپ کی اُمت میں دعوای نبوت کا کیا ہوگا، وہ یارب اُمتی فرمان مصطفوی سے خارج ہوگا، اور شفاعت سے محروم رہیگا، جسکا نبی مارا مارا پھرتا ہوگا اُس کی اُمت کا کیا حال ہوگا، اب بھی وقت ہے۔

اے اُمت مرزائیہ! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھام لو، ورنہ تمہیں کوئی پوچھنے والا دستگیر نہ ہوگا، اجرائے نبوت کا مسئلہ نکال کر مرزاجی کی اقتدا میں کیوں اپنی زندگی برباد کرتے ہو، ع:- باز آ و باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ۔

بھتیجے کو تکلیف درد ہے۔ تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی، اور آپ نے وضو فرمایا، تو میں نے آپ کے وضو کا جھوٹا پانی پیا، تو میں آپ کی پُشت مبارکہ کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تو میں نے دیکھا آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ مُہر خداوندی جو آپکو باقی انبیا علیہم السلام سے ممتاز عطا ہوئی، ختم نبوت کی مہر تھی،

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدّعی نبوّت دجّال ہے۔

(۳۱) (ا) بخاری شریف $\frac{2}{1054}$

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال اخبرنا ابو الزناد عن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ۔

(ب) بخاری شریف $\frac{1}{509}$

حدثنا عبد اللہ بن محمد انا عبد الرزاق انا معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ......

لا تقومُ الساعۃُ حتّٰی یُبْعَثَ دَجّالُوْنَ کَذّابُوْنَ قریبًا من ثلٰثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔

(ج) مسلم شریف $\frac{2}{397}$

حدثنی زھیر بن حرب واسحٰق بن منصور قال اسحٰق انا وقال زھیر نا عبد الرحمٰن ھو ابن مھدی عن مالک عن ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امثلہٗ۔

(۳۲) (الف) ابوداؤد $\frac{2}{233}$

(ب) ترمذی شریف $\frac{2}{45}$

حدثنا سلیمان بن حرب ومحمد بن عیسٰی قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابی قلابہ عن ابی اسماء عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ نا حماد بن زید عن ایوب

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعۃ ، کَھَاتَیْنِ وَجَمَعَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ ۔

(ب) ۔ حدثنا ابو داؤد قال حدثنا شعبۃ عن قتادہ و ابی التیاح سمعا انساً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃ کَھَاتَیْنِ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث کیا گیا ہوں میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح) اور آپ نے دونوں انگلیوں کو اکٹھا کیا ،

ثابت ہؤا ، کہ جیسا دو انگلیوں کے درمیان تیسری چیز کوئی دخیل نہیں ، اور اگر کوئی چھانگلی زاید پھوٹ پڑے ، تو اس کو اپریشن سے برابر کیا جاتا ہے ، ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ،

دوسری روایت بھی یہی حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی گئی ہے ،

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا خدائی فیصلہ

(۳۰) بخاری شریف $\frac{۱}{۵۰۱}$ (الف)

حدثنا محمد بن عبد اللہ ثنا حاتم عن الجعید قال سمعت السائب بن یزید قال ذھبت بی خالتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ

اُنَّ ابن اُخْتِیْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِیْ وَدَعَالِیْ بِالْبَرَکَۃِ وَ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِہٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَھْرِہٖ فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمٍ بَیْنَ کَتِفَیْہِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَۃِ قَالَ ابْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ الْحَجَلَۃُ مِنْ حَجَلِ الْفَرَسِ الَّذِیْ بَیْنَ عَیْنَیْہِ ۔

مسلم شریف $\frac{۲}{۲۵۹}$ (ب)

ترمذی شریف $\frac{۲}{۲۰۵}$

حدثنا قتیبۃ بن سعید و محمد بن عباد قالا ثنا حاتم و ھو ابن اسمعیل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قال سَمِعْتُ سَائِبَ بْنِ یَزِیْدَ مِثْلَہٗ ۔

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہؤا ، تو خالہ نے عرض کیا کہ حضور میرے

کیوں جناب ؟ یہ ہیں ابوالزناد کے سولہ اساتذہ جن سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں، اب بھی تم کہو کہ ضعیف ہے، تو تمہارا دماغ اور ایمان ضعیف ہے۔

ابوالزناد کے شاگرد

تہذیب التہذیب ۵/۲۰۴

روی عنہ ابناہ عبدالرحمن و ابو القاسم و صالح بن کیسان و ابن ابی ملیکہ و ھما اکبر منہ والاعمش وعبید اللہ بن عمر و ابن عجلان و ہشام بن عروۃ و شعیب بن ابی حمزۃ و ابن اسحٰق و موسیٰ بن عقبہ و سعید ابن ابی ھلال و زائدۃ بن قدامہ و ثور بن یزید الدیلی و مالک و محمد بن عبد اللہ ابن حسن بن حسن و ورقا بن عمر و السفیانان وغیرھم۔

کیوں جی مرزائی صاحب ؟ اٹھارہ جلیل القدر جس کے شاگردان حدیث ہوں تم ان کی روایت کو غیر مستند سمجھتے ہو، تو تم سے خدا سمجھے،

ابوالزناد کے صفائی کے گواہان

تہذیب التہذیب ۵/۲۰۴

قال عبد اللہ ابن احمد عن ابیہ ثقۃ وقال حرب عن احمد کان سفیان یسمیہ امیر المومنین و قال ابن ابی مریم عن ابن معین ثقۃ حجۃ وقال ابن المدینی لم یکن بالمدینۃ بعد کبار التابعین اعلم منہ ومن ابن شہاب و یحییٰ ابن سعید و بکیر بن الاشج وقال العجلی مدنی تابعی ثقۃ سمع من انس وقال ابو حاتم ثقۃ فقیہ صالح الحدیث صاحب السنۃ و ھو ممن تقوم بہ الحجۃ اذا روی عن الثقات وقال البخاری اصح اسانید ابی ھریرۃ ابوالزناد عن الاعرج عن ابی

عن ابی قلابۃ عن ابی اسماء عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلٰثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وھذا حدیث حسن صحیح۔

"مرزائی" ۔ بخاری کی حدیث قابل اسناد نہیں، کیونکہ اس میں ابو الیمان نے بطریق شعیب و ابو الزناد نقل کیا ہے۔ ابو الزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے۔ کہ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا رَضِيٍّ لہذا یہ روایت قابل اسناد نہ رہی، پاکٹ بک صفحہ ۵۰۴ ۔

"محمد عمر" ۔ تم بیچارے مرزائی رجال احادیث کی قدر کیا جانو۔ آیئے تمہیں اس کی توثیق متقدمین نقاد رجال سے کرا دیں ۔

اَبُوالزِّنَاد

تقریب التہذیب ۱۹۸	عبد اللہ بن ذکوان قرشی ابو عبد الرحمن المدنی المعروف بابی الزناد ثِقَةٌ فَقِيهٌ ۔

عبد اللہ بن ذکوان القرشی کے اساتذہ جن سے یہ روایت کرتے ہیں

تہذیب التہذیب ۵/۲۰۳	روی عن انس[1] و عائشہ بنت سعد[2] و ابی امامۃ ابن سہل بن حنیف[3] و سعید بن المسیب[4] و ابی سلمۃ بن عبد الرحمن[5]

و ابان بن عثمان[6] ابن عفان و خارجۃ بن زید بن ثابت[7] و عبید بن حنین[8] و عروۃ بن الزبیر[9] و علی بن حسین[10] و عمرو بن عثمان[11] و الاعرج[12] و عبید اللہ بن عبد اللہ[13] بن عتبۃ و محمد بن حمزۃ[14] بن عمرو الاسلمی و غیرھم و روی عن ابن عمر[15] و عمرو بن ابی سلمۃ[16] ابن عبد الاسد ۔

"مرزائی" - ترمذی شریف کی حدیث میں اس کے رواۃ سے ابو قلابہ راوی ہے وہ مدلس ہے، لہذا یہ حدیث قابل اعتبار نہ رہی، پاکٹ بک صد ۵۰۲ ۔

"محمد عمر" - تم مرزائی بیچارے رُواتِ حدیث کو کیا سمجھو؟ آیئے فقیر وضاحت کرتا ہے،

میزان الاعتدال ۲/۳۹	عبد اللہ بن زید ابو قلابہ الجرمی امام شہیر من علماء التابعین ثقۃ ۔
تہذیب التہذیب ۵/۲۲۵	الجرمی البصری احد الاعلام ۔

ابو قلابہ کے اساتذہ

روی عن ثابت[1] بن الضحاک الانصاری وسمرۃ[2] بن جندب والی زید[3] عمر و بن اخطب وعمر[4] بن سلمہ الجرمی ومالک[5] بن حویرث وزینب[6] بنت ام سلمہ وانس بن مالک[7] الانصاری وانس بن[8] مالک الکعبی،

ابو قلابہ کے تابعین سے اساتذہ

تہذیب التہذیب ۵/۲۲۵	ابو المہلب[1] الجرمی وھو عمہ و معاذۃ[2] العدویہ وزھدم[3] بن مضرب الجرمی وعبد اللہ[4] بن یزید رضیع[5]

عائشہ وعمر[6] بن بجدان وابی اسماء[7] الرحبی وابی الملیح[8] ابن اسامہ وغیرھم۔

ابو قلابہ کے شاگردان

تہذیب التہذیب ۵/۲۲۵	وعنہ ایوب[1] وخالد[2] الحذاء

هريرة وقال الليث عن عبد ربه بن سعيد رئيت ابی الزناد،
دخل مسجد النبی صلی الله علیه وسلم ومعه من الاتباع مثل
مامع السلطان وقال ابو یوسف عن ابی حنیفه قدمت المدینة
فاتیت ابا الزناد ورأیت ربیعه فاذا الناس علی ربیعه وابوالزناد افقه
الرجلین نقلت له انت افقه وکذا قال ابن سعد کان ثقة و
کثیر الحدیث نصیحا بصیرا بالعربیة عالما عاقلا......
قلت وقال النسائی والعجلی والساجی وابو جعفر الطبری کان ثقة
وقال ابن حبان فی الثقات کان فقیها صاحب کتاب وقال ابن عدی
احادیثه مستقیمة کلها۔

کیوں جناب! جس کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکارا جائے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابو الزناد کی حدیث، جب ابو زناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ہو تو تمام اسناد سے یہ سند اصح شمار ہوگی اور مسلم شریف کے صفحہ مذکور پر ایسے ہی ہے تو یہ حدیث اصح الاسانید ثابت ہوئی، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جاری سمجھنے والا منکر ختم نبوت حدیث اصح الاسانید عند البخاری کا منکر ہے، اور ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابو الزناد کی تمام حدیثیں صحیح ہیں، جس کا مرزائی منکر ہے، اس کے علاوہ ان اسانید میں ایسی سند بھی ہے، جو مرزائی کی جرح سے خالی ہے، لہٰذا بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اجزائے نبوت کا عقیدہ رکھنے والا منکر ختم نبوت اور دجال ہے، کذاب اشر ہے۔

میزان الاعتدال ۲/۳۶

ابو الزناد الامام الثبت قال ابن معین وغیرہ ثقة
حجة...... قال کان سفیان یسمی ابا الزناد امیر المؤمنین
فی الحدیث...... وقال البخاری اصح احادیث ابوھریرۃ
ابو الزناد عن الاعرج عنه (اور یہ حدیث بھی ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ہے) قال یحیٰی ثقة حجة۔

"مرزائی"۔ اس روایت کو ابو الیمان نے شعیب سے روایت کیا ہے، حالانکہ ابو الیمان نے شعیب سے ایک روایت بھی نہیں لی، پاکٹ بک صفحہ ۵۰۲۔

"محمد عمر"۔ یہ مرزائیات سے ہے۔ فقط۔

عن ابی قلابۃ عن ابی اسماء عن ثوبان تو ابو قلابہ روایت اسماء سے کرتے ہیں، اور وہ اس کے زمانہ میں موجود تھے، نیز ان سے ماقبل ابو قلابہ کے تابعین اساتذہ میں اس کو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تہذیب التہذیب سے ثابت کیا ہے۔
جو ان کے عکس میں موجود ہے، کہ ابی اسماء الرحبی ابو قلابہ کے اساتذہ سے ہے، تو ابو قلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی یہ روایت بلاواسطہ ابو اسماء کے نہیں بیان فرمائی، بلکہ وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے اپنے استاد ابو اسماء سے یہ روایت سنی ہے اور میرے استاد ابو اسماء نے ثوبان سے لی ہے،

لہذا ثابت ہوا کہ اس روایت میں تو تدلیس نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وکیل صاحب کو راوی کی تدلیس کا علم ہی نہیں، اگر علم ہوتا تو اس حدیث میں ان کو مدلس کہتے اور پھر ایسے بڑے امام فقیہ قاضی القضاۃ کی مرفوع روایت کو بلا تحقیق تدلیس کا بہتان لگا کر ٹھکرا دینا یہ شیوۂ مرزائیت ہی ہے، اور تہذیب التہذیب $\frac{۲}{۱۳۱}$ پر ملاحظہ فرمالیں کہ لکھا ہے، وعنہ ابو اسماء الرحبی ثوبان سے روایت کرتے ہیں، صحیح ہے،

"مرزائی"۔ اس ترمذی کی روایت میں ثوبان راوی ناقابل اعتبار ہے، پاکٹ بک صد ۵۰۴۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب، غلط کہہ رہے ہو، ثوبان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، تمہارے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کے اصحابی شرن پت، ملاوامل ثقات سے ہیں، ان کی روایت قابل حجت ہے۔ لیکن مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین صحابی جو آپ کے ساتھ ہر وقت رہیں، وہ مرزائی کے نزدیک حجت نہیں بن سکتے ہیں،

تہذیب التہذیب $\frac{۲}{۱۳۱}$	ثوبان - ابو عبد الرحمٰن الھاشمی مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتراہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فاعتقہ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثوبان کو فرمایا فَاَنْتَ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ تو ہمارے اہل بیت سے ہے، فثبت ولم یزل معہ فی سفرہ وحضرہ۔
روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعنہ ابو اسماء الرحبی۔
کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہیں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ اصحابی، آزاد شدہ

والبورجاء سلمان مولی ابی قلابہ - یحییٰ بن ابی کثیر و اشعث بن عبد الرحمٰن الجرمی و عاصم الاحول، غیلان ابن جریر

ابو قلابہ کی صفائی کے گواہان

تہذیب التہذیب ۵ / ۲۲۵

ذکرہ ابن سعد فی الطبقة الثانیة من اہل البصرة وقال کان ثقة کثیر الحدیث وکان دیوانہ بالشام وقال مسلم ایضا وکان ابو قلابہ من العجم لکان موٴبن ان یعنی قاضی القضاۃ وقال ابن سیرین ذاک اخی حقا وقال ابن عون ..... ابو قلابہ انشاء اللہ ثقة رجل صالح وقال ایوب کان واللہ من لفقہاء ذوی الالباب ما ادرکت بھذا المصر رجلا کان اعلم بالقضاء من ابی قلابہ ..... وقال العجلی بصری تابعی ثقة .... وقال ابن خراش ثقة۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! ایوب تو فرماتے ہیں کہ ذوی الالباب فقہا سے ہیں، ایسا آدمی لائق میں نے قضا میں دیکھا ہی نہیں، باقی رہا تمہارا کہنا کہ مدلس ہے۔ تو اس کا جواب علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آگے ص ۲۲۶ پر دیا ہے۔ وَلَا یُعْرَفُ لَہٗ تَدْلِیْسٌ کہ اس کی تدلیس معلوم ہی نہیں،

ثابت ہوا، کہ یہ ابو قلابہ روایت کو صحیح اور مرفوع ہی بیان کرتے ہیں، تدلیس ان کی ثابت نہیں،

لہذا یہ تمہارا کہنا کہ ابو قلابہ مدلس ہے اس کی تدلیس ثابت نہ ہونے کی وجہ سے روایت متنازعہ فیہا صحیح اور حجت ثابت ہوئی، اب فقیر تمہارے اس شک کو بھی رفع کر دیتا ہے، سنیئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ ثَوْبَان کہ ابو قلابہ نے ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نہیں اور ترمذی شریف کی اس روایت میں بھی ابو قلابہ کا یہ دعویٰ نہیں، کہ میں نے ثوبان سے سنا ہے، اگر یہ فرما دیتے، تو اس روایت کو تدلیس کی بناء پر تم حجت نہ پکڑ سکتے تھے، کیونکہ وہ تو اُن کے زمانہ میں ہی نہ تھے، اور جب انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا، بلکہ روایت کی سند یوں بیان کی ہے کہ

گئی ہے۔ ابو بکر بن زنجویہ سمعت عبد الرزاق یَقُوْلُ الرَّافِضِیُ کَافِرٌ۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جو شخص رافضی کو کافر سمجھے، پھر وہ شیعہ کیسے ہو سکتا ہے۔

تہذیب التہذیب ٦/ ٣١١

قال ابو زرعۃ الدمشقی عبد الرزاق احد من ثبت حدیثہٗ... قال عباس الدوری عن ابن معین کان عبد الرزاق اثبت فی حدیث معمر ...... وقال ابو حاتم یُکْتَبُ حدیثہ و یحتج بہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات... وقال الاجری ..... عبد الرزاق ثقۃ"۔

اب معمر کے متعلق سنیئے:-

معمر بن راشد

میزان الاعتدال ٣/ ١٨٨

معمر بن راشد ابو عروۃ احد الاعلام الثقات۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ معمر بن راشد مشہور ثقات سے ہیں، وقال عبد الرزاق کتبت عن معمر عشرۃ آلاف اور معمر ثابت سے روایت کرے تو روایت ضعیف ہوگی، اور یہ ثابت سے نہیں، لہذا ضعیف نہ ہوئی، صحیح ثابت ہوئی اور ابن حجر نے ہمام بن منبہ کو اس کے اساتذہ سے صحیح شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

اساتذہ حدیث معمر

تہذیب التہذیب ١٠/ ٢٤٣

وروی عن ثابت البنانی وقتادۃ والزہری وعاصم الاحول وایوب والجعد ابی عثمان وزید بن اسلم وصالح بن کیسان وعبد اللہ

غلام، جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں رہے ہے، اور آپ سے روایات بھی کرتے ہیں، لیکن مرزائی کے نزدیک ایسے اصحابی بھی قابل حجت نہیں ہیں، مرزا جی کو خدا ہدایت دے، اور ابو اسماء الرحبی نے بھی اس سے روایتیں بیان کی ہیں، جو مہدیؑ شیعہ کی (۵)

"مرزائی" ۔ ترمذی شریف کے دوسرے طریقے میں عبدالرزاق بن ہمام اور معمر راشدی (۶) دو راوی ضعیف ہیں، اور دونوں شیعہ تھے، پاکٹ بک ص ۵۰۵ ۔

"محمد عمر" ۔ بھی مرزائی صاحب! خداوند کریم تم کو ہدایت دے، تاکہ تم مخلوق خدا کو دھوکہ دینے سے باز رہو، فقیر ان دونوں کے متعلق کتب اسماء رجال سے عرض کرتا ہے۔

عبدالرزاق ابن ہمام

میزان الاعتدال ۲ / ۱۲۶	عبد الرزاق بن همام .... احد الاعلام الثقات .... صنف الجامع الكبير وهو خزانة العلم

...... قال ابو زرعة الدمشقي قلت لاحمد بن حنبل كان يحفظ حديث معمر قال نعم قيل له فمن اثبت في ابن جريج عبد الرزاق او البرساني قال عبد الرزاق ...... وقال البخاري ما حدث عنه عبد الرزاق من كتابه فهو اصح۔

باقی رہا تمہارا کہنا کہ یہ شیعہ تھا، اس بات کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے غلط ثابت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، آگے فرماتے ہیں،

میزان الاعتدال ۲ / ۲۲۷	قال .... عبد الله بن احمد سألت ابي عبد الرزاق يفرط في التشيع قال اما انا فلم اسمع منه في هذا شيئاً۔

عبداللہ ابن احمد نے اپنے باپ احمد سے عبدالرزاق کے متعلق سوال کیا، کہ کیا وہ شیعیت میں بڑھا ہوا ہے۔ تو عبداللہ کے باپ احمد نے جواب دیا، کہ میں نے اس کی شیعیت کے متعلق کچھ نہیں سنا،

کیوں جی مرزائی صاحب؟ بیٹا زیادہ معتبر ہے یا باپ؟ اور پھر ان کی صفائی دی

"محمد عمر"۔ فقیر اس کے متعلق بھی تحقیق عرض کر دیتا ہے۔

سلیمان بن حرب

تقریب التہذیب ۱۵۶	سلیمان بن حرب الازدی الواشحی البصری القاضی بمکۃ ثقۃ امام حافظ۔
تہذیب التہذیب ۴/۱۶۸	سلیمان بن حرب..... سکن مکۃ وکان قاضیا

اساتذۂ احادیث سلیمان

روی عن شعبۃ[۱] ومحمد بن طلحۃ بن مصرف[۲] ووھیب بن[۳] خالد وحوشب بن عقیل[۴] والحمادین[۵] ویزید بن ابراھیم[۶] ویزید بن ابراھیم التستری[۷] وجریر ابن حازم[۸] وسلام[۹] بن ابی مطیع وبسطام بن حریث[۱۰] ومبارک بن نضلۃ[۱۱] وغیرھم۔

شاگردان حدیث سلیمان

وعنہ البخاری وابوداؤد وروی لہ الباقون بواسطۃ ابی بکر بن ابی شیبۃ وابی داؤد وسلیمان بن معبد السنجی واحمد بن سعید الدارمی واسحٰق بن راھویہ والحسن بن علی الحلال وعلی بن نصر الجھضمی وعمرو بن علی الفلاس واحمد بن ابراھیم الدورقی وھارون بن عبد اللہ الحمال وابراھیم جوزجانی والجراح بن مخلد وحجاج الشاعر والحسین بن محمد البلخی والدارمی وعبدۃ وعمرو بن منصور النسائی ویعقوب بن السفیان ویحیٰی بن موسیٰ خت ومحمد بن یحیٰی

الحدانی و اسماعیل ابن امیہ و ثمامہ بن عبد اللہ بن انس و بھیز ابن حکیم و سماک ابن الفضل و عبد اللہ بن عثمان بن خثیم و عبد اللہ بن عمر العمری و یحیٰی بن ابی کثیر و ھمام ابن منبہ و ھشام بن عروۃ و محمد بن المنکدر و عمر بن دینار و عطا خراسانی و عبد الکریم الجزری و آخرین۔

معمر کے شاگردان احادیث

یحیٰی بن کثیر ابو اسحٰق السبیعی و ایوب و عمر بن دینار وھم من شیوخہ و سعید بن ابی عروبہ و ابان العطار و ابن جریح و عمران القطان و ھشام الاستوائی و سلام بن ابی مطیع و شعبہ والثوری وھم من اقرانہ و ابن عیینہ و ابن مبارک و عبد الاعلی بن عبد الاعلی و عیسٰی بن یوسف و معمر بن سلیمان و یزید بن زریع و عبد المجید بن ابی رواد و عبد الواحد بن زیاد و ابن علیہ و ابو سفیان معمری و محمد بن جعفر غندر و عبد الرزاق و ھشام بن یوسف و محمد بن ثور و عبد اللہ بن معاذ و محمد بن کثیر الصنعانیون و آخرون۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ معمر جن کا شیخ حدیث ہے اگر اس کو شیعہ کہو گے تو یہ تمام جماعت ائمہ کو شیعہ کہنا پڑے گا، اور ان کو شیعہ کہنے والا خود مرزائی!

معمر کے صفائی کے گواہان

قال یعقوب بن شیبہ معمر ثقۃ وصالح ثبت عن الزھری و قال النسائی ثقۃ مامون و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال کان فقیہاً حافظاً متقناً ورعا۔

"مرزائی"۔ ابو داؤد کی روایت میں بھی ابو قلابہ اور ثوبان ہیں، ان کے متعلق تو تسلی ہو گئی، باقی اس میں دو راوی سلیمان بن حرب اور محمد بن عیسٰی ضعیف ہیں، پاکٹ بک ص ۵۰۵۔

محمد بن عیسیٰ[۱]

اساتذہ محمد بن عیسیٰ البغدادی

تہذیب التہذیب ۹ / ۳۹۲

روی عن مالک[۱] وحماد بن زید[۲] وابن ابی ذئب[۳] وعبد الوارث بن سعید[۴] وعبد السلام بن حرب[۵] وعبد الله بن جعفر المخرمی[۶] وعتاب بن بشیر[۷] وعبد الرحمن بن ابی الموال[۸] وعنبہ بن عبد الواحد[۹] وابی عوانہ[۱۰] وھیشم[۱۱] ومعتمر بن سلیمان[۱۲] ویزید بن زریع[۱۳] وابی غسان محمد بن مطرف[۱۴] وملازم بن عمر[۱۵] ومروان بن معاویہ[۱۶] ویوسف بن یعقوب الماجشون[۱۷] وحسان بن ابراھیم الکرمانی[۱۸] واسمٰعیل بن عیاش[۱۹] واسمٰعیل بن علیۃ[۲۰] وابن المبارک[۲۱] وعبد المومن بن عبد السدوسی[۲۲] وعباد بن عباد[۲۳] وعباد بن العوام[۲۴] وغیرھم۔

محمد بن عیسیٰ[۱] کے شاگردان حدیث

روی عنہ البخاری تعلیقا وابوداؤد وروی الترمذی فی الشمائل والنسائی وابن ماجہ لہٗ بواسطۃ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی ومحمد بن یحیی الذھلی وسھل بن صالح الانطاقی وابی الازھر احمد بن الازھر وابراھیم بن یعقوب الجوزجانی ومحمد بن عبد الرحمٰن بن الاشعث ومحمد بن ھامر الانطاکی وعمر بن منصور النسائی وابوحاتم والحسن بن علی الخلال وموسیٰ بن سعید الدندانی وموسیٰ بن سھل الرملی وعبد الکریم بن الھیشم الربیرعاتولی وطالب بن قرۃ الادنی

الذهلی وحدث عنه يحيى القطان وعثمان بن ابی شیبه و
احمد بن محمد بن حنبل وابوزرعة وابوحاتم والقاضی
اسمٰعیل بن اسحٰق بن اسماعیل بن حماد بن زید واخوه
حماد بن اسحٰق وابن عمة القاضی یوسف بن یعقوب بن
اسمٰعیل ومحمد بن ایوب بن الضریس والحارث بن ابی
اسامه وابومسلم الکجی وجماعة اخرهم۔

سلیمان بن حرب کی صفائی کے گواہان

قال ابوحاتم امام من الائمة کان لایدلس ویتکلم فی
الرجال وفی الفقه ...... وقد ظهر من حدیثه نحومن
عشرة ألاف حدیث ومارأیت فی یده کتابا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ سلیمان بن حرب کے متعلق

وَقُلتُ هُوَ ثِقَةٌ حَافِظٌ لِلحَدِيثِ عَاقِلٌ فِي نِهَايَةِ السِّتْرِ
وَالصِّيَانَةِ۔

وَقَالَ یَعقُوب بن شیبه حدثنا سلیمان بن حرب وکان ثقة
ثبتا صاحب حفظ وقال النسائی ثقة مامون وقال ابن خراش کان
ثقة کثیرالحدیث...... وذکره ابن حبان فی الثقات، قال
ابن قانع ثقة مامون وقال صاحب الزهری روی عنه البخاری
مائة وسبعة، عشرین حدیثا۔

اب محمد بن عیسیٰ بغدادی کے متعلق سنیئے:۔

حوالہ	حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیکے ارشادات مصطفوی	مرزائی
(۱) ۔ بخاری شریف ۱/۴۹۱	تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔	غلط ہوگا۔
(۲) ۔ بخاری شریف ۱/۵۰۱	أَنَا اللَّبِنَةُ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔	جھوٹ ہوگا۔
(۳) مسلم شریف ۱/۴۴۶	وَأَنِّيْ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ	ابھی تسلی نہیں ہوئی۔
(۴) بخاری شریف ۲/۷۴۷	وَأَنَا الْعَاقِبُ	تم نے معنی غلط کئے ہونگے،
(۵) ترمذی شریف ۲/۵۱ مستدرک ۴/۳۹۱	إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔	شاید جھوٹ ہے۔
(۶) کنز العمال ۸/۳۴۴	ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ	ابھی نبوت جاری ہے،

وابنہ جعفر بن محمد بن عیسیٰ وابن اخیہ محمد بن یوسف بن عیسیٰ بن الطباع واحمد بن خلید الحلبی واحمد بن عبد الوہاب بن نجدہ الحوطی واٰخرون۔

محمد بن عیسیٰ کی صفائی کے گواہان

تھذیب التہذیب ۹/۳۹۴ : قال ابو داؤد: محمد بن عیسیٰ کان یتفقہ وکان یحفظ نحوا من اربعین الف حدیث۔

وقال النسائی ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

باقی رہا ابو داؤد کا کہنا ربما یدلس تو بسا اوقات روایت میں تدلیس کرتے ہیں، تو تم اس روایت پر تب اعتراض کر سکتے ہو، جب ثابت کرو کہ اس روایت میں محمد بن عیسیٰ حماد بن زید سے جو یہاں اس کے اسناد وسند میں مذکور ہیں، ملاقات نہیں ہوئی، جب ان کے اساتذہ سے ص۲ میں حماد بن زید مذکور ہیں، جس سے وہ اس روایت کو ذکر فرما رہے ہیں، تو اس روایت میں تمہارا تدلیس کا ذکر کرنا علم حدیث واصولِ و رجال حدیث سے بے خبری کا اظہار کرنا ہے۔

رواۃ کی تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ یہ روایت باسناد مذکورہ بالا صحیح ہے اور بفرمانِ نبوی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی دجال ہے، کذاب ہے۔

"مرزائی"۔ کمال الاکمال میں لکھا ہے، کہ تیس دجال آچکے ہیں، جو تاریخ سے ثابت ہے۔ لہٰذا اب مرزا صاحب کو ان کے نبوت کے دعوای پر دجال کذاب کہنا غلط ہے۔ پاکٹ بک ص۵۰۶۔

"محمد عمر"۔ حدیث صحیحہ کے مقابلہ میں کسی تاریخ یا کسی عالم کی کلام کو ہم معتبر نہیں سمجھتے، لہٰذا تمہارا یہ کہنا بالکل فضول ہے، اور لغو وبے سُود ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کے متعلق کئی الفاظوں اور اصطلاحوں میں بیان فرمایا، لیکن مرزائی کی سمجھ اس سے قاصر رہی، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو غلط سمجھ رہا ہے۔

تمام محدّثین کا بھی یہی عقیدہ تھا

کہ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہے

امام مسلمؒ کا عقیدہ

(۱) مسلم شریف ۲/۲۴۸

پر باب مقرر فرمادیا، ذِکْرُ کَوْنِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ اور اِس کے ماتحت حدیثیں فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر فرمائیں، کہ آپ نے فرمایا جِئْتُ وَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ، میں آیا اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کردیا، اب کسی کی نبوت نہیں چل سکتی، اور لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ عَاقِبْ کے معنی ثابت کردیے۔

امام بخاریؒ کا عقیدہ

(۲) بخاری شریف ۲/۱۰۴۳ و ۱/۵۰۹

میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کے مدّعی کو دجّال اور کذّاب احادیث صحیحہ سے ثابت فرمایا ہے اور باب خاتم النبیین مقرر فرمایا۔

(۷) کنز العمال ۸/۳۴	فَلَا یَبْقٰی بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ شَیْءٌ	مجھے یقین نہیں، کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت کو چھوڑ نہیں سکتا۔
(۸) دلائل النبوۃ ۱/۵ ومشکوٰۃ ۵/۱۴	اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ	اس میں تاویل کی گنجائش ہو سکتی ہے
(۹) - ابوداؤد ۲/۲۳۴	اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ	مرزا صاحب کے کلام کو فوقیت ہے
(۱۰)	اَنَا الْمُقَفّٰی بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ	ہمارے لئے حجت نہیں،

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریف پر نبوت ختم ہونے کا مسئلہ مختلف اصطلاحات استعمال فرما کر مومنین کو سمجھا دیا، لیکن مرزائی نے آپ کے ہر ایک جملہ کو جھٹلایا اور یقین و ایمان نہ لایا، اچھا قیامت کے دن پچھتائیگا اور فقیر بفضلہ تعالےٰ راستہ ہدایت دکھانے کا درگاہ رب العالمین سے اُس کے محبوب رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین کے طفیل اجر عظیم پاوے گا،

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنَ۔

ابو نعیمؒ کا عقیدہ

(۷) ۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوت میں صـ۹ پر حدیث نقل فرمائی ہے، جس سے ثابت کیا ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے قبل ہی خاتم النبیین مقرر ہو چکے تھے۔

ابن عبد البر کا عقیدہ

(۸) ۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب کے صـ۱۴ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے دلائل از روئے احادیث صحیحہ اَنَا الْخَاتِمُ الَّذِیْ خَتَمَ بِیَ النُّبُوَّۃَ وَ اَنَا الْعَاقِبُ فَلَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ وَ اَنَا الْمُقَفّٰی بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ بیان فرمائے اور اجرائے نبوت کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے، کہ ابن عبد البرؒ کا مذہب بھی ختم نبوت پر ہی تھا۔

ابن حجر فتح الباری شارح بخاری کا عقیدہ

(۹) ۔ فتح الباری ۱۴ / ۳۱۴

وَ اِنَّ اللّٰہَ خَتَمَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَکْمَلَ بِہٖ شَرَائِعَ الدِّیْنَ ۔

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام رسولوں کو ختم کر دیا اور آپ کے ساتھ ہی دین کو مکمل کر دیا۔

معلوم ہوا، کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی ختم نبوت پر ہی تھا۔

ابو داؤد کا عقیدہ

(۳) - ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صہ ۲۴۲ پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

امام ترمذی کا عقیدہ

(۴) - امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں صہ ۲۱ پر باب ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مقرر فرما کر اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ کی حدیث نقل فرما کر اجرائے نبوت کا رد کیا جس سے ثابت ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی تھا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صہ ۴۵ پر بھی از روئے احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

امام بیہقی کا عقیدہ

(۵) - امام بیہقیؒ نے بھی صہ ۹/۱۸۱ پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

شیخ علاؤالدین کا عقیدہ

(۶) - صاحب کنز العمال شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ کی حدیثیں نقل فرمائیں اور اجرائے نبوت کی ایک حدیث یا قول بیان نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ بھی ختم نبوت پر

سے یہی ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں،

علامہ زرقانیؒ کا بھی ختم نبوت پر عقیدہ تھا

(۱۲)۔ زرقانی ۵/۲۶۷

(وَمِنْهَا اَنَّهُ خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ) كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (اى اٰخِرَهُمْ الَّذِىْ خَتَمَهُمْ اَوْ خُتِمُوْا بِهٖ عَلٰى قِرَاءَةِ عَاصِمٍ بِالْفَتْحِ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالْحَاكِمُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِىْ وَلَا نَبِىَّ قِيْلَ مَنْ لَّا نَبِىَّ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ اَشْفَقَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَهُوَ كَوَالِدٍ لِوَلَدٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهٗ وَلَا يَقْدَحُ نُزُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام بَعْدَهٗ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِهٖ مَعَ اَنَّ الْمُرَادَ اَنَّهٗ اٰخِرُ مَنْ نُبِّئَ۔

ترجمہ پہلے گذر چکا ہے، صرف ایک جملہ علامہ زرقانی نے فرمایا ہے، جو قابل غور ہے، وَهُوَ كَوَالِدٍ لِوَلَدٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهٗ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باپ کی طرح ہیں اپنے بیٹے کے لئے، جیسا کہ بیٹے کے لئے باپ ایک ہے، ایسے ہی آپ اب ایک ہی نبی ہیں، کیونکہ پہلے نبوت جاری تھی، اب ختم ہو چکی۔

تمام مفسرین اسلام کا عقیدہ ختم نبوۃ پر تھا

(۱) تفسیر ابن جریر ۲۲/۱۱

وَلٰكِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيّٖنَ الَّذِىْ خَتَمَ النُّبُوَّةَ وَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَهٗ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ۔

اور لیکن محمد رسول اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں۔

امام قسطلانی شارح بخاری کا عقیدہ

(۱۰) قسطلانی ۶/۲۱

وَاَنَا الْعَاقِبُ اِلَانَّہٗ جَاءَ عَقَبَ الْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ ۔

علامہ قسطلانی رح فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح فرماتے ہوئے اَنَا الْعَاقِبُ کی تشریح فرماتے ہیں، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عاقب اس لئے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے پیچھے تشریف لاتے ہیں، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور علامہ قسطلانی دوسرے مقام پر بیان فرماتے ہیں۔

(۱۱) قسطلانی ۶/۲۱

(بَابُ خَاتِمِ النَّبِیّٖنَ) اَیْ اٰخِرُھُمُ الَّذِیْ خَتَمَھُمْ اَوْ خُتِمُوْا بِہٖ وَقِیْلَ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ .... وَلَا یَقْدَحُ نُبُوَّتَہٗ نُزُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَہٗ لِاَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ یَکُوْنُ عَلٰی دِیْنِہٖ مَعَ اَنَّ الْمُرَادَ اَنَّہٗ اٰخِرُ مَنْ نُبِّیَ ۔

امام قسطلانی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کردہ باب خاتم النبیین کے تحت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معنی بیان فرمائے ہیں، یعنی تمام انبیا علیہم السلام کا آخری نبی جس نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کردیا ہے۔ یا تمام انبیاء علیہم السلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ اور بعض نے خاتم النبیین معنی بیان کئے ہیں وہ شخص جس کے بعد نبی نہ ہو، (ثابت ہوا کہ جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اُس کو آپ کے بعد نبوت کو ختم تسلیم کرنا پڑے گا اور جو آپ پر نبوت کو ختم نہیں سمجھتا اور اجرائے نبوت کا قائل ہے وہ خاتم النبیین کا منکر ہے اور پھر علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے بعد عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانا مخالف نہیں، کیونکہ جب اُتریں گے تو آپ کے دین پر ہی تشریف فرما ہونگے، اپنی نبوت کے مبلغ نہ ہونگے) باوجودیکہ مراد خاتم النبیین

آخِرُهُمْ يَعْنِيْ لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ وَحِيْنَ يَنْزِلُ يَنْزِلُ عَامِلًا بِشَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ

(اور خاتم النبیین) تاء کی فتح کے ساتھ عاصم کی قرأت ہے، بمعنی مہر لگانیوالے کے یعنی سب کے آخیر یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا اور عیسیٰ اس شخص سے ہے جو آپ کے پہلے نبی ہو چکے۔ اور جب اتریں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے عامل ہونگے۔ گویا کہ وہ آپ کے امتی ہیں۔

(۵) تفسیر خازن ۵/۲۱۸

(وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ) خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدَهٗ اَيْ وَلَا مَعَهٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُرِيْدُ لَوْ لَمْ اَخْتِمْ بِهِ النَّبِيِّيْنَ لَجَعَلْتُ لَهٗ ابْنًا يَكُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِيًّا وَعَنْهُ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَكَمَ اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ لَمْ يُعْطِهٖ وَلَدًا ذَكَرًا يَصِيْرُ رَجُلًا (وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا) اَيْ دَخَلَ فِيْ عِلْمِهٖ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

(وخاتم النبیین) اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت کو ختم کیا، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور نہ کوئی آپ کے ساتھ ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں، کہ اگر میں آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم نہ کرتا تو آپ کے لئے بیٹا بناتا، اور آپ کے بعد نبی ہوتا، اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب حکم کیا، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، (اس لئے) آپ کو لڑکا مذکر عطا نہیں فرمایا، جو آدمی بالغ ہوتا (اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے) یعنی اللہ کے علم میں (یہ بھی) داخل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور اس کے بعد تمام حدیثیں ختم نبوت کی بیان فرمائیں، جس سے ثابت ہوا، کہ ان کا عقیدہ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر ہی تھا،

(۶) تفسیر کشاف ۳/۲۳۹

(وَ) كَانَ (خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ) يَعْنِيْ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ بَالِغٌ مَبْلَغَ الرِّجَالِ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَمْ يَكُنْ هُوَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ كَمَا يُرْوٰى اَنَّهٗ قَالَ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ نَبِيًّا ...... (فَاِنْ قُلْتَ) كَيْفَ كَانَ اٰخِرَ الْاَنْبِيَاءِ وَعِيْسٰى يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قُلْتُ مَعْنٰى كَوْنِهٖ اٰخِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَنَّهٗ لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِيْسٰى

کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا، اور تمام پر آپ نے مہر لگا دی، پھر کسی کے لئے قیامت تک نہیں کھل سکتی۔

(۲) تفسیر ابن جریر ۲۲/۱۱

حدثنا بشر قال ثنا یزید قال ثنا سعید عن قتادۃ .... ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای آخرھم۔

اور لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، یعنی تمام کے آخر میں۔

تفسیر ابن جریر ۲۲/۱۱

تقرء ذالک قراء الامصار سوی الحسن وعاصم بکسر التاء من خاتم النبیین بمعنی انہ ختم النبیین۔

اور تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، سوائے حسن و عاصم کے تمام شہروں کے قراء نے اس کو خاتِم النبیین پڑھا ہے، کہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں۔

(۳) تفسیر کبیر ۶/۷۸۶

(وخاتم النبیین) و ذالک لان النبی الذی یکون بعدہ نبی ان ترک شیئا من النصیحۃ و البیان یستدرکہ من یاتی بعدہ واما من لا نبی بعدہ یکون اشفق علی امتہ واھدی لھم واجدی اذ ھو کوالد لولدہ الذی لیس لہ غیرہ من احد وقولہ تعالی (وکان اللہ بکل شیء علیما) یعنی علمہ بکل شیء دخل فیہ ان لا نبی بعدہ۔

(اور آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں) اور یہ اس لئے کہ ایسا نبی جس کے بعد اور کوئی نبی ہو اگر (پہلا نبی) نصیحت اور بیان سے کچھ چھوڑ جائے تو اس کے بعد کا نبی اس کو لے لیتا ہے اور لیکن ایسا شخص جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو تو ایسا نبی اپنی امت پر زیادہ مہربان ہوتا ہے اور ان کے لئے زیادہ ہادی ہوتا ہے، اور زیادہ سخی ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ ایسے والد کی مانند ہے جس کا بیٹا اس کے سوا اور کوئی نہ ہو، اور اللہ کا فرمان (اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جاننے والا ہے) یعنی اللہ کو ہر شئے کا علم ہے، اس میں (یہ بھی) داخل ہو گیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۴) تفسیر مدارک ۳/۲۳۶

(وخاتم النبیین) بفتح التاء عاصم بمعنی الطابع ای

شَیۡءٍ عَلِیۡمًا﴾ مِنۡهُ بِاَنۡ لَا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ۔

(۱۰) تفسیر ابن کثیر ۷۹۳

(وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) فَهٰذِهِ الْاٰیَةُ نَصٌّ فِیْ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَاِذَا کَانَ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ فَلَا رَسُوْلَ بِالطَّرِیْقِ الْاَوْلٰی

تو یہ آیت نص ہے اس امر میں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، تو رسول بطریق اولےٰ نہ ہو سکیگا۔

پھر آگے علامہ ابن کثیر ۷۹۳ میں رقم طراز ہیں:-

وَقَدْ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ لِیَعْلَمُوْا اَنَّ کُلَّ مَنِ ادَّعٰی هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَهٗ فَهُوَ کَذَّابٌ اَفَّاكٌ دَجَّالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَحَرَّقَ وَشَعْبَذَ وَاَتٰی بِاَنْوَاعِ السِّحْرِ وَالطَّلَاسِمِ وَالنِّیْرَنْجِیَّاتِ فَکُلُّهَا مُحَالٌ وَضَلَالٌ عِنْدَ اُولِی الْاَلْبَابِ کَمَا اَجْرَی اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلٰی یَدِ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیِّ بِالْیَمَنِ وَمُسَیْلِمَةَ الْکَذَّابِ بِالْیَمَامَةِ مِنَ الْاَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْاَقْوَالِ الْبَارِدَةِ مَا عَلِمَ کُلُّ ذِیْ لُبٍّ وَفَهْمٍ وَحِجًی اَنَّهُمَا کَاذِبَانِ ضَالَّانِ لَعَنَهُمَا اللّٰهُ وَکَذٰلِكَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُخْتَمُوْا بِالْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

اور ضرور خبر دی اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے احادیث متواترہ میں جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر وہ شخص جو اس مقام (نبوت) کا آپ کے بعد دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے، بڑا بہتانی ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور گمراہ کن ہے، خواہ آگ جلاکر دکھائے اور شعبدہ بازی کرے اور مختلف اقسام کے جادو طلاسم اور نیرنجیات دکھائے، پس یہ تمام مشکلات . . . . . گمراہی ہے، عقلمندوں کے نزدیک، جیساکہ اللہ تعالےٰ نے اسود عنسی کے ہاتھوں یمن میں ظاہر فرمائے اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں احوال فاسدہ و اقوال باردہ جاری فرمائے، جو ہر ایک عقل و فہم والا معلوم نہیں کر سکتا، اور میرے نزدیک دلیل یہ ہے کہ وہ دونوں جھوٹے ہیں،

مِمَّنْ نَبِیٌّ نَبَّأَ لَهُ دَحِیْنَ یَنْزِلُ حَاکِمًا عَلٰی شَرِیْعَةِ مُحَمَّدٍ مُصَلِّیًا اِلٰی قِبْلَتِهٖ کَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ ۔

یعنی آپ کا اگر کوئی لڑکا آدمیوں کی عمر کا بالغ ہوتا تو نبی ہوتا، اور ہوا نہیں، دکیونکہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے ابراہیم کی وفات کے وقت فرمایا اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، (چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اس لئے زندہ نہیں رہا) پس اگر تو سوال کرے کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء کیسے ہوئے، حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آخیر زمانے میں اُتریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے آخر الانبیا ہونے کے معنی یہ ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور عیسٰی علیہ السلام ایسے شخص ہیں جو آپ کے پہلے نبی ہو چکے، اور جب اتریں گے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنے والے اُتریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے گویا کہ آپ کی اُمت کے ایک فرد ہیں،

(۷) تفسیر معالم التنزیل ۵ / ۲۱۸

(دَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ وَقَرَأَ ابْنُ عَامِرٍ وَعَاصِمٍ خَاتَمَ بِفَتْحِ التَّاءِ عَلَی الْاِسْمِ اَیْ اٰخِرُهُمْ وَقَرَأَ الْاٰخَرُوْنَ بِکَسْرِ التَّاءِ عَلَی الْفَاعِلِ لِاَنَّهٗ خَتَمَ بِهِ النَّبِیّٖنَ فَهُوَ خَاتَمُهُمْ لَوْ لَمْ اَخْتِمْ بِهِ النَّبِیّٖنَ لَجَعَلْتُ لَهٗ اِبْنًا یَکُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِیًّا۔ دَرُوِیَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا حَکَمَ اَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ لَمْ یُعْطِهٖ وَلَدًا ذَکَرًا یَصِیْرُ رَجُلًا۔

اس کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے۔

(۸) تفسیر ابن عباس ۲۶۲

(وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِیّٖنَ قَبْلَهٗ وَلَا یَکُوْنُ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ۔

(وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ نبیوں کو جو آپ کے پہلے تھے ختم کر دیا، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۹) تفسیر جلالین ۲۶۶

(وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) ..... وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ التَّاءِ کَاٰلَةِ الْخَتْمِ اَیْ بِهٖ خُتِمُوْا (وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ

آیئے مرزائی صاحب میں تمام دنیا کے مرزائیوں کو

چیلنج کرتا ہوں

کہ کوئی مرزائی اگر قرآن کریم کے محاورہ میں کسی مقام پر بلاتخصیص خاتم کے معنی افضل کے مستعمل ہوں دکھا دے، تو اس مرزائی کو انشاء اللہ العزیز مبلغات

ایکہزار روپیہ نقد انعام 1000

پیش کرونگا، کیونکہ آیت خداوندی کے محاورہ کا استدلال دوسری آیت سے ہی ہو سکتا ہے، بہمیا مقدم آیت استدلال میں پیش ہو سکتی ہے، جب آیت خداوندی میں ختم کا استعمال "لبس" پر یعنی نقطہ کا کام دیتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پھر عرض کر دیتا ہوں، تو تم اجراء کے معنی کیسے لے سکتے ہو۔

(۱)۔ بقرہ ۱/۱ | خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

(۲)۔ انعام ۷/۵ | قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

(۳)۔ جاثیہ ۲۵/۳ | وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ

(۴)۔ یٰسٓ | اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ۔

ان آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ جو شے ختم ہو جائے، اس پر ہی ختم کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے، اجراء کے معنی کسی آیت سے ثابت نہیں، اب خاتم بفتح تاء ختم کرنے والا متقدمین مفسرین سے ملاحظہ فرمایئے۔

گمراہ ہیں، دونوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، اور اسی طرح قیامت تک کے ہر مدعی نبوۃ پر خدا کی لعنت ہو، حتیٰ کہ (ایسے جھوٹے نبی) مسیح دجال کے زمانہ میں ختم کیے جاوینگے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے معتبر مفسرین کا عقیدہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نبوت کے مدعی کو کذاب، افاک، دجال کے خطابات سے نوازتے ہیں، اور ایسے لوگوں پر لعنت خدائی کا تحفہ ارسال فرما رہے ہیں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اور اجرائے نبوت کے قائلین اور عالمین خداوند کریم کی طرف سے سچے ہیں یا جھوٹے اور کلام خداوندی کا نتیجہ جو اکابرین مفسرین نے سمجھا اور لکھا ہے اور جن جن خطابات سے نوازا ہے مرزا صاحب اور تم اس میں عمومیت رکھتے ہو یا نہیں، اگر رکھتے ہو تو باز آجاؤ اور اگر نہیں تو کیسے تم مرزائی اجرائے نبوت کا مسئلہ امت محمدیہ میں گرفتہ رہے ہو، یہ کس مفسر نے سمجھا ہے؟ تمام مفسرین ختم نبوت کے قائل ہیں تو تم مرزائیوں کو بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی اجماع امت کا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

"مرزائی"۔ خاتم النبیین فرمان خداوندی کی تشریح پر تم نے بڑا زور دیا ہے، حالانکہ خاتَم بفتح تا کا ترجمہ ختم کرنیوالا نہیں ہو سکتا، البتہ اسم فاعل بکسر تاء کے معنی ختم کرنیوالے ہو سکتے ہیں، اور خاتَم بفتح تا جس کے معنی ما یختم بہ ہونگے، یعنی جس سے مہر لگائی جاوے، عربی زبان میں خاتَم بفتح تاء جب کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو، مثلاً خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء، خاتم الاکابر و خاتم المحدثین وغیرہ ہو تو اس کے معنی ہمیشہ بعد میں آنیوالے سے افضل کے ہوتے ہیں، ہمارا مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ کسی عربی زبان کے محاورہ میں کسی جگہ خاتَم باضافت جمع کے معنی بند کرنے کے ہوں، لسان العرب و تاج العروس کا حوالہ نہ ہو پاکٹ بک صفحہ ۴۵۱ تا صفحہ ۴۵۲۔

انقطاع نبوت کی تردید مرزائی کے جوابات

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب تم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لسان العرب و تاج العروس سے حوالہ خاتم النبیین کے معنی کا نہ دکھانا، باقی کسی عربی محاورہ یا لغت سے دکھاؤ۔

موجود ہے۔ یا ہمیں قرآن سے ہی خاتم بمعنی ختم دکھادو۔ مرزائی کو بھی یقین ہے کہ خاتم ختم کے معنی قرآن کریم میں ختم کرنے کے ہی آتے ہیں، دوسرے نہیں، چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع قرآن کریم کی اصطلاح سے اعراض کا سبق دیتی ہے، اس لئے مرزائی اس کا طلبگار ہی نہیں۔ لسان العرب و تاج العروس عربی زبان کی مشہور لغتیں سے مرزائی کا گریز کرنا بھی خاتم کے معنی ختم ثابت کر رہا ہے

آؤ مرزائیو! قرآن کریم سے منہ نہ پھیرو، اور اجرائے نبوت کے پیدا کردہ مسئلہ کو چھوڑ کر ختم نبوت کے قرآنی قانون کے پابند ہو جاؤ

"مرزائی"۔ کنز العمال کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا کہ تو خاتم المہاجرین ہے جیسا کہ میں خاتم النبیین ہوں، کیا حضرت عباسؓ پر ہجرت ختم ہو گئی، پاکٹ بک از صـ ۴۵۲ تا صـ ۴۵۳۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب! ایسی کچی بات قرآنی آیت کے مقابلہ میں، تمہارے اس استدلال سے ہی ثابت ہوا، کہ تمہارے پاس خاتم بمعنی افضلیت قرآنی دلیل موجود نہیں، ورنہ تم ضرور بیان کرتے۔ باقی رہا تمہارا قرآنی آیت خاتم النبیین بمعنی ختم اور آخری نبی کو ٹھکرانا اور اس کے مقابلہ میں تمہارے مقصد کے مطابق کوئی قرآنی آیت امدادی نہیں ہو سکتی، تمہاری مرزائیت کے لئے ضرب عربی ہے، آخیر تنگ آ کر ایک تابعی کے قول سے قرآنی آیت کو ٹھکرانے کی کوشش کی اور دھوکا دیا کہ یہ حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

مرزائی صاحب! مسلمان بیدار ہے۔ وہ تمہارے ان ہتھکنڈوں کو خوب جانتا ہے، بن دیکھے کبھی اعتبار نہیں کرتا، جو تم نے کنز العمال کی حدیث سے استدلال کیا ہے یہ اسلام میں قرآنی آیات صریحہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تمہاری پیش کردہ کنز العمال کی حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں، بلکہ تابعی آپ سے روایت کرتا ہے، اس روایت میں صحابی کا نام و نشان نہیں ،

دیکھو صاحب کنز العمال نے خود اقرار کیا ہے، جو تم نے چشم پوشی سے کام لیا ہے، اس کے آخیر میں لکھا ہے، عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ مُرْسَلاً یعنی یہ روایت ابن شہاب سے مروی ہے کسی صحابی نے یہ روایت بیان نہیں کی، جس حدیث کا علم صحابی کو نہیں اگر تابعی ہی صرف کہہ دے تو قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عباسؓ مہاجرین مکہ میں سے سب سے آخر تشریف لائے اسلئے وہ خاتم المہاجرین ٹھہرے کیونکہ ان کے بعد کوئی مہاجر مکہ سے آیا ہی نہیں،

خاتم بمعنی آخر از تفاسیر

(۵) تفسیر مدارک ۳/۲۳۴ — (وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ) بِفَتْحِ التَّاءِ عَاصِمٌ بمعنی طَابَعٌ اَیْ اٰخِرُهُمْ۔

(۶) تفسیر ابن جریر ۲۲/۱۲ — وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اَیْ اٰخِرُهُمْ

(۷) تفسیر معالم التنزیل ۵/۲۱۸ — وَقَرَءَ ابْنُ عَامِرٍ وَعَاصِمٌ خَاتَمَ بِفَتْحِ التَّاءِ عَلَی الْاِسْمِ اَیْ اٰخِرُهُمْ۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ اب تو تمہاری منہ مانگی مراد مل گئی، خاتم بفتح التاء بمعنی آخر کے مشہور مفسرین کی کتب سے ثابت ہو گئے، اب تم ایمان لاؤ، یا نہ لاؤ، خداوند کریم تم کو انصاف کی نظر سے ایمان درست کرنے کی توفیق عنایت فرمادے۔

خاتم بمعنی آخری از لغات

قاموس ۴/۱۰۳ — وَالشَّیْئُ خَتْمًا بَلَغَ اٰخِرَهٗ۔
اور شئی ختم ہو گئی، (یعنی) آخر کو پہنچ گئی۔

اور سوائے دو کے باقی تمام قراء کے نزدیک خاتِم بکسر التاء ہے جو بر ناشیت کے لئے خاتمہ ہے ایمان لاؤ یا نہ! باقی رہا تمہارا کہنا خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء تو یہ استعمال حقیقتہً نہیں بلکہ مبالغہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، حقیقی معنی میں نہیں، اور تمام کلام خداوندی میں مبالغہ کا نام ونشان نہیں اور نہ ہی یہ معنی قرآن کریم میں مستعمل ہے جو تم نے گھڑ لئے ہیں [illegible] علاوہ بریں لہٰذا تمہارا مرزائیوں کا انسانی مبالغے کو کلام پر خداوندی کلام کو قیاس کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیکر قرآن کریم کی صاف تکذیب کرنا ہے۔ پھر اپنے مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ عربی محاورہ پیش کرو، فقیر ہزاروں محاورے عربی کے ایسے ہی جن میں خاتم بمعنی ختم ہو، پیش کر سکتا ہے، لیکن قرآنی اصطلاح کی تائید پہلے قرآنی آیت سے لازمی ہے جس سے مرزائی کو گریز ہے، یہ کیوں نہیں بکتے کہ قرآن کریم کی [illegible] آیت خاتم بمعنی افضلیت

اجرائے نبوت کی اور اقرار کر رہا ہوں ختم نبوت کا، تمہاری اس تحریر سے ثابت ہوا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا فیصلہ قبل از ابتداء انسانیت ہی ہو چکا جس سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ انسان کی انسانیت کا دارومدار ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے پر ہے، جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کرے وہ انسانیت سے مستثنیٰ ہے، چہ جائیکہ اسلام کا داعی بنے۔ پھر مرزائی صاحب نے اعتراض کو تو خوب گھمایا۔ لیکن عبارت حدیث کو نہ دیکھا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنِّیْ مَکْتُوْبٌ عِنْدَ اللّٰہِ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ میں قبل از آفرینش آدم علیہ السلام اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا ہوں، یعنی خداوند کریم کے ہاں قبل از آفرینش حضرت آدم علیہ السلام میرے آخری نبی ہونیکا فیصلہ درج ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میری نبوت کا اجراء اس وقت سے ہے، کجا فیصلہ ختم کجا اس کا اجراء؟ مرزائی صاحب کو عربی سمجھنے کی اتنی لیاقت بھی نہیں، کہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ مَکْتُوْبٌ عِنْدَ اللّٰہِ کے مطالب کو بھی سمجھ سکے۔ جو ایک میزان الصرف پڑھنے والا مبتدی بھی اس کا مطلب یہ نہیں بیان کر سکتا، جو مرزائی صاحب نے تحریف حدیث سے کام لیا ہے، تو تمہاری اس پیش کردہ حدیث شریف سے ہی خدائی فیصلہ ثابت ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ابتدائے آفرینش سے قبل ہی فیصلہ شدہ ہے، جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور خاتم الانبیاء علیہم السلام ہونے کے خلاف عقیدہ اجرائے نبوت رکھے تو وہ خداوند کریم کے ابتدائی فیصلہ خلق کے متعلق کا منکر ہے، جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہی منکر ہے، وہ قرآن کریم کا مومن بنے تو کوئی ذی شعور کب تسلیم کر سکتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزائی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے، وما علینا الا البلاغ المبین،

"مرزائی": نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ، کیا آپ کے بعد ہجرت بند ہو گئی، اگر نہیں تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں مخصص نہیں، ایک خاص نبوت مراد ہے۔ پاکٹ بک صفحہ ۳۰۵

"محمد عمر": مرزائی صاحب! ہجرت کو نبوت پر قیاس کرتے ہیں، ہجرت کے کئی اقسام ہیں، ایک ہجرت ہے مخلوق سے خالق کی طرف، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

پھر اگر تم مرزائی اس حدیث سے معنی خاتم کے افضل مراد لو گے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ افضل المہاجرین ہیں اور مہاجرین میں حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، تو تمہارا مطلب یہ ہوگا، کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں، چہ جائیکہ آپ سے کئی افضل امت محمدیہ میں موجود ہیں، اس سے تمہارے معنی افضل مراد لینا غلط ثابت ہوئے، حدیث بھی غلط معنی بھی غلط۔

"مرزائی"۔ خاتم جمع کی طرف مضاف ہو، تو معنی افضلیت کے ہوتے ہیں، لہٰذا یہاں معنی افضلیت کے ہی ہو سکتے ہیں، پاکٹ بک ص۴۵۳۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب! جو بات کرتے ہو ٹیڑھی ہی کرتے ہو، بھلا یہ تو بتلاؤ، کہ یہ قانون کس نحوی کا ہے، یا کس عربی نے لکھا ہے، ایسی بات کہ جس کا سر پاؤں ہی نہ ہو۔ وہ مرزائیوں سے سُن لو، جب نبوت انہونی ہے تو بات بھی تو انہونی کیوں نہ ہو، ایسی بے تکی اور بغیر حوالہ جات بات تحریر کرنی اپنے منہ پر خود طمانچہ مارنے کے مترادف ہے۔ یہ ہے تمہاری نوٹ بک کے جواب کا جواب الجواب۔

"مرزائی":۔ حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انی مکتوب عند اللہ خاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل بین الماء والطین جب آپ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے خاتم النبیین تھے، تو آپ کے بعد انبیا علیہم السلام کا تشریف لانا محال ہوتا، حالانکہ ایک لاکھ سے زائد آپ کے بعد انبیا تشریف لاچکے، جب آپ آدم علیہ السلام سے پہلے خاتم النبیین تھے تو آپ کے بعد انبیا تشریف لاتے رہے اور آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق لازم نہ آیا، تو اب بھی اگر آجائیں تو خاتم النبیین کا انکار نہیں ہوسکتا، اور ثابت ہوا کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، ختم کرنے کے نہیں، پاکٹ بک ص۴۵۳۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب ہر بات میں دھوکے سے کام لیتے ہیں، یہ ان کے اختیار کی بات نہیں، یہ ان کی کم علمی کا سبب ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحب کو مرزائیت بھی حائل ہے، جو صداقت کی راہ سے روکتی ہے، اور حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی، اور مرزائی صاحب کو اتنی ہوش بھی نہیں تھا کہ دلیل پیش کرتا ہوں

میں داخل ہونے کی طاقت نہ ہوگی، تو مطلب یہ ہوا کہ فتح مکہ کے بعد اب مکہ سے ہجرت کرنا ختم ہو گیا ہے

تو بعد الفتح ظرفیت خصوصی نے ہجرت کے عموم کو بدل کر مخصوص بنا دیا، چنانچہ بعد الفتح

کی قید نے بوتت لاھجرۃ بعد الفتح ارشاد فرمانے نے اس ہجرت کی نفی بھی

کی جو ابراہیم علیہ السلام نے اِنّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ فرمایا تھا، چہ جائیکہ آپ کے بعد

کی ہی نفی ہو، تو لائے نفی جس سے ہجرت منظروف کی اس جنس کی ہی نفی ہوئی، جس کی

تخصیص میں شارح علیہ السلام نے بعد الفتح ظرف سے مخصوص فرما دی، یہی مطلب ہے

تفسیر کبیر کا، اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں صفت نبوت مطلقہ نے جو آپ کی ذات

بابرکات کو مستلزم ہوئی جس کا کوئی قرینہ مخصص موجود نہیں تمام جنس نبوت کی نفی

فرما دی جس کا اجرا پہلے موجود تھا، اور نبوت کے کئی اقسام نہیں بلکہ نبوت ایک

ہی ہے، جس کی نفی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مطلقاً فرما دی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کر کے ارشاد فرمایا

کہ اب مکہ فتح ہو چکا، ہماری ہجرت جو ہونی تھی ہو چکی، اب یہ ہماری آخری ہجرت تھی،

اب اس کے بعد ہماری کوئی ہجرت نہیں، اور یہ آپ کا فرمان سچا ہی رہا، پھر آپ کا

غلبہ ہی رہا، باقی زندگی میں آپ کو دوبارہ ہجرت کا موقعہ نہیں پہنچا، لہٰذا آپ کا فرمان

لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ کہ فتح مکہ کے بعد (اب ہماری) ہجرت نہ ہوگی،

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری ان مہاجرین کو سنائی ہے، جن کی شان اللہ

تعالیٰ نے اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ سے بیان فرمائی، تو

آپ نے اُن کو فرمایا، کہ بس تم ہجرت کر چکے، اب تمہاری ہجرت یہاں سے یعنی مکہ

سے نہ ہو سکیگی،

تیسرا جواب یہ ہے، کہ یہ خبر احاد ہے اس مضمون کی اور کوئی روایت مؤیدہ

نہیں، احادیث متواترہ ومؤیدہ بآیات قرآنی کے مقابلہ میں ایک خبر احاد سے

مجموعہ قرآنی آیات واحادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کرنا قرآن وحدیث کی تکذیب

لازم آتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے، کہ یہ روایت ہی ضعیف ہے، اس کی کوئی سند نبی صلی اللہ

علیہ وسلم تک ہے ہی نہیں، تو باسند متواترہ حدیثوں کے مقابلہ میں یہ قابل قبول

فرمایا اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ، دوسری قسم فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف، یا ایک مدّت سے دوسری مدّت کی طرف، پھر اس ہجرت بلدی کی کئی قسمیں ہیں جیساکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

بخاری شریف ۱

علقمہ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِلٰی امْرَءَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔

علقمہ بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سُنا، آپ منبر پر چڑھ کر فرماتے تھے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے، اور کوئی بات نہیں عمل نیتوں کے ساتھ ہیں، اور کوئی بات نہیں، آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی، تو جس شخص کی ہجرت طلب دنیا کے لئے ہے اس کو مل جاتی ہے یا عورت کے لئے ہجرت کرتا ہے تو (اس کو نکاح کرلیتا ہے) پھر اس کی ہجرت جس لئے اس نے ہجرت کی۔

ثابت ہوا کہ ہجرت کے کئی اقسام ہیں اور نبوت سوائے ایک کے اور کوئی قسم ہے ہی نہیں، تو جب لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمایا گیا تو سوا نبوت خداوندی کے اور کسی طرف ذہن منتقل ہو سکتا ہی نہیں، کیونکہ نبوت ایک ہی ہے۔ باقی بروزی وغیرہ اختراع مرزائیت ہے، اور جب لَا هِجْرَةَ کہا گیا تو ذہن اس کی تیرہ ذات اقسامی کا منتظر ہوتا ہے کہ خبر نہیں کونسی ہجرت کی نفی مراد ہو جب ساتھ ہی ارشاد ہوا بَعْدَ الْفَتْحِ، تو ثابت ہوا، کہ اس مقام پر فتح مکہ کی قید سے مقید کرنا ہجرت کی نفی ہوتی ہے، کہ مکہ پہلے دار الکفر بنتا رہا ہے۔ لیکن جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا تو اب کعبہ سے بدل کر بُت خانہ نہیں بن سکتا، اب یہاں کوئی یہودی یا نصرانی یا ہندو سکھ عیسائی مکہ پر قابض نہیں ہو سکتا، حتیٰ کہ دجّال قرب قیامت آئیگا تو اس کو بھی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ

طرف سے ، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا ، اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ تو ثابت ہوا کہ خداوند کریم کا نبی آپ کے بعد نہیں ہو سکتا ، آپ تمام انبیا علیہم السلام کے ختم کرنیوالے ہیں ، کیونکہ نبوت مِنْ دُوْنِ اللہ نہیں ہو سکتی ، اور جب آپ نے ارشاد فرمایا وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتِمُ الْاَوْصِیَاءِ ہے ، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُوْصٰی لَہٗ علی المرتضیٰ کے بعد کوئی نہیں ہوگا ، کیونکہ وصیت بندے کی طرف ہے ، اور اس عبارت میں سوائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا ذکر نہیں ، جسکے موصٰی لہٗ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہوئے تو ہر صورت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم موصی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ موصٰی لہٗ ہوئے ۔ تو واقعی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری موصٰی لہٗ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے بعد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی موصٰی لہٗ نہ ہوا ۔ اور یہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ثابت ہوئی ۔ کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ثابت ہوئے ، اور مرزائی صاحب نے ایک اور عجیب اقرار کرلیا ، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بکسر تاء سے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں ، تسلیم کرلیا ، جیسا کہ آپ نے فرمادیا کہ خداوند کریم کی طرف سے تمام انبیاء اللہ کا ختم کرنیوالا ہوں ، اور تو اے علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ میری طرف سے میری موصٰی لہم کو ختم کرنیوالا ہے ، میرے بعد کوئی نبی اللہ نہ ہوسکے گا اور تیرے بعد میرا موصٰی لہٗ کوئی نہ ہوگا ،

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونا ممکن ہوتا ، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو آپ خاتم الاوصیاء کا خطاب نہ فرماتے ، بلکہ اُن کو اَنْتَ بَابُ اَنْبِیَاءِ اُمَّتِیْ سے نوازتے ، تاکہ آپ کی اُمت میں تمہارے عقیدہ کے مطابق اُمتی نبی ہونے کا دروازہ کھل جاتا ، آپ کی اُمت میں چونکہ نبوت کا دروازہ بند تھا ، اس لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو خاتم الاوصیاء کے لقب سے ملقب فرمایا ، جیسا کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنی ناممکن تھی ۔ تو آپ نے اپنی ذات کے واسطے تمام الانبیاء سے نبوت کو بند ثابت فرمایا ، تو تمہاری پیش کردہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبوت ختم ہونے کی دلیل ہے ، نہ کہ اجرائے نبوت کی ، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے ۔

"مرزائی" ۔ فتوحات مکیہ کے ٹائیٹل پیج پر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم الاولیاء لکھا ہے اور دیوبندی مرثیے پر مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی خاتم الاولیاء لکھا ہے ۔ لہذا

نہیں ہو سکتی۔

پانچواں جواب یہ ہے، کہ ہجرت کی نفی پر نبوت کی نفی کو قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ نبوت اصل ہے ہجرت فرع ہے، اصل کے قیام کے مقابلہ میں فرع کا اختراع کرنا بون بعید رکھتا ہے،

چھٹا جواب یہ ہے، کہ نبوت وہبی ہے اور ہجرت کسبی، نبی بننا اپنے ارادے سے نہیں، اور نہ نبوت اپنا ذاتی فعل ہے۔ اور ہجرت بندے کا اپنا ذاتی فعل ہے، مومن کے اپنے ارادے پر موقوف ہے محتاج اجتہاد ہے، نبوت خداوندی نہ بندے کے اپنے ارادے پر موقوف نہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے، نہ خطاب ذاتی ہے، بلکہ ارادہ خداوندی پر موقوف ہے۔ تو رب العزۃ کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب عنایت فرما کر غیر کے لئے اپنے ارادے اجرائے نبوت کو بند کر لینا یہ خداوند کا عالمین میں بندے سے خطاب نبوت کے لئے دست بردار ہونا ہے، اب ہجرت مخصوصہ کے حکم خاص پر نبوت کے حکم امتناعی کو توڑنا یہ خداوندی حکمرانی میں بغاوت ہے،

ساتواں جواب یہ ہے، کہ ہجرت کے اجراء پر مرزائیوں کا اجرائے نبوت کو قیاس کرنا یہ ثابت کرتا ہے۔ مرزائی امت محمدیہ سے خارج ہو چکا ہے، کیونکہ نقائص دینی کی وجہ سے جیسا مہاجر انتقال مکانی کرتا ہے، ایسے ہی مرزائی بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے نقائص دینی کی بنا پر خارج ہو کر نبوت مرزائیہ میں داخل ہوا ہے۔ یعنی دین محمدی سے ہجرت کر کے دین مرزائیہ میں شامل ہے اور غیر مصدقہ دین کو قبول کر چکا ہے، لہٰذا مرزائی کے اس قیاس سے ثابت ہوا کہ مرزائی اسلام میں داخل نہیں،

"مرزائی"۔ کنوز الحقائق میں ایک حدیث منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْصِیَاءِ۔ اگر حضرت علیؓ کے بعد وصی ہو سکتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ کے بعد نبی بھی آ سکتا ہے، پاکٹ بک ص ۴۵۵۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کی تاویل کی گنجائش تو نہیں رہی، اب آپ کے دوسرے فرمانوں سے ہیرا پھیری کر کے قرآن اور حدیث کی تکذیب کرنا ہے، اور عوام کالانعام کو دھوکا دینا ہے،

مرزائی صاحب۔ نبوت خدا کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور وصیت بندے کی۔

ہوتی ہے، لہذا عقل انسان کی تمام خلقتوں سے افضل ثابت ہوئی، جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی تمام نبیوں کے آخری ہیں، اور آپ اس حدیث سے تمام کے افضل بھی ہیں، لہذا عقل بھی بحیثیت آخری ہونے کے افضل ثابت ہوئی، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو آخری شئے کو افضلیت لازم ثابت کیا ہے نہ کہ خاتم کے معنی ہی افضل کئے ہیں، اگر خاتم الشئی کے معنی آخر الشئی ہی نہ سمجھو گے تو خاتم الشئی کی افضلیت ہی باطل ہو جائے گی، کیونکہ خاتم الشئی افضل الشئی ہے، اس لئے اس پر شے کا اختتام ہوا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مرزائی صاحب نے علامہ رازی کی عبارت کو لکھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ علامہ رازی رحمۃ اللہ نے واضح کر دیا کہ خاتم الشئی افضل الشئی ہونے کو مستلزم ہے، نہ کہ خاتم کے معنی افضل ہیں، بلکہ ختم کرنے والے کے ہیں، کیونکہ اگر خاتم کے معنی ختم کرنے کے نہ لئے جاویں گے تو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاتم افضل ہی نہ رہے گا،

یہ ہے علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب، جیسا کہ اُن کی عبارت سے بھی صاف واضح ہے، وَالْخَاتِمُ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ اَفْضَلُ۔ خاتم کے لئے واجب ہے کہ افضل ہو، نہ یہ کہ خاتم کے معنی افضل ہیں، جو تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی خاتم بمعنی ختم کرنے کے ثابت ہوئے، نہ افضل کے، جسکو تم نے غلط بیان کیا ہے۔

"**مرزائی**"۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم کے معنی احسن الانبیاء لکھا ہے۔ ید پاکٹ بک ۲۹۱

"**محمد عمر**"۔ مرزائی صاحب! علامہ زرقانی نے فیصلہ فرما دیا لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الْاَنْبِيَاءِ كَالْخَاتِمِ الَّذِىْ يَتَجَمَّلُ بِهٖ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثل نگینے کے ہیں، یعنی جیسا کہ نگینہ انگوٹھی کو زیبا بنا دیتا ہے، ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تمام انبیا علیہم السلام کو مزین فرما دیا ہے، اس عبارت زرقانی نے تو تمہاری اجرائے نبوت کا خاتمہ کر دیا، پھر تم اس کو پیش کرتے ہوئے شرماتے نہیں، قیمتی نگینہ مہیا پہلے کیا جاتا ہے، انگوٹھی بعد میں تیار کی جاتی ہے، اور انگوٹھی، انگوٹھی تب کہلاتی ہے، جب تار کے دو سروں کو ایک دوسرے سے ملا کر ایک کیا جاتا ہے، قبل از ملانے کے اس کو انگوٹھی نہیں کہا جاتا، بعد

خاتم بمعنی افضل ثابت ہوا، پاکٹ بک صفحہ ۴۵۵۔

"محمد عمر"۔ ایسی بے تکی باتیں میرے سامنے نہ بناؤ، ہمارے لئے یہ حجت نہیں، نہ یہ قرآن پاک کی آیات ہیں اور نہ احادیث ہیں، نہ اس پر اجماع امت محمدیہ ہے، یہ مبالغے کی باتیں ہیں۔ اگر اپنے اُستاد کو کوئی چاند کہہ دیگا، تو وہ چاند نہ بن جائیگا، بلکہ چاند اصلی چاند ہی رہے گا، جو ہر روز طلوع ہوتا ہے۔ ہم ان کے ذمہ دار نہیں ہیں، اور نہ یہ ہمارے ذمہ کی باتیں ہیں، یہ مبالغے کی باتیں ہیں، جو اکابرین کے لئے لوگ کہا کرتے ہیں، خدائی کلام ایسے مبالغے سے مبرا ہے۔

"مرزائی"۔ پھر تو تمہارے نزدیک ہماری پاکٹ بک کی ایسی باتیں جو از صفحہ ۴۵۵ تا صفحہ ۴۵۸ ہیں، بے سود ثابت ہوئیں۔

"محمد عمر"۔ ضرور، ایسی باتیں پیش ہی نہ کرو، یہ تو تم اپنے مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے پڑھ دیا کرو۔ ہمارے سامنے تو خداوند کریم یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا محدثین متقدمین کا عقیدہ پیش کرو، مولویوں کی باتیں تم نے بھلی پوچھیں، اگر ان کے متعلق بات کرنی ہو، تو یہ ثابت کرو، کہ جنکے تم حوالجات پیش کرتے ہو، ان کا عقیدہ کیا اجرائے نبوت تھا؟ جس کا عقیدہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکا ہے، وہ امت محمدیہ میں شامل ہے ورنہ نہیں، خواہ کوئی بھی ہو، دیوبندی ہو یا مرزائی ہو یا وہابی ہو، ٹلڈشل پیچوں کی باتیں اور شاعروں کی باتیں مرزائیوں کو مبارک ہوں۔ سطحی باتیں سطحی مذاہب کے سطحی آدمیوں کے لئے حجت ہوتی ہیں، اسلام قرآن اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں اُن کو لغو سمجھتا ہے۔

"مرزائی"۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ عقل انسان چار خلطوں کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے ضروری ہے کہ افضل ہو، جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ خاتم النبیین ہونے کے سب سے افضل ہیں، پاکٹ بک صفحہ ۴۵۵۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب بیچارے اِدھر اُدھر بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، لیکن ان کا کوئی چارہ چلتا نہیں، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں لکھا ہے کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، جھوٹ گھڑتے وقت سوچنا چاہیئے، کہ اگر کوئی بینا دیکھ لیگا تو کیا کہے گا؟

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے، جس پر کسی شے کا خاتمہ ہو، تو اس شے کا افضل ہونا واجب ہے، چنانچہ انسان کی آخری خلط عقل ہے، اور آخری شے زیادہ افضل

بلکہ خاتم کے یہ معنی ہیں، کہ خداوند تعالےٰ نے بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صنعت نبوت سے دست بردار ہو گئے ہیں، یعنی اللہ تعالےٰ نے جو صانع نبوت ہے، اب وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرماکر نبوت کی صنعت سے دست بردار ہو گیا ہے، اب کسی کو نبی نہیں بنائیگا، مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے تو تمہارا اجرائے نبوت کے مسئلے کو ختم کر دیا، اگر ہوش وحواس درست ہوں، اور مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ پر ایمان ہو، تو اجرائے نبوت کا کبھی نام نہ لو، اور سنیئے، مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اس کے آگے فرماتے ہیں ؎

در کشاد ختمہا تو خاتمی
در جہاں روح بخشا حاتمی

ابتداو کو بھی آپ نے ختم کیا آپ سے پہلے کسی کی ابتدا نہیں، اور خاتموں کو بھی آپ نے ہی ختم فرمایا، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں،

"مرزائی"۔ تفسیر حسینی المعروف بہ تفسیر قادری میں لکھتے ہیں، عین الاجوبہ میں لکھا ہے، کہ ہر نوشتہ کی صحت مہر کے سبب سے ہے، اور حق تعالےٰ نے پیغمبر کو مہر کہا، تاکہ لوگ جان لیں، کہ محبت الہٰی کے دعوٰی کی تصحیح آپ کی متابعت ہی سے کرسکتے ہیں، لہٰذا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہوسکتے، (پاکٹ بک صـ۴۶۶)

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب بیچارے کو اتنا علم بھی نہیں، کہ تفسیر حسینی کونسی ہے اور تفسیر قادری کونسی ہے، وکیل صاحب تفسیر حسینی فارسی ہے، اُس کے ترجمے کا نام تفسیر قادری ہے، وکیل صاحب نے ایسے دھوکے سے کام لیا، کہ ابتدا تفسیر سے چشم پوشی فرمائی، اور کسی کے قول کو نقل کر دیا۔ یہ قول عین الاجوبہ سے نقل کیا ہے، نہ کہ اس کا قول ہے، جس میں مصنف نے آیت کا ترجمہ بیان نہیں کیا۔ بلکہ ایک **احتمال بیان** کیا ہے، اور قرآن میں انسانی احتمال استدلال کو باطل نہیں کرسکتا۔ اور جو قرآن کی آیت کے استدلال صریح کو کسی انسانی احتمال سے باطل سمجھے، وہ منکر قرآن ہے، آیئے! اب تفسیر حسینی کی اصل عبارت عرض کرتا ہوں، جس کو تم عمداً چھوڑ گئے ہو، اسی آیت کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں،

تفسیر حسینی ۶۷۷

وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، و مہر پیغمبران یعنی بدو مہر کردہ شدہ نبوت پیغمبری بدو ختم کردہ اند وخاتم بمعنی آخیر نیز ہست، یعنی اوست آخر انبیا بنود ظہور چنانچہ اول ایشاں بود بہ ظہور، وَكَانَ اللّٰهُ وہست خدائے تعالےٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۰ بہر چیزے دانا،

کسی اور کے گھسنے کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی، اور انگوٹھی کا اتمام تب ہوتا ہے اور خوبصورت تب ہوتی ہے، جب دونوں سروں کے جوڑ پر نگینہ لگا یا جائے اور نگینہ تب ہی لگایا جاتا ہے جب انگوٹھی کا اتمام مقصود ہوتا ہے، ایسے ہی رب العزت نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت پہلے فرمائی، اور انبیاء کرام کو جو بمنزلہ انگوٹھی کے ہیں، تیار فرمایا، جب انگوٹھی تیار ہو چکی یعنی تمام انبیاء قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے قانون سے گذر چکے تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو بمنزلہ نگینے کے ہیں، آپ کو سب کے آخر بالا رکھ دیا، اب انگوٹھی مکمل ہو چکی، اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہ رہی، اس سیدھی اور بین مثال کو بھی اگر تم مرزائی نہ سمجھ سکو، پھر تمہیں یہی کہو نگا، کہ تمہیں خداوند کریم صحیح سمجھنے کی توفیق عنایت فرمادیں، یہ ہے مطلب زرقانی کا، اور تم نے بھی اقرار کیا، کہ علامہ زرقانی نے اما بالکسر بھی لکھا ہے، جس کے معنی لکھے ہیں، فَمَعْنَاهُ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ تو اس کے معنی ہیں، سب نبیوں کے آخری جب علامہ زرقانی پر تمہیں اعتبار ہے تو ان کے فرمان پر مرزائیوں کو اعتماد کیوں نہیں، یہ بھی تو علامہ زرقانی کا ارشاد ہے، اور علامہ زرقانی کا عقیدہ انشاء اللہ تعالےٰ آگے عرض کرونگا،

"مرزائی" - مولنٰا محمد قاسم صاحب دیوبندی اجرائے نبوت کے قائل تھے، (پاکٹ بک از ص۴۵۹ تا ص۴۶۵)

"محمد عمر" - باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں،

"مرزائی" - مولنٰا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ختم بمعنی افضل لیا ہے، اس لئے اس کے معنی ختم کرنے کے نہیں ہو سکتے، سنیئے ؎

بہر این خاتم شد است او کہ بجود
مثل اونے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

پاکٹ بک ص۴۶۶

"محمد عمر" - مرزائی صاحب بھی بیچارے سادہ لوح ہی ہیں، جیسے کسی مرزائی ملاں نے ورغلایا، اسی کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں، کیوں نہ ہو؟ مرغ بیچارہ دانے کی ہوس میں پھنس ہی جاتا ہے، مولنٰا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تمہارے مذکورہ شعروں سے دوسرے شعر میں پہلے شعر کے مطلب کو واضح کر دیا ہے، تاکہ کوئی کج طبع الٹ نہ سمجھ لے، خاتم النبیین کے معنی فرماتے ہیں، کہ خاتم کے معنی تو یہ نہیں کر سکتا، کہ اللہ تعالےٰ نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کاریگری ختم کردی

فِی الْحَلَالِ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے رفع الی السماء کے پہلے نکاح نہ کیا تھا، تو آسمان سے اُترنے کے بعد حلال میں زیادتی فرمائینگے، یعنی نکاح کرینگے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے بعد اُن کی زیادتی حلال کا ذکر فرماگے ہوئے اُن کے نکاح کرنے کا ثبوت دیا اور یہ بھی ثابت کیا، کہ ان کے رفع الی السماء سے قبل انہوں نے نکاح نہ کیا تھا، حیات عیسٰی ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت کرکے مرزائی عقیدہ وفات مسیح کی بیخ کنی کردی، جس کی تائید میں آگے ایک قول نقل کیا ہے، جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کے ختم کرنیوالا عقیدہ رکھو۔ راس میں شک کروگے تو مومن نہیں، اور باوجود اس کے یہ عقیدہ نہ رکھو، اور نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نازل بھی نہیں ہوگا، بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سابقہ نبی قرب قیامت تشریف لاوینگے، چونکہ اُن کی نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ ہے، اس لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں بھی فرق لازم نہیں آسکتا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ اپنے قول سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، آخری نبی ہونا بھی ثابت کیا ہے، اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول من السماء کے عقیدہ کو بھی جزو اسلام قرار دیا ہے، ورنہ اگر تمہارا مرزائیو کا مطلب یہی جو تم رسالوں، ٹریکٹوں اور کتابوں میں صرف لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِی قول کو بیان کرکے دھوکہ دیتے ہو، مراد لیا جاوے تو یہ قول بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی سب نبیوں کا آخری بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کے متضاد جملہ بعدہٗ بھی کہہ دیتا ہے، کہ یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو اس متضاد بات کو مرزائی ہی کہہ سکتا ہے، کہ کسی ذی شعور کی یہ شان نہیں، تو بیان کنندہ نے اس اپنے بیان کو مختصر بیان کیا ہے اور محض قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ کہہ کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو ثابت فرمایا۔ اور لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِی کہہ کر وفات عیسٰی علیہ السلام کے عقیدہ رکھنے سے مسلمانوں کو روکا، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم سمجھ کر یہ نہ سمجھ لینا کہ اب حضرت عیسٰی علیہ السلام جن کو آپ سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ کے نزول من السماء کا بھی انکار نہ کردو۔ یہ قول تو حیات عیسٰی علیہ السلام کو بھی ثابت کر رہا ہے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو بھی ثابت کر رہا ہے، لیکن مرزائی اس مکمل صحیح جملے کو نصف پڑھکر اُلٹ بیان کرکے دھوکا دے رہا ہے، جیسا کہ وکیل صاحب

پس میداند کہ کیست سزاوار آنکہ نبوت بروختم شود۔ اور خاتم النبیین آپ تمام پیغمبروں کی مہر ہیں، اور نبوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مہر شدہ ہوئی (اگر آپ تشریف نہ لاتے تو کسی گذشتہ نبی کی نبوت مہر شدہ نہ ہوتی) اور آپ کے ساتھ ہی پیغمبری ختم کی گئی، اور خاتم کے معنی آخر بھی ہیں، یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نور تمام انبیا علیہم السلام کے آخر میں ظہور ہوا، یعنی آپ آخر الانبیاء ہیں، جیسا کہ آپ کے ظہور کا نور محض سب انبیا علیہم السلام سے پہلے روشن ہوا، اور اللہ تعالےٰ ہر شے کو جاننے والا ہے، تو یہ بھی جانتا ہے) کہ کون اس لائق ہے، کہ اُس پر نبوت ختم ہو،

کیوں جناب؟ یہ ہے تفسیر حسینی، جس نے خاتم النبیین کے معنی کو موافق مقصد الٰہی بیان کر کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ثابت فرمایا، جس کا مرزائی منکر ہے، اور دائرپیچ کر کے غلط بیانی سے کام لیتا ہے،

"مرزائی"- مجمع بحار الانوار میں خاتم کے ماتحت لکھا ہے، قُوْلُوْا اَنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ - اور ایسے ہی درمنثور میں بھی لکھا ہے، اور اس کے آگے لکھا ہے، کہ لا نبی بعدی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منافی نہیں، کیونکہ اس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ایسا نبی نہیں جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے، (پاکٹ بک ص ۲۶۸)

"محمد عمر"- معلوم ہوتا ہے کہ وکیل صاحب عدالت کی چھٹی لئے وقت عین بارہ بجے پاکٹ بک احمدیہ تحریر فرماتے رہے ہیں، لغت کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں، اور اتنا ہوش بھی نہیں کہ یہ جملہ کس لفظ کے ماتحت ہے، وکیل صاحب یہ لفظ یزید کے ماتحت لکھا ہے، جو حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی ہے، اس میں ایک جملہ ہے، یَزِيْدُ فِي الْحَلَالِ، تو شیخ محمد طاہر صاحب اپنی کتاب مجمع البحار میں مادہ زید کے ماتحت لفظ یزید فی الحلال کی شرح فرماتے ہیں، کہ ای یَزِيْدُ فِي حَلَالِ نَفْسِهٖ، عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت آسمان سے تشریف لائینگے تو اپنے نفس کے لئے حلال شے کو زیادہ فرمادینگے، یعنی بعض حلال اشیاء کو جو اپنی ماسبق زندگی میں استعمال نہیں فرمایا قرب قیامت بعد النزول من السماء ایسی بعض حلال اشیاء کو آپ استعمال فرمائینگے، آگے حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل فرمایا، کہ یَتَزَوَّجُ نکاح کرینگے وَيُوْلَدُ لَهٗ اور ان کی اولاد بھی ہوگی، پھر فرمایا وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهٖ اِلَى السَّمَاءِ فَزَادَ بَعْدَ الْهُبُوْطِ

ہتھکنڈے کو نہ سمجھتے ہوئے دھوکے میں پھنس رہے ہیں، مصنف کے پورے کلام کو نہ کوئی دیکھتا ہے، اور نہ ہی مرزائی کے اس فریب سے بچتا ہے، یہ ہے مرزائی صاحب کی محض فریب دہی،

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دوسرا جواب: ۔ اتنی اکثریت احادیث صحیح مرفوعہ سے رُوگردانی کرنا اور ایک قول غیر معتبر کو جس کی سند بھی موجود نہیں، معتبر سمجھنا اصول اسلامی کے خلاف ہے،

تیسرا جواب: ۔ تمہارا ایمان صاحب مجمع البحار پر ہے، تو اسی تکملہ کی اسی عبارت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے، بِأَنْ يَتَزَوَّجَ وَيُولَدَ لَهُ وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهِ إِلَى السَّمَاءِ فَزَادَ بَعْدَ الْهُبُوطِ فِي الْحَلَالِ فَحِينَئِذٍ يُؤْمِنُ كُلُّ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمُتَيَقِّنِ بِأَنَّهُ بَشَرٌ ، کیا تمہارا ایمان عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء پر ہے؟ یہ عبارت تمہاری پیش کردہ عبارت کے متصل ہی پہلے ہے، یہ عبارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کو ثابت کر رہی ہے، اور حیات مسیح اور ان کے آسمان سے تشریف لانے کی تائید میں ہی اس تمہاری پیش کردہ عبارت کو بیان کیا گیا ہے، پہلی عبارت کو تم کھا گئے اور حیات مسیح کی مؤیدہ عبارت کو پیش کر دیا اور اصل کا انکار کر دیا، تمہارا مرزائیوں کا اگر اس مؤیدہ عبارت حیات مسیح علیہ السلام لَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ پر ایمان ہے، تو ضروری ہے، کہ اس کے ماقبل اس کی اصل عبارت پر جو حیات مسیح علیہ السلام ناصری ثابت کر رہی ہے، اس پر بھی ایمان بطریق اولیٰ ہونا چاہیئے، اور اگر تمہارا حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں، تو اس نصف عبارت کو پیش کرنا اور نصف عبارت کا انکار کرنا یہ محض دھوکا دہی ہے،

"مرزائی": مجمع البحار میں مذکور ہے، أَوْ بَيْتُ خَوَاتِمِهِ أَي الْقُرْآنِ خُتِمَتْ بِهِ الْكِتَابُ السَّمَاوِيَّةُ وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى سَائِرِهَا وَمُصَدِّقٌ لَهَا ۔ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اسی طرح قرآن بھی خاتم الکتاب ہے، ان معنوں میں کہ وہ سب کتابوں کی مصدق ہے، پاکٹ بک صفحہ ۴۷۶،

"محمد عمر": ۔ مرزائی صاحب تو ایسے سادہ لوح ہیں، کہ کبھی اپنا طمانچہ اپنے ہی منہ پر کھانے کے لئے خود تیار کر دیتے ہیں، جب منہ کے نزدیک پہنچتا ہے تو پھر ہوش آتی ہے، کہ اوہ ۔ ہو ۔ یہ تو میرا ہی طمانچہ میرے ہی منہ پر رسید ہوا، تو پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر بھلا قریب جا کر کب رُکتا ہے، قریب جا کر تو ایسا ناڈے سے لگتا ہے، کہ اتنا قریب سے بھی نہیں ہٹتا، مرزائی صاحب نے مجمع البحار کی عبارت

نے کیا، سمجھتے ہیں، کہ یہ حیات مسیح علیہ السلام کے لئے ہے، لیکن دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں، کہ خاتم کے تحت مذکور ہے۔ اسی لئے حکومت نے آدھ گھنٹہ گھڑیاں آگے کر دی ہیں، کہ بار بھیجے ہی کیسے بارہ نہ بجیں، یہ قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ حیات عیسٰی علیہ السلام کی تائید کرتے ہوئے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پر لَا تَقُوْلُوْا کو داخل کیا ہے، نہ کہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا لَا تَقُوْلُوْا کہہ کر انکار کیا ہے جس سے مرزائی عوام کو دھوکہ دے رہا ہے، فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مقدس پر نبوت ختم کرنے کے لئے فرمایا، اور صاحب مجمع البحار نے جس کا قول نقل کیا اس نے بحیثیت حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کو ذکر نہیں فرمایا، بلکہ قُوْلُوْا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ یہ کر ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی بات کو ختم کر دیا، اور چونکہ مقصد بیان کنندہ کا حیات مسیح کا اثبات تھا، اس لئے حیات عیسٰی علیہ السلام کو لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے ثابت کر دیا، اور اگر قائل حیات عیسٰی علیہ السلام کے استدلال میں صرف لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پر ہی اکتفا کرتا، تو اس سے صاف اجرائے نبوت ظاہر ہوتا، کوئی صاحب ایمان ہی اس کے مقصد کو صحیح سمجھتا، اس شک اجرائے نبوت کو دور کرنے کے لئے اس نے حیات مسیح کے ذکر میں لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے ذکر کرنے سے پہلے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اعلان قُوْلُوْا اَنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ سے کر دیا، کہ میرے لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ حیات عیسٰی علیہ السلام ثابت کرنے اور وفات عیسوی کے قائل کو رد کرنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ شخص اس جملے کا قائل اجرائے نبوت کا قائل ہے، بلکہ اس جملے کو کہنے سے پہلے ہی اپنا عقیدہ واضح کر دیتا ہوں، کہ قُوْلُوْا اَنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ کہ حیات عیسٰی علیہ السلام کا قائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا منکر نہ بنے، بلکہ حیات عیسٰی علیہ السلام کے قائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم بھی سمجھتا اور اجرائے نبوت کے قائل نہ بن جانا حالانکہ مرزائی ان دونوں قولوں کا منکر ہے، حیات عیسٰی علیہ السلام کا بھی اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا بھی، اور مرزائی کا پیش کردہ قول مجمع البحار میں منسوب بہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ان دونوں مسائل حیات عیسوی اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم ثابت کر رہا ہے، لیکن لطف یہ ہے، کہ مرزائی ان دونوں صحیح اقوال کو الٹ بیان کرکے دھوکہ دے کر اپنی تائید میں اجرائے نبوت کے لئے پیش کر رہا ہے، اور کئی سادہ لوح مسلمان بھی مرزائی کے اس

کو سمجھ کرامت مصطفوی کو غنیمت سمجھیں اور شامل ہو جائیں۔

"مرزائی" ۔ خاتم کے معنی انگوٹھی کے ہوتے ہیں، پاکٹ بک صفحہ ۴۷۸ ،

"محمد عمر" ۔ اس کی تحقیق زرقانی کے جواب میں پہلے ملاحظہ فرمالیں،

"مرزائی" ۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے، کہ مجذوب خاتم الاولیاء کے درجے کو پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے،

"محمد عمر" ۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ مبالغے کی باتیں استعمال میں آتی ہیں، قرآن اور حدیث میں مبالغہ نہیں، اس لئے یہ حجت نہیں ہو سکتا،

دوسرا جواب :۔ ولایت کو نبوت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ جس کو رب العزت نبوت عطا فرماتے ہیں، اس سے نبوت کا خلا محال اور ولی ولایت سے محروم ہو سکتا ہے،

(لفظ ختم اور محاورۂ اہل عرب)

"مرزائی" ۔ مولوی صاحب قرآن اور احادیث صحیحہ سے تو خاتم النبیین کے معنی ثابت ہو گئے کہ واقعی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے والا اب ہی صحیح خاتم النبیین تسلیم کر سکتا ہے، جب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونے کا یقین رکھے اور یہ بھی یقین رکھے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور نہ خداوند کی طرف سے آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا وعدہ دیا گیا ہے، بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہونے کا حکم ثابت ہو گیا، اسی لئے خاتم النبیین کا خطاب صرف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، اگر افضل کے معنی سے استعمال کیا گیا ہوتا تو اتنے بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں، جو اپنے زمانے کے انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے افضلیت سے انکو ضرور اس لفظ خاتم النبیین سے نوازتے، جب افضل الافضلین پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے یہ افضلیت کا کلمہ خاتم النبیین استعمال نہیں فرمایا اور محض رسول الرسل نبی الانبیاء سب سے آخری نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی استعمال فرمایا، تو ثابت ہوا، کہ اس کے معنی آخری نبی ہونے کے ہی ہیں، جو کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے معنی۔۔۔ یہی فرمائے ہیں، مفسرین نے اس کے معنی آخری نبی سمجھے، اور محدثین نے بھی اس کے معنی یہی سمجھے، اور صاحب لغات عربیہ نے بھی اس کے معنی یہی سمجھے، یہ تو میری سمجھ میں بخوبی آگیا، لیکن ایک سنگ باقی ہے، وہ یہ کہ خاتم کے معنی افضل تب ہوتے ہیں،

کی کہ جس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُوْتِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ وَ خَوَاتِمُہٗ سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وَخَوَاتِمُہٗ کا مطلب یہ ہے۔ (اب تمہاری عبارت کا ترجمہ کرتا ہوں) یعنی قرآن دیا گیا ہوں، قرآن کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئی ہیں۔ اور وہ قرآن تمام کتب سماویہ پر حجت ہے، اور وہ تمام کتب سماویہ کیواسطے مصدق ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے، کہ قرآن کے بعد کوئی کتب سماوی نازل ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو قرآن کریم کا صاف انکار لازم آیا، جس کا فیصلہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے ہو چکا ہے، کہ اب دین مکمل ہو چکا لہذا بعد ازیں کسی کتاب سماوی کی ضرورت نہیں، تو پہلی شق کا اثبات لازم آیا، کہ کتاب سماوی کا نازل ہونا محال اور اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ نے نبوت کا اتمام کر دیا۔ اب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا بننا محال، اور مرزائی صاحب نے خود تسلیم کر لیا کہ قرآن بھی خاتم الکتب السماویہ ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، خداوند کریم ایسا بے نیاز ہے کہ منکر کے منہ اور قلم سے بھی کبھی سچی بات نکلوا ہی دیتا ہے، پھر سوجھ آئی کہ اور ۔ ہو ۔ کہنا، اس مضمون میں" یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے، حالانکہ صاف عبارت ہے، وَمُصَدِّقٌ لَّھَا اور قرآن تمام کتب سماویہ کا مصدق ہے، تو مرزائی صاحب نے خود اپنی زبانی ہی ثابت کر دیا، جیسا کہ قرآن مجید خاتم کتب سماویہ ہے اس کے بعد کوئی کتاب سماوی نازل نہیں ہو سکتی، ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین بایں معنی ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، پھر مرزائی صاحب نے مجمع البحار کی ایک چوری بھی کی جو مجمع البحار کے اسی صفحہ پر درج ہے،

مجمع البحار ۱/۳۲۹ خاتم النبوۃ بکسر تاء اَیْ فَاعِلِ الْخَتْمِ وَھُوَ الْاِتْمَامُ وَبِفَتْحِھَا بِمَعْنٰی طَابَعُ اَیْ شَیْءٌ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، خاتم النبوۃ تاء کی کسرہ کے ساتھ یعنی ختم کرنے والا اور وہ بھی پورے کرنے کے معنی ہیں اور خاتَم تاء کی فتح کے ساتھ بمعنی طبع کرنیوالا یعنی ایسی شے جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

یہ ہے مرزائی صاحب مجمع البحار کی عبارت جو یہ سرقہ تمہارے ہی گھر سے نکلا، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ اب مرزائی خاتم بفتح تاء کا صحیح ترجمہ اپنی پیش کردہ کتاب سے سُن کر ضرور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نبوت ختم ہونے کا عقیدہ بنا لیگا، خدا تعالےٰ تعصب کا خاتمہ کرے، تعصب دنیا سے ختم ہو، تاکہ ختم کے منکر کفر کو ختم کر کے اجرائے نبوت کی نئی بدعت کو چھوڑ کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم سمجھیں، اور خاتم النبیین کے صحیح مطلب قرآنی

تمہارا مقرر کردہ قانون کہ خاتم باضافت جمع افضل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، یہ قانون کسی عربی لغت یا کسی نحوی کا مقرر کردہ نہیں، بلکہ ایک قدنی ساخت کی اختراع ہے، جس کو ثابت نہیں کر سکے، اور خداوند کریم کا جملہ خاتم النبیین اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ہر حالت اور ہر وقت صحیح ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، اور آپ کے ساتھ ہی تمام نبیوں کو ختم کیا گیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور تمہارا پیش کردہ عربی مذکورہ محاورہ ہمارا مؤید اور تمہارے مرزائیوں کے مخالف ثابت ہوا، فتدبر،

لفظ ختم اور قرآن مجید

"مرزائی"۔ واقعی جو ہم نے محاورۂ عرب پیش کیا ہے، وہ باضافت جمع نہیں، لیکن تم جو خاتم النبیین کی تائید میں پیش کرتے ہو، وہ لفظ ختم ہے، بحث خاص طور پر لفظ خاتم پر ہے، ختم پر بحث نہیں، اور ختم سے مراد بھی مطلق بند نہیں، اور نہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ دوزخی قیامت کے دن زبان سے بات نہ کر سکینگے، بلکہ مطلب یہ ہے، کہ انسانی جسم میں زبان کو جو حیثیت حاصل ہے، وہ تمام اعضا اور جوارح کی نمائندہ ہونے کی ہے، یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر میں ہو، تو اس کا اظہار بھی زبان ہی کرتی ہے، تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا، کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضا کے گناہ بیان کریگی، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس دن ہر عضو اپنے گناہ خود بھی بیان کریگا، ہاتھ اپنے گناہ بیان کرینگے، پاؤں اپنی بدیاں گنائینگے، لیکن سوال یہ ہے، کہ بد زبانی غیبت وغیرہ جن کا ارتکاب خود زبان سے ہوا ہوگا، وہ کون بیان کریگا؟ کیا ہاتھ بتائینگے یا پاؤں، ظاہر ہے کہ زبان اپنے گناہ خود بتائیگی، پس قیامت کے دن دوزخی کا منہ بند ہونا ثابت نہ ہوا، بلکہ دوزخی کا بولنا اور اس کا منہ کھلا رہنا ثابت ہوا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے، يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥ پس معلوم ہوا، کہ باوجود دوزخیوں کے منہ پر مہر لگ جانے کے دوزخی باتیں کرینگے،

چنانچہ دوسری آیت میں ہے، وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا پس اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ والی آیت میں ختم کے معنی ہرگز بکلی بند کرنے کے نہیں، پاکٹ بک از صا ۴۷۱ تا صا ۴۷۳،

جب خاتم صیغۂ جمع کی طرف مضاف ہو، اس کی مثال محاورۂ عرب سے عرض کرتا ہوں، دیکھئے یزید بن معاویہ کے متعلق کتاب الفخری میں لکھا ہے، قَالُوْا بُدِئَ الشِّعْرُ بِمَلِكٍ وَخُتِمَ بِمَلِكٍ کہ شعر بادشاہ ہی سے شروع ہوا اور بادشاہ کے ساتھ ہی ختم ہوا، اس عبارت سے معلوم ہوا، کہ یزید اپنے زمانے کے بہترین شاعر سے افضل ثابت ہوا، اور ابن خلکان نے مبرد اور ابو العباس کے متعلق لکھا ہے۔ فَقَدْ خُتِمَ بِهِمَا تَارِيْخُ الْاُدَبَاءِ۔ اس کا مطلب تو یہی ہے، کہ یہ دونوں اپنے زمانے کے بہترین ادیب تھے، پاکٹ بک از صہ۴۶۷ تا صہ۴۷۱،

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب ایسے سادہ لوح ہیں، کہ دعویٰ کیا ہے کہ خاتم جب صیغۂ جمع پر مضاف ہو، تو معنی افضل کے ہوتے ہیں، مرزائی صاحب کے اپنے دعویٰ میں کاذب ہونے کی دلیل مرزائی صاحب کے اپنے ارشاد سے ہی ثابت ہو رہی ہے، پہلی بات تو یہ ہے، کہ قرآنی آیت کی تائید قرآنی آیت سے ہی ہونی چاہیئے تھی، جب قرآنی ایک آیت بھی اپنی تائید میں پیش نہیں کرسکے، تو اپنے دعویٰ خاتم بمعنی افضل ہونے میں کاذب ثابت ہوئے،

دوسرا کذب یہ ہے، کہ دعویٰ تو کیا ہے کہ خاتم جب صیغۂ جمع کی طرف مضاف ہو، تو معنی افضل کے ہوتے ہیں، دو غیر معروف مثالیں پیش کیں، دونوں میں خاتم باضافت جمع موجود نہیں،

تیسرا کذب یہ ہے، کہ پہلے ابن طقطقی کے مقصد کو بھی تحریف کرنے کی کوشش کی، بھلا مرزائی صاحب یہ تو بتلایئے۔

مصنف نے کہا ہے، بُدِئَ الشِّعْرُ بِمَلِكٍ وَخُتِمَ بِمَلِكٍ، یہاں ختم کے معنی افضل ہونے کے تو تم نے کرلئے، لیکن یہ نہ سوچا، کہ بُدِئَ کے معنی کیا ہوں گے کچھ تو سوچ کر بات کیا کرو، اگر ختم کے ختم ہونے کے نہ کروگے تو کلام مصنف اِبتدا غلط ثابت ہوگا، مرزائیوں جیسے عقلمندوں کے لئے مصنف نے ختم کے مقابلے میں پہلے اِبتدا کا ذکر فرمادیا، تاکہ کوئی ختم کے معنی نہ بگاڑے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ شاعری اس پر ختم نہیں، تو یہ مصنف نے اپنے علم کی توت شاعری کی ابتدا اور انتہا بیان کی ہے، نہ کہ حقیقت، یہ عبارت خدائی کلام نہیں، یہ ایک انسان کی انتہا عقل وعلم کا ذکر ہے، خدائی علم کا فیصلہ نہیں، ایسے ہی دوسری مثال کو قیاس کرلیں،

لہٰذا تمہاری ان پیش کردہ دونوں مثالوں سے بھی ثابت ہوا، کہ ختم بمعنی آخری ہی ہیں اور

کے بولنے کی طاقت عنایت فرما دینگے، جس سے زبان کو انکار کا موقعہ ہی نہ ملیگا، کیونکہ ہیئت کذائیہ دنیا میں زبان فی الفم کو انکار کا امکان ہو سکتا ہے، نہ کہ بغیر فم و بغیر حرکت و بغیر صوت فمی کے زبان کو قوت گویائی رب العزت عنایت فرمائے تو پھر اس میں شائبہ کذب ہو، بلکہ جمیعت زبان بغیر کسی آلہ گویائی کے یوں صاف صاف شہادت صادقہ منکر پر دیگی جیسا کہ ہاتھ اور پاؤں بغیر آلہ جات گویائی کے شہادت دینگے، یہی مطلب ہے، یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ کا، اور جو تم نے مطلب بیان کیا ہے، اس سے نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کی صاف تکذیب لازم آتی ہے، اور صراحتہً اَفْوَاهِهِمْ وَ اَلْسِنَتُهُمْ کو بغیر تفریق لفظی و معنوی قرآن کریم کو پس پشت ڈالنا ہے، اور یہی مذکورہ بالا آیت قرآنی کا مطلب وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا کے ہیں اور ایسے ہی منکرین کے کان اور آنکھیں بھی بغیر آلہ کلامی بول کر شہادت دینگے، ارشاد الٰہی ہے حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور کسی کی شہادت پر یعنی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں پر منکر کو اعتراض نہ ہوگا، محض اپنے چمڑے کو اپنے خلاف شہادت دینے سے معترض ہوگا، لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا تم نے ہم پر کیوں شہادت دی، تو چمڑا جواب دیگا، اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ بلایا ہم کو اللہ تعالےٰ نے جس نے ہر شئی کو قوت گویائی بخشی، ثابت ہوا منکرین کا ہر عضو بغیر آلۂ فمی و لسانی بول اٹھیگا، اور بوقت اُن کے بیان دینے کے موجودہ کلام کنندہ لسان فی الفم پر اللہ تعالےٰ مہر لگا دیگی، تاکہ عذر اور انکار کا اُس کو موقعہ ہی نہ ملے، اور تم مرزائی اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ کے معنی صـ ۲۷۲ پر یہ کرو، اس کا مطلب یہ ہے، کہ "انسانی جسم میں زبان کو جو حیثیت حاصل ہے وہ تمام اعضا اور جوارح کی نمائندہ ہونیکی ہے" ۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ قرآنی آیت کو اور اپنے اس بیان کردہ مطلب کو کسی ہندو، سکھ یا عیسائی عربی دان کے سامنے رکھو، وہ تمہیں ایک مسخرا سمجھے گا، کم از کم ایسی بات تو کہا کرو، کہ جس کا کچھ تعلق تو عبارت کے ساتھ ہو

اے اُمت مرزائیہ تمہارے انصاف پر ہی چھوڑتا ہوں، کہ تم ہی ذیل صاحب کی اس تشریح اور عبارت قرآنی کو ملاحظہ فرماؤ کہ ان کا کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو تمہیں مرزائیت مبارک ہے۔ اگر نہیں تو سوچو کہ تمہارے مذہب میں کس بیدردی کے ساتھ قرآن کریم کا مطلب غلط بیان کیا جا رہا ہے، اور وکیل صاحب کا کلام چونکہ عبارت قرآنی سے بے ربط ہے اس واسطے پھر اس اپنے مطلب کی دوبارہ تشریح فرماتے ہیں، جو پہلے سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ فرماتے ہیں،

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کا مرزائی منکر نہ ہو، مرزائی اپنے مطلب کی خاطر قرآن پاک کی ہر آیت کو ٹھکراتا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن قرآن کریم کی ایک ایک آیت مرزائیوں کی دامنگیر ہوگی یا اللہ! یہ قوم مرزائی ہے، جس نے اپنے ہر مطلب کے لئے میرا انکار کیا، قرآن کریم کی صاف آیت ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ قیامت کے دن کا واقعہ رب العزت بیان فرماتے ہیں، کہ کفار کے مونہوں پر ہم مہر لگا دینگے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور جو انہوں نے عمل کیا ہے اُن کے پاؤں گواہی دینگے،

تعامل انسانی یہ ہے، کہ انسان اگر ہاتھوں سے کوئی چیز چرائے یا کوئی اور ظلم کرے، اور پاؤں سے کہیں چل کر جائے، اور کوئی ظلم کرے، بعد ازیں جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تم نے پاؤں سے وہاں جاکر ہاتھ سے چوری کی، یا کسی مرزائی سے کہا جائے، کہ تم نے ربوہ پہنچ کر فلاں کتاب ہاتھ سے چرائی تو مرزائی یا کوئی مسئول عنہ فوراً منہ سے انکار کر دیتا ہے، کہ نہ جی، میں نے تو چوری نہیں کی، منکر مونہہ سے ہی انکار کرتا ہے، تو اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن مونہہ پر مہر لگا دینگے تاکہ انکار نہ کر سکے، اور پاؤں جو کلام سے صامت ہیں، اُن کو قوتِ گویائی عطا کریگا، وہ بغیر مونہہ گلے کے بات کرینگے، انسان کا مونہہ بغیر زبان بات نہیں کر سکتا، اور زبان بغیر مونہہ کے بول نہیں سکتی، تو اللہ تعالےٰ نے نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ فرمایا نَخْتِمُ عَلٰى لِسَانِهِمْ نہیں فرمایا، کیونکہ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کا مطلب یہی ہے، کہ یہ مونہہ بے حرکتِ زبان نہ بول سکے گا، مونہہ بہ حکمتِ الٰہی صوت پیدا کرتا ہے اور زبان اُس میں متحرک ہے تو جھوٹ بولتا ہے تو رب العزت جھوٹ کے انسداد کے لئے مونہہ میں زبان کا حرکت کرنا قطعاً بند کر دیگا، اور مونہہ سے قوتِ صوتی بند ہو جائیگی، یہ ہیں معنی نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کے، بایں صورت منہ کا کلام کرنا قطعاً بند ہو جائیگا، تاکہ انکار کرنے کی طاقت ہی نہ رکھے، اگر آیت کے یہ معنی نہ کئے جائیں، تو قرآن کریم کے معنی اُلٹ جائینگے، اور جو دنیا میں زبان نے اس مونہہ کے صوت میں متحرک ہو کر جھوٹ بولا ہوگا، یا غیبت کی ہوگی، یا قرآن کریم کے معانی بدلے ہونگے، تو اس حیثیت کذائیہ سے جس طرح دنیا میں وہ گویا ہوتی تھی، خداوند کریم بولنے کی طاقت نہ بخشینگے، کیونکہ اگر پھر ویسے ہی طاقت دی تو پھر اسی عیب کی طرف راغب ہوگا، اس لئے زبان سے حساب لینے کے لئے محض زبان کی جمعیت کو ہی بغیر مونہہ صوت اور متحرک فی الفم

جواب دیتی ہے کہ بیٹا روٹی ختم ہے، آخیر ایسے بچے کو ماں دو تین طمانچے رسید کر دیتی ہے، کہ تجھے سمجھ نہیں آتی، میں کہہ رہی ہوں، کہ روٹی ختم ہے۔ اب کہاں سے لاؤں؟

ثابت ہوا، کہ یہ عربی لفظ ختم استعمال میں ایسا بدیہی ہو چکا ہے، کہ بچہ بھی بلا نظر و کسب اور بلا ترتب کرنے امور معلومہ کے لفظ ختم کو سمجھ لیتا ہے، تو ختم کے معنی نہ سمجھنے والا بداہت کا منکر ہوا، چہ جائیکہ ختم کے معنی اُلٹ بیان کرے، اگر محاورے میں ختم آجائے تو مرزائی معنی صحیح ختم ہی سمجھتے لیکن جب شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رب العزت ختم کا لفظ بیان فرماویں، تو مرزائی فوراً انکار کر دیتا ہے یا تاویل کر دیتا ہے،

"مرزائی"۔ واقعی وکیل صاحب نے یہ مطلب اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ کا بیان کر کے قرآن کریم پر ظلم کیا ہے، لیکن اس کا مطلب ہمارے نزدیک اور بھی ہو سکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زبان پر تصدیق اور سچائی کی مہر لگا دیگا، پس وہ سچ سچ بیان کر دیگی، اور جو کچھ وہ اپنے خلاف کہیگی، اُس کی تصدیق کرنے کے لئے ہر ایک عضو اپنے اپنے کردہ گناہوں کا اقبال کریگا، اس طرح الٰہی مہر کی تصدیق ہو جائے گی، اس کی تائید میں حدیث پیش کرتا ہوں، اَللّٰهُ نَاظِرٌ وَاللّٰهُ دَاهِرٌ خَوَاتِيْمُ اللّٰهِ فِىْ اَرْضِهٖ فَمَنْ جَاءَ بِخَاتِمِهٖ قُضِيَتْ حَاجَتُهٗ۔

دوسری حدیث آمِيْنَ خَاتَمُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى لِسَانِ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... مَعْنَاهُ طَابَعَ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهٖ،

ثابت ہوا، کہ آمین اللہ کے بندوں پر مہر ہے، اور زبان پر مہر لگا دی جائیگی، یعنی اُس کو جھوٹ بولنے سے محفوظ کیا جا دیگا، پاکٹ بک از صہ۲۷۳ تا صہ۲۷۴،

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب بیچارے اپنے مرزائیت کے پردے میں ایسے ملبوس ہیں، کہ قرآن کریم کی ہر ایک آیت کو اپنی تاویلوں سے ٹھکراتے ہیں، کہ مرزا غلام احمد صاحب کی بات صحیح ہو جائے، اُن کی بات نہ بگڑنے پائے، قرآن کریم خواہ کتنا ہی بگاڑنا پڑے، اور خصوصاً مرزائی صاحب کو تو قرآن بگاڑ کر بیان کرنے کا قادیان سے سٹیفکیٹ مل چکا ہے، اب یہ قرآن کریم کو صحیح بیان نہیں کر سکتا، اب فرماتے ہیں، کہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ چونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کرنے کو ثابت کرتا ہے، اور یہ بات مرزا صاحب کے خلاف پڑتی ہے۔ لہٰذا اس کے معانی بھی بدلنے کی کوشش کی، الیسا نہ ہو کہ خاتم النبیین کی

"یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر میں ہو، تو اس کا اظہار بھی زبان کرتی ہے، اور اگر ہاتھ پاؤں میں کوئی خرابی ہو، تو وہ بھی زبان ہی بتاتی ہے، تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا، کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضا کے گناہ بیان کردیگی۔

اب اے اُمت مرزائیہ! تمہیں تمہارے باپ کے قادیانی کی قسم ذرا عقل انسانی کو حاضر کر کے خدائی کلام اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ کے ساتھ تمہارے وکیل صاحب کی اس آیت کے متعلق شرح الشرح خط کشیدہ کوئی دُور کا تعلق بھی رکھتی ہے؟ اور تمہیں ماننا پڑیگا، کہ نہیں، پھر تم خود سوچو، کہ قرآن مجید کے مطلب کو اس ظلم عظیم سے ایک امت علیحدہ قائم کرنا تو یہ اُمتِ مرزائیہ کو ہی زیبا ہے، فقیر کی نظر جب وکیل صاحب کی اس قرآن دانی پر پڑتی ہے، تو شرم آتی ہے کہ ایسی بات کو دیکھ کر کافر بھی بھبتیاں اُڑائیگا، کہ خادم صاحب جیسے عربی دان کی ضرورت لاہور کے چڑیا گھر میں خاص طور پر ہے، کہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ قیامت کو ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دینگے اور مرزائی اس کا مطلب یہ سمجھے کہ زبان کو دوسرے اعضاؤں کے عیوبات بیان کرنے کی زیادہ قوت حاصل ہو جائے گی سبحان اللہ! اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ کو بیان کر کے خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ کا بھی اظہار فرمایا ہے، کہ زبان منہ میں گویا ہے، لیکن میری قدرت یہ ہے، قیامت کو زبان بند ہو جائے گی، اور ہاتھ پاؤں، چمڑا، آنکھیں کان وغیرہم جو کلام سے عاری ہیں، یہ تمام میری قدرت سے بغیر مُنہ ہونے کے گویا ہونگے، اگر مُنہ کے بند ہونے کا اور باقی اعضا کے کلام کرنے کا انکار نہ کیا جائے، تو قدرت خداوندی کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے، جس کو رب العزت نے بہ زور ارشاد فرمایا ہے،

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ خاص طور پر لفظ خاتم پر بحث ہے، تو پہلے اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھو کہ جو تم نے امثلہ عرب کے محاورہ کی پیش کی ہیں، ان میں لفظ خاتم مذکور ہے، جب نہیں اور پھر بھی ختم سے ختم ہونا ہی ثابت ہو رہا ہے، اور تم مرزائی پھر بھی ایمان نہ لاؤ، تو یہ مرزائیوں کی مرضی،

مرزائی صاحب! تم تو دوست بچوں سے بھی گزر گئے، بچہ ماں سے روٹی مانگتا ہے، کہ اماں جی روٹی دے، اگر اس کے پاس روٹی نہ ہو، کہ ماں بچے کو ایک ہی دفعہ کہدے کہ بیٹا روٹی ختم ہے، تو لائق بیٹا فوراً خاموش ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی سمجھ میں بلا تشریح آجاتا ہے، کہ روٹی ختم ہے، اور جو ڈھیٹ بچہ ہو، وہ باوجود سمجھنے کے بھی مطالبہ کردیتا ہے تو ماں اس کو دو تین دفعہ

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ کے بیان الٰہی نے افواہ کفار کی صفت کلامیہ کو مطلقاً بند فرما دیا، اس میں کوئی غیر اللہ یہ تخصیص اپنی طرف سے نہیں کر سکتا، کہ خداوند تعالےٰ کلام صادقہ پر مہر لگا دینگے یا کاذبہ پر،

اور دوسرا یہ بھی ثابت کر دیا کہ جس پر مہر لگائی جاتی ہے، اس سے وہ صفت جس کا پہلے اجرا تھا، اب بند ہو گئی ہے، اسی لئے اس سے اس صفت مختومہ کو ختم کر کے دوسری جس چیز کی وہ صفت عطا کی گئی، ساتھ ہی ذکر فرما دیا، کہ شئ مختومہ سے کوئی سقیم الفہم یہ نہ مراد لے لے، کہ جس پر مہر لگ جائے، اس میں اس ختم لگانے سے صفت کا اجراء ہو جاتا ہے جیسا کہ مرزائی کافر کے مونہہ پر صدق کی مہر لگا کر صدق کا اجراء سمجھ بیٹھا ہے، نہیں نہیں! مرزائی صاحب جس پر مہر لگ جائے شے مختومہ یا صفت مختومہ کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی لئے جس شے سے مثلاً مونہہ سے جس صفت کو ختم کیا گیا، اُس کا بھی ذکر کیا اور اس کی دلیل دی، کہ جس میں وہ صفت ثابت فرمائی اس کا بھی ذکر فرمایا. مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ، تو ثابت ہوا، کہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ سے تم نے جو سچائی کی مہر مراد لی ہے، اور اس کا اجراء مراد لیا ہے دونوں ہی غلط ہیں، جو وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ نے واضح کر دیا،

دوسری شق کی مثال کہ مختوم علیہا سے جس صفت کو ختم کیا گیا اُس کو بیان کیا جائے، مثلاً

جاثیہ ۲۵ / ۳ | خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کافر کے سمع پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگا دی اور اس کے دل پر مہر لگا دی اس کے بعد ان کی جس صفت پر مہر لگائی بیان فرما دی فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ کہ اللہ کے علاوہ کون ہے، جو ہدایت دے، تو ثابت ہوا، کہ کفار کے سمع کی صفت ہدایت پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگا دی، ہر بات کو سنتے ہیں، لیکن ان کے جرائم عظیم کبیرہ کی پہلی سزا اُن کو رب العزت کی طرف سے یہ ہے، کہ اُن کے سمع ہدایت پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگا دی ہے، اب کوئی اُن کو ہدایت نہیں دے سکتا، ایسے ہی اُس کے دل پر بھی مہر الٰہی لگ چکی ہے، اور دل سے صفت ہدایت بند ہو چکی، اُن کا دل ہر چیز قبول کریگا، لیکن ہدایت الٰہی سے محروم ہے، کیونکہ خداوند

نائید ہو جائے، فرماتے ہیں، کہ اس کے معانی ہمارے نزدیک یوں بھی ممکن ہیں، یعنی یہ بیان کردہ معانی عبارت سے متعلق نہیں، لیکن مرزائیہ کے نزدیک ہو سکتے ہیں، کیسے؟
یوں! کہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ سے مراد یہ لی جائے، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کے مونہہ پر صدق کی مہر لگا دینگے،

مرزائی صاحب! تم مسلمانوں کو کسی طرح دھوکا نہیں دے سکتے، اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر ختم کا استعمال فرمایا ساتھ ہی ماقبل یا مابعد مختوم علیہم کی جس صفت پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت فرمائی، اس کا بھی ذکر فرما دیا، تا کہ ایسا نہ ہو، کوئی کج فہم مختوم علیہم کی کوئی اور صفت اپنی طرف سے مقرر کر لے، یا مختوم علیہ کی جس صفت پر مہر لگا کر اس کو بند کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس مختوم علیہ والی مختومہ صفت کو واضح فرما دیا جو اُن میں وہ صفت پہلے معدوم ہوتی ہے، تا کہ دشمن کو ثابت ہو جائے، کہ مختوم علیہ سے مہر لگا کر اس صفت کو بند کر دیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں کسی اور کو صفت عطا کی جاتی ہے، حالانکہ قبل از ختم مختوم علیہ میں یہ صفت موجود تھی، اب اس کے مقابلہ میں جس کو وہ صفت عطا کی جاتی ہے، اس کا ذکر کرنا مختوم علیہ سے اس صفت کے اجراء کو ختم کرنے کی دلیل قاطع ہوتی ہے، شق اول کی مثال قرآن پاک سے ملاحظہ فرمایئے،
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (اللہ تعالیٰ قیامت کو فرما دینگے) آج دن ہم کفار کے مونہوں پر مہر لگا دینگے،
اب مختوم علیہا تفصیل کی محتاج تھی، کہ مونہہ کے جسم پر مہر لگے تا کہ خوبرو معلوم ہو، یا اس کی کسی صفت پر مہر ہو گی، تو رب العزت نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے مختوم علیہا کی مختومہ خصوصیت کی دلیل بیان کرنے کے لئے مختوم علیہا سے ختم کر کے جس صفت کو بند فرمایا ہے اور اس کے مقابلہ میں جس میں وہ صفت پہلے معدوم تھی، اس میں اس صفت کا اثبات کر کے مذکور مختوم علیہا کی مختومہ صفت کی دلیل فرمائی،
فرمایا: وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ کہ جب ہم کفار کے مونہوں پر مہر لگا دینگے تو اُن کے مونہوں کو جو آلۂ کلام بنایا ہوا ہے، وہ ان کی قوۂ متکلمہ والی صفت بند ہو جائے گی، کیونکہ اس سے وہ صفت چھین کر ہاتھوں اور پاؤں کو دے دی جاویگی، جو ان کے ہاتھ پاؤں بلا اسباب کلام کرینگے۔ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

کر کے اس پر ختم کا استعمال ہوتا ہے، مثلاً وَخَتَمَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں، تو یہاں انبیا علیہم السلام کے اسمار کا ذکر کر کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکا خاتم مقرر فرمایا، اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر فرما کر ثابت کر دیا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے من حیث النبوۃ خاتم ہیں، اب کوئی بھی من حیث النبوۃ نہیں آسکتا، اور نہ ہی کوئی اب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت بن سکتا ہے، کیونکہ جب ماسبق کی نبوت کو آپ نے ختم کر دیا تو آئندہ کون مدعی ہو سکتا ہے، اگر کوئی دعوٰی نبوت کرے تو وہ آیت وَخاتم النبیین کا منکر ہے، کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رب العزت نے باقی انبیا علیہم السلام سے ممتاز صفت ختم عطا فرمائی ہے، مرزائی اس کا منکر ہے، اور بیک وقت تین جرموں کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ایک خداوند کریم کی صفت عطا کردہ ختم نبوت کا انکار،

دوسرے آیت خاتم النبیین کو اپنی مرضی کے مطابق صحیح معنی بگاڑ کر غلط معنی کر کے قرآنی معنی کی تحریف کرتا ہے، اور اس کی تائید میں کتنی بھی قرآنی آیتیں ہوں پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اور

تیسرا جرم یہ کہ ان غلط تاویلات کی تبلیغ کر کے اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منکر قرآن کریم بناتا ہے، منکر قرآن کریم صرف ایک ہی جرم میں گرفتار ہے، لیکن مرزائی ہر ایک مسئلہ میں تین تین جرموں میں گرفتار ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، خداوند کریم فرماتا کہ ہم کفار کے مونہوں پر مہر سکوت لگا دینگے، لیکن مرزائی کو فرمانِ خداوندی پر اعتماد نہیں، مرزائی کہتا ہے، نہیں نہیں، مونہہ پر مہر لگانے سے کلام صدق کی زباندانی مراد ہے۔ مرزائی صاحب گرنتھ کی صحیح ترجمانی کرینگے، بید کو صحیح بیان کر ینگے، بائیبل کو صحیح بیان کرینگے، لیکن مرزائی صاحب کے سامنے جب قرآن کریم آجائے، تو اس میں سوائے مخالفت کے ایک آیت بھی موافق نہیں، آخر یہ راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اور کسی مذہب کی کتاب میں مرزاجی کا رد ایسا موجود نہیں اور قرآن کریم تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ نے مرزاجی کے ایک ایک بہتان کا پردہ فاش کیا ہے، اس لئے وہ گوارہ نہیں، سوائے اس کے کہ مخالفت کی جائے، ایسے ہی آیت خاتم النبیین کے اتنے معانی بدلنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اس کی مؤیدہ آیتوں کو ٹھکراتا ہے۔

کریم نے اُس کے دل کی صفت ہدایت پر مہر لگادی اب وہ ہدایت کو قبول نہیں کر سکتا، تو فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ نے خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ کے ابہام کو دُور کردیا، اب خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ سے کوئی منافق یہ معنی مراد نہیں لے سکتا، کہ یہاں مہر سے مراد یہ ہے کہ کانوں میں اللہ تعالےٰ گول گول مہر کی طرح بالیاں ڈال دیگا، تاکہ خوبصورتی ظاہر کریں، عَلٰی قَلۡبِهٖ سے یہ مراد نہیں لے سکتا، کہ یہاں مرزائیت کی روشنی کا اجرا کھل رہا ہے، بلکہ فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ نے واضح کردیا، کہ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ سے مراد ہدایت کا خاتمہ مقصود ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بات مرزائی سامع کو مؤثر ہو، لیکن ختم الٰہی لگنے سے مرزائی سامع کلام خداوندی اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت کی بات نہیں سُنیگا، ایسے ہی جس کے دل پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگادی ہے، اس کے قلب میں مرزائیت مؤثر ہو، تو ہو، لیکن بوجہ ختم الٰہی کے لگ جانے کے اس کے دل میں قرآن اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر نہیں ہوسکتا، چنانچہ اس کی تائید میں فرمایا: مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَیَذَرُهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ کفار اپنی سرکشی میں چونکہ اندھے ہوتے ہیں تو خداوند کریم اُن کی سرکشی میں ہی اُن کو ترک کردیتے ہیں، اور ایسے لوگوں پر گمراہ ہونے کا صحیح فتوےٰ لگا دیتے ہیں، اور جس کو خداوند کریم گمراہ ثابت کردیں اس کو کوئی ہدایت پر ثابت نہیں کرسکتا اور ایسی حالت میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار کی بھی اگر کوئی پرواہ نہ کرے تو اللہ تعالےٰ اُس کے دل پر مہر ضلالت چسپاں کردیتے ہیں، جب خداوند کریم کی طرف سے مہر ضلالت ثبت ہوجائے، تو وہ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ کے معنون ثابت ہوجاتے ہیں، اُنہی کے حق میں یہ ارشاد خداوندی ہے، خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ،

اگر ایسے لوگوں پر مہر ایمانی پوری نہیں لگی، تو تم اُن کو ایماندار کہا کرو، اور کہو بھی تو مرزائیوں سے کچھ بعید ہے، کیونکہ ؎

"کند ہم جنس با ہم جنس پرواز"

تیسری صورت یہ ہے کہ ختم کے معنی شئی کی کسی صفت کو ختم کرنا مقصود ہو اور صفت مذکور نہ ہو، تو اس شئے کا ذاتی نام نہیں لیا جاتا، بلکہ محض اس مختومہ صفاتی نام سے ہی موسوم

مرزائی کو جب احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ قبر میں نکیرین حساب کے لئے آتے ہیں، تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان پر فیصلہ ہوتا ہے، تو مرزائی نے نکیرین کا قبور میں اہل قبور سے حساب لینے سے ہی انکار کر دیا، اور جب سُنا کہ میدان حشر میں بھی سب لوگ آخر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہی پناہ گزین ہونگے، تو حشر کا ہی انکار کر دیا، مرزائی کو قرآن کریم کا دریغ نہیں، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت کا قدر نہیں، اگر قدر دان ہے تو صرف ایک مرزاجی ہی کا، اگر مرزاجی دن کو رات کہدیں تو مرزائی بھی رات کہنے کو تیار ہے اگر رات کو دن کہدیں تو دن ماننے کو تیار ہے، قلب مرزائی میں یہ کبھی کھٹکا ہی نہیں کہ امت مرزائیہ کی ہیرا پھیری کے مقابلے میں چودہ سو سال کی اتنی بڑی اُمّتِ مُحَمَّدِیَّہ سے علیحدہ ہو رہا ہوں اور قرآن کریم یا احادیث مصطفویہ کو چودہ سو سال اُمّتِ محمدیہ نے نہیں سمجھا، جو آج مرزائی بیان کر رہا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ یہ کوئی علیحدہ اختراع ہے، جو جہنم کے گڑھے میں لے جا رہی ہے،

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ آمین مومن بندے کی زبان پر مہر ہے، ٹھیک ہے، یہ ہمارے لئے دلیل اور اجرائے نبوت کے خلاف ہے، کیونکہ آمین دعا کے آخیر میں کہا جاتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا، کہ اللہ تعالےٰ نے بندے کی زبان پر آمین کی مہر لگا دی ہے، کہ دُعا کے آخیر میں یہ کہا جائے، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی شرح موجود ہے،

جامع صغیر | اَوْجَبَ اَنْ خَتَمَ بِآمِیْن

یعنے یہ واجب کرلے کہ آمین کے ساتھ دعا ختم کی جائے،

کیوں جناب؟ یہاں ختم کے معنی مراد ہیں یا اجراء کے، اس کو کہتے ہیں ایمانداری کی بات ثابت ہوا، کہ آمین سے دعا کا خاتمہ ہوتا ہے، اور ہونا چاہئیے، ورنہ قانونِ خدا وندی کا خلاف ہو گا، اور پھر آگے آمین ایک جنت کا درجہ بھی بتایا گیا ہے، ختم کے ساتھ اس کو تعلق ہماری تائید میں ہے، کہ جب بندہ آمین کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ دعا کے آخیر میں آمین کہنے والے کو جنت کا درجہ آمین پر مہر لگا دیتے ہیں، کہ بس اب یہ تیرا ہو گیا، تو یہاں بس کے معنی میں آیا ہے، تو یہاں خاتم بھی تمہارے خلاف ثابت ہوا اور ختم کے معنی جو تم حفاظتِ الٰہی کے کرتے ہو، یہ قطعاً بے بنیاد ہیں، جس کا عبارت سے کوئی مطلب نہیں،

آخر کیوں؟ اس آیت پاک میں مرزائی کیوں معنی میرا پھیری کر رہا ہے، کیوں ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر اس آیت سے گریز کرتا ہے؟

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، کہ یہ آیت مرزا جی کی نبوت کو اسلام میں گھسنے نہیں دیتی، اور پھر وکیل صاحب ایسے سادہ لوح ہیں، کہ ایسی حدیث جو مرزائیت کا خاتمہ کر دیتا ہے، اس کو اپنی تائید اجرائے نبوت میں پیش کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدَّنَانِیْرُ وَ الدَّرَاهِمُ خَوَاتِیْمُ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ فَمَنْ جَاءَ بِخَاتِمِ مَوْلَاهُ قُضِیَتْ حَاجَتُهٗ ۔ زمین میں دینار اور دراہم اللہ تعالٰے کی مہریں ہیں، پس جو شخص اپنے آقا کی مہر لے کر آتا ہے اُس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے،

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ دراہم اور دنانیر بھی خدائی مہر شدہ ہوتے ہیں، تو جو شخص کسی حاجت کے لئے بازار جائے، مثلاً کوئی چیز خریدنے کے لئے جائے تو جس بادشاہ کی حکومت میں سودا لینے کے لئے جاتا ہے، تو دراہم اور دنانیر اس حکومت کے مختومہ ہیں، تو وہ اپنی حاجت پوری کر کے آویگا، یعنی مطلوبہ شے خرید کر لا دیگا، ورنہ ناکام واپس ہوگا، جیسا کہ مثلاً حکومت پاکستان میں اگر کوئی پاکستان میں سودا لینا چاہے، تو پاکستانی مختومہ سکہ یا نوٹ ہی دیگا، تو سودا ملیگا، ورنہ ناکام واپس ہوگا، ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر حکومت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں کھرا سکہ یعنی اپنی جان و مال جو مختوم بمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہونگے، خدا کے ہاں پیش کریگا، تو اس کو خداوند کریم کی طرف سے ایمان و ہدایت ملیگا ورنہ جو حکومتِ مُحَمَّدٌ مصطفٰے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے جان و مال کو مختوم بنبوّۃ ثانیہ خداوند کریم کے ہاں پیش کریگا، تو اُس کو خداوند کریم کی طرف سے ایمان و ہدایت نہ مل سکیگا، کیونکہ جیسے ہندوستانی یا جاپانی سکہ پاکستان میں نہیں چل سکتا ایسے ہی دربار الٰہی میں اب قیامت تک جو مُحَمَّدٌ ﷺ سے مختومہ جان و مال پیش کریگا، تو اس کے بدلے دنیا میں ایمان و ہدایت ملیگی ورنہ نہیں، اور اسی محمدی مختومہ وجود کے پاس جب قبر میں نکیرین حساب کے لئے پہنچیں گے تو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ختم کی علامت پر ہی سفارش فرما وینگے اور میدان حشر میں اس سکہ کی قدر ہوگی،

چونکہ تمہارے دل کی قوت ایمانی پر رب العزت نے مہر لگادی ہے، ایمان کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی، قرآن کی آیت کا مطلب صاف ہو، لیکن تمہارے دل پر اس کا اثر کبھی نہ ہوگا، خواہ کتنا ہی سمجھاؤ، یہی خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا مطلب ہے، لیکن خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کے معنی رب العزت نے قوت ایمانی ختم کرنے کے لئے لَا يُؤْمِنُوْنَ سے بیان فرمائے ہیں، بجواب مرزائیت وبختم ایمان کبھی نہیں سمجھے گا، اور غلط کہنے سے کبھی باز نہ آئیگا، اور اگر تمہارے دل پر مہر خداوندی نہیں تو بھلا اس آیت کے مطابق صحیح مطلب پر ایمان لاکر دکھاؤ تو سہی، معلوم ہو جائیگا، کہ تمہارے دل پر مہر ہے؟ یا نہیں، یہ ہے تمہارے دال کا جواب۔

اب (ب) کا جواب عرض کرتا ہوں، جسکے متعلق رب العزت نے نص بیان فرمائی ہے، کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مثلاً ابوجہل، ابولہب وعقبہ وغیرہم تھے، تو وہ ہرگز ایمان نہ لائے، تو فرمانِ الٰہی خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ صادق ہوا، باقی ہم کسی کے متعلق خصوصیت سے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ نہیں کہ سکتے، خداوند کریم جس کے متعلق فرمائے وہ واقعی ایمان سے محروم ہی مرتا ہے،

(ج) کا جواب ملاحظہ ہو، کفر تو اُن کے دلوں میں پہلے ہی کفر ہے، وہاں دخول کا سوال ہی کیا، اگر کفر نہ ہوتا تو مہر کیوں لگتی، مہر لگنے کی وجہ سے دخول ایمان محال ہے، توجیسا کہ کفار کے دلوں پر مہر لگ جانے تو دخول ایمان محال ہے، ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی اب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنی محال ہے، اور بموجب حکم قرآنی مدعی کاذب سمجھا جائیگا، اور اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھنے والا منحرف قرآن ثابت ہوا، اس کے دل کی قوتِ ایمانی پر رب العزت نے مہر ثبت فرمادی ہے، وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ کا معنون ہو چکا، تمہارا یہ مراد لینا کہ اس کے گند پر مہر لگی رہی نکلتا ہے، ازروئے آیت قرآنی ثابت ہوا، تو غفر نے جتنی قرآنی آیات ختم کے متعلق پیش کیں، ان سب سے ختم کرنا ہی ثابت ہوا اور تم ایک آیتِ قرآنی ثابت نہیں کر سکتے، کہ جس میں ختم کے معنی اجرار کے ہوں، اگر ختم کے معنی اجرار کے ہو جائیں تو ختم ختم ہی نہیں، کیونکہ ختم اور اجرا دونوں کلمے متضاد ہیں، اور ایک دوسرے کی نقیض ہیں، اور اجتماع نقیضین محال، ہاں مرزائیہ سے توقع ممکن ہے، کہ ون کے معنی رات کرشے، تو اس کے ساتھی ضرور شاباش کا نعرہ بلند کرینگے ؎

قلم بھی اُٹھا اور تلوار ہم سے رہیگا یہ بازو ہی غالب ہمارا

"مرزائی" ۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل پر مہر لگا دی، تو اس کے معنی اگر بند کئے جائیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ

(ا) ۔ کافروں کی حرکتِ قلبی بند ہوگئی، حالانکہ یہ غلط ہے،

(ب) ۔ کیا ان کافروں میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا،

(ج) ۔ اگر یہ معنی کرو کہ کافروں کے دلوں میں ایمان کی کوئی بات داخل نہیں ہوتی، تو پھر سوال یہ ہے، کہ کفر کی بات اُن کے دلوں میں داخل ہوتی ہے کہ نہیں، جب ہوتی ہے، تو پھر بھی ختم کے معنی پورے بند ہونے کے نہ ہوئے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی نبی نہیں آسکتا، آپ کی تائید کے لئے آسکتا ہے، اور ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے، کہ کافروں کے گندے اور قابلِ نفرت ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی، قلم ہی اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں، پاکٹ بک از صفحہ ۴۷۵ تا صفحہ ۴۷۶،

"محمد عمر" ۔ مرزائی صاحب کی قرآن دانی کو سُن کر تو اُلو بیچارے بھی سٹپٹے ہونگے، کیونکہ فقیر پہلے قرآنی محاورے کو عرض کر چکا ہے، کہ ختم کا لفظ جس پر مستعمل ہوتا ہے، اس کی جس صفت پر ختم مراد ہوتی ہے، شے کی اس صفتِ مختومہ کا ذکر ماقبل یا مابعد ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ اس مذکورہ آیت خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ تو اس میں ابہام تھا، کہ قلب کی حقیقت پر مہر لگتی ہے، یا قلب کے خون پر، یا قلب کے فہم پر، تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مرزائی پیدا ہونگے، جو میری آیات کو بگاڑ کر بیان کرینگے، اس لئے رب العزت نے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ پہلے فرما دیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا یکساں ہے، بے ایمان ہی رہیں گے، آگے فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ، ثابت ہوا، کہ انکار دائمی کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب اُن کے دلوں پر ایمان مؤثر نہیں ہو سکتا، تو لَا یُؤْمِنُوْنَ کے ذکر نے اُن کے دلوں کو قوۃِ ایمانی پر مہر لگانے کی تخصیص فرما دی، اب اس کے علاوہ کوئی بھی طبع خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کی تخصیص ایمانی کو دوسری طرف نہیں لے جا سکتا، جیسا کہ تم مرزائی حرکتِ قلب مراد لے رہے ہو، تم نے اس مثال کو سمجھا ہو، تو اپنے گریبان میں ہی منہ ڈال کر ملاحظہ فرمالو، نہیں اس آیتِ کریمہ کا معنون نظر آجائیگا، کہ مرزائیہ کے دل میں ہر بات آسکتی ہے، لیکن

بہائم نے بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی شہادت دی

البدایہ والنہایہ (۱) ۱۵۱/۶

خصائص کبریٰ ۶۴/۲

اخبرنا ابوالحسن احمد بن حمدان السحری حدثنا عمر بن محمد بن بحیر حدثنا ابوجعفر محمد بن یزید املاءً انا ابوعبداللہ محمد بن عقبہ بن ابی الصہباء حدثنا ابوحذیفہ عن عبداللہ بن حبیب الہذلی عن ابی عبدالرحمٰن السلمی عن ابی منظور لما فتح اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر.... فکلمہ الحمار فقال ما اسمک قال یزید بن شہاب

اَخْرَجَ اللّٰہُ مِنْ نَسْلِ جَدِّیْ غَیْرِیْ وَلَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ غَیْرُکَ،

جب اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح خیبر عنایت فرمائی،...... تو آپ کے ساتھ گدھے نے کلام کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا نام کیا ہے، گدھے نے عرض کی یزید بن شہاب، میری نسل کی جد سے کل ساٹھ گدھے نکلے ہیں، نہیں سوار ہوا، اُن پر سوائے نبی کے، میری جد کی نسل سے سوائے میرے کوئی گدھا باقی نہیں رہا، اور نہیں باقی رہا نبیوں سے سوائے آپ کے،

اگر یہ صحیح ہے تو مرزائی دوستو یقین سمجھو، کہ جو شخص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اب اجرائے نبوت کا قائل ہے، وہ گدھے سے بدتر ہے،

ضب (گوہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیکی شہادت دی

البدایہ والنہایہ ۱۴۹/۶

قال البیہقی انا ابومنصور احمد بن علی

کیا ختم کیا؟

"مرزائی":- پھر سوال یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟ آپ سے پہلے آدمؑ، نوحؑ، موسیٰؑ وغیرہ انبیاء علیہم السلام تو سب کے سب پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا کیا ختم، البتہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے تھے جو بقول شما ابھی ختم نہ ہوئے تھے، سو وہ اب بھی ختم نہ ہوئے، بلکہ تمہارے خیال میں ابھی انہوں نے قیامت سے قبل آنا تھا تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہارے عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت کیا رہ گئی، پاکٹ بک از صفحہ ۲۵۰ تا صفحہ ۲۵۱۔

"محمد عمر":- مرزائی صاحب بڑے سادہ لوح ہیں، سوال کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کا جو پہلے اجراء تھا، اس کو بند کر دیا، اور یہ محاورہ ہے، اور جو محاورہ کو بھی نہ سمجھے تو وہ بھی عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَقْفَالُھَا کا مصداق ہے، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیائے کرام کا اجراء تھا، جب آپ تشریف لائے تو آپ نے نبیوں کو ختم کر دیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کی ڈیوٹی پوری کر چکے ہیں، اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بھی ختم کر دیا، اب قیامت تک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی جاری رہے، باقی سب انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کے تشریف لانے سے ختم ہو چکی، اب ان کی نبوت کا اجراء نہیں ہو سکتا، یہ ہے ہمارا عقیدہ، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالٰی یہی رہیگا، اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ صرف ہمارا ہی نہیں، بلکہ حجر و شجر و حیوانات اور درند و چرند و پرند بھی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم تسلیم کر چکے ہیں،

کتب عقائد میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے،

(۶) ۔ شرح عقائد نسفی ۹۹

وَاَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاٰخِرُہُمْ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ،

تمام انبیاء علیہم السلام کے پہلے آدم علیہ السلام ہیں، اور ان کے آخر محمد علیہ السلام ہیں،

۷۔ شرح عقائد نسفی ۱۰۱

وَکَلَامُ اللّٰہِ الْمُنَزَّلُ عَلَیْہِ عَلٰی اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَنَّہٗ مَبْعُوْثٌ اِلٰی کَافَّۃِ النَّاسِ بَلْ اِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ثَبَتَ اَنَّہٗ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ...... فَاِنْ قِیْلَ قَدْ وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ نُزُوْلُ عِیْسٰی بَعْدَہٗ قُلْنَا نَعَمْ لٰکِنَّہٗ یُتَابِعُ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّ شَرِیْعَتَہٗ قَدْ نُسِخَتْ۔

اور اللہ کی کلام جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے، اس بات پر شاہد ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، اور بلاشک آپ بھیجے گئے ہیں، تمام لوگوں کی طرف، بلکہ جن وانس کی طرف، ثابت ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخری نبی ہیں، پھر اگر سوال کیا جائے کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے آپ کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اُترنا، تو ہم جواب دیتے ہیں، ہاں ضرور اُتریں گے، لیکن وہ محمد علیہ السلام کے تابع ہونگے، اس لئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شریعت یقیناً منسوخ ہو چکی،

کیوں جناب وکیل صاحب؟ اب تو مسلمانوں کے اجماعی عقائد کی کتب سے بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت ہو گیا،

معلوم ہوا کہ تمام امت محمدیہ کا اجماعی عقیدہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے پر ہے۔

کلمہ پڑھ کر پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا انکار کرے، تو گویا ایسا شخص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہر من الشمس شان کا منکر اور ختم نبوت کا منکر اور منکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور منکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منکر قرآن کریم ہے، اب نتیجہ آپ کے ذمہ ہے،

دلائل ختم نبوت از اقوال سلف صالحین

(۱)۔ خصائص کبریٰ ۲/۱۸۸

اَلْاِجْمَاعُ عَلیٰ اَنَّہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَبْعُوْثٌ اِلیٰ جَمِیْعِ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، اس بات پر اجماع ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں،

(۲)۔ الیواقیت والجواہر ۲/۴۲

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللہَ تَعَالیٰ قَدْ سَدَّ بَابُ عَنْ کُلِّ مَخْلُوْقٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سمجھ لے کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے دروازہ (نبوۃ) بند کیا گیا ہے،

(۳)۔ جواہر البحار ۲/۱۵

وَکُلُّ مَنْ اِدَّعَاھَا النُّبُوَّۃَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ مُدَّعٍ شَرِیْعَۃٍ اَوْحیٰ بِھَا اِلَیْہِ سَوَاءٌ وَافَقَ شَرْعَنَا اَوْ خَالَفَ فَاِنْ کَانَ مُکَلَّفًا ضَرَبْنَا عُنُقَہٗ وَاِلَّا ضَرَبْنَا عَنْہُ صَفْحًا۔

(۴)۔ نخبۃ الفکر ۳

وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَلَّی اللہُ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ اِلیَ النَّاسِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

(۵)۔ تفسیر ابن عربی

مُحَمَّدٍ نِ الَّذِیْ ھُوَ اٰخِرُ الْوُجُوْدِ خَتَمَ دَائِرَتَہٗ وَمُتَّصِلٌ بِاَوَّلِھَا وَلِھٰذَا خُتِمَ۔

(۲)۔ کتاب المبسوط ۱/۲

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ بَعْدَ اِنْقِطَاعِ النُّبُوَّۃِ ھٰذِہِ الدَّرَجَۃُ اَعْلَی النِّھَایَۃِ فِی الْقُوَّۃِ۔

علمائے ربانی نبیوں کے وارث ہیں اور نبوت کے منقطع ہونے کے بعد قوت میں یہ آخری اعلیٰ درجہ ہے

محمد اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی ختم نبوت پر تھا

(۳)۔ فتوائے عالمگیری ۱/۲

اَلَّذِیْ بَعَثَہُ اللہُ حُجَّۃً عَلَی الْجَاحِدِیْنَ وَخَتَمَ بِہٖ بَابَ النُّبُوَّۃِ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وہ ذات مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنکو اللہ تعالےٰ نے بھیجا منکرین پر حجت ۔ اور آپ کے ساتھ تمام رسولوں پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا،

وکیل صاحب! آپ تو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی فارسی کتابوں سے بھی نا آشنا معلوم ہوتے ہیں، اگر کم از کم گلستاں بوستاں ہی پڑھے ہوتے تو کبھی اس گڑھے میں نہ گرتے، ملاحظہ ہو؛

بوستان ۷

کریم السجایا جمیل الشیم
نبی البرایا شفیع الامم

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی اچھی عادت والے نیک خصلت والے نبی تمام خلق کے، تمام امتوں کے سفارش کرنیوالے

بوستان ۱۲

چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے نبی الوریٰ

آپ کی شایان شان کیا نعت عرض کروں

آپ پر سلام ہو اے نبی تمام مخلوق کے

گلستان ۴

و تتمہ دور زمان احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے دور زمانہ کو پورا کرنیوالے ہیں،

(۸) - حیٰوۃ الحیوان ۱/۱۴۳	قَدْ اِنْقَطَعَ الْوَحْیُ ضرور وحی منقطع ہو چکی،
(۹) - شرح شفا شریف ۱/۱۰۹	(وَ اٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ)، اَیْ لِکَوْنِہٖ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ -

(اور تمام انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے میں)، یعنی واسطے آپ کے نبیوں کے ختم کرنیوالے

(۱۰) - فتاوٰی حدیثیہ ۱۳۴	فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ وعزتی وجلالی انہ لآخر النبیین من ذریتک ولولاہ ماخلقتک -

تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ قسم ہے مجھ کو میری عزت کی اور میرے جلال کی، بے شک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے آخری نبی ہیں تیری اولاد سے، اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا،

(۱۱) - الانسان الکامل ۵	والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ -

اور صلوٰۃ اور سلام اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں،

طوالت کی وجہ سے فقیر اتنے حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہے، ورنہ ہزارہا بزرگان دین کے حوالہ جات موجود ہیں،

فقہاء کرام کا عقیدہ بھی ختم نبوت پر تھا

عقیدہ خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

(۱) - فتاوٰی خیریہ ۱/۲	مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کے

ختم کرنے والے ہیں،

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

کے نزدیک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کے لئے نبی کا اطلاق جائز ہی نہیں، چہ جائیکہ بموجب تواہم مرزائیہ نبوت کا دروازہ ہی کھول دیا جائے۔ اور پھر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیہ کے ایسے دانت کھٹے کر دیئے، کہ جو خصوصی شریعت رکھے وہ نبی کہلا سکتا ہے، جس کے پاس شریعت الٰہیہ منزل علیہ نہیں وہ نبی ہی نہیں، آگے فرمایا لا مقاماً یعنی قائم مقام نبی کو نبی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ قائم مقام نبوۃ کو نبوۃ مستلزم نہیں۔

وکیل صاحب! اگر غیرت ہے تو اب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہ لینا، کہ وہ بھی اجرائے نبوت کے قائل تھے، یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ اس مذکورہ عبارتوں سے واضح ہے، اگر ان کا عقیدہ تمہاری طرح اجرائے نبوت ہوتا، تو لفظ نبی کے اطلاق کو کبھی منع نہ فرماتے، جب امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرد کے لئے آپ لفظ نبی کے عنوان کو گوارہ نہیں کرتے، تو وہ اجرائے نبوت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں؟ اور چونکہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے قائل تھے، جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، اس لئے انہوں نے فرمایا، اُنْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُہٗ کہ باب نبوت بند ہو چکا، اور منقطع ہو چکا، آگے فرمایا لا مقام النبوۃ کہ جو نبوت کے مقام پر پہلے فائز ہو چکا ہے، اس کے لئے جگہ خالی ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام مقام نبوت پر فائز ہو چکے لیکن نبی نہیں کہلا سکتے، نبوۃ کا دروازہ بند ہے، نبوۃ کے مقام پر جب نبی نہیں کہلا سکتا تو جاری کیسے ہوا

"**مرزائی**" :- عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی فرماتے ہیں :-

فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَہٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ، (الانسان الکامل)،

کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا۔ اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے، پاکٹ بک ص۴۴۴،

"**محمد عمر**" :- وکیل صاحب! مرزائیوں کی قوت ہاضمہ بڑی تیز ہے، کھانا ہضم کرنے کے متعلق تو کیا ہی ہاضمہ درست ہو گا۔ البتہ کتب کی عبارت کھانے میں بڑی قوت رکھتے ہیں، عرض کرتا ہوں، ملاحظہ ہو،

الانسان الکامل
مطبع مصری ۱/۲

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَلَمْ تَنْزِلْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ عَلٰی نَبِیٍّ غَیْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ نَزَلَتْ عَلٰی اَحَدٍ لَکَانَ ھُوَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَمَا صَحَّ ذَالِکَ اِلَّا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ

جوابات دلائل امکان نبوۃ از اقوال بزرگان

"مرزائی" - محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا ھِیَ النُّبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا۔

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی وہ صرف تشریعی نبوۃ ہے، نہ کہ مقام نبوت، پاکٹ بک از ص۲۲۲ تا ص۲۲۳،

"محمد عمر" - وکیل صاحب! آپنے لَا مَقَامُھَا تو ملاحظ فرمالیا، لیکن اَنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مطلب بیان کر گئے، کہ بے شک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے ساتھ ہی نبوۃ منقطع ہوچکی اور آگے فرمایا کہ نبوت سے مراد شریعت والی نبوۃ ہے مقام نبوۃ کو نبوۃ مستلزم نہیں جیسا کہ نبوۃ کو شریعت مستلزم ہے،

فتوحات مکیہ ۲/۹۰

حَجَرُ عَلَیْنَا اِطْلَاقُ لَفْظِ النَّبِیِّ۔

نبی کے لفظ کا استعمال ہم پر منع ہے،

کیوں جناب فرمایئے؟ یہ ہے عقیدہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا، اور ملاحظہ ہو۔

فتوحات مکیہ جزو ۲/۳۷۶

نبوت کا دروازہ بند ہے

فَاَخْبَرَ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ الرُّؤْیَا جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ فَقَدْ بَقِیَ لِلنَّاسِ مِنَ النُّبُوَّۃِ ھٰذَا وَغَیْرُہٗ وَمَعَ ھٰذَا لَا یُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّۃِ وَلَا النَّبِیِّ اِلَّا عَلَی الْمُشَرِّعِ خَاصَّۃً فَحُجِرَ ھٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَیَّنٍ فِی النُّبُوَّۃِ۔

تو خبر دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خواب (سچی) نبوت کے اجزاء سے ایک جزو ہے، پس تحقیق باقی رہا لوگوں کیواسطے نبوت سے یہ، اور اس کے سوا اور باوجود اس کے اسم نبوت اور نبی سوائے خاص کر شریعت والے کے کسی پر اطلاق نہیں ہو سکتا، تو بند کیا گیا ہے، یہ اسم نبوت بوجہ وصف معین خصوصی مشروع ہونے کے نبوت میں،

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا،

دوسرا جواب:- کم از کم اگر آپ اس کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے تو سمجھ آجاتی، ملاحظہ ہو:-

الانسان الکامل ۵

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اور صلوٰۃ اور سلام اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں،

کیوں جناب عالی مرزائی صاحب؟ یہ ہے عبدالکریم جیلانی کا عقیدہ! جنہوں نے اپنی کتاب کی بنیاد ہی ختم نبوت پر رکھی، اور آگے چل کر بھی ختم نبوت کا ہی ذکر فرمایا جس کے متعلق تم نے غلط بیانی سے کام لیا تھا،

مرزائی:- موضوعات کبیر میں علی قاری نے لکھا ہے، قُلْتُ مَعَ ھٰذَا لَوْعَاشَ اِبْرَاہِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْصَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَکَانَ مِنْ اَتْبَاعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذَا الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ۔ (پاکٹ بک صفحہ ۲۲۲)،

محمد عمر:- میرے دوست وکیل صاحب کتابی چور تو مشہور ہو چکے ہیں، ملا علی قاری کی یہ مَعَ ھٰذَا کی عبارت پر تو جلدی نظر پڑی، لیکن اس کے ماقبل پر نظر نیچی کیوں ہو گئی؟ ملا علی قاری نے تو اس کے ماقبل فیصلہ کر دیا ہے، لَوْ عَاشَ اِبْرَاہِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا، قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ تَھْذِیْبِہٖ ھٰذَا الْحَدِیْثُ بَاطِلٌ کہ حدیث لَوْعَاشَ اِبْرَاہِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا، یہ حدیث ہی سرے سے باطل ہے، جھوٹی ہے،

اب میں وکیل صاحب سے دریافت کرتا ہوں، کہ کیا علی قاریؒ کی اس عبارت پر ایمان ہے، اگر نہیں تو تم اگلی عبارت کو کیسے سمجھ سکتے ہو، اور حجت بنا سکتے ہو،

دوسرا جواب آگے علی قاریؒ نے فرمایا، وَلَوْ عَاشَ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ وَصَارَ نَبِیًّا لَزِمَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ نَبِیُّنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اگر ابراہیم (مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے) زندہ رہتے اور چالیس سال کو پہنچ جاتے اور نبی ہو جاتے، لازم آتا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہ جاتے، معلوم ہوا کہ علی قاریؒ بھی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے قائل تھے، اور ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے ثابت ہوا، کہ اگر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی ہو تو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں فرق لازم نہیں آتا، تمہارا یہ عقیدہ بھی غلط ثابت ہوا،

فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ فَكَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ...... فَلَمْ يَبْقَ لِغَيْرِهٖ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ مَنْ يَسْتَقِلُّ بِالْاَمْرِ وَخَتَمَ النُّبُوَّةَ لِاَنَّهٗ مَا تَرَكَ شَيْئًا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ اِلَّا وَقَدْ جَاءَ بِهٖ فَلَا يَجِدُ الَّذِيْ يَأْتِيْ بَعْدَهٗ مِنَ الْكُمَّلِ شَيْئًا مِمَّا يَنْبَغِيْ اَنَّهٗ يُنَبِّهُ عَلَيْهِ اِلَّا وَقَدْ فَعَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَيَتَّبِعُهٗ هٰذَا الْكَامِلُ كَمَا نَبَّهَ عَلَيْهِ وَيَصِيْرُ تَابِعًا فَانْقَطَعَ حُكْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ جَاءَ بِالْكَمَالِ وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ بِذٰلِكَ،

فرمایا اللہ تعالےٰ نے آج ہی مکمل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین کو اور تم پر اپنی نعمت (نبوۃ کو پورا کر دیا اور یہ آیت سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر نہیں نازل ہوئی اور اگر کسی ایک پر نازل ہوتی تو وہ خاتم النبیین ہوتا اور یہ ختم سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے صحیح نہیں، تو آپ پر (یہ آیت) نازل ہوئی تو آپ خاتم النبیین ہوئے ...... مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نبوت میں دخل نہیں، تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امر نبوت کے ساتھ مستقل ہو گئے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نبوت کو ختم کر دیا، آپ نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا، جو نبوت کی محتاج ہو، مگر آپ نے اس کو پورا کر دیا، پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت سے کچھ موجود نہیں، جو کوئی لا سکے، جو جو شے لائق نبوت تھی، آپ نے اس پر متنبہ فرما دیا، اور تحقیق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا تو اتباع کریگا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی (عیسیٰ علیہ السلام) کی آیت سے، جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے، اور آپ کے تابع ہونگے، (اور اپنی شریعت نہ چلائینگے) کیونکہ منقطع ہو چکا ہے تشریعی نبوت کا حکم چلنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، اسلئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کمالیت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور کوئی نہیں لایا اس کمالِ نبوت کو،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے تمہارے پیش کردہ حوالے کی پوری عبارت، جس میں تم نے چوری سے کام لیا، حالانکہ عبدالکریم جیلانی نے صاف لکھا ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، کیونکہ آپ کامل ہیں، کامل کے بعد ناقص مقابل نہیں بن سکتا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تابع ہونگے اور ان کی شریعت کا جواب دیا، کہ وہ اپنی شریعت کا نفاذ نہیں کرینگے، کیونکہ اگر شریعت اپنی نافذ کریں، تو ان کی نبوت کا اظہار ہوگا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں،

کیا تمہارا عقیدہ علی قاریؒ کے اس قول پر ہے یا نہیں!

جب پہلے تین دلائل ختم نبوت جو احادیث مرفوعہ سے علی قاریؒ نے بیان کیے ہیں، اُن پر بھی تمہارا ایمان نہیں، اور آخری بات پر جو مطابق حدیث بیان کی، اس پر بھی نہیں، تو درمیانی بات جو اپنی طرف سے انہوں نے اس کی تائید میں بیان کی ہے، کیسے اخذ کر سکتے ہو، پھر آگے فرمایا، فلا یناقض قوله تعالے خاتم النبیین یہ اللہ تعالٰے کے فرمان خاتم النبیین کے مخالف نہیں، علی قاری کا یہ کہنا فَلَا یُنَاقِضُ قَولَهٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اسی بنا پر کہا کہ ان کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے تھے، کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام سابقہ انبیا علیہم السلام زندہ ہوں، اور اللہ تعالٰے فرما دے کہ خاتم النبیین کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، تو اُن میں تناقض نہیں، آگے فرمایا، اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ اسلئے کہ خاتم النبیین کے معنی تو یہ ہیں کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، (یعنی بحیثیت نبوت) تو سوال پیدا ہوتا تھا حضرت عیسٰی علیہ السلام و خضر علیہ السلام و عیسٰی علیہ السلام کے متعلق تو آپ نے اس کے دو جواب دیئے، ایک یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ نبی کی شان یہ ہے۔ کہ پہلے ملت کو منسوخ کرتا ہے، جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے، آئینہ کمالات مطبع لاہوری ص ۲۷۵۔ انبیاء اسواسطے آتے ہیں، کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں، اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض احکام نئے لا دیں، اور عقائد والوں نے بھی نبی کی تعریف میں لکھا ہے۔ لتبلیغ ما اوحیٰ الیہ، تو جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کا وجود اس لئے تشریف لا دیگا ہی نہیں، بلکہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے لئے تشریف لا دینگے، تو ان کا آنا بحیثیت نبوت نہ ہوا، کیونکہ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ مفقود ہے، تو جیسا کہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ وہ تشریف لا دینگے تو مقام نبوت سابقہ ان کا بدستور ہوگا، لیکن وہ عہدۂ نبوت کے اجراء عمل کے لئے نہیں آئیں گے، بلکہ اطاعت کے لئے آئیں گے، تو نہ ان کی نبوت چلے گی، اور نہ ہی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق لازم آئیگا، اور ختم نبوت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں تب فرق لازم آتا، جب بحیثیت نبوت تشریف لا دیں، پھر آگے دوسری دلیل فرمائی، وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ کہ وہ آپ کی امت سے بھی پیدا شدہ نہیں، بلکہ وہ سابقہ انبیاء سے ہیں، یعنی وہ اپنی نبوت کو پورا کر چکے ہیں، تو علی قاریؒ کا یہ قول بھی تمہارے خلاف ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آپ کی اُمت سے پیدا نہیں ہوئے، اور تم مرزائیوں کا عقیدہ ہے، کہ وہ مسیح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ ملا علی قاریؒ نے تمہارے اس عقیدہ

تیسرا جواب ملا علی قاریؒ نے فرمایا، کہ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ، رواہ احمد والحاکم عن عقبہ بن عامر بہ مرفوعًا، مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا، تو عمر بن خطابؓ ہوتے، امام احمد بن حنبلؒ اور حاکم نے اس کو عقبہ بن عامر کی سند سے مرفوع ثابت کیا ہے،

اگر ملا علی قاریؒ کی اس بات پر یقین ہے، کہ واقعی یہ روایت مرفوع ہے، تو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی اہم دلیل ہے، اور اس نے تمہارے عقیدہ اجرائے نبوت کی جڑ کاٹ دی،

ملا علی قاریؒ کی مسلمہ مرفوع حدیث کو چھوڑ کر اس کے قیاس کو معتبر سمجھو تو عقل سے بعید ہے۔

اس لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ نَبِیًّا کو بیان کرکے آگے علی قاریؒ نے کہا ہے، قُلْتُ میں کہتا ہوں، وَمَعَ ھٰذَا اور باوجود ان تمام دلائل ختم نبوت کے وہ کونسے آگے ان کی تفصیل بیان فرمائی کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِیًّا یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے، تو نبی بنتے، اور نہیں زندہ رہے، کیونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی، اور اگر میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے، باوجود ان دونوں حدیثوں کی صحت کے یعنی نہ آپ کے صاحبزادے نبوت ختم ہونے کی بناپر زندہ رہے، اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبوت ملی، آگے فرمایا، لَکَانَ مِنْ اَتْبَاعِہٖ وہ دونوں یعنی آپ کے صاحبزادے ابراہیم اور حضرت عمرؓ دونوں آپ کے متبعین سے ہوئے،

تو ملا علی قاریؒ نے بیان کیا کہ جب حقدار نبوت آپ کے صاحبزادے ابراہیم اور حضرت عمرؓ تھے، اور وہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ بن سکے، بلکہ متبع ہی رہے ہیں، تو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر بدلائل مذکورہ بالا علی قاری نے تین حدیثوں سے ثابت کیا ہے، کہ نبوت کا ختم ہونا ثابت ہو گیا،

وکیل صاحب! علی قاری نے تو اپنی پہلی تینوں احادیث صحیحہ پر ختم نبوت کی تائید فرمائی ہے، ورنہ ان کے اقوال میں تناقص لازم آئیگا۔ کہ دلائل پیش کریں ختم نبوت کے اور نتیجہ نکالیں اجرائے نبوت کا، یہ عمل آپ کا ہی ہے، علماء کا نہیں،

آگے انہوں نے مثال پیش کی، جس کو تم ہضم کر گئے، کَعِیْسٰی وَالْخِضْرِ وَالْیَاسَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام، تو

والے، علمی کے زمانے کے کھولنے والے،

تفہیماتِ الٰہیہ
۱۳۷/۲

وَمَا رَحَا انتم هٰذِهِ الدَّوْرَةِ نَلِذَ اِلكَ لَا يُمْكِنُ اَنْ يُوْجَدَ بَعْدَ نَبِيٍّ صَلٰوةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ

اللہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے ختم کرنے والے ہوئے۔ اسی لئے ممکن نہیں، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پایا جائے،

الانصاف
۲

وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ،

اور میں گواہی دیتا ہوں، کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ایسے کہ جن کے بعد کوئی نبی نہیں، درود بھیجے اللہ تعالےٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب تمام پر،

وکیل صاحب؟ یہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا عقیدہ، جس کو جناب نے اُلٹ بیان کیا تھا،

"**مرزائی**" ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں، قُوْلُوْا اَنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، در منثور و تکملہ مجمع البحار میں لکھا ہے، یہ تو کہو، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، پاکٹ بک صـ۴۴۵ تا صـ۴۴۶،

"**محمد عمر**" ۔ وکیل صاحب نے تو بغیر چوری تو کبھی کچھ بیان کیا ہی نہیں، یہ تو آپ کی عادت جبلی ہے۔ عن عائشۃ سے مجمع البحار کی عبارت شروع کردی، وکیل صاحب اس کا ماقبل کیوں چھوڑ دیا، ماقبل سے چشم پوشی کیوں فرمائی؟ معلوم تھا، کہ حیاتِ عیسوی وَنُزُوْلُهٗ مِنَ السَّمَاءِ ثابت ہوتا ہے، اس تکملہ کی عبارت کا ماقبل کاش کہ مسئلہ حیات عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی بحث میں یاد آجاتا، تو سوائے حیاتِ عیسوی اور نزولہ من السماء کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا اور خادم صاحب اپنے پاکٹ بک صـ۵ پر سیوطی کو ایمان سے ہی خارج کردیا اسلئے اُنکی بات کچھ لائق بحث نہیں ہو سکتی اچھا! کوئی بات نہیں، فقیر یاد دہانی کرا دیتا ہے، وکیل صاحب تھوڑا سا...... اس عبارت سے پیچھے ملاحظہ فرمائیے، اور دیکھیے لکھا ہے،

کی بھی تردید کردی، تو ملا علی قاری نے تو ازا ابتدا تا انتہا تمہارے عقیدہ کی تردید کردی ہے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے دلائل پیش کیے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا ثابت کرکے اُن کو امم ماضیہ سے شمار کرکے ختم نبوت کو ثابت کیا ہے، جو تمہارے عقیدے کے خلاف ہے، لہٰذا ملا علی قاری رحمہ کی عبارت صراحتہً تمہارے خلاف ہے، نہ کہ موافق، جیسا کہ تم نے غلط بیان کرکے کانٹ چھانٹ کر لکھا ہے، اور پھر آگے ختم نبوت کی تائید فرمائی، فرمایا ویقوی حدیث لَوْ کَانَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو نہ وسعت ہوتی ان کو سوا میری اتباع کے، یعنی موسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو اپنی نبوت کا اجراء نہ کرتے، بلکہ وہ میری تابعداری کرتے، یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے، اگر نبوت جاری ہوتی، تو وہ اپنی نبوت کا دعوای کرتے، اور فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، تو لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ وہ بھی دعوای اتباع کرتے، دعوای نبوت نہ کرتے، ملا علی قاری رحمہ ختم نبوت کے دلائل دیں، لیکن مرزائی سمجھے کہ اجرائے نبوت کے مدعی تھے، تو یہ مرزائی کے بس کی بات نہیں، قرآن، اور حدیث کو بھی مرزائی اُلٹ ہی سمجھتے ہیں، اگر قول قاری کو انہوں نے غلط سمجھا، تو کوئی اعتراض نہیں، ملا علی قاری رحمہ نے پانچ دلائل سے مسئلہ ختم نبوت کو ثابت کیا،

"مرزائی"۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں، خُتِمَ بِہِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبی ختم ہوگئے، یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا، جس کو خدا تعالےٰ شریعت دیکر لوگوں کی طرف مامور کرے، پاکٹ بک صد ۴۴۵،

"محمد عمرؒ"۔ وکیل صاحب تم نے جب خود تسلیم کرلیا ہے، کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی"، اس سے اور زیادہ اور وضاحت ختم نبوت کے متعلق اور کیا ہوسکتی ہے۔ نبیوں کی شرح فرمائی، ای لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ، یعنی نبی لوگوں پر شریعت لاتا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہوگئے، اب ختم نبوت کے متعلق حضرت شاہ صاحب رحمہ کا عقیدہ عرض کرتا ہوں،

تفہیمات الٰہیہ ۱/۱۲۳

وَکَانَ نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتِمًا لِطَیْنِ ہٰذِہِ الدَّوْرَۃِ نَاتِحًا لِلدَّوْرَۃِ الْاُخْرٰی،
اور تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے (دُنیا) کے ختم کرنے

تاں جاکدھر دں اپنی عقل دا علاج کرا،

"سوالی" ۔ اوہ نہیں جوان میرا مطلب ہور اے،

"اولاد والا" ۔ او توں اندر دی گل کڈھ خاں چا،

"سوالی" ۔ بئی توں جو آکھنا ایں میرا چھیکڑ دا پتر ہندا اے، تے آہ جیہڑا عیسیٰ لگا پھردا ای ایہہ کتھوں آگیا ای،

"اولاد والا" ۔ دیکھاں پتہ لگا ناں توں ناں میرے پہلیاں پتراں توں سڑنا ایں، تو میرے کولوں چھیکڑ دا پچھیا اے، میں تینوں چھیکڑ دا دس دتا اے، تیرے نال پہلوں اڈ دو گلاں کیتیاں تینوں سمجھ نہ آئی، ہن جیہڑا پنجابی ہو کے پنجابی محاورہ دی نہ سمجھے اوسدے نال دا دی کوئی ندان ہونا ایں، چھیکڑ دے دا مطلب ایہہ ہندا اے، بئی اسنوں پچھے ہور کوئی میری بیوی نوں بال جمیاں ای نہیں، اسدا مطلب بئی وچلے سارے ای مر گئے نے؟ ساریاں پتراں وچوں میرا خیر نال اکو وچلا ای جیندا اے، توں ہن آکھیں ایس وچلے نوں چھیکڑ دا آکھ، میں ہن وچلے نوں چھیکڑ دا کیویں آکھاں، گلاں تے کم مینوں چھیکڑ والے دے نہیں کھلدے، آج تیکر ہیں اوہندا ای کھانا اوسدا ای ہنڈاؤنا اوسے دی تھاں وچہ رہنا، اوسے دی عزت بنائی ہوئی توں میرے سارے پتراں دی قدر پئی ہندی اے، میرا جیندا رہے وچلا، پر گل ساری چھیکڑ دے دی اے، وچلے دے جیندیاں بھی چھیکڑ دا چھیکڑ دا ای اکھوادیگا، کوئی عقل دا اتھاں پھاویں منے تے بھاویں ناں منے،

"سوالی" ۔ (اولاد والے کو مخاطب ہو کر) بابا مینوں بھی پتر بنالئے،

"اولاد والا" ۔ جا اوجا، اپنے اپنے ای ہندے نے، پرائے پرائے ای ہندے نے، پرائے دی کدی اپنے بنے نے، ڈھڈوں جمے ای اپنے ہندے نے، پرایا چہ یا کدی کم نہیں آوندا، جدکد ڈنگ ای ماریگا، پر سوہنہ رستا تے میرے تے گنڈھ، جے توں میرا پتر بننا ہندا تاں رب تینوں میرے نطفے دا میری بیوی دے ڈھڈوں جاجماندا، جے میرے گھر اینویں جمیاں نہیں، تاں میرے بنایوں توکد منیوں،

"سوالی" ۔ ناں اوبابا بنالے،

"اولاد والا" ۔ میں تینوں کیویں پتر بنالاں، رب نوں پہلوں چا آکھیں آں، تینوں میرے گھر ای چا پیدا کردا، جے تینوں رب نے میرے گھر جمایا نہیں ناں، میں شریعت دے خلاف

تکملہ مجمع البحار

۸۵

عِيْسٰى اَنَّهٗ يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَزِيْدُ فِي الْحَلَالِ اَيْ يَزِيْدُ فِي حَلَالِ نَفْسِهٖ بِاَنْ يَّتَزَوَّجَ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهٖ اِلَى السَّمَاءِ فَزَادَ بَعْدَ الْهُبُوْطِ فِي الْحَلَالِ فَحِيْنَئِذٍ يُؤْمِنُ كُلُّ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لِيَتَيَقَّنَ بِاَنَّهٗ بَشَرٌ ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام خنزیر کو قتل کرینگے، اور صلیب کو توڑ دینگے اور حلال میں زیادتی کرینگے۔ یعنی اپنے نفس کے لئے جس حلال شے کو انہوں نے استعمال نہیں کیا تھا) اپنے نفس کے لئے اس کو زیادہ کرینگے بایں طور کہ نکاح کرینگے اور ان کے اولاد ہو گی، اور آسمان کی طرف چڑھنے کے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا، تو زمین پر اترنے کے بعد (اس) حلال شے میں ترقی کرینگے، تو اسوقت ہر ایک اہل کتاب ایماندار ہو گا، اس بات پر یقین کریگا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بشر ہیں)

اس مقام پر جب محمد طاہر صاحب نے حیات و نزول عیسٰی علیہ السلام من السماء الی الارض ثابت فرمالیا، تو اعتراض ہوتا تھا، کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم الانبیاء ہیں، آپکے بعد کوئی نبی نہیں، تو اس اعتراض کو رفع کرنے کیواسطے فرماتے ہیں، عن عائشہ قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ۔ تم کہو کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہیں رہا، دیکھو کہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام باقی ہیں، جیسا کہ ما قبل محمد طاہر نے بیان کر دیا) اس کی مثال فقیر آپ کو پنجابی میں سمجھاتا ہے، کہ کوئی شخص کسے دوسرے نوں پچھے، کیوں یار تیرا بلیٹھی دا پتر کیہڑا اے اوہ اگوں جواب دے سیئ آدم، فیر اوہ پچھے کہ تیرا چھیکڑلا پتر کیہڑا اے، تاں اوہ جواب دے محمد، تاں سوال کرن والا کہی چھیکڑا کبھی نہیں کوئی ہور او دوں پچھے دا دس، اوہ آکھے کا توڑا ہیو تاں ایں، یا تاں تو چھیکڑ دا آکھ کے سوال نہ کردوں، جد توں چھیکڑ دا پچھ بیٹھا ایں تاں چھیکڑ تو پچھے فیر ہور چھیکڑ دا پچھنا پاگل پناایں، توں پہلوں جو میرے کولوں بلیٹھی دا پتر دا سوال کیتا اے تو اسدے متعلق کیوں نہیں ردلایا یا، بئی اسنوں پہلے بلیٹھی دا ہور کیہڑا ای، جے تینوں بلیٹھی دے دسیاں یقین آگیا اے تاں تینوں چھیکڑ دے دسیاں دی یقین آجانا چاہیدا سی، ایستوں معلوم ہوندا اے یا تاں تیری ایس الٹی توں کوئی اپنی غرض لے کوئی دا کھیڈ ناں چاہنا ایں، نہیں

نہیں، تو وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تو قول مصنف ہے، اس کی بھی تو سند حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک نہیں، لہٰذا یہ قول بھی مستند نہ رہا، اب اگر مرزائی لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ سے محمد طاہر کے پیش کردہ قول پر یقین رکھتے، اور آگے ان کے بیان کردہ مطلب وَهٰذَا نَاظِرٌ اِلٰى نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام کہ یہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے کہا گیا ہے، کہ سابقہ ایک نبی ابھی موجود ہے، اب اگر لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کے بیان کردہ مصداق کا انکار کرے تو وکیل صاحب کا حوالہ مجمع البحار کا پیش کرنا دیانتداری کے خلاف ہوگا، پھر فرمایا کہ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ میں نے حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے استدلال میں پیش کیا ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کا انکار نہیں کیا، اسی لئے آگے فرمایا وَهٰذَا اَيْضًا لَا يُنَافِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ نبی وہ ہوتا ہے، جو پہلی شریعت کو منسوخ کرتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نبی ہیں، جو اپنی شریعت لیکر نہ آئیں گے، کیونکہ اُن کی شریعت بہ آمدن حضور صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکی، اور وہ اپنی نبوت کی ڈیوٹی بھی ادا کر چکے ہیں، اسلئے ان کی نبوت سابقہ سے انکار نہیں ہو سکتا، اور ان کا بحیثیت نبوت تشریف لانا بھی نہیں، کیونکہ نبی کی شان یہ ہے، يَنْسَخُ شَرْعَهٗ شریعت کو منسوخ کرے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت کو منسوخ نہ کر سکیں گے، تو مِنْ حَيْثُ النُّبُوَّة اُن کی تشریف آوری نہ ہوئی، تو محمد طاہر صاحب نے اس مسئلہ کو بھی حل فرما دیا، کہ میرا کہنا کہ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ یا لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ حدیث کے منافی نہیں، کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا، باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزولہ من السماء تو یہ لا نبی بعدی کے خلاف نہیں، بلکہ ان کی شریعت خود منسوخ ہو چکی، اُن کی ڈیوٹی نبوت ختم ہو چکی، اب وہ سابقہ نبی ہونے کی حیثیت سے اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کام کریں، تو ان کی سابقہ نبوۃ کا بھی انکار نہ ہوگا، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے میں بھی خرابی لازم نہ آئے گی، اور ان کے دوبارہ تشریف لانے سے نبوت کا اجراء لازم نہ آئیگا، کیونکہ وہ قبل از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، اب ان کی موجودگی ختم نبوت میں حارج نہیں ہو سکتی، محمد طاہر صاحب نے مجمع البحار میں جو بیان فرمایا ہے، وہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے، لیکن وکیل صاحب نے اس عبارت کو آگے پیچھے سے چھانٹی کر کے درمیانی عبارت کا ایسا مجمل حصہ بیان کر دیا، جس سے مسلمانوں کو دھوکا دے سکیں، اگر ایمان کی رتی ہے تو میں وکیل صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا، کہ مجمع البحار

تینوں لاداں کیویں رکھ لاں، میریاں نوہاں دھیاں جوان نے توں دی ایڈا سارا ہٹا کٹا جوان ایں بھلک نوں توں کوئی نونہہ دھی لیکے نس جاویں، میں بدھا گھر کچُھدا پھراں، لوکاں دی مینوں ای جھوٹیاں کرناں ایں، توں لاداں رکھیا کیوں، تیرے چنگے بھلے اپنے پُتر، آپنے پتراں دیا ہندیاں بیں لاداں نہیں رکھدا،

"سوالی" - بابا مینوں پوتا ہی بنا لے،

"اولاد والا" - ناں بئی جے رب نے پوتے دینے ہوندے، تاں مینوں اپنے پُتاں وچوں ای دے دیندا، جداوس نے اپنے پُتاں وچوں نہیں دتے"، تاں میں تاں اسدی رضا تے راضی آں، آپنے گھر نہیں دتے تاں پرائے میں نہیں رکھدا، توں میرے مگروں لوہ،

سوالی وچارہ شرمندہ ہندا چلا گیا، جب آپنے خاتم کے معنی پنجابی زبان میں سمجھ لئے تو آمدم برسر مطلب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا،

قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ اور بے شک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، یعنی سب سے آخیر نبوت آپ کو ہی ملی ہے، آپ کے بعد اور کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، اور آگے فرمایا، وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یہ لَا نَبِیَّ بَعْدِی فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں، بلکہ یہ محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت کے لئے ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخری نبی تو ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں، کہ آپ سے پہلا بھی کوئی نبی زندہ نہیں، اسی واسطے فرمایا، وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِی، اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا اور اگر بعد کے بنے ہوئے نبی کے متعلق لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِی مراہوتا تو قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ نہ درج ہوتا، بلکہ اس کی بجائے یَا اٰخِرَ الْاَنْبِیَاءِ بَعْدِی کیونکہ پہلے قانون ہوتا ہے، بعد میں اس کا معنون مذکور ہوتا ہے، عنوان ختم نبوت کا ہو، اور معنون اجرائے نبوت کا تو یہ عقل وعلم ذی شعور کے نزدیک محال ہے، اور محمد طاہر صاحب نے لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے بعد فرمادیا وَھٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اور لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدِی یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی دلیل ہے، وکیل صاحب نے وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کو تو پڑھ دیا، لیکن وَھٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کو چھوڑ گئے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جس غرض کے لئے وَلَا تَقُوْلُوْا لکھا اس عبارت کو ہی کھا گئے، اور اگر مصنف کے مطلب ھٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ پر نہ مانو لعین

ہے اور نبی کا بیٹا ہے، تو دونوں میں تعارض ثابت ہوا، اور یہ ممکن نہیں کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں، کہ اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہو کہ یہ اس وقت ہی نبی ہے، تو دونوں ہی بقانون اذا تعارضا تساقطا ساقط ہوگئیں، قابل قبول نہ رہیں، اس لئے بھی تم ان دونوں سے استدلال نہیں کرسکتے،

تیسرا جواب یہ ہے کہ وکیل صاحب کو مرزائیت نے اتنا ستایا ہے، کہ اتنا بھی یاد نہیں کہ میں بڑے زور سے اپنی پاکٹ بک کے صد۲۳۳ پر حضرت ابراہیم کے متعلق تسلیم کر چکا ہوں، کہ ابن ماجہ کا ایک باب مقررہ تحریر ہے، ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ اور حدیث بیان فرمائی کہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما مات ابراھیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضرت ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا،

کیوں جناب خود ہی پہلے تسلیم کرتے ہو اور پھر خود ہی اس کے خلاف کو استدلال پیش کرتے ہو، وکیل صاحب آپ اس مثال سے ناراض تو نہ ہوں گے، اگر فقیر کہدے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد، اب تو مرزائی صاحب ابن ماجہ والی حدیث کو تسلیم کرتے ہو، تو تمہارا اس پیش کردہ فتوائے حدیثیہ کی روایت جھوٹی ثابت ہوتی ہے، اگر ابن ماجہ والی حدیث کو آگے رکھتے ہو، تو فتوی حدیثیہ کو رد کرنا پڑیگا، لہذا ان دونوں حدیثوں میں دو تعارض ثابت ہوئے، جس کی بنا پر تم ان دونوں کے کسی جملے سے استدلال نہیں لے سکتے، لہذا تمہارا یہ فتوی حدیثیہ کا استدلال غلط ثابت ہوا،

باقی رہا تمہارا کہنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور یحیٰی علیہ السلام کی طرح طفولیت میں حضرت ابراہیم کے لئے نبوت ثابت ہوتی ہے، تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا قرآن کریم نے فرمادیا، اور یحیٰی علیہ السلام کے لئے وَآتَیْنَاهُ الْحُکْمَ نص قرآنی موجود ہے، ایسے ہی قرآن کریم سے کوئی ایسی آیت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے لئے بھی تو بیان فرمادیتے، تب تمہارا استدلال صحیح ہوسکتا تھا، نصوص قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابلہ میں ہم کسی کی رائے کو مقدم نہیں سمجھتے، اور یہی قانون کتب اصول میں مذکور ہے، اگر ناراضگی نہ فرمادیں، تو عرض کردوں، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیدائشی نبوت کو تسلیم کرنا تمہیں کچھ مفید نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اسی طرح ان کی حیات جسمانی کے بھی

کی پوری عبارت آگے رکھ کر مصنف کے صحیح مطلب کو بیان کریں، تو مرزائیت نہیں جواب دیجائیگی،

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

"مرزائی"۔ مولوی صاحب! ہر طرح سے تسلی ہوگئی، صرف ایک کتاب کے متعلق کچھ شکوک باقی ہیں، اس کی تسلی ہو جائے، تو ختم نبوت کے متعلق انشاء اللہ العزیز پوری پوری تسلی ہو جائے گی، فتوای حدیثیہ میں ابن حجر الہیثمی نے حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کی مفصل بحث میں اس حدیث کو ثابت کر کے لکھا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم نبی تھے، چنانچہ وہ حضرت علی رض کی عبارت بدیں الفاظ نقل کرتے ہیں،

وَاَدْخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِيٌّ اِبْنُ نَبِيٍّ وَبَكٰى وَبَكَى الْمُسْلِمُوْنَ حَوْلَهٗ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کا جنازہ پڑھائے بغیر اس کو دفن فرمایا تھا، اور آگے ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کرتے ہیں، اِنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ نَبِيٌّ عَلٰى نَبِيٍّ نَقْلٌ جَاءَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ نَبِيًّا یعنی علامہ زرکش فرماتے ہیں، کہ نبی نبی کا جنازہ نہیں پڑھاتا اور پھر آگے ابن حجر ہیثمی لکھتے ہیں، وَلَا بُعْدَ فِيْ اِثْبَاتِ النُّبُوَّةِ لَهٗ مَعَ صِغَرِهٖ لِاَنَّهٗ كَعِيْسَى الْقَائِلِ يَوْمَ وُلِدَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَكَيَحْيٰى قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ پاکٹ بک از صـ ۴۲۶ تا صـ ۴۲۷۔

"محمد عمر"۔ تمہارا یہ کہنا کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ کو ابن حجر ہیثمی نے صحیح ثابت کیا ہے جھوٹ ہے، کیونکہ ابن حجر ہیثمی نے فتوای حدیثیہ صـ ۱۲۵ میں لکھا ہے، لَوْ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا فَبَاطِلٌ پھر اس کے جواب میں بھی اقرار کیا ہے اور فقیر اس کو پہلے بھی اسماء رجال کی کتب سے ضعیف ثابت کر چکا ہے،

پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ روایت ہی بے سند ہے، پھر دوسری عرض ہے کہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے لکھا ہے کہ اس کے رواۃ ضعیف ہیں، فَقَالَ فِيْهِ مَنْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، لہذا تمہارا استدلال وَاِنَّهٗ لَنَبِيٌّ اِبْنُ نَبِيٍّ صحیح نہ ہوا،

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، کیونکہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے جیسا کہ تم بھی تسلیم کر چکے ہو، ملاحظہ ہو، پاکٹ بک صـ ۴۳۲ اور صـ ۴۲۶ پر کہو اور وَاِنَّهٗ لَنَبِيٌّ ابْنُ نَبِيٍّ کا مطلب ہے، کہ حضرت ابراہیم نبی

"مرزائی" - بہت اچھا!

"محمد عمر" - ملاحظہ ہو،

خَاتِمُ الْاَنْبِیَاء وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن کے معنی مرزا جی کی زبانی

(۱) - ایام صلح ۵۱

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبی بعدی یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے، باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے،

(۲) - ایام صلح ۸۱

اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ہیں،

(۳) - ایام صلح ۱۶۷

ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے، اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے، اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے، پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے، کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے، اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے، اور بعد اس کے جو وحی نبوۃ منقطع ہو چکی تھی، پھر سلسلہ نبوت کا جاری کر دیا جائے، کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے، اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی،

(۴) - آسمانی فیصلہ ۲۵

اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو دشمن قرآن نہ بنو، اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو،

(۵) - انجام آتھم ۲۷

قرآن شریف کو مانتا ہوں، کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود نبوت کا دعوی کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا

قائل نہ ہو جاؤ گے، کیونکہ جیسا کہ یہ قرآنی نص سے ثابت ہے، ان کی حیات جسمانی بھی نص قرآنیہ سے منصوص ہے، تمہارے لئے وہ بھی مخالف اور یہ بھی مخالف، کیونکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بھی تم منکر اور بیدالشئی نبوت کے بھی منکر، کیونکہ اگر نبوت بیدالشئی کو تسلیم کرو گے تو نبوت مرزائیہ کا خاتمہ ہو جائے گا، کیونکہ اشاعت اس کی بتدریج ہوئی، اور دعوٰی بھی بتدریج کیا گیا، سو فتوائے حدیثیہ کا یہ قول ابن حجر ہیثمی کا بھی تمہارے مخالف ثابت ہوا، اور فرمان خداوندی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے سامنے سر کو خم کرنا پڑے گا، اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنا، نہ بن سکتا ہے اور نہ بنے گا، اور یہی عقیدہ ابن حجر ہیثمی کا بھی تھا، ملاحظہ ہو، آپ ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں،

فتوائے حدیثیہ ۱۳۴

فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّهٗ لَاٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُكَ

آدم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالےٰ نے وحی کی کہ قسم ہے مجھے میری عزت کی اور قسم ہے مجھے میرے جلال کی بے شک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تیری اولاد کے نبیوں سے آخری نبی ہیں، اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ تم ہے تجھے تیرے باپ کے قادیانی کی ذرا سا بھی ایمان کسی سے مار بیٹھ لے، اور پھر نظر انصاف سے دیکھ، کہ خداوند کیسے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ارشاد فرما رہے ہیں، اور لکھنے والے وہ ہیں، جنکو تم نے بھی تسلیم کیا ہوا ہے۔ یہ تھا تمہارا مایۂ ناز استدلال،

خدا کے فضل و کرم سے جس کا جواب اسی کتاب سے دیا گیا، اٰمِنُوْا اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا،

ہمارا کام کہدینا ہے بار و ⁂ تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

"مرزائی" - خدا کے فضل و کرم سے میری ہر طرح سے تسلی ہو گئی، اب انشاء اللہ میرا یکا عقیدہ ہو گیا، کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے

"محمد عمر" - نہیں نہیں صاحب! ابھی مرزا صاحب کے حوالہ جات عرض کرتا ہوں، تسلی سے سنیئے:-

جس کا لفظ قطعی ہے، اپنی آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے،

(۱۲) - اربعین ۴ ۸۴
یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے،

(۱۳) - براہین احمدیہ حصہ پنجم - ۴۴
سب کو معلوم ہے، کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے، کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں یہی معنی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے کئے گئے ہیں، یعنی سب رسول فوت ہو چکے ہیں،

کیوں جناب وکیل صاحب؟ مرزا صاحب اپنے فوتیدگی کے سال یعنی ۱۹۰۸ء میں حصہ پنجم تصنیف کر کے اس میں رقم طراز ہیں، جس سے دو مطلب صاف واضح ہو رہے ہیں،

(۱) - قرآن کریم سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اقرار کرنا،
(۲) - نبوت ختم ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع تھا،

مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہو چکا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر از روئے قرآن وحدیث نبوت ختم ہونے کا یقین مرزا غلام احمد صاحب کو بھی تھا، لیکن محض اپنی نفسانیت سے اجرائے نبوت کے قائل ہوئے،

(۱۴) - حقیقۃ الوحی ۳۲
اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا، کہ سب نبی فوت ہو چکے ہیں،

کئی مقامات پر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اقرار فرمادیں، جن سے بعض عبارتیں و فقرے پیش کی ہیں، اور یہ بھی اقرار کریں کہ قرآن اور حدیث میں بھی ایسے ہی ہے، اور کئی مقامات پر ختم نبوت کے منکروں پر فتوای جڑا ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے،

(۱۵) - آسمانی فیصلہ ۲۵
اور میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں،

ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہوں،

(۶)- انجام آتھم ۲۷

اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشھاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے، جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، نہ کوئی اور نہ کوئی نیا۔

(۷)- اعجاز احمدی ۱۸

اور ایسا ہی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سب نبیوں کی وفات ایک مشترک لفظ جو خَلَتْ ہے، خدا نے ظاہر کی تھی۔

(۸)- تبلیغ رسالت ۲/۴۴

میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں، اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں،

(۹)- تحفہ گولڑویہ ۶۶

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے۔ اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، جیسا کہ فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ،

(۱۰)- نشان آسمانی ۲۹

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں، اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں، کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا، ہاں محدث آئیں گے،

(۱۱)- کتاب البریہ ۱۸۴

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی، کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا، اور قرآن شریف

كِتَابَ لَنَا نَتَّبِعُهُ اِلَّا الْفُرْقَانُ الْمُغْنِيْ عَلَى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى وَ اٰمَنَّا بِاَنَّ رَسُوْلَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَبِاَنَّ اللّٰهَ خَتَمَ بِهِ النَّبِيِّيْنَ ۔

(۲۰)۔ منن الرحمٰن ۲۰

لٰكِنَّمَا اِنَّ رَبَّنَا اَحَدٌ يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ وَحْدَهٗ لٰكِنَّ اِلٰهَنَا رَسُوْلُنَا الْمُطَاعُ وَاحِدٌ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَلَا شَرِيْكَ مَعَهٗ وَ اِنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ۔

(۲۱) ضمیمہ حقیقۃ الوحی ۶۴

وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ عَلَيْهِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِيْنَ فَلَيْسَ حَقُّ اَحَدٍ اَنْ يَّدَّعِيَ النُّبُوَّةَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا الْمُصْطَفٰى ۔

کیوں جناب وکیل صاحب؟ تمہارے مرزا صاحب کا کالا قانون پہلے انہی پر عائد ہوا، جو انہوں نے یہ قوانین مقرر فرما کر پھر خود ہی دعوائے نبوت کر دیا، یہ سب سمجھ بوجھ سے بقائم ہوش وحواس تھا۔ ہیں تو مرزا صاحب کا اس میں انصاف تصور کروں گا، کہ منکرین ختم نبوت کو ثابت کر دیا کہ میں تو اپنے ہی بھیدہ قانون میں جکڑا گیا ہوں، لیکن تم بچ جانا، لیکن پھر بھی بعض جو مرزا صاحب کے گرنے سے ختم نبوت کا انکار کر کے اجرائے نبوت کا انکار کر کے اجرائے نبوت کا قائل بنے تو میں تو پھر یہی کہوں گا، کہ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اٰمِنُوْا اَوْلَا تُؤْمِنُوْا ،

(۲۲)۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ۱۳

گویا اسی دم سے خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا، کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی، اور نہ سلسلہ اولاد کا چلیگا اور یقیناً اس نے اس الہام کو توڑنے کے لئے اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی، مگر وہ کوشش ضائع گئی آخر نامراد مرا،

وکیل صاحب اب فرمایئے؟ مرزا جی کی مہر سعد اللہ کی بیوی کے رحم پر لگ جاوے، تو تا حین وہ اولاد سے محروم، اور سلسلہ اولاد بند، لیکن اگر رب العزت انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہونے پر مہر محمدی لگا دے تو نبوت کا سلسلہ جاری ہو جائے، یہ مرزائی عقل کو ہی گوارہ ہو سکتا ہے۔

(۱۶) - ایک غلطی کا ازالہ تبلیغ رسالت ۳/۲۳	لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے، اور آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (نعوذ باللہ) اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے،

کیوں جناب وکیل صاحب؟ اب فرمایئے کہ تمہارے مرزا صاحب کا فیصلہ بھی تمہارے لئے کافی نہیں،

"**مرزائی**" - یہ اُردو عبارتیں ہیں، ان میں خاتم الانبیا یا خاتم النبیین کا استعمال دوسرے معنی رکھتا ہے، قرآن کریم اردو زبان میں نہیں، کہ تم نے اُردو زبان کی عبارتیں پیش کر دیں، پاکٹ بک ص۴۷۷

"**محمد عمر**" - بڑا افسوس ہے، مرزا صاحب کی ایسی عبارتیں واضح تمہارے سامنے بیان کی گئیں، لیکن تم ایسے ہٹ دھرم ہو، کہ بدیہی عبارتوں کا بھی انکار کرتے ہو، کیا اُردو کلام میں عربی الفاظ کا استعمال نہیں، اردو کلام میں جہاں بھی عربی لفظ مستعمل ہو، اس کے معنی وہی رہتے ہیں، جو پہلے عربی میں مستعمل ہوتے تھے، مثلاً جمال وجلال، حرام وحلال وغیرہ وغیرہ، جب تمہارے سامنے عربی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں، تو تم مطلب بدلنے کی کوشش کرتے ہو، اور اگر صاف اُردو کلام پیش کر دیں، تو اُردو کلام کو بھی ٹھکرا دیتے ہو، آیئے! اب تمہارے مرزاجی کی عربی عبارتیں پیش کرتا ہوں، امید ہے کہ تم انشاء اللہ ملاحظہ فرما کر ضرور ایمان لے آؤ گے،

(۱۷) - توضیح مرام ۸	وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ،
(۱۸) - آئینہ کمالات ۳۱۱	مَا كَانَ اللّٰهُ اَنْ يُّرْسِلَ نَبِيًّا بَعْدَ نَبِيِّنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَمَا كَانَ اَنْ يُّحْدِثَ سِلْسِلَةَ النُّبُوَّةِ ثَانِيًا بَعْدَ اِنْقِطَاعِهَا
(۱۹) - آئینہ کمالات ۱۹	وَاٰمَنْتُ بِاَنَّ نَبِيَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنَّ كِتَابَنَا الْقُرْاٰنَ الْكَرِيْمَ وَسِيْلَةُ الْاِهْتِدَاءِ لَا نَبِيَّ لَنَا نَقْتَدِيْ بِهٖ اِلَّا الْمُصْطَفٰى وَلَا

خاتم کی تحقیق مرزاجی زبانی

تریاق القلوب ۳۰۰

میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، جس کا نام جنت تھا، اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی، اور بعد اس کے میں نکلا تھا، اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا،

تریاق القلوب ۳۰۲

وَلَیْسَ بَعْدَہٗ وَلَدٌ فِیْ ھٰذَا النَّوْعِ فَھُوَ خَاتَمُ الْاَوْلَادِ۔ اور اس کے بعد اس نوع میں کوئی لڑکا نہ ہو، تو وہ خاتم الاولاد ہے،

"مرزائی"۔ ان دونوں عبارتوں میں خاتم الاولاد سے مراد اولاد کا سلسلہ بکلی منقطع کرنے والا نہیں ہو سکتا، کیونکہ کیا آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے بعد ختم ہو گیا؟ نہیں، بلکہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے ذریعے سے چلا، اور آپ خاتم الاولاد ان معنوں میں ہوئے کہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے سوا دوسرے بچوں کے ذریعے سے منقطع ہو گیا، لیکن صرف آپ کے ذریعے سے آگے اُن کی اولاد چلی، پس ایسے ہی خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہونگے، کہ دوسرے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے اور آئندہ نبیوں کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے چلے،

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب کیسے بھولے ہیں، وکیل صاحب مرزا صاحب نے اپنی اولاد کا ذکر نہیں فرمایا، جس کی طرف تم پلٹ گئے، مرزا صاحب کا تو فرمان ہے، کہ اپنی ماں کے پیٹ سے اپنی بہن جنت کے بعد میں نکلا، اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا، تو مرزا صاحب بفرمان خود اپنے ماں باپ کے خاتم الاولاد ہیں، یعنی ان کی ماں کے پیٹ سے اور کوئی بچہ نہیں نکلا، تم جو کہتے ہو، کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، ختم کرنے کے نہیں، تو تمہارے یہ معنی تب درست ہو سکتے ہیں، کہ ثابت کرو کہ مرزا صاحب کے بعد اُن کی ماں کے پیٹ سے کوئی اور بچہ نکلا، جب نہیں نکلا، بلکہ مرزا صاحب کی اپنی پیدائش کے بعد کوئی بھائی بہن پیدا نہیں ہوا، تو مرزا صاحب خاتم الاولاد بنے، جب مرزا صاحب کے بعد کوئی قسم کا بچہ نہ نکا نہ کہا اُن کی ماں کے

(۲۳) حمامۃ البشریٰ ۱۴	وَيَقُوْلُوْنَ اَنَّ هٰذَا الرَّجُلُ لَا يَعْتَقِدُ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمُنْتَهَى الْمُرْسَلِيْنَ

لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَهٰذِهٖ كُلُّهَا مُفْتَرِيَاتٌ وَتَحْرِيْفَاتٌ۔

(۲۴) حمامۃ البشریٰ ۱۴	اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰى نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اِسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهٗ نَبِيُّنَا فِيْ قَوْلِهٖ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ بِبَيَانٍ

وَاضِحٍ لِلطَّالِبِيْنَ وَلَوْ جَوَّزْنَا ظُهُوْرَ نَبِيٍّ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَجَوَّزْنَا اِنْفِتَاحَ بَابِ وَحْيِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ تَغْلِيْقِهَا وَهٰذَا خُلْفٌ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَكَيْفَ يَجِيْءُ نَبِيٌّ بَعْدَ رَسُوْلِنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اِنْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَخَتَمَ اللهُ بِهِ النَّبِيِّيْنَ۔

(۲۵) تحفہ بغداد ۷	وَقَدْ خَتَمَ اللهُ بِرَسُوْلِنَا النَّبِيِّيْنَ وَقَدْ اِنْقَطَعَ وَحْيُ النُّبُوَّةِ۔
(۲۶) تحفہ بغداد ۲۴	بِاَنَّ النُّبُوَّةَ قَدْ خُتِمَتْ،
(۲۷) تحفہ بغداد ۲۵	قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَمَّاهُ اللهُ تَعَالٰى خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ فَمِنْ اَيْنَ يَظْهَرُ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ اَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ تَتَّبِعُوْنَ

الْاَوْهَامَ ظُلْمًا وَّزُوْرًا وَتَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا وَصِرْتُمْ مِّنَ الْبَطَّالِيْنَ۔

وکیل صاحب! اب تو مرزا صاحب نے فیصلہ کردیا ہے، کہ اجرائے نبوت کا عقیدہ ظلم ہے اور جھوٹ ہے۔ واجرائے نبوت کا عقیدتمند تارک قرآن ہے اور بطال ہے، اب بھی تم اگر اجرائے نبوت پر اصرار کرو گے تو بحکم مرزا صاحب تم تارک قرآن اور ظالم اور کذاب اور بطال ثابت ہوگے۔ فقیر نے مرزا صاحب کی اردو و عربی عبارتیں تمہارے سامنے پیش کردیں، اس کو کہتے ہیں انصاف کہ کچی بات اپنے خلاف بھی وارد ہو، تو بھی کہہ گذرے، خواہ لینی کی دینی پڑجائے۔ سچ ہے سچی بات کہدو خواہ اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو،

(۶)- ایام صلح ۱۸۶	قرآن کی رو سے کسی نبی کا آنا ممنوع ہے،
(۷)- حمامۃ البشریٰ ۹۶	وَمَا كَانَ لِيْ أَنْ أَدَّعِيَ النُّبُوَّةَ وَأَخْرُجَ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالْحَقَّ بِقَوْمٍ كَافِرِيْنَ،

اور میرے لئے یہ لائق نہیں، کہ میں نبوت کا دعویٰ کردوں، اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کفار سے جاملوں،

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اسلام سے خارج ہے اور پکا کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں،

اے مرزائی دوستو! باوجود ایسی واضح عبارت کے کہ مرزا صاحب اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھنے والے کو اسلام سے خارج اور کافر کہیں، لیکن تم مرزائی ایسی عبارات واضحات اپنے مرزا صاحب کی دیکھ کر بھی اجرائے نبوت کے قائل رہو، تو تم بفتویٰ مرزا صاحب بھی اسلام سے خارج ثابت ہو گئے،

"مرزائی"۔ مرزا صاحب کی عبارتوں پر جو انہوں نے ختم نبوت کے متعلق بیان کی ہیں، تمہیں یقین ہے۔ تو پھر مرزا صاحب پر مسلمانوں نے کفر کے فتوے کیوں صادر کئے؟

"محمد عمر"۔ مرزا صاحب کی مثال بعینہٖ سکھوں کے گورو نانک صاحب کی ہے، وہ بھی چاہتے تھے، کہ اسلام اور کفر کو یک جا جمع کردوں، اسی لئے اسلامی اصولوں کے پابند بھی رہے، مثلاً صوم وصلوٰۃ، حج وزکوٰۃ اور کلمہ طیبہ کے قائل بھی رہے اور عامل بھی لیکن جب کوئی ہندو ان سے دریافت کرتا کہ یہ اقوال وافعال تو اسلامی ہیں، تو بابا نانک جی فرما دیتے کہ تم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ اور اس کی تاویل کرکے بری ہو جاتے، چنانچہ سکھوں کو جب نماز روزے، حج زکوٰۃ کے متعلق سنایا جائے، کہ تمہارے گرو جی فرماتے ہیں، لام لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین (جنم ساکھی ۲۲۱) تو سکھ فوراً اس کی تاویل کرکے کہدیتے ہیں، کہ ہمارے باباجی نے نماز کا مطلب حقیقی نماز نہیں لیا۔ بلکہ اس کا مطلب باباجی نے یوں فرمایا ہے۔ اُلٹ ثابت کردیتے ہیں، مثلاً سچ نماز یقین مُصلےٰ دربار صاحب مارو محلہ۔ پانچواں اپنا مطیع بنانا مقصود تھا۔ ایسے ہی مرزاجی سے جب ختم نبوت کا مسئلہ کوئی مسلمان دریافت کرتا تو فوراً فرما دیتے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیٹ سے نکلنا تم ثابت نہیں کر سکتے، تو مرزا صاحب بایں معنی ہی خاتم الاولاد ہو سکتے ہیں، یا کہدو کہ مرزا صاحب نے جھوٹ بولا ہے، تو پھر بھی مرزا صاحب کا دوسرا کالا قانون مرزا صاحب پر ہی وارد ہو گا، جیسا کہ آپنے فرمایا ہے،

حقیقۃ الوحی ۲۰۶	جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے،

اب یا تو مرزا صاحب کو ان کے اپنے ہی کالا قانون کا مصداق بنالو، اور چاہے ان کو بمعنی صحیح خاتم الاولاد تسلیم کرلو، کہ مرزا صاحب کا ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد کسی قسم کا کچا نہ پکا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، ایسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد نہ کوئی ظلی نہ بروزی نہ اصلی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں،

مرزا صاحب کو بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا علم الیقین تھا

(۱)۔ ایام صلح ۴۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبی فوت ہو چکے ہیں،
(۲)۔ توضیح مرام ۸	وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔
(۳)۔ آئینہ کمالات مطبع لاہوری ۲۰۸	اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا، تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت و استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا،
(۴)۔ مکتوبات احمدیہ ۵۱	یعی فونہ کما یعرفون ابناء ھم، یعنی وہ لوگ پیغمبر آخرالزمان کو امام الانبیا اور سید الاولیاء ہے، اسی طرح شناخت

کرتے ہیں، جیسے وہ اپنے بیٹوں کو شناخت کرتے ہیں ...... حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اویسؓ کے وجود کو یمن میں شناخت کر لیا،

(۵)۔ نخغہ بغداد ۲۴	اِنَّ النُّبُوَّۃَ قَدْ خُتِمَتْ۔

فہرست الجزء الثانی من کتاب مقیاس النبوۃ فی ثبوت انقطاع النبوۃ

کے بعد میں نبوت کے مدعی کو کافر سمجھتا ہوں، اور جب اُن کا کوئی مرزائی لَو ریا نت کرتا، تو فرمانے کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے، جہنمی ہے، کیونکہ نبوت جاری ہے، جیسا کہ فرمایا،

تبلیغ رسالت ۱/۱۳۳	میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں،
حقیقۃ الوحی ۱۶۳	جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا،
حقیقۃ الوحی ۱۵۰	اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا،
تبلیغ رسالت ۹/۲۱	اور لعنت ہے اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے،
تبلیغ رسالت ۲۷	(الہام) - جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا، اور تیرا مخالف رہیگا، خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے،

مرزا غلام احمد صاحب کی سابقہ عبارات سے ثابت ہوا، کہ مرزا صاحب کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا علم تھا، جسکی بنا پر انہوں نے اپنی تحریر میں صاف صاف ختم نبوۃ کا اقرار کیا، لیکن پھر اپنی نفسانیت کی انگیخت پر مدعی نبوت بھی صراحتًہ تھے، جو اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیرا پھیری کر کے اپنی امت بنانا چاہتے تھے، بھلا اس گورکھ دھندے کو کون ذی شعور نہیں سمجھتا، تو مرزا غلام احمد صاحب کے اس دعوائے نبوت پر اُن کے سابقہ مَن کو دِنِ الصِّیْ، فتوای ہی سامنے ندرانہ رکھ کر ان کے اِس مُنہ پر اُن کا اپنا ہی مذکورہ طمانچہ تبرکًا رسید کر دیا تھا، نفیر نے اس میں کونسی زیادتی کی ہے، البتہ پہلے قرآن پاک اور احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و مفسرین متقدمین کا برین ملت کے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ بھی بلا طعن اور بغرض افادہ امت مرزائیہ تحریر کئے ہیں، تاکہ رب العزت کے دربار میں کوئی مرزائی یہ نہ کہے، کہ یا اللہ! ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں، اور نفیر آخری یہی دعا کرتا ہے کہ مرزائی حضرات کو بھی اللہ تعالےٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کا نبی بنا دے، اور اس نبض محمدیہ سے آگے تجاوز کرنے سے بچا دے،

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ،

مضمون ختم نبوت ختم ہوا، اب آگے مضمون مرزا صاحب کے اکاذیب پر انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوگا

(مولوی) عبدالوہاب و حافظ عبدالتواب ناشران اہتمام مولانا مولوی محمد عمر صاحب دارالمقیاس اچھرہ لاہور